کلیاتِ سودا

(جلد اول)

بترتیب جدید

مصنفہ

سرآمد شعرائے ہندوستان بلبل شیوا زبان فخر المتقدمین و المتاخرین

مرزا رفیع سودا مرحوم باضافہ سوانح عمری و تصویر مصنف

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شایع ہوئی

۱۹۳۲ء

فہرست کلیاتِ سودا جلد اول



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

میرے خیال مین تو شاید ہندوستان مین ایک شخص بھی ایسا نہو گا جس کو شاعری سے ذرا بھی لگاؤ ہو اور وہ میر و مرزا کے نام اور اُنکے مرتبۂ شاعری سے پورے طور پر واقف نہو۔ کوئی مکمل اُردو کا تذکرہ ایسا نہو گا جہان اِن دونون باکمالون کے اوصاف حمیدہ کا بیان نہو۔ اور کوئی علم ادب کا ماہر نہو گا جو اِنکی تعریف و تحسین مین رطب اللسان نہو۔ اِس لئے اِن بزرگون کے مراتب شاعری اور مدارج سخندانی پر کوئی رائے زنی کرنا تضیع اوقات نہ بھی ہو تو بھی کوئی نئی بات نہین ہے مگر زمانہ کا دستور اور رسم و رواج کبھی کبھی کسی امر زائد کے کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔ اس لئے مجھے بھی کہنا پڑتا ہے کہ ؎

میکنم سعی گو مکرر باشد

کلیات سودا جو نئی ترتیب و تدوین سے مرتب ہوا ہے میرے سامنے ہے اسلئے۔ مجھے اسوقت جو کچھ لکھنا ہے وہ مرزا رفیع سودا ہی کے متعلق لکھنا ہے۔ اور جو کچھ ضرورت ہے وہ اُسی آفتاب اوج کمال کے سوانح حیات کے بیان کرنے کی ہے۔

آپ کا نام مرزا محمد رفیع تھا۔ اور سودا تخلص فرماتے تھے۔ اگرچہ خود اِن کا مولد و موطن سواد جنت نشان ہندوستان ہی تھا۔ مگر آپکے آبا و اجداد خطۂ کابل کے رہنے والے تھے چنانچہ اپکے والد ماجد مرزا محمد شفیع ایک تجارت پیشہ بزرگ تھے۔ جو تجارت ہی کے سلسلہ مین کابل سے سفر کرکے ہندوستان پہونچے۔ اور مختلف بلاد کی سیر کرتے ہوئے خطۂ پاک دلی میں وارد ہوئے۔ اُسوقت کی دلی آج کی دلی نہ تھی۔ رونق۔ خوشحالی۔ فراغبالی۔ دولت ثروت۔ مکنت در و دیوار سے برس رہی تھی عیش و عشرت اور رنگین مزاجیون کی بہتات فضائے عالم پر دہوان دھار گھٹا بنکر چھائی ہوئی تھی۔ ذرہ ذرہ لودار دان بساط قرب کے لئے خاک دامنگیر بنجاتا۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنے سایۂ عاطفت مین رہنے کے واسطے

مجبور کرتا تھا - اور بڑے بڑے مضبوط ارادہ رکھنے والے یہ کہہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے یہین رہجاتے تھے کہ ؎

بہ بند گشتہ زمین گیر ناتوانی ما — بہ شب رسید مگر روز زندگانی ما

مرزا محمد شفیع خواہ واپسی کا کتنا ہی زبردست ارادہ کرکے آئے ہون - مگر دلی کی آب و ہوا کچھ ایسی راس آئی کہ مقیم ہوگئے اور ہمیشہ کیلئے یہین مقیم ہوگئے اور بالآخر دلی ہی کو یہ شرف نصیب ہوا کہ مرزا رفیع سودا عالم وجود مین آئے - اور فلک فضل وکمال علم وادب کے تارون مین اور ایک درخشان تارے کا اضافہ ہوا جسکے طلوع نے اپنے حد کمال پر پہونچکر دوسرے ستارون کو ایسا ماند کردیا کہ آفتاب وذرہ کی نسبت بھی دشوار ہوگئی -

یہ افسوس ہے اور سخت افسوس ہے کہ کسی تذکرہ نویس نے تصریح کے ساتھ اس مولود مسعود کا سال ولادت قلمبند نہین کیا - مگر پھر بھی اپنی کسی تحقیقات کی بنا پر مولانا آزاد نے آبحیات مین مرزا کا سنہ ولادت گیارہ سو چھبیس لکھا ہے - دوسری شہادتون کے فقدان کیوجہ سے اسپر اعتماد ووثوق کرتے ہوئے بھی ایک قسم کی خلش تجسس وتلاش باقی رہجاتی ہے پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ مرزا رفیع نے دلی ہی مین جنم لیا - یہین آنکھ کھولی - یہین تعلیم وتربیت پائی - یہین کی آب وہوا مین انکی نشو ونما ہوئی یہین کے رسم ورواج - یہین کے عادات - یہین کی تہذیب وروش کے خوگر ہوئے اور یہین کے طور وطریق اور یہین کی وضع قطع - یہین کی زبان انکی طبیعت ثانیہ بنی -

اردو کی شاعری کی زاد بوم کوئی جگہ سہی - اس سے بحث نہین - مگر یہ ضرور ہے کہ جب ولی دکھنی دلی مین آئے اور ان کے دیوان ریختہ کا شہرہ عالمگیر ہوا - تو دلی کے ایک ایک بچہ کے دلمین اردو کی شاعری کے ذوق وشوق کی آگ بھڑک اٹھی تھی - اور نہ معلوم کتنے بزرگ اسکی طرف متوجہ ہوگئے تھے ظاہرا جنکے دم سے ہنگامۂ شعر وسخن گرم تھا ہمارے سامنے چند ہین - جنمین شاہ مبارک آبرو - شرف الدین مضمون مرزا جان جانان مظہر - شیخ احسن اللہ بیان - شاکر ناجی - غلام مصطفےٰ یکرنگ کا نام قابل ذکر ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ دلی سے غدار شہر مین یہی پانچ سات بزرگ ہونگے جو ایک وقت مین سرگرم کار تھے - ہرگز نہین بلکہ زمانہ کی دستبرد نے جن نامون کو محفوظ چھوڑ دیا ہے وہ یہ ہین - اور خدا جانے کیسے کیسے اور کہان کہان کے لوگ ہونگے - اور کتنے ہونگے جنکا آج کوئی نام بھی نہین جانتا خاک مین ملے اور خاک ہوکر رہ گئے ہائے ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم — تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

مولانا حالی نے یہ شعر نہیں کہا بلکہ دلی کی حقیقت بیان کر دی ہے کہ ؎

چپے چپے میں ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک — دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانا ہرگز

سودا نے بھی اسی ہنگامہ میں آنکھ کھولی۔ اور نہ معلوم از خود یا اثر صحبت سے شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُسوقت کے مشہور و معتبر و اُستاد وہی لوگ تھے جن کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا گو ہمارا مقصود یہ نہیں کہ ہم انہیں سے کسی ایک کو ترجیح دیں۔ مگر سودا کے انتخاب نے پہلے سلیمان قلی خان وداد کو بہتر سمجھا اور پھر شاہ حاتم کو ترجیح دی جو پہلے رمز اور پھر حاتم تخلص کرنے لگے تھے۔

نہ معلوم سودا نے اپنے اُستاد کی ہدایت سے سودا تخلص اختیار کیا۔ یا خود ہی اس لفظ پر مائل ہوئے مگر مولانا آزاد دہلوی نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ یا تو سودا اس لئے تخلص رکھا کہ سودا یا جنون تمنائے عشق ہے جس پر ایشیائی شاعری کا دارومدار ہے۔ اور یا پھر باپ کی سوداگری کی رعایت سے رکھا گیا۔ کہ اُس کے جزو اول میں لفظ سودا داخل ہے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ صنعت ایہام کھاتے میں ہاتھ آئی میرے نزدیک یہ بات کچھ زیادہ اعتنا کے قابل نہیں ہے۔ مولانا نے جہاں اور بہت سے لطیفے لکھے ہیں ایک لطیفہ یہ بھی لکھ دیا۔

مرزا کی مشق و ترقی کا یہ عالم تھا کہ دن دونی رات چوگنی ہوتی جا رہی تھی اور چند ہی روز میں اسدرجہ پر پہونچگئی تھی کہ جب شاہ حاتم نے اپنے دیوان کی تدوین کی اور شاگردوں کے نام لکھے تو سب سے پہلے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ مرزا ہی کا نام لکھا ہے۔ حالانکہ اُنکے مشہور و معتبر شاگرد اور بھی تھے۔

مرزا کی اس روز افزون عروج اور ترقی کی کئی وجہیں ہوئیں۔ ایک تو خود مرزا کی رسا طبیعت اور ذکاوت خداداد۔ دوسرے اُستاد کی سعی بلیغ اور انتہائی توجہ۔ تیسرے اُستاد زمانہ سراج الدین علی خان آرزو کی صحبت شبانہ روز۔ چوتھے دلی جو خود اسوقت مخزن علم و ہنر بنی ہوئی تھی۔ اور جس کا ذرہ ذرہ شاعر کیا۔ شاعر گر تھا۔

زمانہ کی روش اور وقتی رسم و رواج کو سیلاب سمجھئے کہ جدھر جاتا ہے تنکوں کو بے اختیارانہ اپنے ساتھ بہالیجاتا ہے۔ یہی حال سوقت کے شاعروں کا تھا۔ کیونکہ پہونے کو تو اردو رائج ہوگئی تھی اور لوگ مرزا عبدالقادر بیدل۔ قزلباش خان امید۔ وغیرہ کے

وقت سے اس زبان مین مضمون آزمائیان کر رہے تھے مگر ابتک رجحان طبیعت فارسی ہی کی طرف زیادہ تھا۔ دس غزلین فارسی کی کہتے تھے تو برائے نام ایک آدھ اُردو کی بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ اور گو اُردو گوئی کی ترقی ہوتے ہوتے سودا کے عہد تک بہت کچھ ہو چکی تھی مگر پھر بھی اوّل اوّل مین انکی توجہ فارسی گوئی ہی کی طرف زیادہ تھی۔ فارسی کہتے تھے اور بہت کچھ کہتے تھے۔ مگر خان آرزو نے خدا معلوم کیا سمجھ کر انھین سمجھایا کہ فارسی کہنے سے اپنی زبان مین شعر کہنا اچھا۔ آدمی دوسری زبانون مین برسون بھی مشق کرے تو بھی درجۂ استادی پر پہونچنا محال ہے۔ اُنکی سعادتمندانہ ارادت نے بھی بگوش ہوش اس نصیحت کو سُنا اور اسیوقت سے زیادہ تر اپنی توجہ اردو کی طرف منعطف کر دی۔ پھر بھی چونکہ فارسی کا اثر بہت کچھ اثر پڑ چکا تھا اس لئے فارسی مین بھی کچھ نہ کچھ کہتے رہے۔

اُنکے اُردو کے کلام کا چند ہی روز مین زبردست شہرہ ہو گیا۔ اُنکے دل سے نکلکر لوگون کی زبانون پر پہونچا اور رفتہ رفتہ بیاضون۔ اور حافظہ کی یادداشتون مین جگہ پانے لگا۔

این سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رفتہ رفتہ سربرارائے سلطنت یعنی شاہ عالم بادشاہ کے کانون تک بھی انکے کمال کا شہرہ پہونچا وہ خود بھی شاعر تھے۔ فارسی کے شعر نہایت عمدہ کہتے تھے۔ کلام سنکر بیحد مشتاق ہوئے اور یہ اشتیاق یہانتک بڑھا کہ ایکدن مرزا کو بلا یا اور شاگرد ہو گئے۔ کچھ دنون تک اصلاح و مشورہ کا سلسلہ رہا۔ مگر یہ رشتہ اُستادی و شاگردی کچھ ایسے بُرے اور منحوس وقت مین قایم ہوا تھا کہ زیادہ دنون تک قایم نہ رہ سکا۔ بادشاہ تو بادشاہ نازک مزاج۔ نازک طبیعت۔ دیر آشنا۔ زود رنج۔ کسی بات پر بگڑ بیٹھے۔ یہ بھی بانکے تھے جب سے یہ رنجش ہوئی اُنھون نے بھی دربار کی آمد و رفت یک قلم بند کر دی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کا اُستاد ہونا ہی کیا کچھ کم فخر کی بات ہے اسپر جو اور فواید پہونچتے رہے ہونگے وہ مزید بر آن۔ اس لئے اِنکو بھی اسکا احساس ہونا چاہئے تھا۔ اور یقینی طور پر ہوا ہوگا۔ مگر پھر کہنا پڑتا ہے کہ اُسوقت کی دلّی ایسی نہ تھی۔ جہان کوئی اہل کمال خستہ حال اور پریشان پھرتا رہے۔ اور کوئی اُسکی بات نہ پوچھے۔ خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ عیش و عشرت کی ہوائین چل رہی تھین۔ سیکڑون رئیس تھے۔ قدر دان تھے۔ اہل فن کی خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھنے والے تھے۔ اسی لئے اُن کو احساس بھی نہوا۔ سوجون قدرشناسون کی دریا دلی نے مالامال کر دیا۔ اور کیا ہوا کیا نہ ہوا اسکی اُنکو کبھی پروا بھی نہ ہوئی۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ اُنکے کمال کی شہرت دِلّی سے نکلکر فیض آباد پہونچی - جہان اَودھ کا حکمران صوبہ دار نواب شجاع الدولہ نائب سلطنت بنا بیٹھا تھا - اور جسکے دامن دولت سے ہزارون امیر و غریب - ہنرمند اور بے ہنر وابستہ تھے - چنانچہ اُنھون نے سودا کی تعریف سُنی تو از راہ قدردانی و شفقت فیض آباد قدم رنجہ کرنے کے لئے لکھا - مگر مرزا کو دلّی مین کیا کمی تھی کہ اسکو چھوڑکر غربت کی خاک پھانکتے ہوئے اودھ کا رخ کرتے - اور گوشہ صبر و توکل کو حرص و ہوس کی نذر کرتے - فرمان طلب کو سُنکر خوش تو ہوے مگر پھر بھی از راہ استغنا بات کو ٹال گئے اور کہتے ہین کہ جواب مین یہ رُباعی لکھ بھیجی ؎ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
حاصل یہی اس سے نا کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یہ بھی تو پھر تو کب تک

مگر زمانہ کی تلوّن مزاجیون - اور تغیرات عالم کی نیرنگیون کو روکنے والا کون ہے - یکایک انقلاب کے تیز و تند جھونکے آئے - ہندوستان کے سکون مین ایک تلاطم برپا ہوا - مرہٹون کی دست درازیون اور ہنگامہ خیزیون نے ملک کو میدان جدال و قتال بنا دیا - دلّی پایہ تخت تھی - مگر وہ بھی اِن حملون سے مصئون و محفوظ نہ رہ سکی - ادھر قتل و غارت کا بازار گرم ہوا - اُدھر بادشاہ گردی ہوئی - نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے بھرے پُرے گھرون مین جھاڑو پھر گئی - ہزارون دولتمند اس گردش آسمان کے شکار ہوکر نان شبینہ کو محتاج ہو گئے - سینکڑون آبرو والون نے اپنی جانین اس ہنگامہ دار و گیر کے نذر کردین بہت سے شریف اپنی عزت و آبرو بچانے کے لئے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے - اور ہمیشہ کے لئے عزلت گزین ہو گئے بہت سون نے گھر چھوڑا - در چھوڑا - مال و متاع پر لات ماری اعزا و اقارب سے منھ موڑا - اور رات کی سیاہ چادر سے اپنا منھ چھپائے ہمیشہ کیلئے ترک وطن کرکے کہین کو نکل گئے بڑے بڑے دلاورون کے عزم و استقلال مین فرق آگیا - بہت سے اہل اللہ گوشہ نشینی کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے نہ امیر ہے - نہ دولتمند - نہ قدر نہ قدردان - نہ جوہر نہ جوہر شناس پھر ایسے عالم مین سودا کا قیام دلّی مین کیونکر ممکن تھا - نہ معلوم کتنے دوستون - کتنے قدردانون - کو رونا پڑا - اور کتنے رشتہ دارون کا ماتم کیا اس حالت کشمکش مین بھی کچھ دن گزر گئے - مگر کب تک اور کہان تک - آخر ترک وطن کی فکر دامن گیر ہوئی - نتیجہ یہ کہ دلّی اور دلّی والون کو خیرباد کہا اور اسی عالم پریشانی مین صحرائے غربت کی خاک اُڑاتے فرخ آباد پہونچے - اُسوقت ان کا

سن تقریباً ساٹھ برس بتایا جاتا ہے۔
فرخ آباد مین اسوقت نواب احمد بخش خان بنگش مسند آرائے حکومت تھے۔ اور نواب مہربان خان رند انکے دیوان اعلےٰ تھے۔ مہربان خان ایک تو یونہی علم و ہنر کے قدردان تھے مگر اس قدردانی پر شعر و سخن کے شوق نے اور بھی چار چاند لگا دئے تھے۔ پھر بھلا یہ کیونکہ ممکن تھا کہ سودا سا اہل کمال فرخ آباد پہونچتا اور یہ انکو ہاتھون ہاتھ نہ لیتے۔ چنانچہ انھون نے مرزا کی اتنی قدر کی کہ یہ بھی وہین اقامت گزین ہو گئے۔ زیادہ تر یہ رابطۂ محبت اسوجہ سے قائم ہوا کہ رند میر سوز کے علاوہ انکے بھی شاگرد ہوئے۔ اسی بنا پر یہ چند سال فرخ آباد مین رہے۔ اور عزت اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے۔ نواب مہربان خان بھی انپر ہمیشہ مہربان رہے اور یہ بھی انکی جود و عطا۔ محبت و مروت کی تعریفین کرتے رہے۔ چنانچہ نواب موصوف کی مدح کے بعض قصاید اب بھی انکی کلیات مین موجود ہین۔
گردش تقدیر نے پھر زور باندھا۔ اور آسمان پھر انقلاب دکھانے لگا کہ یکایک ۱۱۸۵ھ مین نواب احمد بخش خان کا انتقال ہوا۔ اور وہ دفتر کا دفتر گاؤخورد ہو گیا۔ مرزا نے بھی سامان سفر درست کیا۔ اور فرخ آباد کو الوداعی سلام کر کے اپنے قدیمی محسن اور قدرشناس نواب شجاع الدولہ مرحوم کے پاس فیض آباد چلے آئے اور یہان زمرہ ملازمین یا مصاحبین مین داخل ہو گئے۔
نواب شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد عنان حکومت نواب آصف الدولہ بہادر کے قبضۂ اقتدار مین آئی۔ اور اب مرکز سلطنت لکھنؤ قرار پایا۔ تو مرزا کو لکھنؤ آنا پڑا۔ یہان بھی دلی والے لوگون کی بدولت شعر و شاعری کا ستارا عروج پر تھا۔ مصحفی۔ قمر الدین منت۔ وغیرہ موجود تھے۔
یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا کی شاعری نے یہان آکر عروج پکڑا۔ اور اپنے حد کمال پر پہونچی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ساٹھ پینسٹھ برس کی عمر والے پختہ مشق کی شاعری اسوقت تک بچہ سے جوان اور جوان سے بڈھی بھی ہو گئی ہوگی جس نے مختلف درباروں مین رسوخ پیدا کر کے اپنا سکہ بٹھا دیا۔ وہ کونسی مشق سخن کا محتاج رہا ہوگا۔ اور کونسا ایسا معرکہ اور ہنگامہ ہوگا جو انکو پیش نہ آیا ہوگا۔ مگر باانیہمہ یہ کہنے کی گنجایش ضرور ہے کہ یہان آکر انکی شاعری نے جدید معرکہ آرائیون کی صورت اختیار کر لی جنکا تفصیل کے ساتھ ہم آئندہ چلکر ذکر کرین گے

سر دست اُنکے کلام پر ایک مفصل تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے -

سب سے پہلے اِن کا مجموعی کلام دیکھکر نقاد کو جس اعتراف کی ضرورت پڑتی ہے - یہ ہے کہ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہ کہدے کہ مرزا نے ایک ہمہ گیر طبیعت پائی تھی - اور تمام اصناف سخن پر پورے طور سے قادر تھے - اُسکے بعد فرداً فرداً تمام اصناف کلام کو جانچنے پھر چونکہ شاعر کے مجموعہ سخن مین سب سے زیادہ نظر ڈالنے والی چیز غزلیات کا حصہ ہوتا ہے - جو اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے سب سے ادنیٰ درجہ کی چیز ہے - مگر میرا خیال ہے کہ شاعر کو جس درجہ جگر کاوی غزلیات مین کرنی پڑتی ہے اتنی کسی صنف مین نہین کرنی پڑتی - قصیدے اور رباعیات و مثنوی وغیرہ بھی اگرچہ بڑے پایہ کی چیزین ہین - مگر انکا نمبر یکے بعد دیگرے رکھا جائے گا - سر دست ہم مرزا کی غزلون پر ایک نگاہ ڈالتے ہین - اور بتاتے ہین کہ مرزا تغزل کے رنگ مین کہانتک کامیاب ہین -

چونکہ مرزا کا زمانہ اُردو کی شاعری کے سب سے بڑے رکن یعنی ولی سے بہت زیادہ دور نہین ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے تغزل کے اسلوب پر ایک نظر عمیق ڈال لی جائے - کیونکہ یہ اُنکے رموز کلام کے انکشافات مین پوری پوری مدد کرے گا - اردو شاعری کے آغاز کی تحقیقات اسوقت قطب شاہیون تک پہنچ گئی ہے اور یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ جو سنہ ۱۵۸۱ء مین تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے وہ اردو مین شعر کہتے تھے اور معانی تخلص فرماتے تھے - اسیطرح محمد قطب شاہ - عبداللہ قطب شاہ بھی اردو کے شاعر تھے - مگر باوجود اسکے کہ انمین سے بعض کے دیوان بھی دستیاب ہو گئے ہین - اور انکے زمانے کے دوسرے شعرا مثل ابن نشاطی - مولانا وجہی - تحسین الدین - ملا قطبی - جنیدی - طبعی - نوری - فائز - شاہی مرزا وغیرہ کی اردو شعر گوئی اور اردو کی تصنیفات کا بھی پتہ چل گیا ہے عادل شاہیون کے دور حکومت کے شعرا مشاہیر - رستمی - نصرتی - ہاشمی - دولت - شاہ ملک - شاہ امین وغیرہ کے حالات و تصانیف بھی معلوم ہو گئے ہین پھر بھی ہم ولی دکھنی ہی کو شاعران اردو کا رہبر و اوّل تسلیم کرتے ہین - کیونکہ دلّی مین جس نے اس ادبی قالب مین روح پھونکی وہ ولی ہی تھا - اور سب سے پہلے اہل دلی نے جس کا اتباع کیا اُس کا فخر اسی باکمال کو حاصل ہوا - اور اسمین بھی شک نہین ہے کہ قدما کی نسبت انکی زبان زیادہ لوچدار - زیادہ صاف - زیادہ قابل اعتنا - زیادہ قابل استناد - زیادہ قابل اعتماد ہے اِن کا رنگ تغزل

اگرچہ اہل فارس کی نکالی ہوئی راہون سے جُدا تو نہین ہے۔ مگر پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی آب و ہوا نے بھی اسپر اچھا خاصہ اثر کیا ہے۔ اسپر بھی وہی حسن و عشق کی رنگین حکایات وہی عاشقانہ شکایات۔ وہی شب ہجر اور روز وصال۔ وہی وصل کی خوشی اور جدائی کا ملال معشوقون کی ستم رانیان عشاق کی پریشانیان۔ رقیبون کا فائز المرام ہونا۔ اور اپنا محروم و ناکام ہونا۔ مجنون و فرہاد کی سی تقدیرین۔ مانی و بہزاد کی کھینچی ہوئی تصویرین۔ یوسف و زلیخا کا حال۔ شیرین و لیلے کا جمال۔ بلبل کی فریاد قمری کی افتاد۔ رندون اور وحشیون کے کارنامے۔ چارہ گرون اور واعظون کے عصا اور عمامے سب جگہ نظر آتے ہین یہ سب کچھ ہے مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک بہت ہی بھولا بھالا آدمی باتین کر رہا ہے۔ ذرہ بھر اپنا حال نہین چھپاتا۔ جو کچھ دل مین ہے وہی زبان پر ہے۔ بناوٹ۔ تکلف۔ تصنع۔ آورد نام کو بھی نہین بعض جگہ ایسا ہے کہ باتین بات نکلتے ہین۔ مگر وہ بھی سادی۔ کچھ شیرین کچھ پھیکی۔ کلام مین عمق۔ جذبات مین گہرائی کہین نام کو بھی نہین۔ جذبات سادہ کے علاوہ تصوف کے مضامین بھی ہین۔ مگر اکثر جگہ پڑھکر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی صوفی حقایق معرفت بیان کر رہا ہے۔ اور یا کوئی واعظ منبر پر وعظ کہتا ہے۔ یا کوئی مناجاتی سر بسجدہ ہو کر خدا سے کچھ التجائین کر رہا اور گڑگڑا کر دعائین مانگ رہا ہے۔ مین ان سب کی مثالین بیکار سمجھکر نہین دیتا۔ ورنہ اُنکا دیوان کافی طور پر میرے دعوے کی تصدیق کرتا۔ ولی ہی کی طرح انکے معاصرین مثل سراج دکھنی اور داؤد وغیرہ کا کلام بھی۔ صاف صاف اور سادہ سادہ آورد سے مبرا و منزہ ہے۔ صنعتون۔ ذومعنی لفظون سے پاک ہے یون سمجھئے کہ ایک صاف چٹیل میدان ہے جسمین گرد و غبار کا کہین نام بھی نہین۔ ہان اگر کوئی بات آج کے نقطہ نظر سے جدا ہے تو یہ ہے کہ اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہین جو آج متروک کے درجے بھی کئی درجے آگے ہین۔

اسکے بعد دوسرا دور وہ ہے جسمین شاہ حاتم۔ شاہ مبارک آبرو۔ مرزا مظہر جان جانان شرف الدین مضمون یقین۔ اور تابان ایسے بزرگ ہین۔ جنھون نے حقیقت مین اردو شاعری کی داغ بیل ڈالی اور جنکو ولی اور ولی کے معاصرین ہی کے برابر درجہ دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات نے زبان اُردو کو صاف بھی کیا۔ اور انہین سے اپنے پیشروون کے استعمال کئے ہوئے وہ الفاظ بھی نکال ڈالے جو اُس وقت کے مذاق سلیم پر گران گزرتے تھے۔ یا جنمین اکثریت یا بھاشا کا اثر زیادہ تھا۔ اور سب سے زیادہ اسمین شاہ حاتم نے حصہ لیا جسکا ذکر انھون نے

اپنے دیوان کے دیباچے مین کیا ہے۔ زبان کے علاوہ شاعری مین بھی ندرت آفرینیان کین صنایع بدایع کا استعمال بھی شروع کیا۔ رنگینی مین اضافہ کر کے اُس پھیکے پن کو جو قدیم دواوین مین پایا جاتا تھا دور کر دیا۔ اور شعر مین جذبات کو اس خوبصورتی اور خوبی سے کھپایا کہ اکثر شعر جذبات محبت کی صحیح تصویر بن گئے۔ معنی آفرینی۔ لطیف استعارون اور تشبیہون سے کام لیکر کلام کو گل گلزار بنایا۔ غرضکہ اپنی سعی بلیغ سے اس پھیکتے پودے کی وہ آبیاری کی کہ اسکی نو دمیدگی ہی سے اسکی برومندی کا پتہ چلنے لگا۔ ہان اگر کوئی نقصان ہوا تو یہ کہ اور صنعتون کے ساتھ ساتھ صنعت ایہام کا بڑا زور ہو گیا۔ پورے پورے شعرون کی بناد و معنی الفاظ پر رکھی جانے لگی۔ اور بعض جگہ فحش الفاظ سے بھی گریز نہین کیا گیا۔

اسی زمانے کے قریب قریب بلکہ اس سے ملا ہوا زمانہ میرزا سودا کا بھی ہے کیونکہ حاتم بقول مصحفی ۱۱۹۶ھ اور مرزا ۱۱۹۵ھ مین فوت ہوے۔ مگر مرزا کی شاعری کا رتبہ بلاشک اتنا ہے کہ ایک ایک لفظ فخر و مباہات کے ساتھ کہہ رہا ہے ع رتبۂ شاگردی من نیست استاد مرا۔ یہی سبب ہے کہ شاہ حاتم نے اپنے شاگردون کی فہرست مین بے حد فخر و مباہات کے ساتھ مرزا کا نام لیا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ میر تقی میرسا زبردست نقاد اگرچہ اپنے تذکرے مین شاہ حاتم کو مرد جاہل و متمکن لکھتا ہے۔ مگر سودا کو استاد زمانہ اور سر آمد شعرا مانتا ہے۔ اسی سے استاد اور شاگرد کا فرق اور زبان۔ ادب۔ اور شعر کی خدمت کا صاف صاف اندازہ ہو جاتا ہے۔

دیوان غزلیات اردو

اوّل تو اُس زمانے کی روش ہی یہ تھی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ اُن جذبات اور واردات قلبیہ پر محمول ہو کہ جو دل پر گزرین وہی تکلم کی زبان سے ادا ہون یہی روش اسوقت کے عام شعرا کی ہے اور غیر مشہور سے غیر مشہور شاعر کے یہان بھی ضرور کچھ نہ کچھ شعر ایسے مل جاتے ہین جو نشتر بنکر دلمین اُتر جاتے ہین۔ پھر علی الخصوص ایسے مشہور و معروف استاد جنکا ایک زمانہ لوہا مانے ہوئے ہے۔ اُن کا کلام کیونکر واردات قلبیہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ سر سے پاؤن تک جذبات ہی جذبات۔ اور ادھر سے اُدھر تک واردات ہی واردات ہین۔ ہائے کیا خوب کہا ہے۔

اتنا تو فیض عشق سے کامل ہوا ہون مین　　　سر سے لگا کے پاؤن تلک دل ہوا ہون مین

سودا کے دیوان ریختہ میں جذبات عشق کی ایسی ایسی مکمل تصویریں پائی جاتی ہیں جو بڑے خردہ بین مصور کے یہاں بھی نہیں ملتیں جنھیں دیکھتے ہی دل پر حزن و ملال کی بجلیاں گر جاتی ہیں۔ اور زبان سے بے ساختہ اُف اُف کی صدا نکلنے لگتی ہے۔ اثر و تاثر اُنکے کلام میں اُتنا ہی ہے جتنا کہ میر تقی اور میر درد کے یہاں ہے۔ ہاں اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ میر صاحبان حزن و یاس کے جذبات کے سوائے اور کسی چیز سے سروکار ہی نہیں رکھتے اور سودا کو ندرت مضامین۔ اور شوکت الفاظ۔ ندرت بیان۔ معنی آفرینی کی طرف بھی اُتنا ہی لگاؤ ہے۔ جتنا کہ جذبات کیطرف۔ اُن کے یہاں یہ سب چیزیں ملی جُلی ہیں۔ کہیں کہیں صرف جذبات ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے تو اُسوقت میر درد۔ یا میر تقی سے کم نہیں رہتے۔ اسی فرق نے بعض نقادوں کو دھوکا دیا ہے۔ جسکی بنا پر اُنھوں نے کہدیا ہے کہ سودا کے کلام میں اتنا درد نہیں ہے جتنا خواجہ صاحب یا میر صاحب کے یہاں ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یقینی اُن بلند نظر نقادوں سے یہ غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے اس بات پر مطلق توجہ نہیں کی کہ مرزا کے یہاں درد کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہیں۔ اور اسی کثرت مشاغل نے اُنکے کلام میں یکسانیت پیدا نہیں ہونے دی۔ ورنہ انکا دیوان بھی سرتاپا ویسا ہی ہوتا جیسا کہ میر تقی مرحوم کا ہے۔ تھوڑے سے شعر چُنکر لکھتا ہوں۔ دیکھنے والے انصاف کرینگے تو ضرور کہدینگے کہ میر تقی۔ میر سوز۔ اور خواجہ میر درد کا رنگ ہے

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن ۔۔۔ جب آنکھ کھُلی گُل کی تو موسم ہے خزاں کا

ہم تو قفس میں آن کے خاموش ہو رہے ۔۔۔ اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

کبھو جو بات بن روئے نہیں کی اس سے پر اُن نے ۔۔۔ نہ پوچھا یوں سبب کیا ہے ترے ہر بار رونے کا

یہ سمجھے تو اب کہ سودا کا ۔۔۔ دل تری گفتگو نہ سمجھے گا
حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے ۔۔۔ تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

چھیڑ مت باد بہاری کہ میں جوں نکہت گل ۔۔۔ پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

ظالم میں کہہ رہا تھا تو اس خون سے درگزر　　سودا کا خون ہے یہ چھپا یا نجائے گا
گو نہ دے شیشۂ گردوں مئے گلرنگ مجھے　　خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا
دوستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے　　عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا
سودا سے یہ پوچھا میں دل میں بھی کسیکو دون　　وہ کرکے بیان اپنا دو داد بہت سا رو دیا
دیر و حرم کو دیکھا اللہ رے فضولی　　یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا
تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا اندنون　　تو بھی ٹک اسکو جاکے ستمگار دیکھنا
جب سے ہوئی ہے قابل شمشیر دل طر　　چھاتی پہ میری مرہم زنگاری رہا
بے جرم و گناہ قتل عاشق　　مذہب میں ترے صواب دیکھا
سودا پھر آج تیری آنکھیں بھر آیاں ہیں　　عالم کے ڈوبنے میں کل کچھ بھی رہ گیا تھا
جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا　　ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا
اس چمن میں جب تلک ہم تشنہ مستی رہ گئے　　عمر کا اپنی پرا از خون جگر پیمانہ تھا
دہر بانٹے تھا متاع دو جہان اے سودا　　بے نوائی نے مرے اسکو گوارا نہ کیا
مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو　　جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا
آہ و فغان کی آج جو آتی نہیں صدا　　شاید جہان سے ترا بیمار اٹھ گیا
تو نے جہان میں لے گل گلزار کیا ہے غم　　مجھسا جو تیرے کوچے سے اک خار اٹھ گیا
غیر دیکھو دیکھ بیٹھے ہوئے بزم میں تری　　جب کچھ نہ بس چلا تو میں ناچار اٹھ گیا
ہوں تو چراغ راہ سر زیر آسمان　　لیکن خموش ہوکے سر شام رہ گیا
کر قطع ہاتھ پہلے پھر فکر رفو کا　　ناصح جو یہ گریبان تونے سیا تو پھر کیا

صرف ردیف الف میں سے یہ چند اشعار ایک سرسری نظر میں انتخاب کرکے لکھدینا نمونے کے لئے بہت کافی ہیں۔ اور اگر کہیں پورے دیوان کا انتخاب کیا جائے تو میرے عقیدے میں ایک چھوٹا کلیات تیار ہونا دشوار نہیں ہے۔ اسی اندازہ کے لئے مولانا آزاد نے آب حیات میں کچھ شعر میر و سودا کے ایسے لکھدئے ہیں۔ جنکے مضمون قریب قریب ایک ہی ہیں بعض لکھتا ہوں۔

میر — گلا میں جس سے کروں تیری بیوفائی کا　　جہان میں نام نہ لے پھر کوئی آشنائی کا

سوداؔ گلا لکھوں میں اگر تیری بیوفائی کا — لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

میرؔ چمن میں گل نے جو کل دعوےٰ جمال کیا — جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا
سوداؔ برابری کا ترے گل نے جب خیال کیا — صبا نے مار تھپیڑا منہ اسکا لال کیا

میرؔ رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی — میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو
سوداؔ سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات — اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

اب ذرا مضمون آفرینی کے بھی دو چار شعر دیکھ لیجیے جنمین مضمون کے ساتھ ہی ساتھ بلند نظری بھی شامل ہے۔

حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا — نکالا روسفید آخر میں اس صفحہ پہ نام اپنا
اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجوں میں — نہیں گویا زبان شعلہ دوں کسکو پیام اپنا
پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب — ٹوٹے۔ جھڑے۔ خزاں ہوئے بکھرے چلے گئے
عجز و غرور دونوں اپنی ہی ذات میں ہیں — ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہیں
نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہوں — میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں
ناتوان مرغ ہوں میں اے رفقائے پرواز — اتنا آگے نہ بڑھو تھم کہ رہا جاتا ہوں
سوداؔ وہ کون سا ہے بھلا اس چمن میں گل — ٹکڑے جگر کے جس کے گریبان میں نہیں

اسیطرح۔ روانی تشبیہات و استعارات لطیف تلمیحات۔ وغیرہ انکے یہان اپنی اپنی جگہ پر موجود ہین اور اسکے ساتھ ہی شوکت الفاظ اور معانی آفرینی کے وہ فرمانروا ہین۔ اور فرمانروا بھی ایسے کہ معاصرین مین انکا کوئی مدمقابل نہین ہے۔ زبان نہایت صاف و شستہ ہے۔ حتی کہ بعض شعرون کو آجکل کے فصیح الکلام شعرا کے کلام مین ملا دین تو شاید ہی کوئی بڑا ادیب یہ سمجھ سکے کہ یہ کلام آج کا نہین ہے۔

اسکے علاوہ سنگلاخ زمینون مین شعر کہنا اور انکو سرسبز کر دکھانا بھی سودا کا طرۂ امتیاز ہے۔ پتھر سے پتھر زمین کو لیتے ہین اور پانی کرکے بہا دیتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا ماہر پیراک دریا کے اوپر پیرتا ہوا چلا جا رہا ہے اور اسکا کف پا بھی تر نہین ہوتا۔ دیکھیے

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط — تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط
ساقی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا — جانا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

ناصح نہ اُسنے بک جو ہین آگاہ راز عشق — وہ کر چکے ہین دین و دل و جان نیاز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہی چراشیاے فراق — دے کے نقد دل بخر زنہار سودائے فراق

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک — غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

کس رنگ مین دیکھا نہ ترے رنگ کا جلوا — سب رنگ مین ہے تو پہ ترا سب سے برنگی

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم — بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول
پوت لیتے ہین دُر دیدۂ نمناک کے مول — مژۂ تر کو تبان لیوین نہ خاشاک کے مول

اس قسم کے سیکڑون شعر اُنکے دیوان غزلیات مین ہین۔ اور بعض بعض غزلین ایسی بھی ہین جو باوجود مشکل زمین مین ہونے کے ازسرتاپا کیفیات حالیہ مین ڈوبی ہوئی ہین۔ غرضکہ اُن کی طبیعت ہمہ گیر ہے جسکا جلوہ اُنکے دیوان مین اچھی طرح نظر آتا ہے۔ ہان اگر اُنکے یہان نہین ہین تو دو باتین نہین ہین۔ ایک تو یہ کہ تانیث و تذکیر کی پابندی بہت کم کیجاتی ہے۔ کوئی لفظ کہین مونث ہے اور کہین پھر اُسیکو مذکر کہتے ہین۔ دوسرے تصوف کا رنگ اُن کے یہان بہت ہی کم ہے۔ ان دونون باتون کا نہونا کچھ تعجب انگیز نہین۔ پہلی کمی یعنی تذکیر و تانیث وغیرہ کی پروا نکرنا تو اس لیئے ہے کہ زبان اسوقت تک اس درجہ پر ہرگز نہ پہونچی تھی کہ قواعد کی حدود مین آجاتی۔ دوسری بات یعنی مذاق تصوف کی کمی بالکل سامنے کی بات ہے سودا ایک ہشاش بشاش خوش و خرم آدمی تھے قاعدہ کے موافق مذہبیات سے اُنکو کچھ بہت زیادہ علاقہ نہونا چاہیئے اور ہونا چاہیئے تو اتنا ہی کہ اُسمین انکی طبیعت کا رنگ اصلی فنا نہو جائے۔ تصوف نام ہے دنیا سے قطع تعلق کا یگانون سے بیگانگی کا۔ اور انکی یہان اس کا نام بھی نہ تھا۔ وہ دوستون۔ ہم جلیسون مین زندگی گزارنے والے تھے اسپر طبیعت قدرتی طور پر شوخ پائی تھی پھر بھلا وہ کیون تصوف کے جال مین

اُلجھتے - اور یون تو پھر زمانہ کی ہوا ہی تھی - ڈھونڈھنے والے ڈھونڈنے بیٹھتے ہین تو اس قسم کے شعر بھی دیوان سے نکال ہی لیتے ہین - مگر اسکو اُنکے کلام کی خصوصیات مین داخل نہین کر سکتے البتہ شعر کو ایہام وغیرہ کی زدون سے بچا کر اُنھون نے اتنا صاف کیا ہے کہ وہ اُنکے لئے مخصوص چیز بن گئی ہے - ہندی کے کڈھب اور بے جوڑ الفاظ کو اردو کے ساتھ ایسا ملا دیا ہے کہ زمانہ گزر گیا - روشین بدل گئین - مذاق بدل گئے - مگر آج بھی وہ جوڑ اپنی جگہ سے نہین ہلتے - تمام کلام نہایت سنگین اور ٹھوس ہے - اور اسمین معنی آفرینی استعارات و تشبیہات کی گلکاریان ندرت پر ندرت کا کام دیتی ہین -

مدحیات

مدحیات مین زیادہ تر قصاید ہین بعض مثنویان بھی ہین - قصیدون کے متعلق سودا کے واسطے اتنا لکھا جا چکا ہے کہ زمانہ اُس کا معترف ہے - اور اسمین اب اگر کچھ لکھنے کی گنجایش ہے تو یہ ہے کہ لکھا جائے کہ میر تقی میر یا اپنے تمام معاصرین سے اُنکے قصاید بڑھے ہوئے ہین تو کیون ہین - اور اُنمین کونسا ایسا جادو ہے کہ جو ادیب اُٹھتا ہے وہی کہتا ہوا اُٹھتا ہے کہ سودا قصیدہ گوئی کا وہ مرد میدان ہے کہ اسکا خاک ہندوستان نے جواب پیدا نہین کیا - یہ سب کو معلوم ہے - مگر یہ کوئی نہین بتاتا کہ اسکی وجہ کیا ہے - نظر سرسری مین مین نے جو کچھ اسکی وجہ دریافت کی ہے وہ یہ ہے (۱) اُنکے بڑے حریف میر تقی میر ہی ہو سکتے تھے - مگر میر صاحب قصیدہ گوئی کے میدان مین سودا کے پیش پیش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصیدہ چاہتا ہے مضامین مین شگفتگی الفاظ مین شوکت اور بلندی - خیال مین غلو - اور ندرت - برعکس اسکے میر تقی میر علیہ الرحمتہ - قانع متوکل خاموش - متالم - پژمردہ مزاج - پھر بھلا کیونکر سودا کے قدم بہ قدم چل سکتے تھے - (۲) دوسری وجہ بھی ہے کہ قطب شاہیون کے عہد سے دکنی شاعری کا خاکہ تیار ہوا اور اُسی پر اُردو کی بنا رکھی گئی - مگر کوئی شخص ایسا نہین پیدا ہوا جسنے صرف قصیدہ گوئی پر توجہ کی ہو - سودا پہلے وہ شخص تھے جو اس میدان مین اس انہماک اور اس طمطراق کے ساتھ وارد ہوئے کہ دنیا اُنکی شان و شوکت کو دیکھکر داد دینے پر مجبور ہو گئی - اور اُسی کا یہ اثر ہے کہ آجتک اُستاد ماننے پر مجبور ہے (۳) سودا کے قصاید مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جدت ہے اور وہ اپنے معاصرین یا متقدمین کی طرح بار بار ایک ہی مضمون کو دُہرانے اور کہی ہوئی بات کو بار بار کہنے کے خوگر نہین ہین دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ نئی بات کی قدر کرتی

ہے اس لئے سودا کے قصیدون کی قدر نہونے کے بھی کوئی معنے نہ تھے۔ (۴) چوتھی وجہ یہ ہے اور غالباً سب سے بڑی وجہ ہے یہ کہ سودا کے قصاید مین ہجویات بھی شامل ہین۔ اور ہجو کا مشہور ہونا ایک مسلّم اور بدیہی بات ہے۔ پھر ہجو بھی سودا کی کہی ہوئی ہجو جیسی نہ ریست۔ شہر آشوب حتی کہ فحش سے بھی احتراز نہین۔ خود نقال بنے ہین اور اسی بھیس مین جسکو چاہا ہے شہدا بنا کر رکھدیا ہے۔ اسی لئے عوام و خواص کو اُن سے دلچسپی ہوئی اور وہ دنیا بھر مین مشہور ہوگئے۔ ورنہ محامد کے قصاید خواہ کیسے ہی بلند کیون نہون اسقدر مقبول اور مشہور نہین ہوسکتے مدح گوئی مین اگرچہ سودا کا درجہ عرفی اور انوری کا سا ہے۔ پھر بھی قصاید مین انکا رنگ دنیا سے جدا بلکہ یون کہیے کہ انکی دنیا ہی جُدا ہے۔

وہ جس کی مدح کرتے ہین تو اس شان سے کہ جو خوبیان یہ بیان کرتے ہین وہ سب بلکہ اُن سے کچھ زیادہ ممدوح مین نظر آنے لگتی ہین۔ خیال کی بلندی مین الفاظ کی شوکت۔ مضامین کی برجستگی اور تلاش۔ تشبیب کا اُٹھان۔ ندرت آفرینی یہ سب چیزین ملکر معلوم ہوتا ہے اُنکے قصیدون کو کہان سے کہان پہونچا دیتی ہین۔ اور وہ کچھ سے کچھ بنجاتے ہین۔ اسکے بعد سب سے بڑی خوبی مخلص اور گریز مین دیکھی جاتی ہے۔ وہ بھی اُنکے یہان اُسی درجہ کی ہے جس درجے کے وہ ہین۔ مین چاہتا تھا کہ سودا کے چند قصاید سے کچھ مخلص چنکر نمونے کے طور پر پیش کرون۔ پھر سوچا ہون کہ کلیات پڑھنے والون کے سامنے ہے وہ خود ہی سمجھ لین گے۔ دُعا کے ساتھ اختتام بھی قصیدے کی خوبی کا ایک اہم جزو ہے سودا اُسکے بھی مشاق ہین۔

سودا کے بعض قصیدے ایسے بھی ہین جہان اُنھون نے تمہید اور تشبیب سب کو بالا ے طاق رکھدیا ہے۔ اور سرے ہی سے مدح گوئی کا آغاز کیا ہے۔ مگر پھر بھی قصیدے کی آن بان کو ہاتھ سے نہین جانے دیا۔

ہجویات

ہجویات کا بڑا حصہ قصیدون اور مخمس مسدسون وغیرہ مین شامل ہے۔ لہذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قصیدے اچھے ہین تو ہجو بھی وہی شان رکھتی ہوگی۔ مگر قصاید کی پابندی کو ہٹا کر دیکھا جائے تب بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہجویات کا دفتر گو اُنکے حریفون کے لیے کتنا ہی دل آزار ہوا اور وہ اُنکے لکھنے سے کیسے ہی اخلاقی مجرم بنے ہون۔ مگر آج ہمارے لئے وہ ایک اعجوبہ روزگار سے کم نہین

ہے۔ اُنکی لکھی ہوئی ہر ہجو ایک تیز تلوار کی مانند ہے اسکا وار کبھی اوچھا پڑتا ہی نہین ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ جب وہ وار بھرپور پڑتا ہے تو کام کئے بغیر رہ نہین سکتا۔ برق خاطف ہے کہ جہان گرتی ہے میدان کے میدان کو جلاکر خاک سیاہ کرجاتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہجویات مین طعن۔ طنز تشنیع۔ پھبتی۔ فقرے۔ آوازے سبھی کا میلاؤ ہوتا ہے۔ پھر خصوصیت سے اُس شخص کے یہان جو ان سب چیزون کے استعمال پر صحیح طورسے قادر بھی ہو۔ میرے خیال مین وہ عرب کے امراؤ القیس۔ فارسی کے سوزنی اور شفائی۔ عالی۔ اور روما کے جووینال ایسے مشہور ہجوگو سے کسیصورت مین کم نہین ہین۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اُنکا یہ حربہ صرف انسانون۔ یا محض اپنے معاصرین ہی کے لئے مخصوص نہین ہے۔ بلکہ وہ اِسکا استعمال ہر جگہ اُسی خوبی سے کرتے ہین جیساکہ مخصوص جگہون مین۔ کہین کسی لڑکی کو عرق شرم مین غوطے دئے ہین اور کہین کسی گھوڑے کو گدہا بناکر رکھدیا ہے۔ تضحیک روزگار اُن کا قصیدہ اس کا ایسا شاہد ہے جسکے دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ ہجوگوئی سودا کے لئے پیدا ہوئی تھی اور سودا ہجوگوئی کے لئے۔

انشا کیطرح وہ قابل ہون یا نہون۔ اور اُتنی زبانون پر انکو عبور ہو یا نہو۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ انشا کی طرح بے معنی ہجویات۔ یا پھکڑ وغیرہ کہکر یہ کہنے کے مستحق نہین ٹھہرتے جیساکہ انشا کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکی شاعری کو ظرافت یا تمسخر نے تباہ کردیا۔ بلکہ برعکس اُسکے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس صنف سخن مین کچھ کہتے ہین اُسیکے پورے پورے اہل معلوم ہوتے ہین۔

مثنویات

سودا کی مثنویات اگرچہ ۲۴ ہین اور یہ تعداد ایسی ہے کہ کوئی نقاد اسکو نظرانداز نہین کرسکتا جہان جہان اُنکے طبیعت کے دریائے زخار مین روانی پیدا ہوئی ہے وہان اُنہون نے تخیل کا طوفان بپاکردیا ہے جس سے اُنکے قادرالکلامی کی توثیق ہوتی ہے مگر سچ پوچھئے تو وہ اُنکے قصاید کے سامنے کوئی بڑا درجہ نہین رکھتین۔ اور گلزار نسیم۔ یا میرحسن۔ شعلہ عشق۔ زہر عشق۔ مثنوی قلق وغیرہ کے مقابل مین نہین لائی جاسکتین اور یون تو کامل کے کلام کا ایک ایک حرف اوسکا کمال ہی ہے پھر بھی انھون نے بعض مثنویون مین بڑے بڑے کمال دکھائے ہین اور انکو اُنکے دامن کمال سے علیحدہ نہین کہاجاسکتا۔

رُباعیّات

اصنافِ نظم مین رباعی کی صنف بھی ایک ممتاز اور بلند ترین درجہ رکھتی ہے۔ آجکل نہ سہی مگر پہلے لوگ جیسے غزل کے کہنے مین مہارت حاصل کرتے تھے اسیطرح رباعیات کہنے مین بھی پوری پوری دستگاہ اور مشق بہم پہونچاتے تھے علی الخصوص سودا کے زمانہ مین۔ چنانچہ خواجہ میر درد کی رُباعیان اسکی شاہد ہین اسی لحاظ سے سودا کے یہان انکا نہ پایا جانا کوئی معنی نہین رکھتا اور گو اُن رُباعیات مین خیامیت یا سرمدیت نہین ہے پھر بھی وہ بجائے خود بہت بڑی چیز ہین جنمین مدحیہ۔ ناصحانہ۔ فخریہ۔ عاشقانہ اور ہجو ہمی قسم کی رباعیان شامل ہین۔ اور بعض خصوصیت کے ساتھ قابل دید و داد ہین۔

تضمین وگرہ بند

تضمین وگرہ بند مین سودا کو خاص ملکہ ہے۔ اور انھون نے جو جو تضمین لکھی ہین وہ بے مثل اور لاجواب ہین۔

مرثیے اور سلام

مرثیے اور سلام کی ترقی دیکھکر آزاد نے یہ لکھدیا ہے کہ انکا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر مین نے سودا کے مرثیون کو ایک ایک حرف کرکے پڑھا مجھے تو اُن کے ایک ایک مرثیہ سے عقیدت ہوگئی کیونکہ مین نے جہانتک غور کیا اُنکے ہر مرثیہ سے خلوص کی بو آرہی ہے اور اُسی خلوص نے ہر شعر ہر مصرع بلکہ ہر لفظ مین نشتر پوشیدہ کرلیے ہین۔ وہ مسدس کی صورت مین نہین ہین مگر اس سے کیا ہوتا ہے جیسے ہین بہت خوب ہین۔ مولانا آزاد نے دبے دبے الفاظ مین یہ بھی کہا ہے کہ اُن کے یہان اس صنف مین غلطیان ہین۔ مگر مین نے تو جیسا اُنکے دوسرے کلام کو پایا اسیطرح اُنکو بھی اسی سے انکار نہین کہ غلطیون سے وہ پاک ہین۔ مگر سچ یہ ہے کہ جنکو آزاد نے غلطیان کہا۔ اور جنھین مین آج فروگزاشتون کے نام سے موسوم کرون وہ فروگزاشتین نہین بلکہ اُس زمانہ مین اتنی چھان بین بھی نہ تھی اور اگر تھی تو وہ اِن غلطیون کو غلطیان نجانتے تھے۔

متفرقات

متفرقات کلام مین - دہ خمست - تعزیات مناظر فطرت اخلاقیات وغیرہ سبھی کو شامل سمجھئے مگر سب مین سودا کا کمال نظر آتا ہے - گردیوان فارسی کو مین کوئی درجہ نہین دے سکتا آزاد مرحوم نے اُسے صائب کا رنگ بتایا ہے مگر شاید یہ خیال وہم کی حد سے آگے نہین بڑھتا - انکا فارسی کلام نومشقون سے زیادہ وقیع نہین ہے - اور اسبارہ مین مین مصحفی کے اس قول سے بالکل اتفاق ہے - "آخر آخر خیال شعر فارسی ہم پیدا کرد - مگر از فہم و عقلش این امر بعید بود کہ کرد" مگر بہر صورت یہ بھی ایک کلام ہے - اور اُنکے زور طبع کا نمونہ ہے - اُنھون نے اس دیوانی اکثر غزلین لکھنؤ کے قیام کے زمانے مین کہی تھین - اور ردیف وار کرکے داخل دیوان اردو کردی تھین جسکو مصحفی نے لکھا ہے کہ یہ اُنھین کی ایجاد ہے -

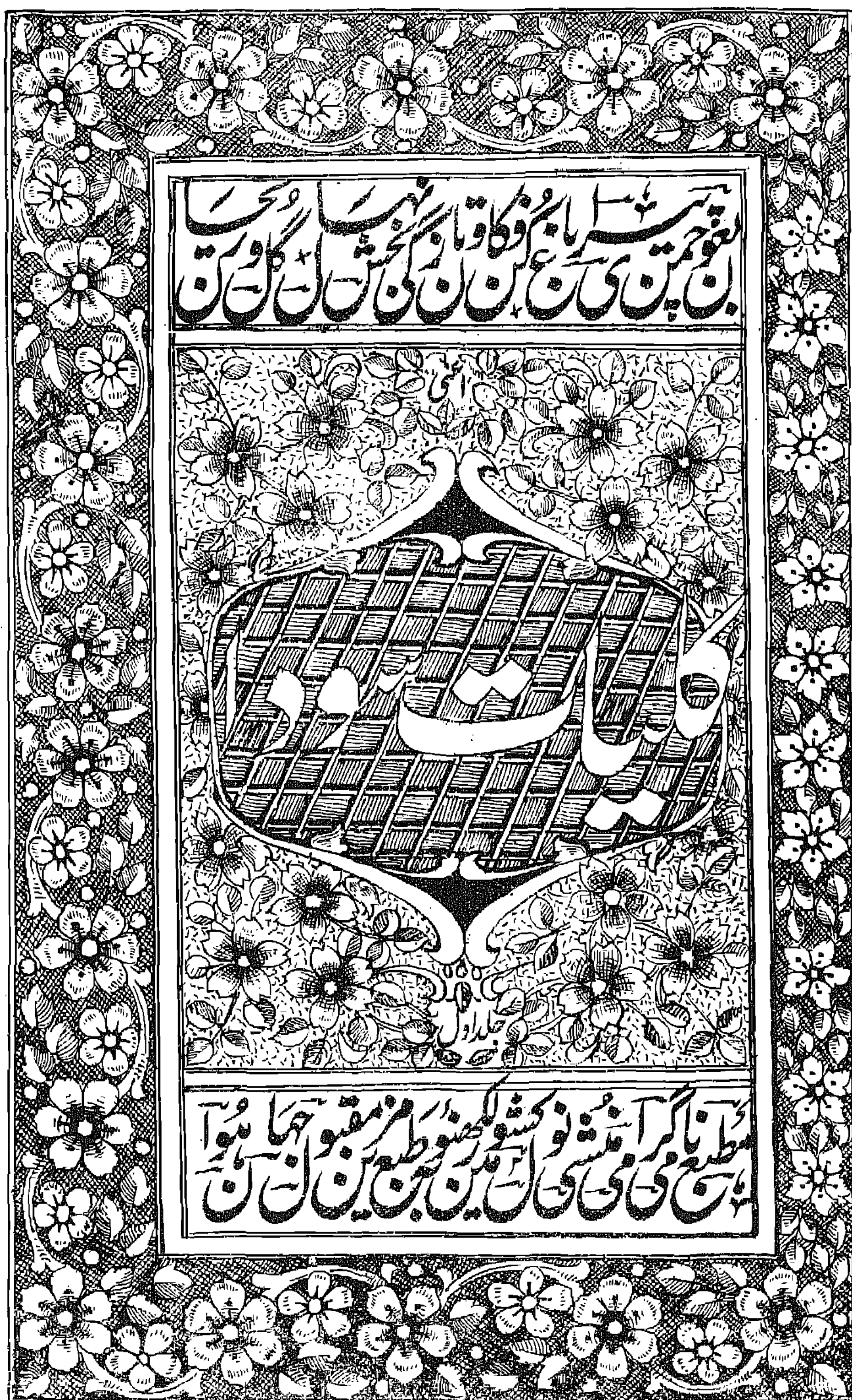
اس قدر وضاحت کے بعد یہ امر صاف ہوجاتا ہے کہ سودا ایک قادر الکلام مستند شاعر تھے اور اپنے زمانے کے فخر تھے - انکا کلیات جہانتک مجھے معلوم ہے پہلے مطبع مصطفائی مین طبع ہوا تھا - مگر وہ بہت زیادہ غلط ہے پھر بھی رطب و یابس نخش اور غیر نخش کلام کا مجموعہ ہے - غالباً اوسیکو دیکھکر پہلی مرتبہ مطبع ہذا مین بھی طبع ہوا کیونکہ پہلا چھپا ہوا دیوان نہ صرف حرف بحرف اُس سے ملتا ہے بلکہ سائز کی حیثیت سے بھی اوسیکے برابر ہے - البتہ بعد کو ضرورت کا اقتضا سمجھکر کسی مصحح نے حکما یا بلا حکم اس مین سے وہ شعر نکالدیے جو نخش اور قابل گرفت ہین جس دیوان کی تصحیح کا مجھے اتفاق ہوا وہ یہی نسخہ تھا جسکو ان کانٹون سے پاک کردیا گیا تھا -

یون تو اب قلمی کتابین بہت کم ملتی ہین مگر بعض بعض شعراء کا کلام تو بالکل ہی ناپید ہوگیا ہے اور آج اگر ہم کوئی قلمی نسخہ انکا تلاش کرتے ہین تو سینکڑون دقتون کے بعد پتہ چلتا ہے کہ فلان صاحب کے پاس ہے اسکے بعد انکے غمزہا ے بیجا اٹھانا پڑتے ہین - اور پھر بھی اکثر جگہ سے انکار ہوجاتا ہے چنانچہ اسکی تصحیح کے وقت انہین دقتون سے دوچار ہونا پڑا - بعض صاحبون نے تو بالکل انکار ہی کردیا - مگر ہمت نہیں ہاری اور آخر دو نسخے قلمی - ایک مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ایک قدیم نسخہ کشمیری حاصل کرکے اسی سے اس نسخہ کی تصحیح کی گئی ہے - تمام نسخون مین اختلاف ہے اور اختلاف بھی بہت شدید - اسی لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جسکو ترجیح سمجھی گئی ویسا ہی بنا یا گیا - اور جو غلطی قدیم نسخون مین بھی موجود تھی اسکو اسیطرح چھوڑ دیا - اور سمجھ لیا گیا

کہ یہ صنف ہمارے نزدیک غلطی ہے ممکن ہے کہ خود سودا کے نزدیک صحیح ہو۔ اور یا ہم نہ سمجھ سکے ہوں اور کوئی سمجھ لے۔

ترتیب کے لحاظ سے یہ موجودہ صورت بہت بہتر ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس طرح سے ابتک کہین یہ کلیات طبع نہین ہوا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جو چیز آپکو ڈھونڈنا ہو فوراً نکال سکتے ہین اور ایک ہی قسم کا تمام مواد ایک جگہ جمع مل سکتا ہے ورق گردانی کی ضرورت نہین ہے کتابت مین بھی خصوصیت سے توجہ ہوئی ہے۔ حاشیہ جو قدیم زمانے کا طریقہ تھا بالکل نکال دیا اسی سے لئے اسکی دو جلدین کر دی گئین کیونکہ ایک جلد بہت ضخیم ہو جاتی۔ بہرحال جس صورت مین یہ پیش کیا گیا ہے غالبًا بہترین صورت ہے۔

عبدالباری آسی



باہتمام کیسری داس سپرنٹنڈنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

مقدور نہین اوسکی تجلی کے بیان کا
جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا

پردے کو تعین کے در دل سے اٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ
جون شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتان کا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہین خواہان کوئی وان جنس گران کا

سودا جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغان کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہان کا

دلا دریاے رحمت قطرہ ہی آب محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمدؐ کا

محمدؐ علم کا گھر ہے علی اوسکا ہی دروازہ
غلام اسکا ہو تو جو کلب ہو باب محمدؐ کا

قد رعنا جب اپنا خم کیا بہر نماز اون نے
ہوا اوس وقت ساجد کعبہ محراب محمدؐ کا

زمین و آسمان ہون کیون نہ روشن نور سے اسکے
کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمدؐ کا

کہا پیر خرد نے موجب خم پشت گردون کا
یہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمدؐ کا

ادا کسکی زبان سے ہو سکے شکر اسکی نعمت کا
دو عالم ریزہ چین حق نے کیا قاب محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمدؐ کا

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہین کہ سیر کرون کوہ طور کا

پڑتا ہے درد و حسن صبیح و ملیح پر
جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا

توڑون یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہی
ہووے نہ مجھکو پاس جو تیرے حضور کا

بیکس کوئی مرے تو جلے اوسپہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریبان کی گور کا

ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے
اے ہمصفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو
آوازۂ دہل ہے خوش آیند دور کا

ساقی سے کہہ کہ ہے شب مہتاب جلوہ گر
دے کسمہ پوش ہوکے تو ساغر بلور کا

رنگ اُڑتا ہے دیکھ اُسکے تئین لالہ رخانکا
کرتی ہے بہار اُسکے تو آب کام خزانکا

جز جوہری کیا جانے کوئی قدر جواہر
سمجھے ہے سخن رس ہی سخن میری زبانکا

گالی دی مجھے اون نے دعا غیر نے اسکو
محرم نہین نادان وہ اس اشفاق نہانکا

رنگینی اشک اپنے پہ حیران ہون کہ دامن
رنگین نہ کسی رنگ سے ہو آب روانکا

ہے ناز و ادا وسکی مین سو طرح کا ہتیار
قاتل نہین محتاج مرا تیغ و سنانکا

سودا سے کہا کیون تو ہوا عشق سے تارک
ہون مین سبب ترک کی مشتاق بیانکا

سنکر یہ کہا بار اٹھایا نہین جاتا
ناطاقتی سے اب ناز بتانکا

کعبہ جاوے پوچھتا کب ہے چلن آگاہ کا
اٹھ گیا جیدھر قدم رتبہ ہے بیت اللہ کا

کفر کی میری تجلی سے ہے نظیر شمع طور
پوجتا ہون جس بت کو مین اک نور ہے اللہ کا

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین
ایک سا احوال یان بھی ہے گدا و شاہ کا

دزد او رٹھگ ناز رہزن حسن راہ عشق مین
نقد جان و جنس دل کے دخل کیا نرباہ کا

عشق وہ گھر ہے جہان ہفتاد و دو ملت کو راہ
تنگ جون دیر و حرم کب در ہے اس درگاہ کا

کوچہ گردی مین عجب عزت ہے اے عزلت نشین
پاؤن پڑ کر خار سہلاتا ہے مجکو راہ کا

شعر کو کہنا اسے سودا ہے تاریکی عقل
شمع کا عکس اُسکے عارض پر کلف ہے ماہ کا

کس سے بیان کیجیے حال دل تباہ کا
سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا

مجکو تری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی
اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا

دین و دل قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے
جیتے جو ابکی ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا

زمزمہ پر رکھے ہے تو مرغ چمن کے گوش دل
نالہ کبھی سنا تو کر اپنے بھی داد خواہ کا

حسن ترے کا اے صنم ہے کہ وہ نقش آج
تیری ادا پہ شیفتہ دل ہے گدا و شاہ کا

وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نچھوڑے ہجر کے
یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا

سودا اسنا ہے پینے یہ اوس پہ ہوا تو مبتلا
رشک سے جسکے چرخ کے داغ جگر سیاہ کا

چھٹنا ضرور مکھ پہ ہے زلف سیاہ کا
روشن بغیر شام نہ چہرہ ہو ماہ کا

جلکر تو اے پتنگ گرا ہے شمع پر
ہون داغ عذر دیکھکے تیرے گناہ کا

جون سایہ اس چمن مین پھرا مین تمام عمر
شرمندہ پا نہین مرا برگ گیاہ کا

تاراج چشم ترک بتان کیون نہو یہ دل
غارت کرے ہے ملک کو فرقہ سیاہ کا

اے آہ شعلہ بار ترا کیا کہون اثر
رتبہ رکھے نہ کوہ ترے آگے کاہ کا

حاضر ہے تیرے سامنے سودا اگر اسکو قتل
مجرم یہ سب طرحسے ہے پر یک نگاہ کا

ہمارے نالہ سوزاں سے ہے یہ ڈھنگ آتش کا
کہ اسکے ذکر مین اڑتا ہے منھ سے رنگ آتش کا

ہماری احتیاط اسکے تئین منظور ہے سطرح
محاصر جسطرح رہتا ہے یار دسنگ آتش کا

مجھے دو دن فلک تین گھر مین رکھکر تنگ آیا ہی
سمندر نے نہین دیکھا کہ ہو دلتنگ آتش کا

مشابہ یار کے توسن سے اب کسکو بتاؤن مین
طرح بجلی کے مین دیکھا نہین سرجنگ آتش کا

دل نالاں مجنون کیسی گرمی ہو کہاں آتشین
بہا سے ناقہ لیلی باندھدے گو زنگ آتش کا

فرنگی کوئی آب تیغ کے عہد سے برآوین
اگر باندھین پہاڑ آکر دہ روز جنگ آتش کا

وہ چوب کشتی شکستہ ہون اس بحر مین جسکا
ڈبانا عار پانی کو جلانا ننگ آتش کا

اگر تھا دل پہ داغ عشق کوہ طور پر جاکر
کیا کیون ڈھونڈنے پر موسی نے آہنگ آتش کا

سمور و قاقم و سنجاب ہے سرما مین منعم کو
رکھیں ہیں آسرا غربا سے لنج و لنگ آتش کا

ندے دل آتشین رخسار پر سودا اتاب کیونکر
وہ شعلہ دیکھکر مین ہو گیا حیرت بنگ آتش کا

رطوبت داغ دل سیر کی ہے گرداب آتش کا
فسون عشق نے زہرہ کیا ہے آب آتش کا

جہنم سے ڈراتا کیا ہے میخوارون کو اے زاہد
کہ چوب خشک سے بہتر نہین کچھ باب آتش کا

نہ پہونچا میرے اشک گرم سے آسیب مژگان کو
بہا خاشاک کے سایہ تلے سیلاب آتش کا

چمن مین ذکر گر آوے چہرۂ گلنار کا آوے
تو ہر بلبل ہو جون پروانہ پھر بیتاب آتش کا

جلاتی ہے جگر بن یار اتنا میخوری سودا
پیے ہین جام گویا بزم مین احباب آتش کا

اسیری کی جو لذت سے پڑا ڈھب آشنائی کا
ہزارون روز مرے دل سے ہوا رخصت رہائی کا

تماشا سے نوا دکھلاتی اے صیاد پر تیرے
نگاہ سرمہ سا موجب ہے اپنی بینوائی کا

ہوا جاتی رہی وعدون ہی مین تو شک نہانی کے
جواب بھی سو رہو ملکر تو جاڑا ہے دولائی کا

برائے چشم بیمار بتان موزون سے موزون ہے
جو ہر مصرع ہو میل سرمہ دیوان شفائی کا

کمال کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بت نے
پرستش سے مرے پیدا کیا جلوہ خدائی کا

عجب قسمت ہماری ہے کہ جسکی شمع الفت سے
چراغ دل کیا روشن سو ہے داغ آشنائی کا

عجب شانیکے طالع ہین کہ اسکے ہاتھ کی سودا
پڑی ہے کوتہی اس زلف کی موجب رسائی کا

گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا
لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

زبان ہے شکر مین قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے مزود
چلا نہ پشہ سے کچھ بس تری خدائی کا

مرے سجود کی دیر و حرم سے گذری قدر
رکھون ہون دعوی ترے در پہ جبہہ سائی کا

کبھو نہ پہونچ سکے دل سے تا زبان یکحرف
اگر بیان کرون طالع کی نارسائی کا

دکھاؤنگا تجھے زاہد اس آفت جان کو
خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا

طلب نہ چرخ سے کر نان راحت اے سودا
پھرے ہے آپ وہ کاسہ لیے گدائی کا

ڈرون ہون نہ جاوے شہر بند چھلک تار رونے کا
نظر آتا ہے پھر آنکھون مین کچھ آثار رونے کا

جو مذکور اوس سے کرتا ہے کوئی غمخوار رونیکا
تو کہتا ہے کہ چپ رہ ہم او سے آزار رونیکا

سبب اس چشم کافر کے کیا ہر بار رونیکا
کہ باندھا صورت زنار اوسنے تار رونیکا

نہ تھا کچھ کام چشم تر سے ناحق ملکے خوبان نے
کیا ہے شغل تین پیدا دل بیکار رونیکا

جو ہین آتش نفس لکی اشک اُنکو موجب تر ہین
گلے میں پہنوں ہون جون شمع ہر شب تار رونیکا

کہے خون جگر گہ اشک گاہے لخت دل یارو
کسو نے بھی کہین دیکھا ہے یہ بستار رونیکا

کرین پاک اسکو کبتک ہم کہ چشم زخم سا یارو
رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

مین اپنے حال پہ ہنستا ہون ورنہ ہر گھڑی ظالم
محبت مین ترے سامان ہے کیا تیار رونیکا

کبھو مین بات بن روئے نہین کی اُس سے پر اونے
نہ پوچھا یون سبب کیا ہی ترے ہر بار رونیکا

نہ دکھایا کونسا گھر سیل نے مجھ اشک کے سودا
گواہ اب تک تو ہے میرے در و دیوار رونیکا

دل مرا پند گو نہ سمجھے گا
پند تیری نکو نہ سمجھے گا

سمجھا دانا ہزار حیف کہ تو
یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

یہ زخود رفتہ اب حق اپنے مین
مرنے جینے کو دو نہ سمجھے گا

بچنے کو آگ سے سمندر کو
کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہر چند
کہو پروانے کو نہ سمجھے گا

سر سے ٹکڑے نہ ہونے کو نہ کتان
کوئی کہہ کہہ تھکو نہ سمجھے گا

عشق مین گل کے بارے مرغ چمن
طوطی کچھ ہی بکو نہ سمجھے گا

یہ سمجھ لے تو اب سودا کا
دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے
تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

شب کو جو چھپا مہ تو سحر کہنے لاگا
داغی یہ غلام آج مرا رات سے بھاگا

پہونچے نہ حلاوت کو کبھو اسکی دہن کے
قند اپنے گو پستہ کو شیرینی مین پاگا

اتنا نہ ستم کر جو اُٹھون خواب عدم سے
یون محشریان بولین عجب فتنہ یہ جاگا

تو رشتۂ عمر اپنی سے مانے جو مری بات
مت حرص و ہوا باندھ کہ بودا ہی یہ تاگا

کل سیر چمن کو جو گیا تھا طرف باغ
گلگشت کرا و دھر سے جو مین پھر کے دو لاگا

پیچھے سے تو دامن سے تئین خار نے کھینچا
اور سرو کھڑا ہو کے لگا روکنے آگا

جلوے کو بہار اوسکے کوئی پہونچے ہے سودا
گو لالہ و گل باغ میں سو بار کرین پاگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہونچے کب اسکو ہاتھ ہمارے غبار کا

موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہو گیا ہے کسی بیقرار کا

خون جگر شراب ترشح بہ چشم تر
ساغر مرا اگر نہین ابر بہار کا

چشم کرم سے عاشق وحشی اسیر ہو
الفت ہے دام آہوے دل کے شکار کا

سودا شراب عشق نہ لیتے تھے ہم نہ پی
آخر مزا نہ پایا اب اُسکے خمار کا

جب خیال آتا ہے اس دلمین ترے اطوار کا
سر نظر آتا نہین دھڑ پر مجھے دو چار کا

دیکھتا ہون یار مین جسگھر مین تجکو جلوہ گر
گھر کو وہان حکم ہے خار سر دیوار کا

عاشقون کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
دل نہین وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

ٹک دکھاوے اپنی ساقی چشم میگون تو اسے
محتسب ہوجائے بندہ خانۂ خمار کا

بسکہ پوچھون ہون مین اپنی چشم خون آلود کو
جامہ کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

آخدا کیواسطے اس بانکپن سے درگذر
کل مین سودا یون کہا دامان پکڑ کر یار کا

تند ہو بولا وہ بانکا چھوڑ دامن کو مرے
راست ہوتے بھی کہین دیکھا ہے خم تلوار کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزا ہے شراب کا

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہین دماغ سوال و جواب کا

کہتا ہے آئینہ کہ سمجھ تربیت کی قدر
جن نے کیا ہے سنگ کو ہمرنگ آب کا

تھا کسکے دل کو کشمکش عشق کا دماغ
یارب برا ہو دیدۂ خانہ خراب کا

زاہد سبھی ہے نعمت حق جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

غافل غضب سے ہوکے کرم پر نظر نہ رکھ
پُر ہے شرار برق سے دامن سحاب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے
دریا مین ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

اے برق کسطرح [illegible] حیران ہون [illegible]
نقشہ ہے ٹھیک دل کے مرے اضطراب کا

سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرہ مین ہے آفتاب کا

جو چلین چلتے ہو تم کیا اس سے حاصل ہوئیگا
خون سے بہتون کی غبار اس راہ کا گل ہوئیگا

کیون نہ کہتے تھے دلا شیرین لبون کے منھ نہ لگ
ایک دن تجھکو یہ شربت زہر قاتل ہوئیگا

چاک پر تیرے جو پھرتا ہی یہ کوزہ ای کلال
یہ کبھو ہمسے کسی سرگشتہ کا دل ہوئیگا

شرح اپنی بیقراری کی لکھین گے ہم اگر
نامہ بر اپنا پر پروانہ بسمل ہووے گا

یان جفا و جور کا ہم تم نہ سمجھین گے حساب
دفتر محشر مین سب باقی و فاضل ہوئیگا

صبر ہو کوہ گران جسکا تو وہ عزم سفر
کرکے تجھ در سے سبک پہلی ہی منزل ہوئیگا

سچ مین دنیا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا
چھوڑنا تیری طرح ڈاڑھی کا مشکل ہوئیگا

کر ہی گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہی بہار
جو گل آیا اس چمن مین ایکدن گل ہوئیگا

زیادہ یک شب سے نہین بقدر حیرانی مری
آئینہ تو صبحدم تیرے مقابل ہوئےگا

تجھ پہ گر خون دو عالم کا ہو دعوی بیگناہ
بول اٹھے قاضی نہین دعوی یہ باطل ہوئیگا

شیخ کو لائے تھے سودا اسلئے ہم یار پاس
طبع کو اسکے تفنن اس سے حاصل ہوئیگا

سو وہ اب ہمچشم ٹھہرا ہے ہمارا یا نصیب
تھا لکھا اپنا کہ ہم مین وہ بھی شامل ہوئیگا

ہم تو وہ سمجھے تھے دل مین پر خبر اسکی نہ تھی
یہ لگا لوہو شہیدون بیچ داخل ہونے لگا

ملکے اوس بدخو سے ای دل جب تو رسوا ہوئیگا
عہد و پیمان تجھکو تب معلوم اوسکا ہوئیگا

حق خدمت مین مری وعدہ کرو ہو قتل کا
تمسے تو ہوگا یہی کچھ اس سوا کیا ہوئیگا

دیکھکر تیور مرے طفلی مین کہتا تھا ادیب
ایکدن مجنون صفت یہ سر بصحرا ہوئیگا

مین دل نازک کی کرتا تھا بغل مین پرورش
محتسب کو ہی گمان اس پاس شیشا ہوئیگا

گر یونہین گریا رہیگا میری مژگانسے سرشک
سوجھتا ہی ایکدن یہ قطرہ دریا ہوئےگا

محو کو تیرے نہین ہی دین و دنیا کی تلاش
کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھکو پایا ہوئےگا

ابتو سودا کے تئین پروا نصیحت کی نہین
الفت خوبان سے گو رسوائے دنیا ہوئیگا

ہر مژہ پر ہی ترے لخت دل اس رنجور کا
خون ہی سو دار پر ثابت مری منصور کا

پوچھتے ہی پوچھتے گذری ہی مجھکو روز شب
چشم ہی یارب مری یا منھ کسی ناسور کا

آفتاب صبح محشر داغ پر دلکے مرے
حکم رکھتا ہی طبیبو مرہم کافور کا

کیا کرون گا لیکے واعظ ہاتھ سے حورون کے جام
ہون مین ساغر کش اسکی نرگس مخمور کا

کسقدر بنت العنب سے دل ہے سودا کا برا
زخم نے دل کے نہ دیکھا منہ کبھی انگور کا

نجانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشے کا
کہ لیلے ہچکیاں چھوڑا نکلجاتا ہے شیشے کا

مغان اُس مغبچہ کی ہین پرکھ جانیکا بندہ ہون
روپے کو مے کی بے قیمت مین تُلاتا ہے شیشے کا

مشابہ کسکی آنکھوں سے پڑی ہے شکل ساغر کی
کہ خون دل سے پیمانہ بہاتا ہے شیشے کا

بیان بدمستی شب بزم مین ساقی جو ہو جاوے
رہین مت کہو کچھ منہ تو ہے کھلواتا ہے شیشے کا

نہیں وہ صحبت میخانہ بھری سے ساقی کے
کبھی کوئی آن بیٹھے ہے جو دلاتا ہے شیشے کا

سرن مین چٹکی اتنی لی یہ ذکر جام زاہد کے
کہ جتنا شیخ کو مذکور اُگلاتا ہے شیشے کا

نجانے یاد کر روتا ہے کسکے دل کے صدمہ کو
کہین ٹکڑا جو سودا کو نظر آتا ہے شیشے کا

قدر دان بن ہے بہت حال برا شیشے کا
ساقیا بھیج کہ دل آب ہوا شیشے کا

ڈاہتا کیون ہے عبث میکدہ مستان کو
محتسب تجھکو مگر دیو لگا شیشے کا

یار کیا جانے کس کسکے یہ منہ لگتا ہے
اپنے منہ سے تو کہو منہ نہ لگا شیشے کا

شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے
مجھ سوا کسنے دیا خون بہا شیشے کا

ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
سودا اسواسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منہ دل ہے آب شیشے کا
لبون نے اسکو لگالے ثواب شیشے کا

کیا ہین کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
خدا کرے کہ ہو جنا نہ خراب شیشے کا

عوض ہے دلشکنی کا بہت محال اے یار
جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا

یہ گفتگو تو نہین خوب بزم مین ساقی
دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا

ہوا ہے غم سے مرا دل اب آب اے سودا
کہین تو بزم مین ٹوٹا حباب شیشے کا

تہی لانا مجالس مین نہیں دستور شیشے کا
عبث توڑیگا ساقی سر کوئی مخمور شیشے کا

پکڑ گردن لہو پیجاے ہن اک گھونٹ مین سارا
نہین چلتا ہے میخوارونسے کچھ مقدور شیشے کا

لگے ہے دیکھ تو کس کسکے منہ پہ آکے مجلس مین
نہ کر سنگ جفا سے محتسب دل چور شیشے کا

زبس مجھ حال پہ جلتا ہے ساقی کی جدائی مین
نہ مجھو بادہ ہے آتش سے دل معمور شیشے کا

فلک سے در پے ایذائے دل ہر ایک کے یانتک
کہ پنبہ سے کرے ہے بند یہ ناسور شیشے کا

کرے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدہ کے
عبادت مین نہایت خوب ہے دستور شیشے کا

لگا زنہار مت سودا ان آنکھوں سے دل اپنے کو
کہ ہر بدمست رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

باطل ہے ہمسے دعوا شاعر کو ہمسری کا
دیوان ہے ہمارا کیسہ جواہری کا

چہرہ ترا سا کب ہے سلطان خاوری کا
چیرہ ہزار باندھے سر پر جو وہ زری کا

مکھ پر یہ گوشوارہ موتی کا جلوہ گر ہے
جیسے قران باہم ہو ماہ و مشتری کا

آئینہ خانہ مین وہ جسوقت آن بیٹھے
پھر جسطرف کو دیکھو جلوہ ہے دان پریکا

جز شوق دل نہ پہونچون ہرگز تجھے جانان
اے خضر کب ہون تیری محتاج رہبری کا

طالب ہین سیم و زر کے خوبان ہند سودا
احوال کون سمجھے عاشق کی بے زری کا

نہ بار خاطر یہ دل ہے گل کا نہ ناز بردار گلستان کا
برنگ شبنم ہے خود سبکبار سیر فرما ہے لامکان کا

ہزار آب حیات چھڑکین مسیح اور خضر ملکے لیکن
اُٹھے نہ محشر تلک بھی پیارے یہ شہید تیرے لب و دہان کا

چمن پہ ابر بہار سے اب شراب ٹپکے تو کیا عجب ہے
ہوا ہے رونا قبول ساقی جناب عالی مین بیکشان کا

برنگ شبنم یہ آب و دانہ عبث ہے کرنا یہ ناز تجکو
نہ خرمن گل رہے چمن مین نہ رخت و اسباب باغبانکا

کرے کیون سودا دل پریشان عبث ہے طول امل جہان کا
خیال زلف دراز گویا تلاش ہے عمر جاودان کا

تو ہی اے رات سن اب سوز نہان اس چھاتی کا
پنبہ و داغ مین ہے ربط دیا باتی کا

کیونکہ وہ شوخ لکھی مجکو کتابت جن نے
کھیل بھی ضد سے مرے چھوڑ دیا پاتی کا

آہ کسطرح تری راہ مین گھیرون کہ کوئی
سد رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آ ہمسے مل
آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا

کہا اُنے کہ ہے میری تو سعادت ایمین
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ مین چمن مین آرام یک نفس کا — صیاد تیری گردن ہے خون اس ہوس کا
کب عشق کی حمیت یہ چاہتی ہے مجنون — ناقہ کے پانون اوپر تڑپے ہے دل جرس کا
ہون عندلیب لیکن رسوا ہون اس چمن مین — جس بیچ سبز ہونا ہے ننگ خار و خس کا
مجھ صید ناتوان کے احوال کو نہ پوچھو — محروم بیچ سے ہون مردود ہون قفس کا
پروانہ شمع رو پر کیونکر نہووے سودا — شعلے کے گرد پھرنا لب کام ہے کس کا

چمن ہے کسلیے گرفتار زلف و کاکل کا — کہ اسقدر ہے پریشان حال سنبل کا
قفس کے پاس بجا کر کے نام لو گل کا — ضرور کیا ہے کہ ناحق ہو خون بلبل کا
کبھو گذر نہ کیا خاک پر مرے ظالم — مین ابتدا ہی سے کشتہ ہون اس تغافل کا
فلک خوشی سے جو تو کچھ عوض کرے تو کرون — سواے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا

خبر شتاب لے سودا کے حال کی پیارے
نہین ہے وقت مری جان یہ تامل کا

جی مرا مجھسے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤنگا — ہاتھ سے دل کے ترے اب مین نکلجاؤنگا
لطف اے اشک کہ جون شمع گھلا جاتا ہون — رحم اے آہ شرربار کہ جلجاؤن گا
چین دینے کا نہین زیر زمین بھی نالا — سوتون کی نیند مین کرنیکو خلل جاؤن گا
قطرۂ اشک ہون پیارے مرے نظارے سے — کیون خفا ہوتے ہو ٹلتا ہے تو ڈھلجاؤن گا
اس مصیبت سے تو مت مجھکو نکال اب گھر سے — تو کہے آج ہی جا مین کہون کلجاؤن گا
میری تصویر سے تو بیزار رہا ایسا تو دیکھ — شکل اس غم سے کوئی دن مین بدلجاؤن گا
پھیر مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل — پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکلجاؤنگا
ساحل بحر جہان پہ ہون کہ جون ہیزم خشک — ڈوبا پانی مین نہ تو آگ سے جل جاؤنگا
نطق کرتا ہے مرا آج یہ بہت ناطق سے — آنکھ ہے نظرا ابھی لوٹ لیے ملجاؤن گا

سالکہتے ہین وہ جو ہے سودا کا قصیدہ ہی خوب
اُنکی خدمت مین لیے مین یہ غزل جاؤنگا

ہو یہ دیوانہ غریب اُس زلف چھٹے کس پھر کا — سلسلہ بہتر ہے سودا اسکے لیے زنجیر کا

زخم دل پاوے مرے سوز سخن سے التیام
چاک ملتا ہے زبان شمع سے گلگیر کا

گل مرے مشہد پہ کب بھیجے ہو وہ ابر کمان
طرح غنچہ کے کھلے جب تک نہ پیکان تیر کا

ایکدن تجھسے سلگ اُٹھتے نہ دیکھا کاروان
اے جرس حاصل کچھ اس فریاد بے تاثیر کا

توڑ کر بتخانے کو مسجد بنا کی تو نے شیخ
برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

سیم و زر کے آگے سودا کچھ نہیں انسان بھی
خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا

ترے خط آنے سے دلکو مرے آرام کیا ہوگا
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا

مدد و ترجیح اے خوبان کسیکو مجھپہ غربت مین
زیادہ مجھسے کوئی بیکس و ناکام کیا ہوگا

رہا کرنے کو لین ہم منت صیاد ہی ظالم
بس اتنا ہی نہ مر رہیے گا زیر دام کیا ہوگا

ہو جسکی چشم گردش سے یہ بیہوشی دو عالم کی
بھلا دیکھو تو پھر وہ ساقی گلفام کیا ہوگا

مجھے مت دیر سے تکلیف کر کعبہ کی اے زاہد
جو میرا کفر ایسا ہے تو پھر اسلام کیا ہوگا

نگر لائق نہیں اس دور مین ہم بادہ خواری کے
جو دیویگا تو اے ساقی ہمین بھی جام کیا ہوگا

کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہین آتا
سحر کیا ہو چکی سودا کی دل پر شام کیا ہوگا

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفونکو یان سودا کا دل اٹکا
اسیر ناتوان ہے یہ نہ دے زنجیر کا جھٹکا

صنم مین رات سنکر سر کسی کے پاؤن کا کھٹکا
اُٹھایا سر کو بالین سے تو پھر دیوار سے ٹپکا

نہ آنکھو نہین ترے جادو نہ ہرگز سحر زلفونمین
یہ دل جس سے ہے دیوانہ محبت کا وہ ٹوٹکا

پرے رہ برق خار آشیان میرے سے کہتا ہون
اڑیگا دھجیان ہو کر ترا دامن جو یان اٹکا

نواحی مین ترے کوچے کی ہے یہ حال سودا کا
کہ جون چند آشیان گم کر کے بستی میں پھرے بھٹکا

اے دیدہ خانمان تو ہمارا ڈبو سکا
لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا

تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسد کو چین
فتنہ نہ تیرے دور مین پھر نیند ہو سکا

جون شمع تن ہوا شب ہجر اپنی صرف اشک
پر جسقدر مین چاہوں تھا اتنا نہ رو سکا

سودا قمار عشق مین شیرین سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منھ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز
اے روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہو سکا

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نجائیگا
جون اشک پھر زمین سے اُٹھایا نجائیگا

رخصت ہے باغبان کہ ٹک اک دیکھلین چمن
جاتے ہین وان جہانسے پھر آیا نجائیگا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
کچھ قصر دل نہین کہ بنایا نجائیگا

آنیسے فوج خط کے نہو دل کو ن مخلصی
بند ہوا ہے زلف کا یہ چھوٹا یا نجائیگا

پہونچینگے اس چمن مین نہ ہم داد کو کبھی
جون گل یہ چاک جیب سلایا نجائیگا

آویگا وہ چمن مین نہ اے ابر جب تلک
پانی گلون کے منھ مین چوایا نجائیگا

تیغ جفائے یار سے دل سر نہ پھیریو
پھر منھ وفا کو ہمسے دکھایا نجائیگا

زاہد گلے سے ستونکے باز آئیکا نہین
تا میکدہ مین لاکے جھکایا نجائیگا

عمامہ کو اوتار کے پڑھیو نماز شیخ
سجدہ ہے ورنہ سر کو اُٹھایا نجائیگا

ظالم مین کہہ رہا کہ تو اس خوسے درگزر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نجائیگا

داماں داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دل سے داغ مٹایا نجائیگا

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا
زشام تا بسحر ہے فراق آئینہ کا

ہوا ہون اسقدر ابنار کی شکل سے بیزار
کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ کا

تمھارے چہرےکو دیکھا ہے جبسے خوبان نے
کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا

رہی ہے خانۂ چشم اپنے کی یہ شکل اُس بن
کہ جیسے آب سے پُر ہے رواق آئینہ کا

سوائے یار کی صورت نظر نہ آتا کچھ
ہمین جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا

دوچار ہوتے ہی کچھ کر دیا اُسے معذور
مرے تو دلیہ ہے روشن نفاق آئینہ کا

زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب گو سودا
سمجھ میں اپنے جو آیا مذاق آئینہ کا

کرین شمار ہم دل کے پار داغون کا
تو آکہ سیر کرین آج اپنے باغون کا

ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا
سوائے داغ نہین دخل یان چراغون کا

ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیرے اے ساقی
کوئی دنوں تو مزہ لینے دے ایاغون کا

گیا میں گھر سے ترے اور آ بسے ہین رقیب
مکان مرغ چمن آشیان ہے زاغون کا

سنی ہے ملنے کا سودا سے قصد مت کر یان
اُٹھا سکے گا تو کب ناز بیدماغون کا

میرے سخن کو فہم کرے یون فہیم کا
قیمت شکن سدا ہے یہ دُرّ یتیم کا

میخانے مین ازل کے مرے ولیے زاہدا
دھویا ہے نقش ساقی نے امید و بیم کا

غنچہ کو دل کے یان ہے دم سرد سے شگفت
شرمندہ اس چمن مین نہین مین نسیم کا

عالم کو مار رکھا ہے تین باقد دوتا
زاہد یہ کاٹ ہے تری تیغ دو نیم کا

جس سے ملے تو پہلے ہی مل اسکی جنس سے
وان اوسکی وضع پر ہے وتیرہ ندیم کا

ٹھہرانہ گا لبون سے تری کوئی بوالہوس
اک مین ہی رہ گیا ہون دعا گو قدیم کا

واسوختہ دل مرا بھی جو پوچھے ہے ہمنشین
دروازہ کس کے منہ پہ مین کھولون جحیم کا

پوکرنے کو کہا ہے دیا چین طبیب نے
ضعف مزاج دیکھ کے تیرے سقیم کا

کھینچے ہے گہ بسوے ختن گہ سوے تتار
دامن نسیم زلف کے تیرے شمیم کا

پہنے اگر لباس گدائی حصیر پوش
برچھی بدن پہ اسکے روان ہو گلیم کا

سودا یقین گر اسکا دم فقر ہے غلط
بالیدہ ہووے جو کوئی ناز و نعیم کا

کیونکر ہو باغ جانا اُس مہ سرزنش کا
وان سرو مین نہین ہے آداب کورنش کا

اے برق چشم کرے مت دیکھ دل جلون کو
اک آہ مین اُڑا دین شعلہ تری تپش کا

آنکھون کی اسکی مژگان یون دلپہ تل رہی ہین
گردم پہ صف سپہ کو جون قصد ہو یورش کا

پیکان جو تن مین کھٹکے ہے سو علاج اسکا
کانٹے کا پر بدسے چارہ نہین خلش کا

ساقی بہیج کہ تجھ بن یون جسم و جان ہو میرا
لبریز جون پیالہ اور ہاتھ مرتعش کا

تیغ ستم کی کرین وہ کرے ہے پرسشے
لے واے جسدن اُسکے ہو امتحان برش کا

کیا جانے کس طرح کا تو سنگدل ہے ورنہ
یان رشتہ محبت ہے کوہ کی کشش کا

آگے بھی خوبصورت اکثر ہوے نوکیلے
ان سے بانکپن ہے اُسکا نئی روش کا

باتین کرو عدو سے سودا کو گالیان دو
قربان ہون آپکی مین اس ادا و روش کا

جوش طوفان دیدہ نمناک سے کیا کیا ہوا
دیکھ لے دنیا مین ہستی خاک سے کیا کیا ہوا

جو تجھے دیکھے کہے حور و ملک شمس و قمر
حسن تیرا دور تر ادراک سے کیا کیا ہوا

خواہش دل کا ادائے بخش سو انداز ساتھ
اسکے صید بستۂ فتراک سے کیا کیا ہوا

پر تجلی شہرۂ آفاق جلوہ حسن کا
عشق بازوں کی نگاہ پاک سے کیا کیا ہوا

قیس اور فرہاد و وامق پر جو گذرا سو سنا
مجھپہ دیکھو اُس بت بیباک سے کیا کیا ہوا

جوشش دریائے خون ہنگامۂ شور و فغان
دیدۂ تر سینۂ صد چاک سے کیا کیا ہوا

دور ساغر تھا ابھی یا ہے ابھی چشم پر آب
دیکھ سودا گردش افلاک سے کیا کیا ہوا

کہوں کیونکر بت رعنا مرا حور و بشر ٹھہرا
کہ جسکے نور کے سایہ سے یہ شمس و قمر ٹھہرا

نہ آنکھوں میں تھما اشک اور نہ سینہ میں جگر ٹھہرا
ٹپکتے ہو گیا وہ لعل وہ سالک گہر ٹھہرا

عبث تو گھر بناتا ہے مری آنکھوں میں اے پیارے
کسی نے آجتک دیکھا نہیں پانی پہ گھر ٹھہرا

کہوں کیا انقلاب اسوقت میں یارو زمانہ کا
جسے سب عیب سمجھے تھے وہ نظروں میں ہنر ٹھہرا

عجب کیا ہے جو آہ آتشیں دل سے مرے نکلے
ہوا ظاہر جو شعلہ سنگ سے ظاہر شرر ٹھہرا

یہ وہ نالہ ہے جو آہن دلونکو موم کرتا تھا
ہوئی تاثیر اُس ظالم کے دل میں بے اثر ٹھہرا

کہیں یہ بھی ستم دیکھا ہے یارو آشنائی میں
سمجھتے تھے جسے ہم نفع سو جی کا ضرر ٹھہرا

اشارے کیے بولا شیخ سے ہمراز سوا ہے یہ سودا
قیامت اُسپہ آویگی جو تیرے قول پر ٹھہرا

قتل سے میرے عبث قاتل پھرا
اُسنے منہ پھیرا ہمارا دل پھرا

خاک ہے یہ عاشقوں کی اے کلال
چاک پر اپنے نہ تو یہ گل پھرا

اُٹھ گیا دل کا مرے اب اعتبار
یہ تو خوباں سے جہاں کے دل پھرا

دیکھتے ہی خط پھرا یوں شاہ حسن
جسطرح معذور ہو عامل پھرا

بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے
در بدر منت سے کیا حاصل پھرا

زخم کا دسے لگے تر و تازہ ہے انگور سدا
جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا

جسکی ہم تیغ نگہ سے ہوئے گھائل یارب
چشم زخم اُس سے زمانہ کا رہے دور سدا

ہے انھیں شوق کسی دل کے لہو پینے کا
دیکھتا ہوں میں تری آنکھوں کو مخمور سدا

گو نہ دے شیشۂ گردوں مے گلرنگ مجھے
خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا

یار کی دیکھے تجلی جو تو موسیٰ کی طرح
سنگ رہ سے ترے نکلے شرر طور سدا

ایک شب آ کوئی دلسوز نہ رویا اسپر
شمع تک گور ہماری سے جلی دور سدا

دوستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے
عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منھ موڑا
الٰہی ان نے اب داڑھی سو اکس چیز کو چھوڑا

طپش نے اندلون دل کی نئی صورت نکالی ہے
ٹپکتا ہے پڑا را تو نکو یوں پکتا ہے جوں پھوڑا

صبا سے ہر سحر مجھکو لہو کی باس آتی ہے
چمن میں آہ گلچیں نے یہ کس بلبل کا دل توڑا

بہت بیجا ہے رہنا سرکشی سے بزم ہستی میں
کہ مثل شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہے تھوڑا

طلب میں ایک ہی بوسے کے تم کینا گئے ہمسے
لبِ آگے کیا توقع ہے جو اتنے ہی میں منھ موڑا

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اٹھا دے کون ہنکوڑا

جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

کہے ہے سنکے مری سرگذشت وہ بیرحم
یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

خدا کیواسطے آ در گذر گنہ سے مرے
نہ ہوگا پھر کبھو اے تند خو ہوا سو ہوا

یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دیا اُسے دل و دیں اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

اب تلک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھسے اے دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا

جن نے دیکھا ترا مکھڑا کہا سبحان اللہ
قدرت حق سے نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

خون دل چشم سے بہنا تھا مرے دامن تک
موج زن تا بگریبان نہ ہوا تھا سو ہوا

قابل شانہ ہوئی زلف تری جسکے لئے
کبھی جو دل کہ پریشان نہ ہوا تھا سو ہوا

خط کی خوبی سے عارض پہ یہ آئی ہے کہ یوں
بہ و نق ملک سلیمان نہ ہوا تھا سو ہوا

داغ تجھ عشق کا جھلکے ہے مرے دل کے بیچ
مہر ذرہ مین درخشان نہوا تھا سو ہوا

ابر مژگان کے تصدق سے ترے اے سودا
سبز و خرم جو بیابان نہوا تھا سو ہوا

کہان نطق فصیح از طبع ناہنجار ہو پیدا
فغان زاغ سے طوطی کی کب گفتار ہو پیدا

سخن ہمغز کا ہے جون ہوا در لیے معنی ہین
حباب ایسا نہین جس سے در شہوار ہو پیدا

دل احمق سے مت امید رکھنا مرغ معنی کی
ہما بیضہ سے کیونکر بوم کے اے یار ہو پیدا

نہ طبع بد سے سرزد کبھو ہون معنی رنگین
جہان مین تخم سے تھوہڑ کے کب گلزار ہو پیدا

سخن کو زادۂ طبع سخنور کہتے ہین اوسکا
زبانو نپر تجھی چاہیے اذکار ہو پیدا

خدا دیوے پسر تو قابل تحسین دے ورنہ
پدر ہو مورد نفرین جو ناہنجار ہو پیدا

کلام بے نمک کی شور انگیزی ہے ایسی کچھ
زمین بولگاہ خلق مین جون کھار ہو پیدا

اگر ملک عراق اک جا چہ خر سو بار ہو آوے
عراقی کی پر اسمین کا ہیکو رفتار ہو پیدا

مخاطب اسکو ہی کرتے ہین ارباب سخن سودا
کہ جسمین کچھ بھی عقل و ہوش کا آثار ہو پیدا

دل اپنا چاہتا ہے وہ جنون از غیب ہو پیدا
کہ شکل صبح اے ناصح ز تار جیب ہو پیدا

ارادہ عشق سے پھر نیکا بے فکر کفن مت کر
جہان یہ رزم ہو اوسجا اجل لاریب ہو پیدا

غنیمت جانتے ہین ہم تو ایام شباب اسکا
وہ اسکی قدر تب سمجھیگا جسدم شیب ہو پیدا

ہنر سے گرچہ فن شاعری آفاق ہین سودا
اگر نادان کو سوجھے تو اسمین عیب ہو پیدا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

تصویر مری تجھ بن مانی نے جو کھینچی تھی
انداز سمجھ اسکا بہزاد بہت رویا

نالے نے ترے بلبل نم چشم نہ کی گل کی
فریاد مری سنکر صیاد بہت رویا

جوئین پڑی ہین بہتین دیکھا مین گلستان مین
تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا

آئینہ جو پانی مین ہے غرق یہ باعث ہے
تجھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

سودا سے یہ پوچھا مین دل مین بھی کسکو دون
وہ کرکے بیان اپنا روداد بہت رویا

ترکش اولینڈ سینہ عالم کا چھان مارا
مژگان کے بان نے تو اُن جن کا بان مارا

آتے تجھے جو دیکھا تیر و کمان اُٹھا کر
کہنے لگا کہ یارو رکھیو دھیان ہمارا

دندان ولب پہ سادے تھا سمجھا مین لیکن
مستی دو انگلی ملکر کھایا جو پان مارا

کہتے ہین عشق جسکو مت پوچھ ہو وہ کیا ہی
اک زہر ہے کہ جن نے پیر و جوان مارا

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح
سی سی مرا گریبان ان نے تو جان مارا

مہمان جو کوئی آیا گھر آسمان دنی کے
دو دن کھلا کے روٹی اسکو ندان مارا

نالہ سے جسکے دل کے مانا پڑی تھی ظالم
فریاد نے جرس کے کیا کاروان مارا

سونے سے رات کروٹ ان نے نہ لی ادھر بھی
آہ و فغان نے برہم سارا جہان مارا

سودا کو بات کرتے تجھسے کبھو نہ دیکھا
کہ کس گنہ پہ تو نے وہ بے زبان مارا

ساقی ہماری توبہ تجھپر ہے کیون گوارا
منت نہین تو ظالم ترغیب یا اشارا

یکبار ہی چھکا دے ساقی کہ فصل گل کو
عرصہ کہان کہ دے تین ساغر ہمین دوبارا

چمن مین صبح جب اُس جنگجو کا نام لیا
صبا نے تیغ کا آب روان سے کام لیا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی
کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

چنی ہی شاخ سے جون گل پیالہ مے سرخ
مین تیرے ہاتھ سے ساقی یہ سبز فام لیا

بسان طائر رنگ حنا قدم لے کر
ہر ایک کبک نے پیارے ترا خرام لیا

سرشک چشم نہ تھا مین کہ اے فلک تو نے
نظر سے خلق کے گرتے نہ مجکو تھام لیا

معاش اہل چمن جائے رشک ہے سودا
کہ زندگی کا انھون نے مزا تمام لیا

کسی کا انمین سے محسود ہے نہ والی روم
حسد کسیکو نہ اوس پر کہ جن نے شام لیا

کہین نہ واسطے منصب کے ہین یہ مجرائی
سلام کرکے کسو سے نہ لاکھ دام لیا

کبھو مین انکو نہ دیکھا تلاش دنیا مین
کبھو نہ فکر تردد سے کوئی کام لیا

ادھر شروع ہوا صبح نغمہ بلبل
ادھر بہار سے ہر ایک گل نے جام لیا

تاثیر عشق نے مژہ درد کھو دیا
اُن نے ندان دیکھ مرا حال رو دیا

نسخہ ترے مریض کا عیسےٰ کو جو دیا
دیکھ اُن نے حرف حرف کو رو رو کے دھو دیا

بوسہ کا وعدہ اُسنے کرو جنکو دے رہے
کیون باتین بان بناتے ہو تم بس چلو دیا

ملنے کی دخت رز کی توکھائی تھی مین قسم
زاہد نے بیچ پڑکے اُسے پھر ملو دیا

تاراج و تاخت فوج کی خط کی کہون سو کیا
پلکین اُٹھا کے ملک دلون کا بلو دیا

دیکھا مین جب گلیمین ترے ہار دست غیر
تار نگہ مین اشک کا دانہ پرو دیا

بوسہ کے ذائقہ کو نہین شہد و سم مین فرق
ہم پی گئے اُسے ہمین قسمت نے جو دیا

سودا ہے بے خلش یہ نہ خود رفتگی کی راہ
کانٹا نہ پا مین اُسکے فلک نے چبھو دیا

کرتا ہون سیر جب سے باغ جہان بنایا
کیا جانے گل خدا نے تجھسا کہان بنایا

اک نام تو سنا ہے دیکھا نہین کسو نے
حق نے نشان عنقا تیرا دہان بنایا

جتنے ہین خوبرویان سب دلستان ہین لیکن
اللہ نے تجھی کو اک جانستان بنایا

جنس وسوم کو اول بزاز کھولتا ہی
یوسف سے تو بہا مین تجھکو گران بنایا

صدقے مین تیرے یا رب ہمسو نکو کرکے پیدا
گلے کا آپ کو تین اک پاسبان بنایا

دیر و حرم کو دیکھا اللہ ری فضولی
یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا

تو مت بگاڑ اسکو اے باغبان کہ ہمنے
نزدیک آتش گل آپ آشیان بنایا

عالم کا قمری آسا ہے طوق بندگی کا
قامت کو تیرے جیسے سروروان بنایا

اکثر نشان نئے ہین عالم مین نام خاطر
تو نے سخن کو سودا اپنا نشان بنایا

صدمہ ہر چند ترے جور سے جان پر آیا
لیک شکوہ نہ کبھی میری زبان پر آیا

راست کیشون کی تف آہ سے ڈرے آتش
تیر ٹھہرتا نہین جسوقت نشان پر آیا

موسم شیب مین بیفائدہ ہے لعب شباب
کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزان پر آیا

دل پر خون کو مرے غنچۂ تصویر کی طرح
لب وا شد نہ کبھی راز نہان پر آیا

چشم انجم پہ نہین ابر سے وہ روز سیاہ
جو مرے دیدۂ خون ناب چکان پر آیا

رات کو دیکھ کے اے ماہ تجھے غیر کے ساتھ
طعنہ زن دل کا مرے گل کی کتان پر آیا

ہوکے استاد دبستان سخن مین سودا
شعر کے قاعدہ دانان جہان پر آیا

پایا وہ ہم اس باغ مین جو کام نہ آیا ۔ کچھ اپنے تئین جز ثمر خام نہ آیا
اے زمزمہ پرداز چمن نالہ کہا سا ۔ وہ مرغ نہ سمجھے جو تہ دام نہ آیا
گو شکل کمان خانۂ گردون ہے منقش ۔ پر اسمین نظر گوشۂ آرام نہ آیا
آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک مین ۔ وان جام بجز گردش ایام نہ آیا
بستان تو پر از بادۂ اقسام ہے لیکن ۔ سایہ مین کسو نخل کے آرام نہ آیا
تیری بھی جوانی وہ بھی ناصح کہ تھا زور ۔ قاضی کا ترے واسطے اعلام نہ آیا
مین تنگ ہون اتنا کہ بدر اور بسر کے ۔ لب پر کبھو مجلس مین مرا نام نہ آیا
ہے رنگ تماشائے جہان صورت خورشید ۔ جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا
ہر عید مہ نو نے کیا قصد کہ دیکھے ۔ لیکن وہ کبھو تا بلب بام نہ آیا
ہے طرفہ تمنا کہ رہون لب بلب اسکے ۔ جس سے کہ کبھو بوسہ بہ پیغام نہ آیا
تیشہ سے بھی تھا کام بڑا ناخن غم کا ۔ فرہاد سے تجھ سے وہ سر انجام نہ آیا
آفات ہی اے چرخ اٹھا جاتی ہے تو نے ۔ ظالم کسی گرتے کو تجھے تھام نہ آیا
تجھ بن جو گیا باغ مین سیر آب روان کو ۔ پھر تیغ کا خاطر مین مرے کام نہ آیا
اسکا تو گلہ کیا ہے کہ بستان جہان مین ۔ مجھ تک قدح بادۂ گلفام نہ آیا

یون منھ نہ دھوا صبح کہ آگے مرے سودا
جون لالہ پر از خون جگر جام نہ آیا

نورا خذ ہنر کرنے مین دل کا مین گنوایا ۔ جون آئینہ جوہر نے تجھے عیب لگایا
جلوے ترے ہم ہین صنم بزم جہان مین ۔ گر شمع نہووے تو شب تار ہے سایا
کام آب کا ہے خاک سے بھی روشنی طبع ۔ آئینہ نے منھ گرد سے پھر عمر دھلایا
جو خاک نشین ہین نہ انھین سمجھیو کم قدر ۔ وہ دانہ ہے خرمن جسے ماٹی مین رلایا
ہے حسن مین یہ فیض کہ صحبت مین بتان کے ۔ بدخلقی جسے کہتے ہین سونا ز کھایا
صباغ خرابات جہا نئین ہون کہ جتنے ۔ نام اپنے بزرگون کا خم مے مین ڈبایا
کچھ کبر سے خاطر مین نہ لایا ہمین کوئی ۔ رتبہ کسی خاطر مین ہمارا نہ سمایا
مین تنگ ہون اتنا کہ قبیلہ مین سے کوئی ۔ میراث کے بھی لینے کو وارث نہ کہایا
رونے نے کیا حال دل اس شوخ پہ روشن ۔ سودا نے دیا عشق کا پانی سے جلایا

جام خالی سے جو ساقی نے مجھے ڈھلکایا
مین کہان تجھسے صاحب مجھے مین بھر پایا

پڑا دریا پہ جو اُس زلف سیہ کا سایا
کاٹا کالے کا بھی دیکھا ہے نہ یون لہرایا

مین بندھا تارِ نگہ کا ہی قفس مین آیا
دامِ صیاد تہِ خاک نہ مین بچھوایا

لیلۃ القدر تھی یارو جو شبِ وصل تو کیا
آخر اُس شب نے مجھے روزِ سیہ دکھلایا

سمجھے تھا مین خطرِ راہِ محبت ناصح
میری تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا

یہ تو وہ چیز سے خالی نہین اے رشکِ بہار
داغ تجھ عشق کا لالہ کے ہے یا گل کھایا

ہمسری کی مہِ تو نے جو ترے ابرو سے
بدر کر چرخ نے چہرے سے اُسے گھٹوایا

مت کر اغماض خط آنے پہ کہ نیم فاغتنمو
ناز بردار ہو تو تیرے خط رخصت لایا

رات جو رند ہوئے شیخ سے عمامہ طلب
شیخ نے کام بزرگی کے تئین فرمایا

گرچہ رویا مین ترے غم مین بہت سا لیکن
اپنے رونے کا مجھے رات تسلسل بھایا

خون کے ہر قطرے سے کہتا تھا یہی لختِ جگر
تو مژہ تک بھی نہ پہونچیگا کہ مین یہ آیا

معنی خامہ زبان کا جو مرے رنگین ہے
حسن گر دُنگی مین بندش مین نہ اُسکے پایا

بے تصنع تجھے کہتا ہون یقین کر سودا
گل جدا شاخ سے جسدم کہ ہوا مرجھایا

آنکھون سے اشک جتنا آتا تھا شب نہ آیا
زخمِ جگر نے یارو پانی مگر چرایا

ہے دادخواہ بلبل اُس جنگجو پہ یارو
تیغِ نگہ سے جسکے لوہو مین گل نہایا

عارض سے بہرہ ہو کر اُس سے ہوا ہی رسوا
لالہ نے خاندان کو داغ اپنا کیا لگایا

ہوتے جو غیر جسکے مین وارد ہوا گھر اُسکے
پت رکھی کہ اُن نے آنکھون مین ہی دھرایا

جس مغبچے سے پیالا پیتے نہ تھے ہم اُن نے
دشنے کی کھوپڑی مین پانی ہمین پلایا

رو رو کے حالِ دل کا روشن کیا ہی اُسپر
آنکھون نے آہ میرا پانی سے گھر جلایا

دل نقد جان تک اُسکو چاہے تھا مین خریدن
قیمت پہ یک نگہ کے پھر آپ ہے بکایا

صبحِ شب ملاقات ایسی ستم تھی یارو
جسکے سپیدہ دم نے روزِ سیہ دکھایا

عاشق نہین وہ جسکا ناصح اسے گریبان
سینے کے زخم پر بھی ٹانکا یہان دلایا

اب وعدہ نہین ہے کچھ سیلِ حادثہ کا
اپنا تو گھر عزیزو اک چاہ سے ڈبایا

کہتا پھرے ہے ناصح شیخی کی راہ یارو
اس بیوفا کا ملنا سودا کا مین چھڑایا

ملنا چھڑایا مجھسے دوری کی زندگی نے
محجوب ہو پھر اسکو مین نے نہ منہ دکھایا

باغ مین جسدم خرام اُس سرو قامت نے کیا
نعرۂ حق سرہ قمری نے بھر کر جی دیا

عشق مین خون جگر کھا ئیکی گر لذت نہ تھی
خضر نے حیران ہو آب زندگانی کیون پیا

سوزن و رشتہ کی بدنامی تولی پر کیا حصول
لب کسی عاشق کے زخم دل کو عیسیٰ نے سیا

صبح کو جیتا تو نکلا گھر سے مین پر کیا کہون
مر گیا تھی اک طرح کی جو رات مین تجھ بن جیا

گھر سے بلوانا تو کیسو مجکو جانے دیکھکر
وہ کبوتر بھی اوڑا لے مین نہین کہتا پیا

غش مین آجاوے ہوس دیکھے وہ چہرا اگر
اُس طلائی رنگ سا کب ہو طلا ئے کیمیا

لگئے ماٹی مین کیا کیا جامۂ زیبا اُس گھر کے بیچ
اب تلک شکل تو پڑتا ہے نقش بوریا

جاکے بازار بتان جور و جفا اب ناصحا
اپنی مین جی کی خوشی کو نقد دل دیکر لیا

کوئی میخانہ سے ناگہ شام کو گذرے جو شیخ
کیا کہون سودا جو رندون نے سلوک اُسسے کیا

کر سلام انکو کہا جلدی سے لو یارو قدم
ہین زمشتم اولیا یا از قبیل انبیا

کوئی بولے تھا کلو منہ سے انھونکی خاک پا
کوئی کہتا تھا کرو آنکھوںمین اپنے طوطیا

آخر کار اوسجگہ کیا دیکھتا ہون رات کو
وہ مقدس صورت اور ایسے بزرگ پیر یا

ڈھونڈنے جاتے ہین پیچھے پیچھے عمامہ کو آپ
اک مرید آگے چلا جاتا ہے دکھلاتا دیا

سحر جو باغ مین دلدار ایک بار آیا
نثار میوہ سے ہر نخل زیر بار آیا

نوید غنچگان موسم بہار آیا
ہر ایک تاک کو گلشن مین برگ و بار آیا

قسم نہ کھائیے ملنے کی غیر سے ہرگز
کہا نہ تم نے میان ہمکو اعتبار آیا

برنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے
جو اپنے دلپہ کسی شکل سے غبار آیا

ہماری خاک پہ گو چشم ترکسی نے نہ کی
ہمیشہ گریہ کنان ابر زار زار آیا

لگے جہان نے کیا کیا ستیزہ و جوتہ خاک
کہ گل جب آیا تو مجروح بے شمار آیا

ممانعت نے کیا تیرے شہرۂ آفاق
وگرنہ مین ترے کوچہ سے لاکھ بار آیا

خبر لے وادی مین سودا کی یون سنا ہے آج
کہ ایک شوخ کسی بے گنہ کو مار آیا

لب دل شکستگان سے کر عرض حال آیا
سنے سے لے صدا وہ چینی جبین کہ بال آیا

سینے سے مین دعا کو لایا جو شب لبون تک
کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا

ملنے کا ایکدم بھی یان ضعف دل ہے مانع
اوکتا کے اوٹھگیا وہ تب جی بحال آیا

کونین تک ملے تھی جس دل کی مجکو قیمت
قسمت کہ یک نگہ پر مین اسکو ڈال آیا

بخشش پہ دو جہان کی آئی تھی ہمت دہر
لیکن نہ یان زبان تک حرف سوال آیا

نازان نہو تو اسپر گر تجکو سنگ مین سے
گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا

ارباب فہم آگے وہ صاحب ہنر ہے
کینہ کسیکے دل سے جسکو نکال آیا

دیر خراب مین کل اک مست کی زبان پر
یہ شعر اُس جگہ سے کیا حسب حال آیا

اعمال دیکھ تیرے مے شرم سے عرق ہے
اے محتسب تجھے بھی کچھ انفعال آیا

اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سودا
خاطر پہ جب کسی کے اُس سے ملال آیا

باہر رکھون نہ بزم سے اے رشک باغ پا
جون شمع سر کے گل سے کہ دون تا نہ داغ پا

جون غنچہ رک رہا ہے دل اس باغ مین کہ یان
جز آب جو کیا نہ کسی نے فراغ پا

کر بیت مین ہماری معانے سمجھ کے دخل
ہر گھر مین دیکھ بھال کے رکھتا ہے زاغ پا

دل تفتگان کی خاک سے ہے آبلہ کا خوف
رکھتا نہین ہے کچھ وہ زراہ دماغ پا

روشندلون کا حد سے نہ بڑھکر قدم پڑے
باہر رکھے نہ سایہ سے اپنے چراغ پا

بیدست و پا نہ صاحب کیفیتون کو جان
ہے دست میکشان کا برائے ایاغ پا

پہونچا نہ وان جہانسے کہ چلکر اوٹھا نہ مین
مجکو دیے فلک نے بشکل اوجاغ پا

اس حور ساتھ عیش ہو واعظ تجھے نصیب
باغ جنان مین جسکا ہو سرا در بہ راغ پا

سودا ہے زلف یار مین گم گشتہ دل ترا
ہر گھر مین کیون رکھے ہے تو بہر سراغ پا

کیا جانے کسکی خاک ہے رکھ ہوش نقش پا
یون دھر قدم کہ تا نہ دبے دوش نقش پا

اعمال رفتگان کے مکافات کر نظر
حیران رہے ہے صورت خاموش نقش پا

کسکی سنین ہین خاک نشینان راہ عشق
گوش اپنے کر ہین اتنے کہ جون گوش نقش پا

دہشت سے ہے کہ اہل جہانسے یہ اب مجھے
افتادگی نہو دے فراموش نقش پا

کثرت سے کوے یار مین گرمی ہے یہ کہ وان
پڑتا ہے پا مین آبلہ از جوش نقش پا

گذرے وہ کیونکہ خاک سے میری کہ تا ابد
چھوڑے قدم کو اُسکے نہ آغوشِ نقشِ پا

افتادگان تک آن کے کیا لینگے راہزن
جز خاک کچھ نہین ہے در آغوشِ نقشِ پا

اے شوخ ہرزہ گردی نے تیری ہر ایک جا
خونِ جگر کیا ہے مرا نوشِ نقشِ پا

پابوس پہ رقیب عبث دے ہے جی کہ وان
کب ہے قبولِ خاطرِ پاپوشِ نقشِ پا

سودا بقولِ حضرت بیدل بکوئے دوست
خطِ جبینِ ماست ہم آغوشِ نقشِ پا

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرم نالہ اِن دنون مین بھی ہون عندلیب
مت آشیان چمن کے مرے متصل بنا

جب تیشہ کوہکن نے لیا ہاتھ تب یہ عشق
بولا کہ اپنی چھاتی پہ دھرنے کو سِل بنا

جس تیرگی سے روز ہے عشاق کا سیاہ
شاید اُسی سے چہرۂ خوبان پہ تِل بنا

لب زندگی مین کب ملے اس لب سے اے کلال
ساغر ہماری خاک کو مت کرکے گِل بنا

اپنا ہنر دکھاوینگے ہم تجکو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

سُن سُن کے عرضِ حال مرا یار نے کہا
سودا نہ باتین بیٹھ کے یان متصل بنا

سودا یہ کیا کہ یکانت اسقدر کا رونا
عالم کو اے دیوانے سب ساتھ لے ڈبونا

سر تا قدم گلا کر جبتک کرے نہ پانی
جون شمع داغِ دل سے مشکل ہے ہاتھ دھونا

جسطرح چاہتا ہے دنیا مین زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کہین نہونا

ہے وجہ آئینہ نہین ہر بار دیکھنا
کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گلزار دیکھنا

نرگس کیطرح خاک سے میری اُگی ہے چشم
تا آن کے یہ حسرتِ دیدار دیکھنا

کھینچے تو تیغ ہے حرمِ دل کے صید پر
اے عشق پر بھلا تو مجھے مار دیکھنا

ہے نقصِ جان دید ترا پر یہی ہے دھن
بچ جائے یار ہے منھ یکبار دیکھنا

اے طفلِ اشک ہے فلکِ ہشتمین یہ عرش
آگے قدم نہ رکھیو تو زنہار دیکھنا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا
میری زبان سے ہو وہی اظہار دیکھنا

ہر نقشِ پا پہ تڑپے ہے یاد و ہر ایک دل
یاں واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

کرتا تو ہے تو آن کے سودا سے اختلاط
کوئی ادھر آ گئی تو مرے یار دیکھنا

مجھ بن عجب معاش ہی سودا کا اندنون
تو بھی ٹک اسکو جاکے ستمگار دیکھنا

نے حرف دے نے حکایت وے نے شعر وے سخن
نے سیر باغ وے نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزان مین روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جاکے اُس گلی کو جہان تھا ترا گذار
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روز ہجر کو
پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

سیہ کاری ہے مانند نگین ہرچند کام اپنا
نکالا رو سفید آخر ہی اس صفحہ مین نام اپنا

حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا
رکھا محرم مین قطرے سے اس دریا مین جام اپنا

نہ پہونچے منتی عنقا کی ہستی کو مری ہرگز
کہ مین یانتک زبان سے بھی نہین سنتا ہون نام اپنا

اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجون مین
نہین گویا زبان شعلہ دو دن کسکو پیام اپنا

کہان ہے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمہ کو
کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا جن نے غلام اپنا

سنا جب انس تھا ہرنونکو صحرا بیچ مجنون سے
کیا شہری غزالونکے تئین سودا نے رام اپنا

جنھونکی نظرونمین ہم سبک ہین دیا انھین کو وقار اپنا
عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھونپہ ڈالے ہے بار اپنا

کرون سو کیا آہ ناامیدی دم ہووے کسطرح یار اپنا
نہ گھر مین رہنا ہی اسکا شیوہ نہ ساتھ پھرنا شعار اپنا

نگر ہوا آباد جسکے دل کا نہ پوچھا اُس سے تو دکھ ہمارا
یہ درد سن اس رئیس سے کہ جو لٹتے دیکھے دیار اپنا

جو دھوم آنسے تیرے خط کے اب ایک عالم مین مچ رہی ہی
چمن مین وہ شور ڈال سکتی ہی منہ تو دیکھو بہار اپنا

اثر ہمارے سخن کا ظالم نہین ہی سو ایک تیرے دل مین
وگرنہ وہ سنگ کونسا ہے نہوگا جسمین شرار اپنا

جہان تڑپتا ہی دل ہمارا کبھو تو ظالم تو وان گذر کر
کوئی بھی صیاد چھوڑتا ہی پھڑکتے بسمل شکار اپنا

جنھین نہین عقل وہ کرین ہین طلب ہوس سے کیمیا کی
جو فہم ہووے تو یہ اکسیر ہے یہ مشت غبار اپنا

ہوا نہ روز فراق مین یون کہ ایکدم بھی مین آپ مین ہون
نہ رہتے دیکھا کبھو برے وقت آپکو بھی مین یار اپنا

گران طبیعت پہ ہو گئے ہون نہ ہووے وہ بھی نصیب اپنے
خدا اُٹھائے ہمین جو ڈالین کسیکی خاطر پہ بار اپنا

بہ رنگ تاک ابند تا پھرے ہے جہان تو باغ جہان مین سودا
مین کیا کہون ہالنے آہ سیار کر کے ہین گذار اپنا

چمن نہ تنہا جنونکی غم سے ہنوز چھاتی پہ کھائے ہے گل
رکھے ہے اب تک ہزار جا سے روش بھی سینہ فگار اپنا

نہین پیکان یہ جو سر نامہ اُن نے تیر پر لکھا
اشارا قتل کا مجکو یہ کس تقصیر پر لکھا

ہوئی تبدیل ہیئت یان تلک غم سے جدائی مین
کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا

کہین ہین زلف کو سب دیکھ اُس رو کے مخطط پر
یہ لام الف وہ کیون قرآن کی تفسیر پر لکھا

بنے جی کسطرح روز ازل کاتب نے قدرت کے
ہمارا خون قاتل کی دم شمشیر پر لکھا

نہین چین جبین اے یار تجھ محراب ابرو پر
کتابہ روز اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا

اسی مضمون سے معلوم اسکی سرد مہری ہے
مرا نامہ جو اُس نے کاغذ کشمیر پر لکھا

جگہ دی نالہ دلکو تری زلف چلیپا مین
یہ مصرع کرکے موزون ہمنے اُس زنجیر پر لکھا

خدا جانے کہ اے سودا پڑھ اُسکو کیا وہ سمجھیگا
ہمین تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پر لکھا

بلبل نے جسے جاکے گلستان مین دیکھا
ہمنے اُسے ہر خار بیابان مین دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارہ مین زلیخا،
جس نور کو تو نے مہ کنعان مین دیکھا

برہم کرے جمعیت کونین جو پل مین،
لٹکا وہ تری زلف پریشان مین دیکھا

واعظ تو سنی بولے ہے جس روز کی باتین،
اُس روز کو ہمنے شب ہجران مین دیکھا

اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر
کتنا وہ مزہ تھا جو نمکدان مین دیکھا

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہین وہ
کیا جانیے تو نے اُسے کس آن مین دیکھا

والہ کو تری چشم کے آزار ہی رہا
عیسی وقت تھا تو وہ بیمار ہی رہا

چھوٹا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ
یہ مرغ دل ہمیشہ گرفتار ہی رہا

جاتی رہی ترے چمن حسن کی بہار
بلبل کے گل نظر مین وہ لے خار ہی رہا

جیسے ہوئی ہے قابل شمشیر وہ کمر
چھاتی پہ میری مرہم زنگار ہی رہا

سوکھا نہ ایک پل مرا دامان و آستین
تجھ عشق مین یہ دیدۂ خونبار ہی رہا

دیکھا ہے تجکو در پہ ترے جن نے ایکبار
پھر جبتلک جیا پس دیوار ہی رہا

اک روز ایک یار نے اُس شوخ سے کہا
سودا کے دیکھنے سے تجھے عار ہی رہا

بولا کہ تیرے حق بطرف ہے اس امر مین
جیسے ہوا وہ خلق بد اطوار ہی رہا

اتنا تو وہ برا ہے کہ چہرے کا جسکے رنگ
پھر عمر اُسکی شکل سے بیزار ہی رہا

گو گھر مین سب کیکے تو اے مہجبین رہا
پروا نہین ہمین کبھی یہ وہ دل نہین رہا
کیا فائدہ کہ در پے تحقیق ہم رہین
ملنے سے جبکہ ہم رہے پھر تو کہین رہا
اسباب دین و دنیی کب تھا خیال مین
تیرا ہی دھیان تا بدم واپسین رہا
صبر و قرار و ہوش و دل و دین فدا کیا
تسپر بھی میری جان تجھے مجھسے کین رہا

نکلا کسی ہی طرح نہ دل سے ترے حجاب
سودا سے تو تو یار سدا شرمگین رہا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا
رات جب غصہ ہو میرے پاس سے اٹھکر چلا
مین نہ چھوڑا گرچہ دامن وہ جھٹکتا ہی رہا
بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
کان کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا
تاب کسکو ہے کہ تیرے در سے آگے جا سکے
جو ترے کوچے مین آیا سر ٹپکتا ہی رہا
کونسی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر
آرزوے وصل مین یہ دل بھٹکتا ہی رہا
جسکو تین گھر سے نکالا وہ بامید طلب
ہر قدم پر راہ چلتے مین ٹھٹکتا ہی رہا
یار گھر آیا تھا پر دیکھا نہ اسکو بھر نظر
ہوش مین آون مین جبتک وہ سٹکتا ہی رہا

آج کیا سودا مین الفت کی خلش تجھسے کہون
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

مجلس سے جب ہو مست وہ رشک بتان اٹھا
محشر کا اہل بزم سے شور و فغان اوٹھا
آیا نظر جو در سے ہی اسکو مین کہین
لیکر وہ میرے قصد کو تیر و کمان اوٹھا
جو ہین قدم رکھا مین سوے باغ یا نصیب
لے بیلچہ کو ہاتھہ وہ وہین باغبان اوٹھا
مین جسکے پاس بیٹھ لگا کہنے حال دل
اپنے ہی دلکی غم کی وہ لے داستان اوٹھا
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان
آپھی اٹھے جہان سے تو گویا جہان اوٹھا
بوے وفا و رنگ محبت نہین ہے یان
یارب تو اس چمن سے مرا آشیان اوٹھا

پہونچے گی تیرے گھر ہی جو جاویگی دختِ رز
سودا بجاکے منت پیر مغان اوٹھا

تیرے کوچے سے جو ہین آپکو چلتے دیکھا
جی کسی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا
تیغ تیری کی سدا شکر ادا کرتے ہیں
لبونکو زخم کے دنرات مین ہلتے دیکھا

کیون دیا دل مین ترے طرۂ مشکین کو کہ مرغ
کہین بھی پنجۂ شاہین مین پلتے دیکھا

ڈوبے او چھلے تو بہت دیکھے ہین مین دریا کے
ڈوبا اُس چاہ ذقن کا نہ اچھلتے دیکھا

استقامت ہی عجب شے نہین جسمین لغزش
نخل کا پاؤن زمین پر نہ پھسلتے دیکھا

عیش آلودہ افسوس ہی اس جا کہ حنا
جسکو پہونچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا

فضل حق ہو تو تنزل ہی ترقی ہو جائے
قطرہ گوہر ہو صدف سے مین نکلتے دیکھا

آہ و نالہ سے مرے دل نہ پسیجے اُسکا
مین ہوا سے نہ کبھو سنگ پگھلتے دیکھا

تیغ کا زخم اُٹھا سنبھلے ہے انسان لیکن
سامنے تیر نگہ کے نہ سنبھلتے دیکھا

سوجھی تدبیر نہ تقدیر کو بہلانے کی
جب تجھے قتل پہ عاشق کے مچلتے دیکھا

اپنے منہ سے کہے نکھا کن نے سخن کو گوہر
لعل سودا ہی کو یہ ہمنے اُگلتے دیکھا

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا
پردے مین تھا آفتاب دیکھا

کیونکر نہ بکون مین ہاتھ اُسکے
یوسف کیطرح مین خواب دیکھا

کچھ مین ہی نہین ہون ایک عالم
اُسکے لیے یان خراب دیکھا

بے جرم و گناہ قتل عاشق
مذہب مین ترے ثواب دیکھا

کچھ ہووے تو ہو عدم مین راحت
ہستی مین تو ہم عذاب دیکھا

جس چشم نے مجھ طرف نظر کی
اُس چشم کو مین پرآب دیکھا

سرگردان ترے ہی عشق مین ہے
یان ہمنے جو شیخ و شاب دیکھا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ
جو اُس نے دیا جواب دیکھا

بھولا ہے وہ دل سے لطف اُسکے
سودا نے یہ جب عتاب دیکھا

ساقی چمن مین چھوڑ کے مجکو کدھر چلا
پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

گل مت سمجھو باغ مین اے عندلیب زار
غنچے کا دل دہن پہ کسیکے بکھر چلا

نشو و نما پہ تھا تو ہمارا نہال عشق
خوبونکی سرد مہری سے لیکن ٹھٹھر چلا

گرد اپنے دلمین یار سے کچھ کم ہے اندنون
آلودہ آب گرد سے تھا پہ نکھر چلا

اس بحر مین ہے درج کی حافظ شکستگی
فیصل ہوا حباب کہ جسدم اُبھر چلا

ابھی ہے یہ بہار کہ یار دبطرف باغ
زاہد گرو کلال کی دستار دھر چلا

غافل ہے اس مریض سے ظالم کہ جسکے پاس
آیا کوئی تو پونچھتا اشک اپنے گھر چلا

عالم تو مر رہا ہے ہر اک آن پر تری
تیغ و سپر یہ لیکے تو کس پر بپھر چلا

سودا کی زرد چہرے کو شوخی کی راہ سے
کہتا ہے تیرا رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

اعمال سے میں اپنے بہت بےخبر چلا
آیا تھا آہ کس لیے اور کیا میں کر چلا

ہے فکر وصل صبح تو اندوہ ہجر شام
اس روز و شب کے دھندے میں اب تو میں مر چلا

مجلس سے مجکو اٹھتے جلیسوں کے سامنے
عزت کبھو نہ دی یہ کہ پوچھے کدھر چلا

نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ ان دنوں رقیب
تھوڑے سے دم دلاسے میں کتنا ابھر چلا

چلنے کا مجھکو گھر سے ترے کچھ نہیں ہے غم
اور دل نے گو نہیں یکدو قدم پیشتر چلا

کیا اس چمن میں آکے لے جائیگا کوئی
دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا

جامہ قمار خانہ میں چیرہ ہے پیش مغ
اب کاٹوں کس کی جیب کہ دل بادہ پر چلا

بھیجا ہے وہ پیام میں اس شوخ کو کہ آج
گر خضر راہ مرگ کو پیغامبر چلا

طوفان بھرے تھا پانی جن آنکھوں کے سامنے
آج ابر انکے آگے زمین کر کے تر چلا

روکا بصد ہنر اسے ملنے سے غیر نے
لیکن ہنر پر اسکے نہ میرا ہنر چلا

سودا کہے تھا یار سے یک مو نہیں غرض
اودھر کھلی جو زلف ادھر دل بکھر چلا

سودا غزل چمن میں تو ایسی ہی کہکے لا
گل پھاڑیں سنکے جیب کو دیں بلبلان صلا

حکاک کا بھی سیر مسیحا سے کم نہیں
فیروزہ ہو وے مردہ تو دیوے ہے وہ جلا

نہیں چھوڑتا ہے اشک مرا دامن و کنار
یہ طفل بدسرشت نہ گہوارہ سے پلا

شاکی نہیں خدا سے بنی گرچہ شکل زشت
برہمن نہیں کمہار کا جی کرے گلا

غم سے خزاں کے خون جگر ہے اب اے نسیم
غنچے گلوں کے کچھ نہیں کھاتے انھیں کھلا

دبکے ہے اسقدر تو مجھے دیکھکر رقیب
چوہے کی بھانت جانے ہے نظروں سے یہ بلا

اسلوب شعر کہنے کا تیرا نہیں ہے یہ
مضمون آبرو کا ہے سودا پہ سلسلا

نگاہ مست نے ساقی کے عالم کو چھکا ڈالا
کہین مدہوش ہے شیشہ کہین ہے پھر جھومتوالا
کرے کیا دل صف مژگان ہے نے خنجر ہو نہ بھالا
کہ تیرے رو رہے ترکش دان یہان اک بے اثر نالا
بکرائے کیفی شوق اس سے تو اندازبوسے کا
ڈرون ہو نہین نہ پڑجاوے کہین اب لب پہ چھالا
نگہ قیمت کہی دل کی تو اسپر بھی گران سمجھا
جو نقد جان بکتا ہو کہین تو مجھکو دلوا لا

خریدی کچھ نہ جنس آکر ہم اس بازار مین سودا
بغل مین لیچلے ہین دل تو اک آتش کا پرکالا

ہین دشمن جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالا
جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وہ لالا
غنچے نے صراحی لی اُٹھا گل نے پیالا
کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشۂ ابرو
دیکھے جو کوئی خون گرفتہ تو نکالا
مانگا جو مین دل کو تو کہا بس یہی اک دل
جلنے ہی تو چاہے مرے کوچے سے اُٹھالا
اے غنچہ سبب کیا ہے کہ آتے ہی چمن مین
گل پھاڑے ہے دامن تو نے تُجھے کو سنبھالا
اتنا ہے تو یوسف سے مشابہ کہ عدم کے
پردے مین چھپا اُسکے تئین تجھکو نکالا
تنہا تری مژگان سے یہ دل کیونکہ بر آوے
لئے تیر ہے اُس پاس نہ خنجر ہے نہ بھالا
فتنہ ہی اُٹھاتے ہو گئی پشت فلک خم
ہرگز نہ کسی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

سودا نے تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا
تو اپنا غریب عاجز دل سینچنے والا

ملک آئین جب سے تین لوٹا
کفر و دین گبر و شیخ سے چھوٹا
موج آتش ہے سیل آنکھونکی
شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا
نہ جیا تیری چشم کا مارا
نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا
چمن دل مین عشق بویا تھا
داغ و شعلہ ہوا گل و بوٹا
گرد ہستی نے دلکو دی ہے شکست
آئینہ اس غبار سے ٹوٹا
دل یار کے ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا
اور اشکو سر بار سمجھ عشق سے لئے کوٹا
گا ہے دل خون گشتہ سوا بزم مین اپنے
شیشہ ہے گلزنگ کا ساقی سے نہ ٹوٹا
جا بیٹھئے کدھر ہاتھ سے اب چشم بتا نکی
تھا دل کا نگر اپنے سوان ترکون نے لوٹا
اسکی نگہ مست چمن پر ہے کہ سودا
غنچہ سے کھلا ہے کہ سبو بادہ کا چھوٹا

طبیعت سے فرومایہ کی شعر تر نہین ہوتا
جو آب چاہ کا قطرہ ہے وہ گوہر نہین ہوتا

ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کا آئینہ
خمیر سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہین ہوتا

نجانے عکس روا ہمین پڑا کس اہل جنت کا
کہ آب آئینہ سے لب کسو کا تر نہین ہوتا

سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم مین
ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہین ہوتا

طمع دولت کی بتیاوے تعب مت رکھ زمانے سے
مہوس تا نہ چھوٹے آگ مین مس زر نہین ہوتا

نہین لاتے زبان پر حرف مطلب سر گذار اپنا
بدست یار تا کھینچا ہوا خنجر نہین ہوتا

سراپا شکل اخگر ہے تب ہجر انسے جسم اپنا
نہین وہ پیرہن جو تن پہ خاکستر نہین ہوتا

دیا تین نقد دل نیا اب اُن خوبون نے خطرہ کیا
جو مفلس ہوا سے کچھ رہزنون سے ڈر نہین ہوتا

تلاش خضر بہر منزل مقصد نکر سودا
کوئی خود رفتگی سے راہبر بہتر نہین ہوتا

ترا دل مجھسے نہین ملتا مرا جی رہ نہین سکتا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا

ترے آگے مری آنکھون نے آنسو کیونکہ چلتے ہین
جو تو دریا سے گذرے ہے تو پانی بہہ نہین سکتا

نہ شکوہ یار کا لب تک دلا بیرانہ سر لیجا
بجا موتی ہی گذری ہے تو باقی بھی بسر لیجا

چمن آرا سے ہو کر آشنا کر برگ و بار اپنا
جہان کے باغ سے نادان بزردی مت ثمر لیجا

نہین شایان اپنی ٹال دنیا دے کے سائل کو
دگرنہ شے یہ دینے کی نہ تھی بخشے کو پر لیجا

کسوف مہر سے تارے جھلک آئے ہین اے نوخط
نہ قطرون کا عرق کے تو گمان اُس چہرہ پر لیجا

نہ قصد کعبہ ہے دلمین نہ عزم دیر بندہ ہون
اسیر دام الفت ہون جدھر چاہے اودھر لیجا

نہال آسا نہین ہے خرمی ماٹی مین غربت کے
وطن سے مشت خاک ہی دل قدم پر باندھکر لیجا

قصور ہمت گردون ہی بھیر کا یان باعث
کہ نالان دل نے مجھے دیکر نہ پولایون اثر لیجا

نہین گر نرگس شاداب اس گلشن سے قسمت مین
تو یہ بھی ارمغان اک طرح کا ہے چشم تر لیجا

یہ پیاسا موج زن دیکھے ہے دریاے کرم تیرا
ورنگ ہمین ہی کیا کہدے سبو اپنا بھی بھر لیجا

بکین گو صندلین رنگ آ کے بازار محبت مین
گنوا کر نقد دل اپنا نہ یہ تو درد سر لیجا

چراغ آ دیگا کا ہیکو کبھو گور غریبان پر
کہو سودا سے دل پر اپنے داغ ہجر دھر لیجا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا
ساقی وہ نوبہار و شراب کہن کجا

صحبت تجھے رقیب سے ہین اپنے گھر مین داغ
کیدھر پتنگ شمع کہان انجمن کجا

تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اُسے
مانند طفل اشک کے عزم وطن کجا

صد حرف آرزو ہے زبان پر مری و لے
چاہون جو تجھسے ایک کہون پر دہن کجا

عرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا
یوسف کہان مصیبت چاہ ذقن کجا

عریان تنی نے باز رکھا اُسکے رنج سے
ناصح جو چاہے جیب سیئے پیرہن کجا

خلوت سرا کو پہونچے نہ سودا کے بتکدہ
تو اور وہ جہان ہو بت و برہمن کجا

نہ دانہ ساتھ لے صیاد تین نے دام لیتا جا
چمن مین ہمسفیر و نکو مرا پیغام لیتا جا

اگر دل لیچلا جی کی خلش مت چھوڑ سینہ مین
سحر لیجا نہین سکتا تو اُسکو شام لیتا جا

نہ تھی توفیق اگر بوسہ کی تو اتنا ہی کہدیتے
جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا

اگر اے نالہ تو چاہے کہ اُسکے گوش تک پہونچے
اثر تھوڑا کہین سے کرکے قرض و دام لیتا جا

ہوا مین دلکے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے
کہا کب تھا کہ ساتھ اُسکے مرا آرام لیتا جا

خیال اُن انکھڑیونکا چھوڑ مت مرنیکے بعد از بھی
دلا آیا جو تو اس میکدے مین جام لیتا جا

جو چاہے ہے نعمتے تجکو اذیت دین نہ لے زاہد
گلی مین اُسکی اب سودا کا اکثر نام لیتا جا

قاتل کا ہاتھ ہرگز ہتھیار تک نہ پہونچا
کار شہادت اپنا تلوار تک نہ پہونچا

افسوس کام غم کا اظہار تک نہ پہونچا
یہ لخت دل بھی چشم گہربار تک نہ پہونچا

تیر ستم کو تیرے کہتا مین نوش جان ہو
منھ زخم دل کا لیکن سوفار تک نہ پہونچا

کیا گوش فہم کرے عالم مین اب کہ کوئی
خاموشی کی ہماری گفتار تک نہ پہونچا

اس مرغ ناتوان کی صیاد کچھ خبر ہے
جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک نہ پہونچا

جون غنچہ اس چمن مین تیرے مقیدونکا
راز خموشی اے دل اظہار تک نہ پہونچا

اے بخت خواب تجھسے تحفہ طریق کا ہے
یک شب ہماری چشم بیدار تک نہ پہونچا

سودا کی شاعری کا منکر نہین وہ دیکھا
آخر کو کام جسکا اقرار تک نہ پہونچا

حال دل سے ہے جبتک نہ وہ ہمراز تھا
جز دم سرد کوئی محرم اسرار نہ تھا

جو عمل چاہیے کیجے مرے دکھ دینے کا — وہ نہ کیجے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا
پیار و اشفاق و وفا مہر و محبت الطاف — دل کو جس روز لیا کونسا اقرار نہ تھا
صحبتوں کا نہ کرو غیر کے مجھ سے اخفا — کونسی شب تھی کہ میں واں پس دیوار نہ تھا

شب تری بزم میں سودا کو میں دیکھا جلتا
کچھ خموشی کے سوا اسکو سروکار نہ تھا

افسوس تم اوروں سے ملو رات کو تنہا — ہم دل کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
سینے تو ہے نہ دل ہے نہ کوئی مونس و ہمدم — کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا
باللہ اکیلا جو ملے مجھکو تو سمجھوں — پاتا نہیں میں ناصح بدذات کو تنہا
اب گوشۂ عزلت سے نکلتا نہیں اے شیخ — خلوت میں ہے کیا جانیے کس بات کو تنہا

سودا تو کبھی بزم میں رندان کے تو آ بیٹھ
کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

وہ ہم نہیں جو کریں سیر بوستان تنہا — بہشت ہو تو نہ منہ سے کہیں باغبان تنہا
کدھر کو چھوڑ گئے مجھکو ہمرہان تنہا — پھروں ہوں دشت میں جوں گرد کاروان تنہا
اگرچہ تمکو نہ چھوڑیں گے بدگمان تنہا — کرو جو بندہ نوازی تو مہربان تنہا
اکیلے آنے کی تمکو بتاؤں میں تقریب — کہو جو جاؤں ہوں میں بہر امتحان تنہا
ہوا ہے دل صف مژگان کے روبرو ہیہات — ہیں نیزہ باز ادھر اتنے یہ جوان تنہا
خبر لے حال سے مجنون کے صاحب محمل — کرے ہے آج جرس نالہ و فغان تنہا
سنا نہووے جو سودا یہ مصرع صائب — تو پوچھ خلق سے میں کیا کروں بیان تنہا
کل ایکدن میں اُسے راہ میں اکیلا دیکھ — کہا کدھر چلے اے فخر شاعران تنہا
دیا جواب دلم سیر باغ می خواہد — کہا میں ہو متبسم کہ مہربان تنہا
جو ہووے امر تو میں بھی چلوں رکاب کے بیچ — رکھے ہے لطف بھی کچھ سیر بوستان تنہا

سنا یہ مجھ سے تو کہنے لگا کہ ہیچ مگو
گرفتہ ایم اجازت ز باغبان تنہا

جب بزم میں تماشے کی وہ رشک مہ گیا تھا — آپس میں ہر پری رو منہ دیکھ رہ گیا تھا
غنچے نے حال گل کا مجھسے کہا کہ اُس سے — وہ بند پیرہن میں دیگر گرہ گیا تھا

وہ شوخ آج ہمسے نظر بن نہین ملاتا ہے
شاید سنا ہین جو کچھ محرم سے کہہ گیا تھا

کیا کیا دلا کے غیرت رکھا مین باز دلکو
ورنہ نہ سہتی باتین تیری مین سہہ گیا تھا

سودا پھر آج تیری آنکھین بھر آئیان ہین
عالم کے ڈوبنے مین کل کچھ بھی رہگیا تھا

ٹکڑے ہوے جگر کے آسو رو نہ بھلے کو
خوناب دل سے ورنہ آفاق بہ گیا تھا

جگہ تھی دلکو مرے دلمین اک زمانا تھا
مرے بھی شیشے کو اس سنگ مین ٹھکانا تھا

خرید عشق نے جس روز کی متاع چمن
جو لقد جان بڑی قیمت تو دل بیعانہ تھا

جو ذکر بعد مرے ہوگا جان نثار ون کا
کروگے یاد مجھی کو وہ اک دیوانا تھا

جو حد ریش کے رکھنے سے مین سخن پوچھا
ہر ایک بات میں زاہد کے شاخسانا تھا

بجرم نیم نگہ تھا نہ قتل سودا فرض
اجل کیواسطے یہ اُسکے اک بہانا تھا

عشق کی خلقت سے آگے مین ترا دیوانہ تھا
سنگ مین آتش تھی جب تو شمع مین پروانہ تھا

جز و کل مین فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد
ورنہ جس خرمن کو دیکھا فی الحقیقت دانہ تھا

بر سر لطف و عنایت ہمپہ جب آیا فلک
سر پہ جو تیر بلا بیٹھا سو وہ پرخانہ تھا

شب کہ مجلس بیچ وہ غارتگر سر خانہ تھا
سب تھے جو باہم آشنا ایک ایک سے بیگانہ تھا

جینے دینے کی نہین یاد اس بانکی کہ شب
نالہ اپنا وقت شب اُسکے لیے افسانہ تھا

کل تو مست اس کیفیت سے تھا کہ آتے دیر سے
پھر نظر جو مدرسہ دیکھا سو وہ میخانہ تھا

اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا

اس چمن میں جب تلک ہم نشہ ہستی مین تھے
عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا

اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ
پنجہ انکا دمبدم ڈارھی کا اُنکی شانہ تھا

اک برہمن زادہ کل کہتا تھا یون بلبل کے ہاتھ
ہم مین اور سودا مین یارو کسقدر یارانہ تھا

چشم اہل قبلہ مین آج اُن نے کی جو ان سُرمہ جا
حیف ایسا شخص جو خاکِ درِ بت خانہ تھا

عشاق تیرے سب سے بیزار تھا سو مین تھا
جگ کے خرابہ اندر اک خوار تھا سو مین تھا

داخل شہید نہین تو لو ہو نگا کے سب تھے
شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو مین تھا

سنبل کے بیچ مین دل تیرے نہ تھا کسیکا
نرگس کا ایک تیرے بیمار تھا سو مین تھا

تجھ گھر مین عرض مطلب کسکی نہ تھا زبان پر
در پر جو تیرے نقش دیوار تھا سو مین تھا

داغ محبت لے گل جب تھا ترا نہ جگ مین
داغون نے جسکا سینہ گلزار تھا سو مین تھا

گو عشق کے تمھارے عشاق اب مقر ہین
اول زبان پہ جسکے اقرار تھا سو مین تھا

تجھ عشق مین نصیحت سب یار ملتے تھے
ناصح کے پر سخن سے بیزار تھا سو مین تھا

کافر تری زبانی اکثر مین لیک جون شمع
ہر استخوان مین جسکے زنار تھا سو مین تھا

اس میکدے مین سودا ہم ہین تو کبھی نہ بہکا
سب مست و بیخبر تھے ہشیار تھا سو مین تھا

رات نالہ مین کیا یار سنا یا نہ سنا
بہکے آپ ہو کہسار سنا یا نہ سنا

قاصدا حال دل زار سنا یا نہ سنا
راست کہہ ہمسے تو آ کے یار سنا یا نہ سنا

اشک خونین سے ترے ہجر مین دامان میرا
ہو گیا تختۂ گلزار سنا یا نہ سنا

حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے
تو نے کیا جانین ستمگار سنا یا نہ سنا

باز رونے سے نہ آؤنگا مین ناصح پھر بھی
مین کہا تجھسے بتکرار سنا یا نہ سنا

حال کہنے کا مین خوگر ہون بس اپنا تجھسے
اسپہ موقوف ہے کیا یار سنا یا نہ سنا

شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا سودا
اُس سے مت کر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

بہت سے ہے بہت اس آن ہمکو کم جینا
بغیر یار نہین چاہتے ہین ہم جینا

دعا ہے کسکی قیامت کو پہونچی میری عمر
ہے روز حشر شب ہجر ایک دم جینا

کمان ناز د تار اب کہ شوخ تیرے ہاتھ
ہوا ہے صید کو مشکل سوے حرم جینا

کیا ہے خط کے تئین جب سے تیرے چہرہ پہ
ہوا ہے خلق کو مفقود یک قلم جینا

جہان مین لطف کوئی جینے سے نہین بہتر
پر آشنا کو ترے یار ہے ستم جینا

وہ فتنہ خیز ہے ظالم جہان مین ترا حسن
کہ باپ بیٹے کو مشکل پڑا ہے باہم جینا

ہمین تو غم ہی مین گذرے ہے عمر تیرے ساتھ
جنھین خوشی تھی انھین ہوتا ہے الم جینا

تلاش زیست مین اتنا نہ مر کہ ہستی کی
خبر جنھون کو ہے سمجھین ہین وہ عدم جینا

دل اپنا پھیر لیں خوبان سے تو اے سودا
کہ تا کجا بلب خشک و چشم تر جینا

کب کسی دل سوختہ سے ساز کرتی ہے حنا — اندنون ہاتھون پہ تیرے ناز کرتی ہے حنا
فی الحقیقت دست تیرے ہین ید بیضا سے خوب — تیرے ہاتھون کو کوئی ممتاز کرتی ہے حنا
مین بچا ہون گا کسی سے داد اپنے قتل کی — کس لیے تجھ ہاتھ سے پرواز کرتی ہے حنا
حسن پر اپنے نہین گل کے تئین اتنا غرور — جو ترے ہاتھون پہ یہ اب ناز کرتی ہے حنا
اسکے ہاتھون مین لگا کر جو لوٹے کیفیت — کیا کہون مین دزدی شہناز کرتی ہے حنا

قتل کر سودا کو خون اسکا چھپایا گو صنم
پر ملا عالم مین اب یہ راز کرتی ہے حنا

دیکھکر جو مر گئے ہین تیری پورون پر حنا — باندھیو ہاتھون نہین جا کر انکی گورون پر حنا
دست رنگین کی تمھارے دھوم ہے چار و طرف — اندنون آفاق مین ہے زور شورون پر حنا
یون گران ہے عہد مین اس یار فندق بند کے — ہاتھ آتی ہے جہانین اب کرورون پر حنا
یون لگا فندق تو اے مشاطہ اسکے ہاتھ مین — اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈورون پر حنا

دل ندون اسکو یہ طاقت ہی تو اب مجھ مین نہین
کیا کرون سودا ہے اسکی اب تو زورون پر حنا

کہتی ہے میر نے قتل کو یہ بے وفا حنا — پوچھ اس سے ٹک کہ ان نے ترا کیا کیا حنا
پیارے شعور چاہیے تزئین کے لیے — تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا
گر قتل کرکے خون چھپاوے ہے تو مرا — دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا
آمان قتل بیگنہان سے تو در گذر — رہتی نہین ہے ہاتھ مین پیارے سدا حنا

سودا تو پاے بوس کی حسرت مین نت لہو
لوٹے ہے اب تو ہاتھونکا اسکے مزا حنا

یان پھر اس شرم سے عیسی نے گذارا نہ کیا — چشم خوبان کے جو بیمار کا چارا نہ کیا
کس گلی دیکھ سکے ہین اسکو پکارا نہ کیا — مڑ کے ٹک دیکھنے کا ننگ گوارا نہ کیا
کسیکا دین کیا حق نے کسیکی دنیا — سب کا سب کچھ کیا پر تجکو ہمارا نہ کیا
کیا گلا ہمکو ہے اسکا کہ بچا ہاے اسنے — ملک دل یار کا کچھ ہم نے اجارا نہ کیا
آتش عشق پہ جون ہے دل بیتاب مرا — قائم النار مہوس نے بھی پارا نہ کیا
خلق پیدا ہے جہان کا کہ کیا جو اسنے — قصد اس گھر مین پھر آنیکا دوبارا نہ کیا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال
گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا

دہر باٹنے تھا متاع دو جہان لے سودا
بینوائی نے مری اُسکو اشارا نہ کیا

کہتے ہین لوگ یار کا ابرو پھڑک گیا
تیغا سا کچھ نظر مین ہماری سڑک گیا

مین کیا کرون اداے غضبناک کا بیان
بجلی سا میرے سامنے آکر کڑک گیا

نالے سے میرے گل تو ہوا چاک پیرہن
بلبل ترا جگر نہ یہ سُنکر تڑک گیا

کوئی گیا نہ خوف سے قاتل کے سامنے
مین ہی تھا اُسکے روبرو جو بیدھڑک گیا

مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو
جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا

سودا چورا چکا ہی تھا گلشن سے گل تو گل
قسمت کو اپنی کیا کہون پتا کھڑک گیا

پہلو سے میرے صبح وہ دلدار اُٹھ گیا
روز وصال کرکے شب تار اُوٹھ گیا

آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا
شاید ترا جہان سے بیمار اوٹھ گیا

لائق نہ تھا یہ سینہ ترے زخم تیغ کا
پر اسطرف بھی ہاتھ ترا یار اوٹھ گیا

بدنام تو عبث مجھے کرتا ہے ناصحا
مدت ہوئی بتون سے سروکار اوٹھ گیا

تورہ جہان مین اے گل گلزار کیا ہے غم
مجھسا جو تیرے کوچہ سے اک خار اوٹھ گیا

غیرونکو دیکھ بیٹھے ہوئے بزم مین تری
جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اوٹھ گیا

وعدے سے پھیر دینے کے دل لیگیا تھا شوخ
سودا نے جبکہ مانگا کر انکار اوٹھ گیا

نے رستم اب جہان مین نے سام رہگیا
مردونکا آسمان کے تلے نام رہگیا

ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہگیا
ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہگیا

دل ہمصفیر زلف مین صیاد کے مرا
اُس مرغ کا ہے ہد جو تہ دام رہگیا

ہون تو چراغ راہ ہنر زیر آسمان
لیکن خموش ہو کے سر شام رہگیا

اے دل ٹک اُسکے حسن مخطط کو دیکھکر
خورشید آکے تا لب بام رہگیا

ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے
چلنے کا اشک کرکے سرانجام رہگیا

بوسہ کی اُن لبون سے یہ سودا ہوس نہ رکھ
خجلسے کہ مانگ مانگ مین دشنام رہگیا

اجل نے عہد مین تیرے ہی تقدیر سے یہ پیغام کیا
ناز و تغافل پر اُسکو مجھکو کیون بدنام کیا

چمن میں آتے سنکر تجکو باد سحر یہ گھبرائی
ساغر جبتک لادین ہین لادین توڑ سبو کو جام کیا

ناگن کا اس زلف کی مجھسے نگ نہ پوچھو کیا حاصل
خواہ بھی کالی خواہ بھی پیلی بس نے اپنا کام کیا

پوجتے مجھے اس دیر کہن مین کیا پوجے ہے پتھر کو
مجھ وحشی کو سنا برہمن بتون نے اپنا رام کیا

تھا بجوانی فکر و تردد بعد از پیری پایا چین
رات تو کاٹی دکھ سکھ ہی مین صبح ہوئی آرام کیا

خاص کرون میں ہی نظارہ تو کو دید کی لذت ہے
کور کھلین یہ آنکھیں اُسدن جسدن جلوہ عام کیا

کونسا مجھسے حسن تردد عمل مین آیا تری حضور
دلکو غارت کرکے میرے جان کو کیون پیغام کیا

مہر و وفا و شرم و مروت سبھی کچھ اسمین سمجھے تھے
کیا کیا دل دیتے وقت اُسکو ہمنے خیال خام کیا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے
تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

شمع رخون سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہان نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغ شام کیا

فخر نہین اے شیخ مجھے کچھ دین مین تیرے آنیکا
راہب نے جب منھ نہ لگایا تب مین قبول اسلام کیا

سپش نہ مارے لے حاجی تو اپنی حج کی شرطون مین
حرص ہوا کو قتل اے حاجی باندھے ہین احرام کیا

ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے کبھی بھلا مینجانے کا
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

مین لجاجت دیا ہے دلکو جور و جفا کا شکوہ کیا
اُن نے کب آنے پر اُسکے قاضی کا اعلام کیا

یار کہے ہے سودا کے ملنے سے ہمکو کیا حاصل
شعر جوان نے خوب کہے آفاق مین اپنا نام کیا

سالہا ہمنے صنم نالۂ شبگیر کیا
آہ اک روز ترے دلمین نہ تاثیر کیا

قتل کر مجکو کھلے تا مری خاطر سے گرہ
مین یہ عقدہ گرو ناخن شمشیر کیا

حشر مین بھی نہ اٹھون بسکہ اذیت کھینچے
زندگانی نے دو عالم سے مجھے سیر کیا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف
ہمنے فرسودہ بہت ناخن تدبیر کیا

کیا ہی وحشت زدہ مضمون تھے جنھونکو سودا
تونے ہر مصرع موزون مین زنجیر کیا

قابو مین ہو نہین تیرے گر اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا

گر قطع ہاتھ پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

اسوقت مین جو مجھ تک پہونچو تو داد ہے
گر قصد بعد میرے تمنے کیا تو پھر کیا

ملیے اگر بتان سے ہے لطف زندگی کا
اے خضر آب حیوان تونے پیا تو پھر کیا

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا

دل مین ترے جو کوئی گھر کر گیا
سخت مہم تھی کہ وہ سر کر گیا

وہم غلط کارنے دل خوش کیا
کسپہ نجانے وہ نظر کر گیا

جا ہی بھڑا اُس صف مژگان سے یار
دل تو بڑا اسا ہی جگر کر گیا

رات ملا تھا مجھے تنہا رقیب
یار خدا کا ہی مین ڈر کر گیا

فیض تری وصف بنا گوش کا
اپنے سخن کو تو گہر کر گیا

دیکھ لی ساقی کی بھی دریا دلی
لب نہ ہمارے کبھو تر کر گیا

کیونکہ کراہون نہ شب و روز مین
درد مرے پہلو مین گھر کر گیا

نفع کو پہونچا یہ تجھے دیکے دل
جان کا اپنی مین ضرر کر گیا

اور غزل اب کوئی سودا تو کہہ
یہ تو یونہین تھی مین نظر کر گیا

قاصد اشک آکے خبر کر گیا
قتل کوئی دل کا نگر کر گیا

فائدہ اب کیا کرے تریاق وصل
زہر غم ہجر اثر کر گیا

دیکھیے واماندگی اب کیا دکھائے
قافلہ یارون کا سفر کر گیا

سیر کی یون کوچۂ ہستی کی ہم
نے مین سے جون نالہ گذر کر گیا

خاک ہماری پہ بجز نقش پا
کوئی نہ آ خاک بسر کر گیا

گریہ خجل کر نہ کہ ناصح ابھی
پاک مرے دیدۂ تر کر گیا

کیونکہ کوئی کھائے ترا اب فریب
حال مرا سبکو خبر کر گیا

مینے یہ سودا سے کہا ایک دن
غم ترا کیا سینے مین گھر کر گیا

سُنکے کہا جو کوئی آیا سو یان
سیر باندازِ دگر کر گیا

ایک جو مانند گل اس باغ سے
خرم و خندان ہو گذر کر گیا

آن کے شبنم کیطرح دوسرا
شام سے رو رو کے سحر کر گیا

کیا تجھے اب فائدہ اس ذکر سے
ہر کوئی اک طرح بسر کر گیا

پہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا — دی تھی خدا نے آنکھ پہ ناسور ہو گیا
بھٹکی پھرے ہے کب سے خدایا مری دعا — دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا
خوش ہین شکستہ بالی سے اپنی ہم اسلئے — پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا
شب آ گیا جو بزم مین پیارے تو یکبیک — چہرے سے رنگ شمع کا کافور ہو گیا
جا ہی بھڑا تھا اس صف مژگان سے دل مرا — پر زخم یہ اٹھائے کہ بس چور ہو گیا
سودا کو کہتے ہین کہ ہے اس سے مصاحبت — کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

اورونکی نسبت اندنون کچھ الگ چلا تھا وہ — دو چار جھڑکیون مین بدستور ہو گیا

نامہ کو میرے جو سوئے جانان نہ لے گیا — گویا وہ نامہ شمع کو پروانہ لے گیا
بزم بتان مین یا دل صد پارہ جو گیا — آئینہ خانہ مین نہ پری خانہ لے گیا
اس سے ہوا ہر کسکو سخن کرنے کا جو شوق — جرم نگہ پہ دل بہ جریمانہ لے گیا
دیوانے کا ترے بجہان شتیاق دید — آبادی جہان کو بویرانہ لے گیا
تقوے کا اسکے موسم گل نے کیا یہ رنگ — زاہد کو خانقہ سے میخانہ لے گیا
کیا جانے شیخ کعبہ گیا یا بسوئے دیر — اتنا تو جانتے ہین کہ پیمانہ لے گیا
ملّا یہ مست ہے کہ ہر اک طفل مکتبی — مقراض چوک سے عوض شانہ لے گیا
گذرا کبھو نہ وہم مین وہ اہل ہوش کے — دنیا سے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا
چونکین ہین تیرے بخت تو سن لکھ وہ اہل ہوش — خواب عدم مین بخت ان کا افسانہ لے گیا
پہلے قدم کے نقش پہ جسکا گرا ہے سر — گو راہ عشق مین وہی مردانہ لے گیا
زردی کا ظن کیا ہم ابنائے دہر نے — خرمن سے مور انھون کے اگر دانہ لے گیا
ظالم تری زبان نے کیا معجزہ کار تیغ — فرقت کا نام تو کبھو سودا نہ لے گیا

سودا وہ شاد ہے کہ ز الطاف دوستان
اس دور مین پناہ بہ بیگانہ لے گیا

اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا — اس دل کو کیا کہون کہ دیوانے نے کیا کیا
یانتک ستا نہ مجکو کہ رو رو کہے تو ہائے — یارو نہ تم سنا کہ فلانے نے کیا کیا

پردہ تو راز عشق سے اے یار اٹھ چکا، / کہ سود ہمسے منھ کے چھپانے نے کیا کیا
آنکھونکی رہبری نے کہون کیا مین دلکے تئین / کوچے کی اُسکے راہ بتانے نے کیا کیا
کام آئی کوہکن کی مشقت نہ عشق مین، / پتھر سے جوے شیر کے لانے نے کیا کیا
ٹک در تک اپنے آ مرے ناصح کا حال دیکھ / مین تو دیوانہ تھا پہ سیانے نے کیا کیا
چاہون مین کس طمع پہ زمانے کی دوستی / اوروںسے دوستی کے زمانے نے کیا کیا
کہتا تھا مین گلے کا ترے ہوئےگا ہار / دیکھا نہ گل کو سر پہ چڑھانے نے کیا کیا

سودا ہے بے طرح کا نشہ جام عشق مین
دیکھا کہ اُسکو منھ کے لگانے نے کیا کیا

ردیف بای موحدہ

مولیٰ کو بھی ترا کرے احیا پیام لب / عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب
جون خضر زندگی ابد ہو اُسے نصیب / یکبار دے تو جسکے تئین بھر کے جام لب
بوسے کی آرزو مین کٹی عمر بھر کبھو / اکدن ترے لبوں سے نہ پایا مین کام لب
ہم سلسلے مین بات کے اُسکی ہوئے اسیر / رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب

جبتک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو
سحبان سنے جو سودا کا شیرین کلام لب

کھولی گرہ جو غنچے کی تونے تو کیا عجب / یہ دل کھلے جو تجھسے تو ہو اے صبا عجب
گل وا و عندلیب کو پہونچا تو کیا ہوا، / فریاد کو مری ہے پہونچنا ترا عجب
فرزند اس زمانے مین کب ہو پدر سے صاف / آئینے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب
اسلام چھوڑ ہمنے کیا کفر اختیار / تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب
بالین پہ تو مرے نہ جگہ تنگ کر مسیح، / یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہونی شفا عجب
بیگانہ وار آکے نہ پوچھا کبھو ہمین / تم بھی کوئی ہو جان مری آشنا عجب

کی سیر ملک کی سودا نے بھی ولے
اے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

کر عذر میرا نہین ہے شیشہ خالی محتسب / تیغ ہے ہمین شراب پہ تگالی محتسب

کیونکہ ترک مے کرین کچھ آج کے میکش نہین
ہمنے میخانے مین آکے سدھ سنبھالی محتسب

گرسبو سے مے مرے سر پہ ہی تیرے سے مے نہین
وضع کچھ دستار کی اس سے نرالی محتسب

دخت رز کچھ ایسی ہی تیری جو تجھپر ہے حرام
ہمنے تیری ضد سے اب وہ گھر مین ڈالی محتسب

ریش کو تسمے سے بن باندھے ترے چھوڑون نہین
ہاتھ آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب

پھر جو نکلا میکدے کی راہ تو تجھے ترے
بیت یہ سکھلا لگا دونگا ڈفالی محتسب

تیرے غرانے کو سودا لاوے کب خاطر کے بیچ
تجکو وہ سمجھے ہین پشم شیر قالی محتسب

گرچہ ہون زیر خاک نالہ شبگیر نصیب
پر اسے کیا کرون یارو نہین تاثیر نصیب

جب نہ تب اسکو پڑا زلف گرہگیر سے کام
کسقدر یہ دل دیوانہ ہے زنجیر نصیب

ٹوٹے دل کو نہ بناتے ہین کسیکو دیکھا
ظاہرا دہر مین یہ گھر نہین تعمیر نصیب

کام جو خوب بھی ہو مجسے تو مانو ہو برا
کچھ تمھین دوش نہین ہون مین ہی تقصیر نصیب

جرم گر غیر کرے تو بھی معاتب ہون مین
بیگنہ دیکھا ہے مجسا کوئی تعزیر نصیب

کوئی ہے کشتۂ ابرو کوئی بیجان ز نگاہ
تیغ قسمت مین کسو کے ہے کوئی تیر نصیب

کیمیا خاک در شاہ نجف ہے سودا
حق تعالی کرے اسطرح کی اکسیر نصیب

نالہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب
راہرو باندھے ہے چلنے پہ کمر آخر شب

گر نہ تزئین کرے مقبول نظر آخر شب
گوش مین گل کے نہ شبنم ہو گہر آخر شب

سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہین ورنہ نسیم
کر سکے ہے ترے کوچے سے گذر آخر شب

مژدۂ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا
جون مہ عید کے صائم کو خبر آخر شب

دوست ہر چند ہمارا ہے موذن لیکن
دشمن خواب ہے جون مرغ سحر آخر شب

اسقدر شیفتہ ہے شکل کا اپنی کہ سدا
آئینہ ہاتھ مین مشرق کو نظر آخر شب

روکون نالیکو نہ لب پر تو کرون کیا ایدل
شام تاثیر نہ آئین نہ اثر آخر شب

انتہا عیش جہان کی جو تو دیکھا چاہے
بزم مستان پہ نگہ غور سے کر آخر شب

صورت ماہ شب بست و چہارم سودا
کچھ تو ڈھلا جلوے سے آیا وہ نظر آخر شب

ٹک خاک سے تو چھوڑ کے غافل پلنگ و خواب
آخر کو پھر یہی ہے کہ چھاتی پہ سنگ و خواب

بیداری مسجدون کی خوشا حال زاہدا
اک ہم مین رو سیہ کہ خرابات و بنگ و خواب

کیا کیا کہون جو مجھسے ترے عشق نے لیا
صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

پھولونکی سیج پر جو نہ سوئے تو کیا ہوا
یہ عیش ہے کہ تو ہو بغل بیچ ننگ و خواب

گھائل کی تجھ نگہ کی لگی کسطرح سے آنکھ
تجھ بھی ہے ربط عشق کا ظالم خدنگ و خواب

کیا کیا لڑائیان تھین سر سونے مین اب بہم
جاگینگے بخت پھر بھی کہ ہووینگے جنگ و خواب

کسنے چمن مین آنکھے آنکھین لڑا ئیان
نرگس کا اُڑ گیا ہے مری طرح رنگ و خواب

جھولے کے پینگ بن نہین آتی ہے اسکو نیند
یکجا کرے ہے شوخ ہمارا شلنگ و خواب

ٹوٹا وضو شیخ تو جو بر وسکے انکی نیند
اُچٹی تو یہ کہا کہ صدائے تفنگ و خواب

دے مت شکست خواب دل سخت کو فلک
پائے طلب کو دے عوض اسکے تو لنگ و خواب

بیخوابی سے ہے سیر سے جو شاکی وہ شمعرو
یارو کہو یہ اُس سے کہ نادان پتنگ و خواب

سلطہ نیند چاہتا ہے سوون زیر آسمان
سودا یہ کچھ شعور ہے کام نہنگ و خواب

مجھ اشک مین جون ابر اثر ہوئیگا یارب
قطرہ کبھی مرا بھی گہر ہوئیگا یارب

آوارہ ہے اتنا کہ مین جاتا ہون جب اُس پاس
رہتا ہے یہی سوچ کہ گھر ہوئیگا یارب

گذرے ہے شب و روز اسی فکر مین مجھکو
کیا جانیے اسوقت کدھر ہوئیگا یارب

آخر تو پھرے ہے وہ سدا خانہ بخانہ
ایدھر بھی کبھو اسکا گذر ہوئیگا یارب

کہتے ہی کٹتی ہے مجھے ہجر کی ہر شب
اب پھر بھی کبھی وقت سحر ہوئیگا یارب

نالے سے مرے بہ گئے کہسار ہو پانی
اُسکے کبھو دل مین بھی اثر ہوئیگا یارب

دلکو تو نہ کر اُسکے گرفتار کسیکا
اسمین ترے سودا کا ضرر ہوئیگا یارب

ہمیشہ ہے مری چشم پر آب در تہ آب
سوائے اسکے نہ دیکھا حباب در تہ آب

تو اپنا رخ عرقناک آئینے مین دیکھ
کہ گل سمیت ہے پیارے گلاب در تہ آب

سخن کی جستی درستی ہے بحر معنی مین
کہین گہر ہے کہین ہے سراب در تہ آب

گئی ہے سر سے گذر موج اشک آنکھون کی
مجھے بہے لے گئی خانہ خراب در تہ آب

گرہ جو تو لب دریا پہ زلف سے کھولے
رواں ہو موج ز شرم و حجاب در تہ آب

دلیل ہے تری شب بے نقاب پھرنے کی
چھپے ہے شرم سے جا آفتاب در تہ آب

جو دیکھے مرغ ہوا کو وہ دام میں تیرے
تو ہووے رشک سے ماہی کباب در تہ آب

نکل کنارے پہ جھاڑے غبار دامن سے
غریق بولے جو یا بوتراب در تہ آب

جبین صاف دلوں پہ کہاں غبار ملال
رکھا ہے ریگ کو دریا نے داب در تہ آب

تو نفع بے ضرر اس بحر بیکراں میں نہ ڈھونڈھ
اگر ہے پہلو میں دُرِ خوشاب در تہ آب

اگر نہ چرخ دنی ہو تو کر یقین سودا
گہر ہو بر کف دریا حباب در تہ آب

کیا تاب ہے جو منھ پہ ترے آوے آفتاب
دیکھے تو بھر نگاہ تو جل جاوے آفتاب

دیکھے جو منھ ترا تو یہ کہتا ہے شرم سے
یارب پھٹے زمین تو سما جاوے آفتاب

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہو گئے کو لٹنے گلشن خراب

فصل گل ہے لیک گلگشت چمن کی کس کو تاب
مست ناز اپنے میں ساقی ہیں سبہ مست شراب

بہ گئے پانی ہو سب اعضا مری آنکھوں کی راہ
پیرہن میں ایک دم باقی ہے مانند حباب

نہ جاوے سر سے مرے تا ابد ہوائے شراب
برنگ درد تہ خم ہوں خاک پائے شراب

اٹھا نہ سکے ارض و سما کے پردے کو
نگہ کے آگے سے میرے کوئی سوائے شراب

ردیف التاء

دوا بہت ہے جو دے سر کو سنگ و خشت شکست
نہ ہو وہ روز کہ پہونچے ز بخت زشت شکست

نکر وہ کام دل دیندار و کافر سے
کہ پہونچے تا بدر کعبہ و کنشت شکست

وہ دکھ نہیں جو تجھے کوے یار کا کانٹا
نپائے پاؤں میں خار گل بہشت شکست

شکستہ دل نہ رہوں کس طرح کہ عاشق کے
بسان زلف بتاں رکھتی ہے سرشت شکست

جو پوچھا حال یہ کچھ آج سے نہیں عشاق
ازل سے رکھتے ہیں عاشق پہ سرنوشت شکست

بیاں کیا کروں میں تیری نشست گوئی کا
یہ دل ہے وہ کہ جسے دیوے ایک مشت شکست

غزل یہ سودا تری سن کے رنج ہوئے شاعر
کہ جوں ملے شہ شطرنج کو زگشت شکست

فندقی انگشت سے کیا کر رہا ہے رنگ دست
نظرون مین عشاق کے ہے دستہ اورنگ دست

کیسی ہی دولت ہو گو عاشق یہ ہے وہ تنگدست
یار کی گردن سے جب بچا ہے سو فرسنگ دست

یان نگین لعل کی انگشتری ہے کسکو طمع
فقر کا ہرگز نہین آتا ہے زیر سنگ دست

شانہ پہونچے زلف تک اسکے رہے محرم تو
کاٹ ڈالون تجکو مین اے نارسا بے ڈھنگ دست

کیا دیا ان نے کسیکو آسمان ہے جسکا نام
اس دنی کے سامنے پھیلا نہ اے بے ننگ دست

گر خدا توفیق دے کچھ دے نہ لڑ سائل سے تو
کب کیا ہے خلق تیرا حق لے پھر جنگ دست

چھوڑ دے دنیا کو جو کوئی بزیر آسمان
ہمت حاتم کا پہونچے اسکے کب پاسنگ دست

نقش پائے شاہ مردان ہے منور اسقدر
جسکو سودا دیکھکر خورشید کا ہو دنگ دست

لاگے ہے کسکے منہ پہ بایں زور پشت دست
باندھے پھرے ہے آج وہ مغرور پشت دست

پیدا ہو کیونکہ قرب قدمبوس مجھکو آہ
جنبش مین دیکھتا ہون مین از دور پشت دست

کس کس طرح کی جنبش کو دل کی بنا بنا
جب لیگیا ہون مین تو بدستور پشت دست

سن رکھ کہ تیرے بازوے ہمت سے اے فلک
ہے فقر کا مرے کہین پر زور پشت دست

شہرہ اگر رکھے ہے کف جود خلق مین
اس سے زیادہ اپنے ہی مشہور پشت دست

گت سو طرح کی گردے ہے جس آن زاہدا
رکھ گال پر چلے ہے ترا پور پشت دست

یا جام مے وہ دست دے یا پیالہ زہر کا
لانا کسی پہ یان نہین مقدور پشت دست

ہر صبح وہ ہنسے ہے رخ آفتاب پر
دیکھی ہے جن نے یار کی پر نور پشت دست

کوچے مین تب تو عشق کے سودا قدم تو رکھ
بھر عمر کاٹنی ہو جو منظور پشت دست

ہوئے ہین غنچہ سنکے دل بیقرار تیرے ہات
گئی گلو کی چمن سے بہار تیرے ہات

خزان سے پوچھیے ہر دردوسکے آج یون بلبل
لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دل رمیدہ مرا ایک جانے اے صیاد
تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات

جنھون کے نور بصر تو نے کھو دیے اے غم
وہ کیونکہ روئین نہ اب زار زار تیرے ہات

تمام عمر مری اس چمن مین جون نرگس
مندی نہ چشم تک اے انتظار تیرے ہات

نہین کچھ اور دکھا اسوقت اے ستم ناصح
ہین اب جب دونون ہون بے اختیار تیرے ہات

خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجران
جلے ہے سودا کا دل شمع وار تیرے ہات

دین و کفر آنکھون نے تیری کر دیا اے یار مست
صاحب تسبیح مست و صاحب زنار مست

چشم و ابرو کو ترے یون دیکھکر کہتی ہے خلق
تل رہے ہین کھینچ کر آپس مین دو تلوار مست

جام گل نے کھو دیا ہے باغبان کا ابکی ہوش
نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست

چاہتی ہین خون دل یون ہر دم آنکھین تری
بادۂ گلرنگ کو مانگین ہین جون ہر بار مست

چشم سے گوشے کے آنیکا اشارا کر گیا
بات وہ ثابت نہین جسکا کرے اقرار مست

ہوش مجکو تا دم محشر نہ آوے گا طبیب
ہو گیا ہون مین بیاد نرگس بیمار مست

سچ تو کہ کس میکدے میں آج سودا پی ہے مے
دیکھکر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

ہستی کو تری بس ہے اک گل کی اشارت
کافی ہے مرے نالے کو بلبل کی اشارت

فتوی طلب اے یار نہ قاضی سے کر دین
توبہ شکنی کو ہے مرے مل کی اشارت

تل بیٹھ مری آنکھون مین ہے ساعت نیک آج
یہ چشم تراز دہین ترے تل کی اشارت

ہے باعث جمعیت دل ایک جہان کی
اے شوخ پریشانی کاکل کی اشارت

تقوے کے نہین بار سے قد خم ترا اے شیخ
اک خلق مین مشہور ہے اس مل کی اشارت

یاد آئی تری زلف نہ مجکو جو چمن مین
دے تاب مرے دلکو نہ سنبل کی اشارت

عشاق کو تجھ چشم کے حاجت نہین مے کی
بیہوش کرے سودا کو قلقل کی اشارت

نامے کا اپنے چمن مین جو کرون ساز درست
کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز درست

سرو گلشن کو قد یار سے نسبت کیا ہے
قامت اسکے مین قیامت کا ہی انداز درست

آجتک عیسی سے عاشق نہ کوئی مر کے جیا
کام کرتا ہے یہ معشوق کا اعجاز درست

اورونکا ناز جو دیکھا تو یہ بدخلقی ہے
ناز سمجھا جو کرے تب تو ہے وہ ناز درست

ڈرتے ڈرتے جو کہا مین کہ ترا عاشق ہون
قہقہہ مار لگا کہنے وہ طناز درست

وعدۂ وصل سے تیرے نہین دلکو تسکین
قول کہتے ہین کوئی تجھسے دغاباز درست

مغ نے دی پگڑی یہ زاہد کے تجھے قرض سنا
کام سودا ہی کا ہوتا ہے خدا ساز درست

بزم غم خون جگر پر مرے مہمان تھی رات
آہ سرگرم مرے شمع شبستان تھی رات

دیکھیے آج کہ کس طرح سے گذرے ہم پر
دن ہے محشر کی تو کل دست و گریبان تھی رات

قطرے اس چہرے پہ شب یوں تھے عرق کے گویا
جائے شبنم بگلستان گہر افشان تھی رات

گریۂ صبح سوا چشم کسو نے نہ دھوئی
اشک خونین سے مژہ پنجۂ مرجان تھی رات

گذری یوں مارتے اسطرح کہ جیسے شب وصل
بیخودی اپنی عجب بر سر احسان تھی رات

شب جو دیکھا میں تجھے آئینہ خانہ میں یار
گویا اس گھر میں پر از ماہ جبینان تھی رات

دن تو نظروں میں شب تیرہ تھا میرے تجھ بن
محفل غیر میں خورشید درخشان تھی رات

ہو کے مایوس شفا شب یہ کہے تھا سودا
شمع بالین بھی سن اس حرف کو گریان تھی رات

لاکھ تدبیر طبیبوں نے مری کی افسوس
درد ہجران کے لیے وصل کی درمان تھی رات

عشق اپنے کی فلک نے جہاں میں نہ پائی بات
اس پیٹ میں نہ اتنی سی یارو سمائی بات

صورت تلی دلی کی زبانکو کر دے گئے کیا
گو ہم سے تم نے صحبت شب کی چھپائی بات

کوتہ ہوا تھا قصۂ خط آنے سے یار کے
کھلوا کے ہم نے زلف کو ناحق بڑھائی بات

غماز سے نہ یار کا خس پوش ہو گلا
شعلہ زبان دراز ہے اسکی لگائی بات

کیا جانیے یہ کس گل و بلبل کا راز ہے
غنچہ کی رک رہی ہے دہن پر جو آئی بات

فرماؤ گے جو تم تو اٹھا لونگا میں پہاڑ
پر غیر کی نجائیگی مجھسے اٹھائی بات

چھپنے کی عشق کی نہ بنی بات ہیش یار
سو طرح سے میں سامنے اسکے بنائی بات

خوبی بدی سے دہر کے کچھ یاد انہیں
کرتب سے نے دلگی جیسے مری بھلائی بات

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھسے پوچھ
اپنی نہ کہہ سکا تو کہوں کیا پرائی بات

کل میں کہا تھا یار سے تھے وہ ہی خوبرو
پر اک سے اختلاط کی جنبش نہ بھائی بات

سودا بریدہ ہو یہ زبان جسکی رو سے آج
میری ہی خصم جان ہوئی میری تبائی بات

ہندو ہیں بت پرست مسلمان خدا پرست
پوجوں میں اس کسیکو جو ہو آشنا پرست

اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ
معدوم ہے جہان سے چشم حیا پرست

دیکھا ہے سب نے رنگ کفک تیرے پانوں میں
آتش کو چھوڑ گبر ہوئے ہیں حنا پرست

چاہے کہ عکس روست یہ ہے تجھ مین جلوہ گر / آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست

آوارگی سے خوش ہون اتنا کہ بعد مرگ / ہر ذرہ میری خاک کا ہوگا ہوا پرست

خاک فنا کو تاکہ پرستش تو کر سکے / جون خضر مت کہا یو آب بقا پرست

سودا سے شخص کے تئین آزردہ کیجیے / اے خود پرست حیف نہین تو وفا پرست

بنگ پی ہنگ خیال اسکا ہے افلاک پرست / زاہدا پینک افیون سے نہو خاک پرست

کنہ مین جلوۂ خوبی کی تری ہے شب و روز / شکل آئینہ کے حیران دل دراک پرست

دختر رز کے تو ہم بندۂ موروثی ہین / مے پرستی سے کہین آگے تھے ہم تاک پرست

صد لب تشنہ ہو اس قلزم خون کا اپنے / وقت جولان جو نہووے ترا فتراک پرست

گبر آتش کے تئین پوجے ہے آتش خس و خار / مین پرستش کرون تیری تو ہوسناک پرست

قطرۂ اشک مرا گر کے زمین پر ہو تلف / چرخ سر سبز کرے دانہ جو ہو خاک پرست

کر رکھا ہے کلس گنبد دستار اد سے / شیخ جی آپ ہین کس مرتبہ مسواک پرست

واعظا دیکھیو بولا تو اگر سودا سے / بے طرح کا ہے یہ کافر بت بیباک پرست

نظر آجاے ہے جیسی کہ ہندوستائین صورت / کبھو کاہیکو خلق ایسی ہوئی کنعائین صورت

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے / یہ از یوسف نظر آویگی ہر انسائین صورت

چمن مین شور ہے تجھ جامہ زیبی کا ہر اک گل کے / نظر آتی ہے چاک جیب کے دامائین صورت

ترا دل کیون نہ میرے خون کا پیاسا ہو لے ظالم / ملی ہے اسکو تیرے تیر کی پیکان مین صورت

سمجھتا لیکھ ہر پتھر کی نادان نقش شیرین کا / بنانے کیون گیا فرہاد کوہستائین صورت

گذر کرنیکا میری خاک پر کیون عہد کرتا ہے / نہیں ایفاے وعدہ کا ترے پیمائین صورت

زمانے کو بھلا سودا کوئی کسطرح پہچانے / کہ اس عالم کی کچھ سے کچھ ہے ہر آن مین صورت

دیکھے بلبل جو یار کی صورت / پھر نہ دیکھے بہار کی صورت

برق دیکھی ہو جسنے سو جانے / مجھ دل بے قرار کی صورت

دل تڑپتا ہے دیکھنے کو مرا / خنجر آبدار کی صورت

جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے / مجھ دل داغدار کی صورت

کیون نہ سودا ہو بلبلون کا دل
دیکھے بن لالہ زار کی صورت

یا نے ہے کسے واقف اسرار محبت / پوچھے نہ خدائی کو پرستار محبت
آتش ہے تری گرمی بازار محبت / کیا لیگا بجز داغ خریدار محبت
کیون مجکو نہ مارا غم دوری نے ترے آہ / کس منھ سے کرونگا مین پھر اظہار محبت
کرتے ہین اسیر قفس و دام بھی فریاد / لے سکتے نہین سانس گرفتار محبت
کیونکر نہ کرا ہے بھلا وہ ناصح بیدرد / جس دل مین کھٹکتا ہو پڑا خار محبت
دعوی مری صحت پہ مسیحا کو غلط ہے / بچتے ہی نہ دیکھا کوئی بیمار محبت
قاصر ہے زبان شکر مین قاتل کی ہمارے / کیا سہج مین آسان کی دشوار محبت
ہر جرم کو ہے عفو ترے عہد مین ظالم / گردن زدنی ہے سو گنہگار محبت
باتون سے کچھ اپنی نہین تیر اگلہ منظور / شکوے سے مزا دیتی ہی گفتار محبت
ٹک سادہ دلی پر تو مرے رحم کرا ے یار / ہون تجھ سے ستمگر سے طلبگار محبت
روتی تھی مرے حال پہ سپہری افلاک / جس روز کیا تجھ سے مین اقرار محبت
ہر خار سے الجھا ہے مرا دامن پرواز / ہون رشتہ بپا بلبل گلزار محبت

دل طوطی خط کو نہ دے اس شوخ کے سودا
کھاویگا اس آئینے کو زنگار محبت

جب تک ہے جہان مین گل گلزار سلامت / یارب رہے وہ گوشۂ دستار سلامت
سرسبز ہوا باغ ترے حسن کا خط سے / گرد رخ آئینۂ زنگار سلامت

ردیف ثاء مثلثہ

آگہ کی تجھے کب ہے سطح یار بحث / کرتا ہو مست بادہ سے جون ہوشیار بحث
زاہد نہین ہے اپنی تجھے پاس آبرو / رندون سے تو کرے ہے جو وقت خمار بحث
واعظ کسے دماغ ہے تکذیب کا تری / تو ہی سکے ہے سچ نہین اپنا شعار بحث
مارے نہ کیون طمانچہ صبا منھ پہ اسکے صبح / غنچے نے تجھ دہن سے کیا ہے گلعذار بحث

سودا خموش ہرزہ درا اُنکے سامنے
طوطی کو زاغ سے ہے بہت ناگوار بحث

جسکے خط آ ترے تو اُس سے دل لگانا ہے عبث
سیر کو وقت خزان گلشن مین جانا ہے عبث

پوچھتے کیا ہو کہ شب کسطرح گذری مجھ بغیر
گذری سو گذری جو کچھ اُسکا فسانا ہے عبث

ابر مین اے یار رہ سکتا ہے کتنا آفتاب
چہرے کو تیرے نقاب اندر چھپانا ہے عبث

کارگر ہوگا ترا افسون یہ یاد رہے تجھے
اس پری پر اے دل وحشی دِوانا ہے عبث

یاد کسکو رحم جی مین کب داغ و دل کہان
یان نہ آئیگا مرے صاحب بہانا ہے عبث

ناصحا داغ جگر جون شمع پہونچا تا قدم
جل چکا جب کچھ آتش کا بجھانا ہے عبث

کعبۂ دل کی حقیقت کو پہونچ اے شیخنا
خانقاہ و مدرسہ تیرا ٹھکانا ہے عبث

بوسہ کیا مانگے ہے اس تبے با این ریش سفید
زاہدا نزدیک آتش پنبہ لانا ہے عبث

غیرت سے اے سودا نہین ہے مقتضی اسباب کی
جی کی دوری مین پھر اُسکو منہہ دکھانا ہے عبث

ردیف جیم فارسی

رہتے تھے ہم تو شاد نہایت عدم کے بیچ
اس زندگی نے لاکے پھنسایا ہے غم کے بیچ

تجھ بن مرا گلا ہے تہ خنجر اجل
ظالم پہونچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ

دل گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ
صید حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ

گرمی لگی ہے تجکو تو اے یار آکے بیٹھ
خسخانے کی ہوا ہے مری چشم نم کے بیچ

آیا نظر جو سودا کو جام شراب مین
دیکھا نہ وہ کسو نے کبھو جام جم کے بیچ

سودا گرفتہ دل کو نہ لا و سخن کے بیچ
جون غنچہ سو زبان ہے اُسکی دہن کے بیچ

پانی ہو بہہ گئے مرے اعضا نین کی راہ
باقی ہے جون حباب نفس پیرہن کے بیچ

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آکر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ

وہ خار سرخرو نہین اہل جنون کے پاس
پابوس کو مرے جو نہ پہونچا ہو بن کے بیچ

کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں رو
دیا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

آتشکدے مین دیکھ کہ شعلہ ہے بیقرار
آرام دل جنون کو نہین ہے وطن کے بیچ

بعد از شباب ہون تری انکھیان پُر بادہ مست
ہوتا ہے زور کیف شراب کہن کے بیچ

دیتا ہے مشک تجکو مرے خون دل کی بو
پہونچی شمیم زلف کیسکی ختن کے بیچ

سودا نے اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہون
ایسی کی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

نے چشم نہ ابرو نہ کرشمہ نہ ادا ہیچ
مہ گیند ہے بازی کی ترے اسکے سوا ہیچ

سیر چمن عمر جو کی ہمنے تو کیا ہیچ
رنگین ہے جوانی کا گل اسمین سو بقا ہیچ

شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہو اک آواز
عاشق ہی کا وہ دل ہی کہ ٹوٹے تو صدا ہیچ

اسباب جہان دل نے کیا جب نظر انداز
پوچھا جو مین کیا دیکھے ہے دیوانے کہا ہیچ

ناصح تو نہین چاشنی درد سے آگاہ
بے عشق تہان جینے کی لذت بخدا ہیچ

اس جامہ پہ اتنا نہ اچھل بلبلے کیطرح
جامہ یہ ترا لوح ہے تو غیر ہوا ہیچ

مانی نہ بندھے گا کبھو نقش اسکی کمر کا
فرسودہ نہ کر خامہ کو بیفائدہ کیا ہیچ

کیا قافلہ عمر سبکرو ہے کہ جس مین
چپ ہے جو سنے سامعہ آواز درا ہیچ

شاہان سے سوال اپنا رعونت شکنی ہی
کونین تلک ورنہ ہے پیش فقرا ہیچ

ہم شیخ کی سنتے تھے مرید ہے بزرگی
دیکھا جو انھین جا کے تو عمامہ سوا ہیچ

دل دے ہی گواہی کہ ہے اس ناقہ مین لیلا
مجنون تو خبر لے نہین آواز درا ہیچ

سودا سے کہا مین کہ ترے شہر کو سنکر
دیکھا جو تجھے آکے تو اے بے سر و پا ہیچ

بولا کہ تجھے یاد ہے وہ مصرع بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

جان عشاق کی سے چھوڑے یہ کر پیار کے بیچ
دل سمجھتا نہین تو اس بت عیار کے بیچ

دلکو تو کھینچ لیا تار کمند کاکل
جان کے پیچھے پڑے اب تری تلوار کے بیچ

کسطرح آنکھین لگاتی ہے مرے گلرو سے
باغبان دیکھ تو اس نرگس بیمار کے بیچ

عشق پیچے کی گیا سیر کو آخر وہ صنم
باغبان اپنی نظر مین ہین یہ گلزار کے بیچ

سجہ گردانی پہ سودا کے تو مت جا اے شیخ
دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے بیچ

یارو ہین کیا عہد اسے مانیو تم سچ
پھر دل نہ کہین دون اگر اکی رہے جی بیچ

جلنے کی تو کچھ تسکل نظراب نہین آتی
دان پرورش جور وجفا لینے کی یان تیج

ڈوبا ہے شفق بیچ صنم پنجۂ خورشید
یا مہندی کا ہاتھون پہ ترے رنگ رہا رچ

ایام جدائی کی مصیبت سو کہون کیا
پھر رات قیامت ہے جو دن کاٹیے مر پچ

جاویگی چلی بوئے گل اس باغ سے عریان
گو غنچہ پھرے رخت سے لپٹے کو بچا پیچ

گالی نہین سنے بوسہ مرے دلپہ گوارا
چھوڑا کوئی کھاتا ہے تو میٹھے ہی کی لالچ

شیخ اٹھکے جو شب کھا گئے چوریسے مہیلا
پھرتے ہین مرید انکے پڑے ڈھونڈتے گھر بیچ

ہوتی نہین کچھ دلکو غذا اندنون تحلیل
ناصح کو یہ رونا ہے سو غم کھائیگا ان بیچ

ہر بیت رکھے ہے یہ غزل ایسی ہی مضبوط
سودا کوئی جون ریختے کے گھر پہ کسے رچ

ردیف حاء مہملہ

تجھ بن بہت ہی کٹتی ہیں اوقات بے طرح
جون تون کہ دن تو کٹ گئے ہے پر رات بیطرح

ہوتی ہے ایک طرح سے ہر کام کی جزا
اعمال عشق کے ہین مکافات بے طرح

بلبل کر اس چمن مین سمجھکر ٹک آشیان
صیاد لگ رہا ہے تری گھات بے طرح

پوچھا پیامبر سے جو مین یار کا جواب
کہنے لگا خموش کہ ہے بات بیطرح

ملنے نہ دینگے ہم سے تجھے اکدم رقیب
پیچھے لگا پھرے ہے یہ بد ذات بیطرح

کوئی ہی مو رہے تو رہے آپین شیخ جی
داڑھی پڑی ہے شانے کے اب ہاتھ بیطرح

سودا نہ مل کر اپنی تو اب زندگی پہ رحم
ہے اس جوان کی طرز ملاقات بیطرح

شمع مین ہر چند ہے سر سے گذر جانیکی طرح
کھب گئی لیکن ہمارے دلمین پروانے کی طرح

یا تبسم یا نگہ یا وعدہ یا گالی ہے پیام
کچھ بھی لے خانہ خراب اس کے لئے سمجھانے کی طرح

بلبلونکو دون ہون دیوان فغانی کا مین درس
ورنہ گلشن مین ہے میرے کونسی جانیکی طرح

تجھ بن آنکھونسے مری مردم ہوئے صحرا نشین
سیل سے مجھ اشک کے ہر گھر ہے ویرانے کی طرح

کالکھ پیٹے ہے ناگن تب اثر کرتا ہے زہر
سیکھی زلفوں نے تری ان نے بل کھانیکی طرح

گھر کیا اپنا بتان نے دلکو میرے دے شکست
توڑ کر کعبہ بناتے ہین یہ بتخانے کی طرح

جائے گل توڑے ہے گلچین باغبان اب بہ گل
کچھ نظر آتی ہے اے سودا بہار آنیکی طرح

آہ کس سر مین قمری ہے قد یار کیطرح
نالہ کرتی ہے تو میرے دل افگار کیطرح

طفل کنجشک کا بھی دیکھا کبھو ربط بہم
دل ہے میرے بھی اس شوخ کی ہے پیار کیطرح

نہ بندھی قصد پر کاہ تلک ہم سے کمر
تیغ اگر جز و بدن اپنی ہو کہسار کیطرح

تجھ فروتن کی ہے جون نقش نگین بات پسند
گو بظاہر نہو سیدھی مری گفتار کیطرح

دیکھتا ہو نہین تری بزم مین ہر ایک کا منہ
طلب رحم کی نظر سے گنہگار کی طرح

ڈالی بازار جو سودا نے متاع دل کو
لٹ گئی دیکھتے ہی جنس خریدار کیطرح

لطف نشاط بادہ و حسن ظہور صبح
ملکر ہوا ہے خلق دو جان سرور صبح

لہرائی ہے نسیم سحر کیا ہے ساقیا
گویا ہے موج بادہ بجام بلور صبح

حلقہ مین اسکی زلف کے عارض پہ کر نظر
جو شب مین رہگیا ہو گرہ کھا کے نور صبح

گذرے ہے چشم تر سے مری یون وہ سیم تن
جیسے کنار بحر سے ہوئے عبور صبح

آویزہ گہر ہے بنا گوش یار مین
یا سرنگون ہے اسکے مقابل غرور صبح

خاکستر اپنے سوختہ دل کی صبا کے ہاتھ
تحفہ تری گلی کو ہے بھیجا حضور صبح

سودا کہون مین یار سے کیا جسکے سامنے
اڑ جائین ہین حواس برنگ طیور صبح

ردیف خاء معجمہ

نہ دیجے دل کہین یارو بزیر نیلین کاخ
ہین دلبران جہان بہر مرغ دل طباخ

کسی سے ہو نہ علاج رہ اذیت دہر
کہ بند ہو نہ سکے منہ پہ موش کے سوراخ

کریم وہ تیواضع کریم جو کرتے ہین
ثمر نہ پھیر کے دے جیسے جو پرثمر ہو شاخ

جگہ حرم مین نہ راہب کو شیخ کو نہ بہ دیر
ہین جیسے خانہ مشرب کے کسقدر فراخ

سخن انھون کا جہانین قبول دلہا ہے
سخن نہ کر سخن مقبلان مین ہو گستاخ

مین مرغ معنی کا اپنے ہون پوست کن سودا
جو شاہباز ہین کب یہ پھینکے ہون سلاخ

یہ بات ہو سکے زلف اُسکی سے کہان گستاخ
نسیم و شانہ مگر ہو تو ہو وے وان گستاخ

چمن کی سیر مین اُسکو اگر سنے دم صبح
چلے بجاے صبا سوے بوستان گستاخ

ضرور ہے ادب خفتگان خاک اے یار
قدم زمین پہ نہ رکھ زیر آسمان گستاخ

ادب سے چل نہ چل آگے وزیر و سلطان کے
قدم نہ رکھیو کبھو سمنے مقبلان گستاخ

سمجھ کے تک کوے میخانہ سے گذر زاہد
کہ رند ہوتے ہین اکثر بزاہدان گستاخ

اُسے بہت در منعم سے اخذ مشکل ہے
مزاج جسکے ہو غیور حاجبان گستاخ

تو بادشاہ گدا مین سوال نا معقول
کھڑے کھڑے نہ گدا ہون بخسروان گستاخ

کچھ اُسکی بے ادبی کا گلہ نہین مجھکو
نظارہ باز و نشے ہوتے ہین مہوشان گستاخ

نجانیو کبھو لے شیخ بزم خوبان مین
کہ تو وقار طلب اُنکی ہے زبان گستاخ

نہین مراسخن طبع زاد اے سودا
کسی بزرگ کیخدمت مین درجہان گستاخ

مگر انھون سے کئی ہرزہ گو جو ہین ورنہ
یہ ریختا ہے پسر ہو بمردمان گستاخ

ردیف دال مہملہ

اشک کو کب ہے شناسا سے گہر سے پیوند
صاحب درد کی رکھتا ہے نظر سے پیوند

نسبت معنوی لازم ہے دو مصرع مین بہم
شاخ آہو سے نہو شاخ شجر سے پیوند

ہو نہین شرمندہ ناصح کہ گریبان کو مرے
شام آتی ہے اُسے کرنے سحر سے پیوند

واے اُس دل پہ دلو نہین ہے کہ جسکی فریاد
گوش سے یار کے ہو دور اثر سے پیوند

دامن ابر پکڑتا ہے جو اتنا شاید
کسو عاشق کے ہوا دیدۂ تر سے پیوند

سو جتن ہمنے کئے پر نہ تھمی سوزش اشک
آسمان پھاٹے تو ہو اسکو کدھر سے پیوند

دلکو میرے نہ جدا دل سے کر اپنے ظالم
مین کیا ہے یہ بہت خون جگر سے پیوند

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین
شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیوند

کھینچتا کیون ہے عبث ناز طبیب اے سودا
درد کو وصل نہین درد جگر سے پیوند

کھینچکر پوست کرے گردش ایام سفید — چاہیے تجھ چشم کے آگے ہو جو بادام سفید
چوٹ ہو دل مین تو وہ سدرہ پیری ہے — موے چینی نہین کرتا غم ایام سفید
ہے جوانی سے فزون عشق کو پیری مین فروغ — ظلمت شب کی ہے آغاز کا انجام سفید
لعل حل کردہ ہے جون ظرف بلورین کے بیچ — پیرہن پہنے ہے جسدم وہ گل اندام سفید
بہت ہر ایک سے ٹکراکے چلے تھا کالا — ہوگیا دیکھ کے وہ زلف سیہ فام سفید
آج بیمار ترے کا ہے ترقی پر ضعف — صبح تھا زرد منہ اُسکا سو ہوا شام سفید

رات دن اشک ندامت سے دھوا کر سودا
چاہیے رد ہو ترا حشر کے ہنگام سفید

بزم مین وہ شمع رو یارب کریگا کب ورود — یون ہوا آتش زیر پا جس طرح سے مجمر مین عود
آتشین رخسار پر اُسکے کیا خط نے نمود — گھر جلا دے دیکھیے کس کا اس آتش کا دود
رونق افزا کیون نہو اس چہرے پر آغاز خط — جتنی ہو تاریک شب ہو نور شمع اتنا فزود
کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل — ہوگیا ہے رشک سے تجھ لب کے رنگ اُسکا کبود
ہے مسلم حسن کہ ہرچند ہیش کائنات — گر ترے ہم چشم ہو بیٹھے تو ہے پہلو کا غدود
زاہدا کی مغ نے مے اس بو کی کھینچی ہے کہ آج — کوے میخانہ سے گذرا محتسب پڑھتا درود
یان فقط بجتی ہے ڈھولک دخل گہانیکا نہین — مت دکھا ساتھ اپنے پاے خلق شیخ اتنا نہ کود
اجر نادون کو ہے اُسکا گو کرین زاہد نماز — غیر کی نام آوری کرتا ہے خاتم کا سجود
مین زمانیکی سخاوت کا نہین ہرگز مقر — چھین کب لیتے ہین کچھ دیکر کسیکو اہل جود
یہ دلی جو تجکو سونپے اسکو اپنا مت سمجھ — لے ہے یہ بکڑیکو لٹکا کر حساب تار و پود
کوچ اس منزل سے یارونکا نہین ہے جائے غیر — ہم بھی جا پہونچینگے آخر یا ہین اُنکے دیر و زود
اسلیے خوش ہے مرے دلکو دکھانیسے وہ شوخ — نالہ سیر گوش مین اُسکے ہے مطرب کا سرود

نقد دل دیکر کہین جی کو بلا مت مول لے
مان لے سودا نہین زنہار اس سودے مین سود

لے آئے در پہ ترے جو ستمکشان فریاد — ہوئی کسیکی نہ انسے سے رائگان فریاد
ملے نہ داد خدایا وہ بارہا میرے — گئے زمین سے لے تا بآسمان فریاد
کیا ہے قد کو مرے شاخ ارغوان کا رشک — اٹھا وے ہاتھ سے اے چشم خونفشان فریاد

ہزار حیف کوئی باغ مین نہین سنتا
چمن چمن پڑی کرتی ہین بلبلان فریاد

مین دیکھتا ہون جسے ہے وہ آپ ہی نالان
تمھاری کیجیے کس پاس اے بتان فریاد

ہوا ہے اسکو مرا حال باعث تضحیک
کہ دیکھکر مجھے کہتا ہے شوخ ہان فریاد

تم اپنے جور سے مت سمجھیو کہ نالان ہون
یہ دوستونکو ہے دوری سے دشمنان فریاد

گیا نہ کوئی ترے شہر کنے میرا حال
کہ میرے پاس نہ لایا ہوا رمغان فریاد

نہ میرے دلکو خموشی ہے موجب آرام
کبھو ہوا ہے کرے مرغ نیمجان فریاد

قسم ہے گل کی تجھے عندلیب سودا سے
جو تو کیا نہ کرے مل کے ہمزبان فریاد

پتنگ سے نفس غیر تا . د نہ کرے
کبھی نہ کر سکے تنہا یہ ناتوان فریاد

ہوا ہے داغ مرا دل انار کے مانند
جھڑے ہے آنکھ سے آنسو شرار کے مانند

ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختۂ گلزار
روان ہے چشم سے خون آبشار کے مانند

نہین ہے سیر کا کچھ لطف باغ مین تنہا
بغیر یار رگ گل ہے خار کے مانند

صدا نہ دل سے ہوئی دیکھکر یہ میگون چشم
تری نگاہ سے ٹوٹا خمار کے مانند

خبر نہین ہے مجھے ترک چشم نے کسکے
لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کے مانند

ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہین اُن سے
جھٹک نہ دیجیو پیارے غبار کے مانند

ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا سودا
خط اُسکے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت بے رنج ملنی ہے زمانے سے بعید
نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید

اشک میری چشم کا کیونکر اثر پیدا کرے
سبز ہونا خاک مین ہے اپنے دانے سے بعید

جو نصیحت کرتے ہین مجھکو نہین یہ جانتے
عاقلون کو بات سننی ہو دیوانے سے بعید

تجھ دل صد چاک ہی سے وا نہین ہوتی دریغ
ورنہ کھلتی گانٹھ اسکی کب ہے شانے سے بعید

اٹھ نہ جاؤن در سے تیرے پر کہین گے نیک و بد
بیوفائی اُس سے کرنی تھی فلانے سے بعید

ٹھونک الون ناصح کو مین تو بھی اسکو سب کہین
بحث دیوانے سے کرنی تھی سیانے سے بعید

یا علی پہونچا ہے سودا در پہ تیرے آپ سے
پھیر نا محروم ہے اس آستانے سے بعید

مین چاہتا نہین دنیا مین عز و جاہ بلند — یہی کہ دونون جہان سے رہے نگاہ بلند
مگر تو مہر کو اے شعلہ خو ستاتا ہے — کہ اوسکا ہاتھ ہے جون دست داد خواہ بلند
عجب نہین کہ چھٹے ہر فلک سے فوارا — بڑی ہے اشک کے آنیکی دل سے راہ بلند
الٰہی خیر ہو مجنون کی اب کہ یہ برپا — کیا ہے لیلی نے کیون خیمۂ سیاہ بلند
ہجوم فوج خط اسکا نہ کیون بڑھاوے حسن — کرے ہے رتبۂ شہ کثرت سپاہ بلند
یہ چشم قد سے کسو کی ہے آشنا قمری — دکھا نہ سرو مجھے ہے مری نگاہ بلند
اسی لیے واعظ احمق کو پست فطرت جان — ہوا ہے چڑھکے یہ منبر پہ خواہ مخواہ بلند
نکر غرور تو زنہار اسپہ اے نادان — جو مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند
کرے ہے گردش دوران طرح ہنڈولے لیک — ہر ایک شخص کو یان گاہ پست و گاہ بلند
لیا ہے دل کو جو میرے تو اسکو مت کر تنگ — کہ ہودے ملک کی وسعت سے نام شاہ بلند

ترا بھی نالہ تو پہونچا ہے تا فلک سودا
خدا وہ دن نہ کرے ہو جو میری آہ بلند

ردیف ذال معجمہ

دفتر دہر کا ہے پیش نظر ہر کاغذ — لکھے اپنے کا نہین علم ہے کیونکر کاغذ
لکھ رکھا ہے نہ ملے کیا ترے یان ظلم کی داد — دونگا حاکم کو بہنگامۂ محشر کاغذ
لکھنے سے وصف بناگوش کی تیرے اے یار — پاوے ہے ملکون مین اب قیمت گوہر کاغذ
اسکی ہین راستی قد کی ثنا لکھتے وقت — نہین پاتا کبھو محتاج بہ مسطر کاغذ
نامہ اس شوخ کو کرتے مین رقم اے یارو — اتنا رویا ہون کہ لیا ہے شناور کاغذ
سانس ٹھنڈی سے ترے سوکھے تھا اکدن بھی وہ — اشک میرے سے ہوا لکھنے مین گر تر کاغذ
اب تو مجمر مین طرح عود کے دی ہے آتش — جب مین بھیجون ہون تجھے کرکے معطر کاغذ
منے سودا سے کہا ملکو نہین اٹ ڈھونڈھے ہے — تیرے اشعار کا ہر کہتر و بہتر کاغذ
ان سوا سحر نگاہون کو یہان بھی لیتھی — تیری تصنیف کا دیکھا ہے مین اکثر کاغذ
خط اٹھلاتے ہین ترے شعر و سخن کے یا تنک — لکھنے کو آتے ہین لے لیکے ترے گھر کاغذ

نقش عامل سے ہو کیا علم کہ پریوں کو
تیری ابیات کا کرتا ہے مسخر کاغذ

سنکے یہ ان سے کہا کیا ہے تعجب اسکا
دلکش خلق ہے دیوان کا مرے ہر کاغذ

بسکہ رنگینی معنی ہے مرے دیوان کی
ہر ورق کا ہے گلستان کے برابر کاغذ

ردیف راء مہملہ

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر
دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر

نازاں سکے نے عصیاں سے ہمیں باز رکھا ہے
تا ہو وہ رضا مند کہ شب ہو گئی آخر

حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات پر افسوس
یک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر

کیا فائدہ ہمکو جو ترے لب ہیں مسیحا
عمر اپنی تو جون شمع بہ تب ہو گئی آخر

کیا جام تھی ہاتھ سے لین عشق کے عشاق
مے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر

شوکت نے ہمیں حسن کی کہنے نہ دیا کچھ
بات آن کے سو بار بلب ہو گئی آخر

مت پھیر ہی سودا سے یہ کل ہو چکی شیخ
شیخی تھی جو کچھ اسمیں وہ سب ہو گئی آخر

دیا ہے پیچ دلکو سادہ لوح اس زلف نے پاکر
خط نورستہ لیگا جان باغ سبز دکھلا کر

دم برگشتہ خنجر سے کیا ہووے میں حیران ہوں
کہ کیونکر قتل مژگان نے کیا منہ پھیر جاکر

اٹھا دے گر نقاب اس چہرے سے بلبل کی نظر میں
گئی باد سحر آخر چمن سے گل کو رسوا کر

چمن میں کھلکھلا کر جب ہنسا تو ساتھ غنچہ کے
گرا اپنے دہن میں دل کا گل نورستہ کھلا کر

کبھو آنکھیں دکھائیں اور کبھو دکھلائیاں زلفین
لیا ہے دل کو میرے تونے جادو سحر کیا کیا کر

دل و دین بیچتے ہیں ہم تو اک بوسے کی قیمت پہ
اگر تو اسمیں اپنا نفع جانے آکے سودا کر

چلا جب جو لی خط سے نہ بس زلفوں کا کچھ سودا
تو پیچ و تاب میں آ رہ گئیں عارض پہ بل کھا کر

سمندر کر دیا نام اوسکا ناحق سب نے کہہ کہکر
ہوئے تھے ہم بھی کچھ آنسو مری آنکھوں سے بہہ بہکر

دماغ آشفتہ جان ہوتا ہے غنچے کے چٹکنے سے
چمن میں ہم سے اے بلبل نہ پہنچا کر چہک چہکر

فریب عدہ کا شکوہ جو میں رو رو کے کرتا ہوں
تو میری سادہ لوحی پر وہ ہنس دیتا ہے قہ قہکر

کسے طاقت ہے شرح شوق اس مجلس میں کر سکتے
اٹھا دیتے ہیں ڈر سے سانس وان لیتے ہیں رہ رہکر

نکالے ہی وہ بیرخ ہو کے اپنے گھر سے یون مجکو — شہ شطرنج کو جس طرح کشتین دیوین شہ شہ کر
تقید ترک مے کا مجکو روز و شب ہے اے زاہد — جو چکھے سہو سے گاہے تو پچتاتا ہون سو وہ کر
لگایا منہ نہین وہ روز کسکو اُس ستمگر نے — تنک ظرفی سے اپنی مت فریب التفات یہ سمجھکر
سپاہی مار کر مرتون کو پیارے کب کہاوےگے — عبث گھورے ہو مجکو قبضۂ شمشیر کو کسکر
بچشم فہم کھولے ہو اُسے ز ہوش اے یارو — رکھون ہون لفظ و معنی کو جو بین مصرع مین تہہ کر

نسیم اس باغ مین سودا نہین پاتی گذر اب تو
رکھے ہے رخصت گل کو غنچے بیچ تہہ کر

کھینچین ہین کٹاری جو بتان مجھپہ اکڑ کر — نکلتے ہین یہ بانکے مری نظرون مین بگڑ کر
اُٹھ جانے مین ہے زور مزا یار سے لڑ کر — ملتے ہین تو پھر چھاتی سے چھاتی کو رگڑ کر
پوجون ہون مین جس بت کو خدا کا ہی تراشا — آذر نہین لایا وہ مرے واسطے گھڑ کر
خود کردہ کے درمان کو مین کیا کرون یارو — دل اُن نے لیا مجھسے نہ لڑ کر نہ جھگڑ کر
کیا پشم اکھاڑیگا بھلا دیکھین تو اے شیخ — رندون کو دھر آتا ہے جو ریش اپنی پکڑ کر
کہتا ہے یہ سودا وہ بچا ہیگا کہان تک — جا بیٹھونگا دروازے پہ اب اُسکے مین اڑ کر

دانا ہو تو سمجھے کہ محبت نہین وہ شے
در پر کسی کے بیٹھے جسکے لیے اڑ کر

تو جسے چاہے وہ یارب سمجھے ہو بیباک تر — ملتے ہین ہر نہاک دیدے کے تجھسے ہو چالاک تر
عشق مین اسکے نہوئے رو تو خوش تیرے نصیب — غم مین اُسکے تجھکو دیکھون آپ سے غمناک تر
ابر سان روتا ہون یون کو چمن تیرے مین سدا — تو بھی رو رو دلون کرے اُسکی گلی کی خاک تر
دیدۂ گریان پہ تیرے ہو نہ اسکو اعتنا — تیرے مژگان کو وہ سمجھے یون کہ ہے خاشاک تر
روز و شب خون جگر سے ہے مجھے یہ آرزو — میری آنکھون سے نہ بن آنکھین تری غمناک تر
نالہ و فریاد مین گذرے تجھے جون عندلیب — دامن گل سے لگے تیرا گریبان چاک تر
جسطرح تجکو نہ سمجھا مین نہ سمجھے تو اُسے — اُسکے دل سے مین تو تجھسے ہووے ادراک تر
سینہ اسکا صاف ہو الفت سے تجھ سینہ کی طرح — پھر سے دل اُسکا تیرے دل سے ہووے پاک تر

حق مین تیرے سب یہ سودا کی تمنا ہے ستمگر
ہان مگر چھٹ اسکی تجھسے ہو نہ وہ سفاک تر

پھیکے جو کماندار مرا تیر ہوا پر
سیمرغ نہ بچے پھر نہ عصافیر ہوا پر

مرقد پہ مرے موج نسیم آوے تو یہ جان
دلوانہ تہ خاک ہے زنجیر ہوا پر

گر خانۂ گردون پہ نظر چشم فنا سے
ہے مثل حباب اسکی بھی تعمیر ہوا پر

پہونچیگا ترے کوچہ مین ہو راکھ کی ڈھیری
موقوف رکھی ہے مین یہ تدبیر ہوا پر

تا دم رہے سینہ مین ہے نطق زبان ساتھ
ہے منحصر انسان کی تقدیر ہوا پر

توسن پہ تجھے دیکھ کہین مانی و بہزاد
اللہ نے کھینچے ہے یہ تصویر ہوا پر

سودا کے درِ دوست جو یارب رکھے خاک
اس جرم کی تو کیجیو تعزیر ہوا پر

گر دم سے جدا تن کو رکھا دیر ہوا پر
اب در بدر اس خاک کو مت پھیر ہوا پر

لاتا ہے بلندی سے شکم سب کو بہ پستی
طائر کو بھی ہوتے نہ سنا سیر ہوا پر

کیا جانیے کس عالی دوران کی ہے یہ خاک
اٹھتا ہے بگولا جو ہوا ڈھیر ہوا پر

دامان شفق آج خون آلودہ مین دیکھا
چلتی ہے ترے عہد مین شمشیر ہوا پر

وہ شعبدہ باز آکے اڑا جاوے ہے یون دل
کرتا ہو کوئی جیسے کہ ہت پھیر ہوا پر

باندھون ہون مین جسطرح سے مضمون زبردست
رستم نکرے دیو کو یون زیر ہوا پر

ہے ضعف سے یون نالہ ترار دنہین سودا
ساون مین پپیہے کی ہو جون ٹیر ہوا پر

غزل در ہجو میان حسرت عطار

بہدانے کا آندھی سے اڑا ڈھیر ہوا پر
ہر مرغ اسے کھا کے ہوا سیر ہوا پر

عناب کے دانون کی کرون کیا مین نبرے گی
نہ چرخ کا جس طرح ہو چکپھیر ہوا پر

جب اصل السوس دیرپہ سیادشنان ملک
جون تیر نسنہ جلتے مین کرے دیر ہوا پر

دو پیسے کے نسخے سے جو ادھی بھی نہوئی کم
اس نسخے کو دیتا ہے اڑا پھیر ہوا پر

بولے جو فرشتہ کہ دوا ہے تیری اسکی
مارے ہے اُسے جا کے وہ شمشیر ہوا پر

دو پاستا کے نسخے سے جو دو دکانیہ بکری
سو بات کا پھر اڑنے لگے کھیتر ہوا پر

برسات مین جو کھاوے دوا اسکی درد کا نسے
مانند پپیہے کے کرے ٹیہو ہوا پر
قیمت مین تو نسخے کی لگا پھاگنے یہ باؤ
ڈالا ہے زمانے نے یہ اندھیر ہوا پر

اظہار سخن سے کیجے کیا خاک زمین پر
ڈھونڈھے نہ ملا صاحب ادراک زمین پر
صدقے ترے یون ہوئی مری خاک زمین پر
جسطرح کلالون کا پھرے چاک زمین پر
تجھ کو سے غبار اپنے کو مین اٹھنے نہ دونگا
رہتا ہون مین با دیدۂ نمناک زمین پر
ساقی لب مے لیکے پہونچ جلد چمن مین
انگڑائیان لیتا ہو کہین جون تاک زمین پر
نالہ کا ستون ہو نہ مرا گر بشب تار
تو گر پڑین اک آن مین افلاک زمین پر
نکلا جو مرے منہ سے ہوا شہرۂ آفاق
بیٹھی ہے سخن سنجونکی یہ ڈاک زمین پر
راون کی نہ تھی سیف کی ہیبت یہ کسیکو
مصرع کی مرے آج جو ہے دھاک زمین پر
پھل جا ہوا گر دین کے تم نخل سے اے شیخ
تو جائے وضو گاڑ دو مسواک زمین پر
اس صید کو مضبوط کر دیکھو مبادا
یہ کھل نہ پڑے بستۂ فتراک زمین پر
گر ہو کشش شاہ خراسان تو سودا
سجدہ نہ کرون ہند کی ناپاک زمین پر

تیرا ہے بز رحمت خریدار فلک پر
یوسف کی نہ تھی گرمی بازار فلک پر
تارے یہ نسمجھو بشب تار فلک پر
پہونچی ہے مری آہ شرر بار فلک پر
پاتا ہون دماغ اسکے قدم رکھنے کا ایسا
گویا ہے مرے یار کی رفتار فلک پر
سینہ پہ تو گردون کے نہ یہ کاہکشان چھپ
تجھ زلف سے ہے کفر کا زنار فلک پر
ہر چہرہ بدل بھر مرے شوخ سے یارو
کچھ اسکی جھمکتی نہیں دستار فلک پر
ابھرا ہے چمن آج یہ گلگشت سے تیری
ہے زمزمۂ بلبل گلزار فلک پر
عیسی سے بھی یاد سے نہ شفا مجکو یقین ہے
پہونچے جو تری چشم کا بیمار فلک پر
اس دل کے مین رتبہ کو اسیری مین کہون کیا
پرواز مین ہے مرغ گرفتار فلک پر
مداح علی کا ہون مین سودا شعرا مین
پڑھتے ہین ملائک مرے اشعار فلک پر

بکھرائے ہو وہ زلف سیہ فام جہان پر
کیا گذرے ہے اب دیکھیے تا شام جہان پر
ہر ایک کا دل تڑپے ہے جون مرغ گرفتار
مارا ہے تغافل نے ترے دام جہان پر

عالم کو کیا ہے اسکے حسن میں حاضر — قاضی کا خط یار ہے اعلام جہان پر
مذکور ترا شب جو کسی بات سے نکلا — کیا تنگ ہوا عرصۂ آرام جہان پر
کل سقف پہ چڑھ گھر کی انگنائی کے یہ کہتا — سر کوب ہے جون مہر مرا بام جہان پر
ممکن نہیں دے نالہ مرا چین کسیکو — لایا ہے غضب یہ دل ناکام جہان پر
برگشتہ نصیب اپنے نہ پھرتے کبھو دیکھے — ہر چند رہی گردش ایام جہان پر
دیوے تجھے وہ کچھ کہ نہ کچھ چین لے تجھسے — زنہار نہ رکھ یہ طمع خام جہان پر
دنیا نہیں لے یار تلاش اپنی سے منظور — کرتا ہون اس صحبت کو میں اتمام جہان پر
زلفوں کے تلے فروغ کے خط کا نہیں آغاز — ڈوری ہے شب خون سیہ شام جہان پر

اس عہد میں مانند نگین آن کے سودا
وہ مرد تھے جو اُٹھ گئے رکھ نام جہان پر

باندھی تھی ملا کے کمر شوخ نے کین میرے پر — تا بچہ مری سے ہے سر چین جبین میرے پر
سچ ہو کیا عشق تجھے کیون ہے وہ بیدرد تیرا — باندھی ہے یارون نے اک بات یونہین میرے پر
وا ہے زمزمہ سازان چمن کو کیا کام — لائی آفت مری آواز حزین میرے پر
آب شمشیر بجھا و نہ سکی مری آتش عشق — آنسو کچھ کر نہ سکین گے ہے یقین میرے پر
مین زمین پر ہون ترے کوچہ مین کیا خاک بسر — تب ہو تسکین جو اولٹا لے زمین میرے پر
میری قسمت مین اگرچہ نہ لکھا دوران نے — اسپہ ہے جائے سخن حرف نہین میرے پر
زعم مین اپنے تو مین بھی ہون سلیمان لیکن — نام میرا منقش ہے نگین میرے پر
دام الفت کے اسیر کی جدی ہے پروانہ — کہین اڑتے ہین مرے بال کہین میرے پر

اسکے کوچے مین نجل ساتھ مرے اے سودا
آفت آ جائے نہ اے یار کہین میرے پر

صبا حریف سے لائی ہے بو مرے دلبر — لگی ہے تیر سی یہ گل کی بو مرے دل پر
بتان کا دید مین کرتا ہون شیخ جب سے — حلال تب سے ہے دید مرے دل پر
کسی ہی چیز کو ڈھونڈا نہ میں نے دنیا مین — لگ رہی ہے تری جستجو مرے دل پر

خدا کے واسطے سودا نہ لے تو نام اسکا
نہ خوش کر سکے ہے تری گفتگو مرے دل پر

یہ اُسکے رنگ عارض سے ہے دل بیتاب آتش پر
ٹھہرتا ہی نہیں سینے میں جوں سیماب آتش پر

نہ شبنم ہر سر ہر گل کرے ہے خواب آتش پر
یہ اشک چشم بلبل کا پڑا ہے آب آتش پر

کباب دل وہ بھونا ہمنے اُس میخوار کی خاطر
کہ خوناب جگر ٹپکے ہے جوں تیزاب آتش پر

برابر ہو سکے کب عشق میں پروانے سے بلبل
کہ شمع و گل ہوا اُسکے مرگ کا اسباب آتش پر

درآویزہ اُسکی زلف اور رخسار سے باہم
جھمکتا ہے برنگ گوہر شب تاب آتش پر

لب لعل بتاں پر سرخی پاں ہی کہ جادو ہے
بنا دی شکل طوطی صورت سرخاب آتش پر

نہ نکلے کیونکہ شعلہ لیسے سے پینے میں ایساقی
رہے ہے کسطرح بن بھڑکے شراب ناب آتش پر

یہ عکس چہرۂ گلنار آئینہ میں ہے اُسکا
کہ گویا حسن کے دریا کا ہے گرداب آتش پر

نہیں اُس گل کے عارض پہ ہیں یہ لٹ سودا
جلے دل کے دھوئیں کا ہی یہ پیچ و تاب آتش پر

دل نہ کر منت ز راہ بیقراری بیشتر
ناز کو کرتی ہے یاں الحاح و زاری بیشتر

ناصحا اس عشق سے ہوتا ہے لذت یاب دل
جسمیں حرمت کم ہو رسوائی و خواری بیشتر

یارو کیوں ہوتے ہو مستفسر مرے احوال کے
غم کو کرتی ہے تمھاری غمگساری بیشتر

کیوں نہ لاگو ترک چشم یار اس دل کے رہیں
صید چٹپٹائے کے درپے ہوں شکاری بیشتر

سوز دل سُن سنکے میرا ہنسکے یہ بولا وہ شوخ
ہوویگا خلقت میں اُسکے جزو ناری بیشتر

جرم گو لا انتہا اپنے ہیں پر بخشے ہمیں
عفو کی اُسنے بھی ہے امیدواری بیشتر

میں کسی کے واسطے رو دیتا نہیں زیر فلک
خانۂ پردود میں ہوں اشکباری بیشتر

کوچ شاہ حسن کا ہے وہ غبار خط نشان
گرد لشکر سے اٹھی وقت سواری بیشتر

کشت پر تخم عمل کے اسکے جتنا ہو تو بو
نفع یاں رکھتی ہے سودا آبیاری بیشتر

دل نا آشنائی نالہ سے صد رہ جرس بہتر
نہ ہو مژگاں جو خوں آغشتہ اُسے خار و خس بہتر

نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہمنے غنچے میں
ہوا ہے اس چمن کے ہی دلا ترک ہوس بہتر

دوانے گل میں سے چشم مروت باغبانوں سے
بگل بلبل کہے ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر

نظر میں اُنکے جنکو دولت استغنا بخشی ہے
مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے مگس بہتر

بلند آتش جہاں ہووے ہوا سے جنبش لب کے
تو اپنی فہم ناقص میں ہے واں ضبط نفس بہتر

ساقی ہے نشہ کے بادۂ گلرنگ کے مجکو
رکھے ہے یار کی سرخوش نگاہ نرگس بہتر

شہید رسم ملک حسن دل میرا ہے اے ہمدم
کہ سمجھے قتل فریادی جہان ہر دادرس بہتر

بگرد دل ہے طوف کعبہ سے نزد اے منعم
لبالب دانہ ہائے سبحہ پھرنا پیش دلبن بہتر

سکھے ہے دیکھکر ستانے کو یہ سودا سے دیوانہ
شب تاریک مین تنہا نہین گشت اے عسس بہتر

تو مری آنکھون مین ہے حور و بشر سے بہتر
یار ہے حسن ترا شمس و قمر سے بہتر

دل عشاق ہے پہلو مین جواہر خانہ
اشک خونین ہے مرا لعل و گہر سے بہتر

جو ہے جوہر اسے جانین ہین برا بد گوہر
عیب کو سمجھین ہین اسوقت ہنر سے بہتر

مورد سنگ ہے وہ نخل جو ہو بار آور
پائی ہے بے ثمری ہمنے ثمر سے بہتر

فائدہ باغ کے جانے سے درآ سینہ مین
سیر لالہ کی نہین داغ جگر سے بہتر

چاہیے رتبہ سخن کا ہو سخنور سے زیاد
کہئے اسکو ہی پسر جو ہو پدر سے بہتر

کعبہ و دیر سے کیا کام ہے ہمکو اے دوست
ہے ہمین کونسی جاگہ ترے در سے بہتر

چشم عشاق پہ کس ابر کو ہے فوقیت
کب وہ برسے ہے مرے دیدۂ تر سے بہتر

شام و صبح دمہ و خور زلف و رخ اسکے سی نہین
کب وہ ہو سکتے ہین اس شام و سحر سے بہتر

آشیان سے نہ اڑے ہو پہنچے نہ ہم دام تلک
ہم تو بے بال و پری سمجھین ہین پر سے بہتر

ہین جو دانا مرے بارہ وہ کہا کہین سودا
خاک در اُنکی سمجھتا ہون مین زر سے بہتر

پیون ہون خون دل اپنا سمجھ گمان ساغر
کدھر ہے شیشہ مرے پاس ہی کہان ساغر

شراب سرخ سے لبریز گو ہے یان ساغر
جو تو نہین ہی تو ہے چشم خونچکان ساغر

سجانے کسکی صبوحی کے واسطے تجھ بن
بھرے ہی مہر کا آتش کدے آسمان ساغر

پیام کیونکہ مرا پہونچے دختر رز کو
کہ شیشہ بستہ دہن اور بے زبان ساغر

نگاہ مست کی تیری طلب ہے لین ہمکو
و تنک شراب کہ جون مانگے ہر زبان ساغر

چمن مین گل نہ سر شاخ پر یہ جلوہ دے
جو تیرے ہاتھ پہ سجتا ہے اے جوان ساغر

مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بد شراب ہون مین
نہین یقین تو دے پھر امتحان ساغر

اسی ہی طرح سے مین بھی دہن پہ مرتا ہون
کہ جیسے دے ہے لبون پر تمھارے جان ساغر

شراب شوق کی جب تک پیا کرے سودا
تجھے نصیب ہوا مرت کا مہربان ساغر

یہ نہو پھر کہ تا شب رہے گھر سے باہر
سو جتن کیجیے تو ٹک نکلے وہ گھر سے باہر

طاقت اک آن تحمل کی نہیں یاں اور دوست
صبر فرمائیے ہے مقدور بشر سے باہر

غیرت اے آہ تجھے کچھ بھی نہیں رہ سینے میں
نے سے بھی نالہ نکلتا ہے اثر سے باہر

منفعل ہو عمل زشت سے اے دل کہ نہیں
عیب کو اپنے پہونچنا بھی ہنر سے باہر

راز دیر و حرم افشا نہ کریں ہم ہرگز
ورنہ واں کیا ہے جو ہو اپنی نظر سے باہر

دل رکا آئے ہے تنگی سے فلک کی ہیہات
نکلوں اس خانۂ بیدر کے کدھر سے باہر

ضعف سے نالہ بھی اب دل سے نہیں آسکتا
درد لاتا ہے بہت خون جگر سے باہر

اشک لے پونچھوں ہوں کہ جب خون سے گذر کر نوبت
لخت دل گرنے لگے دیدۂ تر سے باہر

اثر اُن باتوں نے تجھ میں نہ کیا سُنکے جنہیں
سنگ سے نکلے شرر شعلہ شرر سے باہر

ناصحا کچھ یہ نصیحت سے نہیں ضبط سرشک
طفل آوے نہ کبھو جو ترے ڈر سے باہر

آوے ہی گھر سے وہ زاہد پسر اس طرح کہ جوں
نکلے ہے مہر گریباں سحر سے باہر

چرخ پر چڑھتے ہی تیغ تری حسد سے
سر نکالا نہ مہ و خور نے سپر سے باہر

دینے کو ملک سلیماں کے بلایا مجکو
پر قدم میں نہ رکھا دل کے نگر سے باہر

ہوں وہ آوارہ کہ طفلی ہی میں جوں اشک مجھے
کردیا مادر ایام نے گھر سے باہر

جنس ناکارہ کے خواہاں ہیں خریدیں مجکو
یہ وہ سودا ہے کہ ہے نفع و ضرر سے باہر

کام آیا نہ کچھ اپنا تن زار آخر کار
نے تجھے اکسیر مجھے نکلا یہ غبار آخر کار

داغ مت کھائیو تیں عشق کا ہم کہتے تھے
کیوں دلا کی ہے نہ اس گل نے بہار آخر کار

ڈھب تغافل نہ تھا اس دل کی گرفتاری کا
ہاتھ سے مفت دیا تیں یہ شکار آخر کار

باغباں تھا تجھے دو دن کی ہوا پہ یہ غرور
نہ رہے باغ میں گل رہ گئے خار آخر کار

عشق ذرہ بھی اگر ہو تو اسے کم مت جان
ہو کے شعلہ ہی بجھے گا یہ شرار آخر کار

آپ سے کام نہیں نشو و نما کو اپنے
شجر خشک کو آتش سے ہے کار آخر کار

اسقدر جرعہ کش خون خلائق ہے تو
جی دھڑکتا ہے کہ کھینچے نہ خمار آخر کار

جون وہ پروانہ جسے شمع سے ہو صبحکو وصل
گرم ہمسے جو ہوئی صحبت یار آخر کار

ناصح اس جیب کے آیا تھا رفو کرنیکو
گم کیا ہاتھ سے سر رشتۂ کار آخر کار

سوزش داغ دل اپنے کی وفا لے سودا
کیا کہون مین کہ ہوئی شمع مزار آخر کار

تب جائے کیونکہ عشق کی اے یار تجھ بغیر
عیسی نفس بھی ہو گئے بیمار تجھ بغیر

قمری کو سرو باغ مین ہے دار تجھ بغیر
گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر

ہو جلوہ گر شتاب تو اے نور بزم عشق
آنسو گلوے شمع کے ہین ہار تجھ بغیر

موجب گرفتہ رہنے کا عاشق سے کچھ نہ پوچھ
کیا خوشدلی سے اسکو سروکار تجھ بغیر

سبحہ سے شیخ ہی نے اٹھایا نہین ہے ہات
اب برہمن بھی توڑے ہین زنار تجھ بغیر

ناز و عتاب اٹھانیکی کسکی ہے مجھکو تاب
خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر

تو ہی نہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول
آب روان بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر

تیرا ہی گر نہ ہمکو میسر ہو ہمکنار
نور و زعید بھی ہے شب تار تجھ بغیر

سودا کا دو جہان مین یا مرتضی علیؑ
اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

جام گل تیرے لیے اب بلبل کو مستی ہے بہا
ہمکو آنکھون نے یہ ذوق مے پرستی ہے بہار

خندۂ گل نے کیا ہے بلبلون کا قتل عام
پھیر اب گلشن مین کیا منہ لیکے ہنستی ہے بہار

جوش سے میرے جنون کی کیا خوش آتی ہے بہار
پیرہن مین گل کے نہین پھولی سماتی ہے بہار

آشیان باندھے ہے کس امید پر اے عندلیب
آتش گل سے کوئی دن مین جلاتی ہے بہار

کسکو گلگشت چمن کا ہے دماغ اے باغبان
کھینچ کر میرا گریبان یان لے آتی ہے بہار

دل فسردون کو کہان خون گرم کرتا ہے جنون
کیون مجھے ہر سال آ ناحق ستاتی ہے بہار

شور سنکر ہمنوا یون کا الٹتا ہے یہ دل
رخصت یکنالہ اے صیاد جاتی ہے بہار

عارض گل پہ نہین شبنم عرق ہے شرم کا
دیکھکر میرا جنون یار و لجاتی ہے بہار

کسکی آنکھون سے کہو آئی ہے مستی سیکھ کر
اس برس نرگس پہ کیا دھومین مچاتی ہے بہار

خوش رکھو اے عندلیبو اپنے گلشن مین ہمین
خانۂ زنجیر تھا خالی بلاتی ہے بہار

اب خدا حافظ ہے سودا کا مجھے آتا ہے رحم
ایک تو تھا ہی دیوانہ تسپہ آتی ہے بہار

دیکھا جو ادھر حسد اسے ڈر کر
دل خالی کیا مین آہ بھر کر

رنجش کا مرے نہ پوچھ باعث
آجانے دے یار در گذر کر

قطرے کو صدف کے دل مین اے چرخ
تا کر سکے دردمت گہر کر

نکلو ہو تو نکلو گھر سے ورنہ
مین یان سے اُٹھونگا آج مر کر

غیرون سے نہ کر تو گر مجھ سی
میرے دم سرد سے حذر کر

پانے کو جگہ تو دل مین اوسکے
سودا نہ تلاش اسقدر کر

بستا ہی رقیب وان تو اے یار
کچھ خوب نہین ہے گھر مین گھر کر

خرمی پھرتی ہے یون دل پہ مرے غم سے دور
جون پھرے اہل طرب خانۂ ماتم سے دور

گذری جس غم سے مجھے زندگی وہ روزہ
رکھے اس غم کو خدا ماہ محرم سے دور

کب تری داد کو پہونچے ہے فلک اے بلبل
زخم گل کو جو رکھے بخیہ و مرہم سے دور

پنبۂ داغ مین سینے کے مرے ہے جو سوز
یارب اس سوز کو رکھیو تو جہنم سے دور

چمن دہر مین توام ہین سدا شادی و غم
خندۂ گل نہ رہے گریۂ شبنم سے دور

آہوے دشت جنون ہو نکین نہ پوچھ اپنا رام
مرتبے کو مرے وحشت کے سمجھ رم سے دور

تنک درد سے ہوتی ہو جو محبت کو سیری
زخم یارب نہ رہے سینے کا مرہم سے دور

عقل نے ایک دن آکر یہ کہا سودا سے
پاس یا ہم سے رہا کیجیے یا ہم سے دور

لیکن اتنا ہے کہ وہ کام نہ کیجو پیارے
جسکے باعث سے رہو تم کل عالم سے دور

بلبل کو کیا تڑپتے مین دیکھا چمن سے دور
یارب نہ کیجیو تو کسیکو وطن سے دور

کچھ کشتگان کے شعلۂ فانوس کیطرح
تن پر اگر کفن ہے تو تن ہے کفن سے دور

اے شمع کچھ خبر ہے تجھے اس پتنگ کی
جو بال و پر جلا کے پڑا ہے لگن سے دور

پوچھے بھی وہ تو ہم نہ کہین آرزوے دل
وہ بات کیون کہین جو ہو اپنے دہن سے دور

کاٹتے دل کو ہین ابرو یار کی تلوار دار
یہ جگر کسکا ہے اُسکا جسکو ہو ہموار دار

خون کی مجھ سگینہ کی بس نہین تیغ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کسکے قتل کو ہتھیار یار

باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کیواسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

ایک مین ہی کچھ تری خاطر نہین پھرتا خراب
روز و شب ہمراہ میرے ہین کئے غمخوار خوار

مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

بات سنتا ہی سبک وضعونکی تو دل دیجے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یکبار بار

آپ کو مت دیکھ جون منصور واحد یار سے
چشم وحدت بین کو ہے یان جلوہ دیدار دار

آج کون آیا تھا گلشن مین خدا جانے کہ ہے
باغبان کا دل نزار و بلبل گلزار زار

دیکھ سودا کو مغان آپسمین کہہ اُٹھتے ہین لوگ
دختر رز کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

منزل کے پہونچنے سے ورے قافلہ دے چھوڑ
ایدل سمجھ ان ہمسفرون کا گلہ دے چھوڑ

ہو صاعقہ اس خار پہ صحرا مین الٰہی
اس دل کا رہ عشق مین جو آبلہ دے چھوڑ

تکلیف مریدی نہ مجھے کر شیخ سمجھ کر
اس زلف کا کسطرح کوئی سلسلہ دے چھوڑ

گر پنجہ خواری تو مرا چاک گریبان
پھل دامن تنگی کو تو اے حوصلہ دے چھوڑ

تا خاک در دوست پہونچنا نہین کچھ کام
گر تفرقہ دہر رہ فاصلہ دے چھوڑ

ممکن نہین یہ روح مقدس سے حزین کے
ایسی جو غزل ہووے تو سودا صلہ دے چھوڑ

دیکھا مین نخل وادی ایمن ہر ایک جھاڑ
روڑہ ہے کونسا جو نہین طور کا پہاڑ

تیر نگہ تری نے دلون کو الٹ دیا
مژگان تری نے دی ہین صفونکی صفین پچھاڑ

کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آئینہ
چھاتی کے جسکے سامنے کھلجاے ہین کواڑ

خطرہ ہے تجسے مسند شاہی کو اے فلک
حاضر ہے پوست تخت مرا بسم تو اکھاڑ

منعم نہ مر بناے عمارت کی فکر مین
یہ سب حویلیان تھین جہانتک ہین اجاڑ

بد تر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کہہ محتسب سے دختر رز کے نہ کھاے ہاڑ

تنہا نہ شمع روئے ہے سودا کی خاک پر
گل بھی تو لوٹتا ہے گریبان کو پھاڑ پھاڑ

ردیف زاء معجمہ

گرتا ہون ترک عشق مین یون پیش و پس ہنوز
ناصح ذرا نہین ہے مرا دلپہ بس ہنوز

سیر چمن کی تو ستم اے دل شکن نہ کہا
غنچے رہے ہین باغ مین ظالم مگس ہنوز

اسکو حوالے کرکے مرے بوجھ اے فلک
دونون جہان سے ہے تجھے اب کچھ ہوس ہنوز

فریاد عندلیب کو پہونچا چمن مین گل
آیا نہ میرے پاس مرا دادرس ہنوز

آتے ہین تیرے قافلۂ رفتگان دلا
جاوے تو جا کہ آتی ہے بانگ جرس ہنوز

نالان جو باغبان سے ہے بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہین ہے اُن نے جفائے قفس ہنوز

سو طرح ٹھونک بولا ہے سودا رقیب کو
آتا نہین ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شستہ شو ہنوز
بلبل کے خون کا نگیا رنگ و بو ہنوز

ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے دربدر
جاتی نہین ہے مجھ سے تری جستجو ہنوز

غنچون سے رنگ و بو کی تمنا نکل چکی
تڑپے ہے خونین دل کے مری آرزو ہنوز

یان تک ابھی ہے گرم کہ ہو جاوے تو سموم
خاکستر اے نسیم ہماری نہ چھو ہنوز

سودا کا حال تو نے نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لیکے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

انکار قتل سے تو کرے ہے سجن ہنوز
میلا نہین ہوا ہے ہمارا کفن ہنوز

کلیون نے دیکھ شوخی گلچین کو اسقدر
اتنا لہو پیا کہ ہے پرخون دہن ہنوز

اتنا جلا ہے آتش گل سے دل ہزار
دیتی ہے بو سے دود نسیم چمن ہنوز

اے شمع کچھ نہین غم پروانہ تجکو حیف
ٹک دیکھ تو پر آب ہے چشم لگن ہنوز

آئی بہار دیکھیو طفلان سنگ دل
آئے ہین پار سال کے سب زخم تن ہنوز

صدقے ترے نہ کیجیو گلشن مین پھر گذر
اُسدن سے چاک کرتے ہین گل پیرہن ہنوز

سودا یہ کیا ہوا نہین صحرا مین آج قیس
تھا ہی دلون پہ داغ دل کوہکن ہنوز

کسکے ہین زیر زمین دیدۂ نمناک ہنوز
جا بجا سوت ہین پانی کے تہ خاک ہنوز

گل زمین سے جو نکلتا ہے برنگ شعلہ
کون جان سوختہ جلتا ہے تہ خاک ہنوز

ایک دن کھیر مین دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہین گریبان کے مرے چاک ہنوز

جستجو کرکے تجھے آفت کو بہم پہونچایا
باز آتے نہین گردش سے یہ افلاک ہنوز

باغ مین جب سے گیا تھا وہ خمار آلودہ
گل ہین خمیازہ مین انگڑائی مین ہین تاک ہنوز

زخم دل پر ہو مرے تیغ جنون کا ناصح
تو گریبان کا نادان سیے ہے چاک ہنوز

کیونکہ سودا مین کرون وصف بنا گوش اسکا
کی نہین آب گہر سے یہ زبان پاک ہنوز

بے خبر درد محبت سے ہے وہ یار ہنوز
دکھ سے دل ٹوٹنے کے واقف نہین دلدار ہنوز

رحم سرگشتگی میری پہ اُسے کیا آوے
نہین گلیون مین کٹی اسکو شب تار ہنوز

نہ ابھی قطرہ اشک اسکی مژہ تک آیا
نہ گھسا اسکے گریبان کا کوئی تار ہنوز

آپ نالان ہو تو دیوے مری فریاد کی داد
سو تو وہ گل ہی نہین بلبل گلزار ہنوز

کیون نہ بھاوے اسے قیمت شکنی سودا کی
جنس دل اپنی تو ڈالی نہین بازار ہنوز

یار کے حسن سے ہین بے خبر اغیار ہنوز
نہین اس شعلہ سے آگہ خس و خار ہنوز

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
آہ سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

ہو گئے پامال نہ کر ہمکو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہین تا سر دیوار ہنوز

جی کو تو کھینچ رکھا آنکھون نے پر حسرت دل
منتظر رہتی ہے صف مژگان سے مرے یار ہنوز

آہ یہ کسکی شکایت ہے مرے دل مین کہ شرم
جسکو دیتی ہے نہین رخصت اظہار ہنوز

تب سے پامال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق ناز نہ لیتی تھی وہ رفتار ہنوز

رتبہ شمع حرم کو مین بہم پہونچایا
ساتھ ہے جی کے وے الفت زنار ہنوز

زخم شمشیر ستمگر نے کیا اپنا کام
یار و تم ڈھونڈتے ہو مرہم زنگار ہنوز

شیخ اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقوی
عوض مے ہے گرو جبہ و دستار ہنوز

تیری دوری سے عجب حال ہوا اب سودا کا
مین تو دیکھا نہین ایسا کوئی بیمار ہنوز

حقتعالی اُسے جیتا ہی رکھے دنیا مین
اس قباحت سے نہین ہے تو خبردار ہنوز

قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ مین اب تک
دشت ہین خاک بسر روتے ہین کہسار ہنوز

بیہودہ اسقدر نہین آتا ہے کام ناز
منہ پر خط آچکا نہ کرو صبح و شام ناز

وہ دن گئے کہ جس سے پھبے تھا تمھین غرور
بدخلقی اب رہی ہے فقط ہے بنام ناز

ازبسکہ اب ڈرے ہے وہ تیری شبیہ سے
بھاگے ہے تجھکو دیکھتے ہی لاکھ کام ناز

آئینہ تیرے سامنے ہو کر بدن نما
سمجھے تو یہ کہ مجھپہ ہوا اب حرام ناز

پیالے ہر ایک وقت کا موقع ہے ایک چیز
لازم ہی اب ادا ہے تری اور نیام ناز

سنتا ہے دل جلوں سے کسکے پر نجائیو
ظالم ادا کنیز ہے تیری غلام ناز

خوبان کی کیا مجال جو تجھ تک پہنچ سکیں
کرتا پھرے ہے گرد ترے اہتمام ناز

ٹک جا کے اپنے ابرو و مژگان دکھا اسے
مسجد میں اپنی صف پہ کرے ہے امام ناز

گل کو چمن میں شاخ پر اتنا نہیں غرور
کرتا ہے تیرے ہات پہ جو کچھ کہ جام ناز

سودا خرام قد کو ترے دیکھ کر کہے
ہے راستی تو یہ کہ ہوا یاں تمام ناز

نخل امید کیونکہ ہمارا ہو آہ سبز
اس باغ میں کبھو نہ ہوا برگ کاہ سبز

بودیں کسی ہی طرح سے ہم تخم آرزو
ہونے نہ دے کبھو فلک روسیاہ سبز

رونق نیا دے شام تری زلف کے حضور
ہرگز نہ سامنے ترے رخ کے ہو ماہ سبز

آغاز خط کا ہے ترے عارض پہ معجزہ
شعلے کے یاں کلہ سے ہوا ہے گیاہ سبز

ایسی سجی ہے سر پہ ہمارے کلاہ فقر
جسکے حضور ہو نہ سکے تاج شاہ سبز

طاعت کا شیخ شہر کے میں کیا بیان کروں
شیطان جسکے آگے نہ ہووے گناہ سبز

روتے گئے گلی سے ترے بسکہ اہل دل
ہے انکے چشم فیض سے ہر خار و کاہ سبز

مزرع مرے کو خشک سحاب کرم نہ دیکھ
پل مارتے کرے ہے مری یک نگاہ سبز

سودا تو درد دل سے نپٹ اب ہے بیقرار
ہوتا ہی گہ سفید ترا رنگ گاہ سبز

ردیف سین مہملہ

کب ہمکو ہے بہار میں گلزار کی ہوس
نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس

بلبل ہی گو نہیں ہو رخ یار کی ہوس
ہے گل کو اسکے گوشۂ دستار کی ہوس

قاتل ہی میرے خون کی نرکھتا تھا آرزو
اپنے بھی دل میں تھی دم تلوار کی ہوس

نرگس جو شکل چشم اگی ہے زمین تلے
کیا جانے ہے کسے ترے دیدار کی ہوس

پائے نہ جھانکنے بھی کبھو ہم درِ چمن
رکھتے ہین دلمین رخنۂ دیوار کی ہوس

پیش از سخن زبان جو کاٹی قلم کیطرح
اُس شوخ سے رکھون ہون مین گفتار کی ہوس

قدرت نہ ہمکو آہ کی نے طاقتِ فغان
نکلے سو کیون کہ اپنے دل زار کی ہوس

سودا یہ جنس دل کے تئین دیچکے ہم اگ
رکھتے نہین ہین کوئی خریدار کی ہوس

ہمنے بھی دیر و کعبہ سے دن چار کی ہوس
اب سبحہ کا نہ شوق نہ زنار کی ہوس

گھر امن کا اُسی کو ملا زیر آسمان
جسنے جہانمین آن کے مسمار کی ہوس

نے چین روز وصل نہ شب ہجر کی قرار
کیا جانے کیا ہے اپنے دل زار کی ہوس

یون چاہتا ہون داغ مین دل پر ہزار ہا
جسطرح باغبان کو ہو گلزار کی ہوس

اے شوخ تیری گرمی بازار دیکھکر
سب خوبرو رکھین ہین خریدار کی ہوس

دیر و حرم کی پوچھ چکا ہے وہ سنگ و خشت
جسکو ہے تیرے سایۂ دیوار کی ہوس

عارض کا دیکھنا ہے تمنائے عندلیب
گل کو ہے تیرے گوشۂ دستار کی ہوس

تیری مژہ نے سیر کیا ہے بہت ہمین
باقی رہی ہے کچھ دم تلوار کی ہوس

سودا تو آپ آپ کو سمجھا کے رہ خموش
منصور کو ہوئی ہے سر دار کی ہوس

بلبل کو ہے ترے سر دیوار کا ہلاس
جون گل ہے اسکو گوشۂ دستار کا ہلاس

نرگس کی باغ مین نہین لگتی کبھی پلک
ازبسکہ ہے اُسے ترے دیدار کا ہلاس

آوے ہزار رنگ سے گلشن مین گر بہار
نکلے کبھی نہ مرغ گرفتار کا ہلاس

یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا
نکلے کسی طرح ترے بیمار کا ہلاس

جپنا زبان سے نام ترا ہمکو اس سوا
تسبیح کا نہ شوق نہ زنار کا ہلاس

مرتا ہون اب تو یار گلے تک مجھے لگا
تا دل مین رہ نجاے ترے پیار کا ہلاس

سودا ہوئی ہے جنس وفا جب سے بیقدر
دل مین نہین ہے اپنے خریدار کا ہلاس

ساقی گئی بہار رہی دل مین یہ ہوس
تو منتون سے جام دے اور مین کہون کہ بس

کچھ اس چمن مین آکے نہ دیکھا مین جون حباب
آب روان کو سیر کیا سو بھی یک نفس

ردیف شین معجمہ

یون دیکھ مرے دیدۂ پرآب کی گردش
دریا مین ہو جس طرح سے گرداب کی گردش

مرتا ہون ترے واسطے روتا ہون بس یار
ہے سیل مری چشم مین گرداب کی گردش

پھر جاتی ہین اسطرح سے اک پلمین وہ انکھیان
جون بزم مین ہو جام مے ناب کی گردش

ازبسکہ ہے آنکھو نمین خمار اسکے مری ساقی
مے مانگے ہے تجھسے سر احباب کی گردش

گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
مرکر نہ گئی عاشق بیتاب کی گردش

جنس خرد و صبر بن اس دلکو ہو کیا چین
مفلس کو بڑی ہوتی ہے اسباب کی گردش

دل زلف و رخ یار مین سودا نہ پھرے کیون
خوش آئے ہے اسکو شب مہتاب کی گردش

رکھتے ہین تری زلف کے ہر تار کا خلش
کس برہمن کے دلمین ہے زنار کا خلش

گر ہو نصیب مرغ چمن تجھ گلی کی سیر
پھر دلمین اُسکے ہووے نہ گلزار کا خلش

خطرہ نہین کچھ اور ہمین روز حشر سے
گر دلمین ہے تو اپنے ہی کردار کا خلش

ایسا نہین ہے غنچہ کوئی جسکے دلمین یار
ہووے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش

کیا جانیے کہ اُس سے کہیگا وہ کسطرح
مجکو پیامبر کی ہے گفتار کا خلش

اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہمسے شوخ
لیکن ہمارے دلمین ہے انکار کا خلش

سودا کے دلمین کھٹکے ہے اُس شوخ کی ہوس
اے بلبلو یہ گل کے نہو خار کا خلش

ماہ نو تجھ یاد ابرو مین ہے سینے کا خراش
کس بھبولے سے ہے کم یہ مرے سینے کا خراش

دل کے گم ہونے کا غم کب ہو نہ میرجان خراش
جب سلیمانکے ہے سینے مین نگینے کا خراش

کوئی چیز ایسی نہین مجکو جو ہو سوہان روح
تیری دوری مین مگر دلکو ہے جلنے کا خراش

درد زخم تیر کی اُسکی نہو لذت تمام
آگے سوزن کی خلش ہے اور سینے کا خراش

نازک اندامی کرون کیا اُسکی اے سودا بیان
شمع سان جسکے بدن پر ہو پسینے کا خراش

دوری ہی تری اپنے دل زار کو آتش،
ہے یاد چمن مرغ گرفتار کو آتش،

ہم گرم تگاپو ہین تری راہ طلب مین
یان آبلۂ پا ہے سر خار کو آتش

اب شیخ و برہمن ہین مبرا از مذہب
تجھ عشق نے دی سبحہ و زنار کو آتش

کچھ سوز محبت کا نہین دل مین ہمارے
گلخن کے لگی ہے در و دیوار کو آتش

اندام مین تو کچھ یہ شب ہجر نہین ہے
دی عشق نے ظالم ترے بیمار کو آتش

گل سر پہ نہین دوڑ و بجھانے کو مریدو
زاہد کے لگی گوشۂ دستار کو آتش

لے دختر رز بھاگ گئے گھر محتسب آ کر
دیوے جو کہین خانۂ خمار کو آتش

باچشم پر آب اسکو مین دیکھون ہون مبادا
ہووے نگہ گرم مرے یار کو آتش

ابر اسکو بجھاتا ہے وہ بجھتی نہین سودا
دی لالۂ خودرو نے یہ کہسار کو آتش

سینے مین ہوا نالہ و پہلو مین دل آتش
دھڑکے ہے پڑا دل کہ نہو مشتعل آتش

اشک آتش و خون آتش و ہر لخت دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش

یک لحظہ طرف ہوکے مرے دیدہ و دل سے
نادم تو سمندر رہے سدا منفعل آتش

یاقوت نہین ہے وہ ترے لعل سے اے شوخ
جا ڈوبی ہے یہ آب مین ہو کر خجل آتش

داغ آج سے رکھتا نہین ان سنگدلون کا
مدت سے ہوئی ہے مری چھاتی پہ سل آتش

دل عشق کے شعلے سے جو بھڑکا تو رہا کیا
اے جان نکل جا کہ لگی متصل آتش

یک قطرۂ مے لے اڑی سودا کو جگہ سے
باروت کے تودے کو ہے بس ایک تل آتش

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اس گھر کے فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ مرے دل سے مرا مصرع جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالے ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے ہو یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو اک عمر سے لیکن
تجھکو نہ کیا دل سے مین زنہار فراموش

دل درد سے کس طرح مرا خالی ہو سودا
وہ نا شنوا حرف مین گفتار فراموش

آشیاں کو مت اجاڑ کر کے فریاد خموش / باغباں ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش
دیکھے وہ آنکھیں کوئی محراب ابرو کے تلے / اے مسلمانوں ہے مسجد میں دکان مے فروش
لالہ و گل سے نہ سمجھو یہ زمیں ہے سرخ رنگ / خون ناحق نے ہماری خاک سے مارا ہے جوش

ابھرے ہے کیا حباب نمط لے حریر پوش / یاں جسکو دیکھیے سو ہوا ہے کفن بدوش
سکھ نیند زیر سقف فلک کیونکہ سو سکوں / ادھر دہل بجے ہے ادھر نوحہ و خروش

ردیف صاد مہملہ

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص / آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص
ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع / دن میں کروڑ گھر جو پھرا ہے گدائے حرص
انسان نہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے / ذلت کوئی کسیکو نہ دیوے سوائے حرص
کر منھ کو ٹک لبوے قناعت یہ حرف مان / رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص
ناداں تلاش طرۂ زر سے تو باز آ / جوں شمع یہ نہو کہ ترا سر کٹائے حرص
اپنے سوا کسیکو نپایا حریص حیف / کی قطع روزگار نے ہمپر قبائے حرص

سودا بسر ہو خوبی سے اوقات ہر طرح
پر درمیاں نہووے بشرطیکہ پائے حرص

وہ مانگتا ہوں ترا حق سے مہرباں اخلاص / رکھے ہے خضر سے جو عمر جاوداں اخلاص
ولیکن بہتوں کے بیچ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ہارا / کہیں جو پایا بھی دیکھے تو بر زباں اخلاص
مجھے یقین ہے کہ اخلاص بھی ہے زر کا نام / کرے گدا سے نہ نواب اور خان اخلاص
دل اسکا کیونکہ ملے دل مرے سے لے یارو / جہاں ہو شیشہ و سنگ اس جگہ کہاں اخلاص
وہ کیونکہ دوست ہو مجھسے مگر خدا چاہے / تو ہووے پنبہ و آتش کے درمیاں اخلاص
نہ اپنی دید میں آیا کوئی بروئے زمیں / نہ نام ہوگا کہیں زیر آسمان اخلاص
نہ کر جواں سے تو اے پیر دوستی کا فکر / کہیں ہوا ہے کرے تیر با کماں اخلاص
ثبات دوستی اے دل نہ دلبروں سے چاہ / کہ بارہا میں کیا انسے امتحان اخلاص

پدر کو اسکے تو آزردہ مت کر اے سودا
اگر ہے طالب گل رکھ بہ باغباں اخلاص

ایک ہمسے تجھے نہین اخلاص — گھر مگھسے تجکو ہر کہین اخلاص
روسیاہی سوا نہین حاصل — نام سے مت کرلے نگین اخلاص
دیکھ تجھ زلف دردکی الفت کو — کرتے ہین آج کفر و دین اخلاص
روز ہی ہمسے تین رکھا پیارے — واہ وا رحمت آفرین اخلاص
مثل نقش قدم یہ رکھتی ہے — تیرے در سے مری جبین اخلاص
گر تمنا کہ شمر کی ہے تو کر — چشم میری سے آستین اخلاص

آدم اس دام مین پھنسا سودا
رکھے دانے سے خوشہ چین اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

چھوڑا مین کفر و دین فقط یار سے غرض — تسبیح سے نہ کام نہ زنار سے غرض
سینے مین دل جو ہے سو تری یاد کیلیئے — جز دید کیا ہے دیدۂ خونبار سے غرض
طوبیٰ کی تجکو چھاؤن مبارک ہے زاہدا — ہے دلکو اپنے سایۂ دیوار سے غرض
پیارے کہین یہ مفت نہ دام مرنجائے — غافل نہو تو مرغ گرفتار سے غرض
آتے ہین تیرے کوچے مین سر لے کفن کو باندھ — ہمکو ڈرا نہ شوخ تو دو چار سے غرض
لیجا تو دخت رز کو پکڑ ہاتھ محتسب — ہرگز نہین ہے کچھ ہمین مردار سے غرض
پرسش مرے عمل کی ہو جو روز حشر مین — پوچھا نجائے اور گنہگار سے غرض

تم کان دھر سنو نہ سنو اسکے حرف کو
سودا کو ہیگی اپنی ہی گفتار سے غرض

دیکھ لینا ہمکو تیرا یار ہے جب تب غرض — اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض
دوستی کا مارتے ہین یکدگر دم آشنا — ہووے ہے معلوم باہم آپڑی ہے جب غرض
جاہ جو کچھ کر ہے یہ دنیا دما فیہا ترا — پر کسیکی تو کسی سے ڈال مت یارب غرض
مین کہا شب آج یان رہیے تو یون بولا وہ شوخ — رات کے رہنے کی مت رکھیو تو مجھسے اب غرض

مدعا سودا نہ اپنے یار سے معلوم ہو
جی نکلجا دے کسیکا اس سے نکلے تب غرض

چشم بینا ہو تو لیکر گل ہی سے تا خار فیض
بخشتے ہے یار و بہر صورت جمال یار فیض

شیخ صاحب کے مرید انکو نہین زنہار فیض
بخشتے ہے زہد انکو آنکا جبہ و دستار فیض

خط سبز اسکے سے عارض پر ہوئی دونی صفا
یہ وہ آئینہ ہے پہونچاوے جسے زنگار فیض

فیض ہی وابستہ تار عقیدت ورنہ یار
نفع نے تسبیح بخشتے ہی نہ کچھ زنار فیض

بخشتی ہی یون دلکو میرے تقویت دشنام یار
جون دوا سے تلخ سے پاوے کوئی بیمار فیض

مہر سے جون مہ کو پہونچے ہے ضیا جو خوب ہو
تیرے سنگ ہو تو پہونچاوے ترا رخسار فیض

جی بچے دو دن ہمتون سے تو غنیمت جانیے
کسکو گنج اپنے سے پہونچاوے ہی یار مار فیض

کر کے صاف آئینۂ دل اسمین تو دیکھ آپکو
بخشتے گا اے یار تیرا ہی نہ تجھے دیدار فیض

تونے وہ سودا زبان ریختہ ایجاد کی
پڑھکے اک عالم اٹھاتا ہے ترے اشعار فیض

ردیف طاء مہملہ

سر سبز حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

آنکھین برنگ نقش قدم ہو گئین سفید
اس سے زیادہ خاک کرون انتظار خط

بے مہر خط جو ہو تو نہین اسکو اعتبار
عارض کے حال سے ہی ترا اعتبار خط

اور و نکے خط کی طرح سمجھتا نہ مین یہ خط
گرد آئینہ کے منھ پہ ہی تیرا اعتبار خط

آنکھین تو صید تھین ترے چہرے کی خال کے
دل اندنون ہوا ہے بیارے شکار خط

آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
رسوائے زلف خلق ہی عالم ہی خوار خط

پہونچا ہے کوئی قاصد سودا ابھی یار تک
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

تری آنکھون کیطرح سے نہ رکھے جام نشاط
مے مین کیدھر ہی جو رکھتے ہین یہ بادام نشاط

مطلع ثانی

تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط
دیکھنا تجکو ہے اے جان دل آرام نشاط

فضل حق جسکی طرف ہو تو اسے بخشتے ہے
دورہ ساغر کیطرح گردش ایام نشاط

دل پھنسونکا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
ہے قفس بیچ انھین عیش وتہ دام نشاط

عکس تا اسکی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ
ہو سکے نشہ مے سے نہ سرانجام نشاط

دیکھ رہتے ہین سبھی قمری و بلبل شادان
تو ہے اس باغ مین اے سرو گل اندام نشاط

شیشہ سے زیر بغل آبلہ دل ہے سودا
مے سے ہمکو نہین بے ساقی گلفام نشاط

اچھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط
تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط

کھاتے جو ہو ستم کہ تجھے چاہتا ہو مین
مشفق غلط ملاذ غلط مہربان غلط

ساقی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا
جانا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

زاہد جو کوزہ پشت ہوا اسکی نظر سے بیچ
کرتی نہین ہے تیر کبھو یہ کمان غلط

جو حسن دیکھتا ہون مین فندق پہ یار کے
وہ لطف کب رکھے ہے گل ارغوان غلط

بھٹکے نہ رفتگان عدم رستہ سے کبھو
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کاروان غلط

مردونکی بات ایک ہے سودا سے سن صنم
مانند خامہ اونکی نہ پلٹے زبان غلط

چاہنا نفع فرومایہ سے واللہ غلط
در کو تجھے جو کوئی سمجھے ہے یہ تہ چاہ غلط

خواہ اے رشک چمن راست سمجھ خواہ غلط
گل ترے عہد مین بلبل کا ہو دلخواہ غلط

ٹکڑے ٹکڑے ہو کتان تجھ بدن سیمین پر
عاشق مہ نسمجھ اسکو ہے واللہ غلط

عشق تیرا مین چھپایا تو ہے دلمین لیکن
مخفی آتش کا ہے رہنا بہ تہ کاہ غلط

شمع سان سوز دل اپنے کا کہونگا مین راز
جا ہو کاٹے سے زبان ہو مری کوتاہ غلط

دونون سے ہمنے اثر دل مین نپایا اسکے
نالہ شب ہے عبث آہ سحرگاہ غلط

اب تو ہے آمد و شد آپ کی ہر ایک جگہ
راہ ادھر بھی تو کیجے گہ و بیگاہ غلط

دید کچھ منع نہین عیش جہان کا پر دوست
سمجھیے گر یہ تماشاے سر راہ غلط

جزو مین کل کو وہ جانے ہے جو ہو واقف راز
قطرے کو بحر نہ سمجھے دل آگاہ غلط

بادہ سے بیچ ہے کہ نفرت ہے بہت زاہد کو
پر گزک سے ہو برائے اسے اکراہ غلط

بزم آراستہ کی جسکے لیے اے سودا
آج آنے کی ادھر اسکی ہے افواہ غلط

چودھوین رات ہے اور وہ دل عالم کا چور
دزد کا گھر سے نکلنا بشب ماہ غلط

تجھسے چاہون جو محبت کا ہو نرباہ غلط
یا روا اللہ غلط فہمی ہے باللہ غلط

نہین نادان کہ ہون مہر کا طالب تجھسے
شعلے سے چاہے محبت جو پر کاہ غلط

جیوے تو جیوے کوئی اپنے نصیبون ورنہ
جان اسکی تو نہ لے جسکا ہو دلخواہ غلط

سنکے سو وصف ترا ہم تو ملے تھے تجھسے
پر جو دیکھا تجھے تھی محض یہ افواہ غلط

جی سے نفرت ہے کسی سے جو تجھے سو ہم ہین
صحبت ہم سے ترے دلکو ہوا کراہ غلط

بیخطر دے ہے جو تو دکھ یہ کہان سے جانا
پڑی تاثیر سے ہر بار مری آہ غلط

درد دل جن نے کہا تجھسے مرا لاکھ طرح
یہی سن سنکے کہا تو نے کہ واللہ غلط

وعدہ کرتے ہین جو طناز جہان عاشق سے
گاہ کرتے ہین وفا اُسکے تئین گاہ غلط

یہ غضب جھوٹ نہ دیکھا مین کہین اے کاذب
عہد روزانہ غلط قول شب ماہ غلط

سہو ایسا یہ کہ مرے کلبۂ احزان کی طرف
آتے جاتے تو کسی گھر کی کرے راہ غلط

اگر کوئی سمجھے کہ اے یار زبان سودا کی
مرتے مرتے ترے شکوے سے ہو کوتاہ غلط

یون ہے طریق عشق مین ہو راست یا غلط
اجر جفا درست ہے مزد وفا غلط

قاتل کو بیگنہ کے تو ہو پہنچے ہے مزد قتل
وارث اگر قتیل کا لے خون بہا غلط

وا شد ہے دل مرے کو دم سرد سے ترے
اس غنچے کو شگفتہ کرے گر صبا غلط

سر تا بپا جو دستۂ نرگس کیطرح چشم
ہو جائے اگر وہ شوخ ادھر دیکھنا غلط

قامت کو اپنے یار کے تشبیہ سرو سے
سودا اگر ہین دون تو زسر تا بپا غلط

ردیف ظاء معجمہ

اُٹھے نشہ مین محبت کے خط یار سے حظ
بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہلال عید سے یہ عیش ہے نہ صائم کو
جو مجکو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ

یہ لخت دل مری پلکون پہ چشم تر کے دیکھ
کیا جو چاہے تو دریا یہ لالہ زار سے حظ

عبث ہین منتظر اس شوخکی مری آنکھین
سوائے آئینہ کسکو ہے انتظار سے حظ

مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھر نہین
کہ جون پتنگ کو ہے شمع کے نثار سے حظ

کسی شراب سے پائی نہ وہ حلاوت مین
کیا ہے یاد مین ساقی کے جو خمار سے حظ

عجب ہے تنگ سلاسل مین ہو نہ دیوانہ
رہے ہے دل کو مری زلف تابدار سے حظ

حلاوت اتنی ہے اس داغ دل کے گننے سے
کہ جو بخیل کو درہم کی ہو شمار سے حظ

ہزار سیر کرے شہر شہر کی سودا
اُٹھے گا دل ہی کے اپنے نہ تجھے دیار سے حظ

زہے وہ معنی قرآن کہے جو تو واعظ
پھٹے دہن کے تئین اپنے کر رفو واعظ

مجھے یہ فکر ہے تو اپنی ہرزہ گوئی کا
جواب دیویگا کیا حق کے روبرو واعظ

خدا کیواسطے چپ رہ اُتر تو منبر سے
حدیث و آیہ کو مت پڑھ تو بیوضو واعظ

سنا کسی سے تو نام بہشت پر تجھ کو
گل بہشت کی پہونچی نہین ہے بو واعظ

ثبوت حق کی گرمی سمجھون یہ ہے لیکن
تری تو نفی کرم پر ہے گفتگو واعظ

بتون کی حسن پرستی سے کیا خلل دین مین
خدا نے دوست رکھا ہے رُخ نکو واعظ

ڈرون ہون کہین نہ کرین رند تیری داڑھی کا
تبرکات مین داخل ہر ایک مو واعظ

ہزار شیشہ ہوئے اسمین تین چھپائے ہین
تری جو پگڑی ہے یہ صورت سبو واعظ

سخن ہے وہ کہ موثر دلون کا ہو نادان
یہ پوچ گوئی ہے جس سے ہی تجکو خو واعظ

کہا تو مان لے سودا کا تو یہ کراہں سے
لب و دہن کے تئین کرکے شست و شو واعظ

ردیف عین مہملہ

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع
سر سے لیکر تا قدم سلک گہر رکھتی ہے شمع

کون ہے سیر الجبر پروانہ مرغ نامہ بر
شرح سے مکتوب کے سر سے خبر رکھتی ہے شمع

تو مرے غم سے نہ رویا اور میری خاک پر
شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع

رہرو سوے عدم کو جنبش پا کیا ہے شرط
خانۂ فانوس مین ہر شب سفر رکھتی ہے شمع

جسقدر جلتے ہین تیرے ہجر مین اعضا مرے
استخوان مین اپنے کب سوز اسقدر رکھتی ہے شمع

شعلہ پر ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار
واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع

حسن کو سودا اجر دعوی سلطنت کا اب نہین
سر پہ اپنے کس لیے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

کب آپ مجھ غریب کے بالین پہ لائے شمع
دل بیکسی کا مجھ پہ جلے ہے بجائے شمع

پروانہ کے ہون مین اثر عشق سے خجل
کیون منفعل مجھے نہین کرتی وفائے شمع

آتا ہے جیمین یہ کہ قدم تیرے چھوڑ کر
گر رہیے جون پتنگ بہم ہوکے پائے شمع

عذر گناہ سے مین پتنگون کے داغ ہون
ظالم جلے ہے آپ تو کرتا ہے پائے شمع

پیکان تیرے چشم سے مجھپر تو اشک گرم
جلنے سے اسکے آپکو آکے جلائے شمع

لطف اس سپہر کے آگے کوئی یان رکھتی ہے شمع
خوبی نظر و کئین جہان رکھتی ہے دل رکھتی ہے شمع

لب اُٹھا آگے سے اپنے اب نہ کر اسکو خفیف
چشم پروانہ مین اک عزت و شان رکھتی ہے شمع

راستی یہ ہے کہ ہے بسکہ طویل القامت
حسن تیرا سا منھ اپنے پہ گمان رکھتی ہے شمع

سر پہ اُسکے بھی کیا فرض دھوین کی لٹ ہے
کاکل اس طرح کی کب مشک فشان رکھتی ہے شمع

ٹلتے اپنے دہنون سے کوئی آتش نفسان
گذرے ہے سر سے وہان پانون جہان رکھتی ہے شمع

جان تک دے چکے بات اپنی پہ دل سوختگان
واسطے سر ہی کٹا نیکے زبان رکھتی ہے شمع

کیا کیا اس خانۂ پر دود مین تھے بزم آرا
سو نہ اب نام ہے انکا نہ نشان رکھتی ہے شمع

کٹتی ہے عمر تاسف ہی مین اس بزم کے بیچ
لو ہے انگشت کہ جسکو بدہان رکھتی ہے شمع

تیرے بیمار کے بالین پہ نہ تنہا آپ ہی
شام سے صبح تلک اشک روان رکھتی ہے شمع

شمع شبہائے محرم کی طرح اپنے ساتھ
ایک عالم کے تئین گریہ کنان رکھتی ہے شمع

شہرۂ تاب تب از لب ہے زبان زد او سکا
ہم بھی کہدین جو کوئی پوچھے کہان رکھتی ہے شمع

سوز تا سوز تفاوت ہے یقین کر سودا
داغ جو دل پہ ہے اپنے سو کہان رکھتی ہے شمع

مژگان کی گر خلش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع
سینہ بھی یان برائے صف جنگ ہے وسیع

زاہد جگہ نہ وان ہو تو حاضر ہے گھر مرا
میخانہ شکل کعبہ نہین تنگ ہے وسیع

نقص صفائی اپنا نہ پہونچا تو وان تلک
آئینہ خانہ ورنہ بہم سنگ ہے وسیع

دامان سیل اشک مرا ہجر مین ترے
مانند دامن جمن و گنگ ہے وسیع

بے ہمتی سبب تگ و دو کا ہے ورنہ یار
روزی برائے کور و کر و لنگ ہے وسیع

چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو
شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع

گلون کیواسطے ترے نیمہ کے سر فراز
گلشن مین تختۂ گل او رنگ ہے وسیع

خواہش جنھیں ہو ملک کی انکو نہیں یہ فہم
دو گز زمین زندان تہ سنگ ہو وسیع

بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ
سودا کے واسطے قدح بنگ ہے وسیع

ردیف غین معجمہ

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

ڈرتا ہے جون سپند کہین اب چٹک نجائے
ہے سوز دل مرے سے نپٹ بیقرار داغ

سینے سے سوز عشق ترا ہاتھ کب اٹھائے
تا پھوٹ کر جگر سے نہو جائے یار داغ

خورشید حشر ڈھونڈھے تو پاوے نہ منھ پہ رنگ
ہو جائے دل مریگا گر اوس سے دو چار داغ

دلسوز عاشقان کوئی سودا سا اب نہین
پروانہ جل مرے تو وہ ہو شمع وار داغ

آتش ہے میرا لو جگر سمندر نہ ورے داغ
سوزش مین نہین اس سے مین لکھتا ہون پہ داغ

پروانہ کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
بیداغ ہوے عشق کو کب حسن کرے داغ

عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت
تجھ عشق سے کب کھا سکے ہر ماہچہرے داغ

اے چرخ نہین تجسے ہین خواہان زر و مال
دل کو تو مرے رکھ [illegible] ہم سیمبرے داغ

بے مہر ہے اسکی سند عشق جو کوئی
عشاق مین دل اپنے کو جب تک نکرے داغ

ہے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
تختے سے چمن کے ہین فزون اسپہ بھرے داغ

سودا نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار
ہوتے چلے ہین پھر مرے سینے کے ہرے داغ

نالے سے ہین اپنے نہین اے رشک پری داغ
کرتی ہے مرے دل کے تئین بے اثری داغ

یارون کی مجھے سوختگی کیا تیز روی نے
ہر ایک گیا دے کے رفیق سفری داغ

پہونچا کے تری زلف کی بو غیر کو یالے
کرتی ہے مجھے صبح نسیم سحری داغ

جلنے کی ترے عشق مین خو ہو گئی یا تنک
لالہ کیطرح سوز سے رکھتا ہون ہری داغ

جانیکا کسیطرح نہین دل یہ یقین ہے
ہون جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ

ہوتا ہون خجل مفت مین پروانہ کے آگے
شب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ

طائر کو مین پرواز مین جب دیکھون ہون سودا
کرتی ہے تب اپنی مجھے بے وبال بے پری فراغ

سرد مہری سے بیان کے مٹ گیا ہے سوز دماغ
کر دیا ان ظالمون نے ملک دل کا بے چراغ

وائے اس پیشہ پہ اے بلبل کہ جسکی ہو یہ قدر
خوار مین کوچہ بکوچہ تو ہے رسوا باغ باغ

مملکت ساری مین باور کر سلیمان کو تھا
گوشۂ خاطر مین اپنے ہے مجھے جو کچھ فراغ

بلبل خوش نغمہ ہون لیکن اس گلستان مین جہان
نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ

خوش کبھی اس بزم مین دو دل نہ دیکھے ایکجا
دم بدم مینا بھی روتا ہے جو ہنستا ہے ایاغ

حیف اس گلشن مین عاشق سے کوئی راضی نہین
گل سدا بلبل سے ناخوش مجھسے تعنت سیلداغ

دل اگر کھویا ہے سودا چھوڑ مت دنبال اشک
شاید اس دیوانے کا لڑکون سے تو پاوے سراغ

کسطرح دلمین چھپاؤن تجکو ہین سینہ مین داغ
دیکھے داغون نے نہ رکھا سیر گلشن کا دماغ

ڈال ہے یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ
زخم سینہ کا ہے میرے رخنۂ دیوار باغ

زلف دیکھون یا کمر یا چشم یا ابرو کی سمت
اتنی راہین دل کے گم ہونیکی ہون کیدھر سراغ

قہقہ مارے ہے شیشہ ہی نہ میرے عیش پر
تجھ بن اے ساقی مرا منھ دیکھ ہنستا ہے ایاغ

جی کے خوش ہونے سے رکھتا ہے تعلق حسن لطف
رنگ بو نکلے ہے جب غنچے کے دل کو ہو فراغ

خاک کیا انکا ہے سودا اس سے جو جلتی ہین گرم
روے نا دیدا وسنے جنکا آسمان سپہر دماغ

کب نظر جوشش طلب رکھتی ہے سوے سرد مہر
نور مہ کو نہ سمجھے پروانہ کم از دود چراغ

عشق کی ہو سے تو ہو ہمکو اسیری کا دماغ
دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ

اس لیئے خاموش رہتے ہین چمن مین عندلیب
تجھ سے ہم رکھتے نہین ہین ہم صفیری کا دماغ

ہون اگر ایسے کی نظرون کا کہ میری خاک پر
باد کو بھی اب نہین ہے دستگیری کا دماغ

بحسے کتنی ہی کرین دعوی مریدی کا اگر
شیخنا دلکو ہمارے ہو نہ پیری کا دماغ

پوچھنا اشعار کا سودا کے کیا ہے شاعرو
گفتگو مین اسکی پاتا ہون نظیری کا دماغ

ردیف فاء

اب ہو تو نہ ہرگز ہے کنعان میں یوسف
آ غرق ہو تجھ چاہ زنخدان میں یوسف

ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تجکو
پڑھتا تبارک کو تری شان میں یوسف

آنکھوں میں نظر باز دن کی رہتی ہے تری شکل
بستا تھا زلیخا کے دل و جان میں یوسف

بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن میں
خاموش کہ ہے سیر گلستان میں یوسف

کیا شاہد معنی کا ترے اب میں کہوں حسن
سودا پھرے ہیں اب ترے دیوان میں یوسف

دیکھوں ہوں یوں میں اس ستم ایجاد کی طرف
جوں صید وقت ذبح کے صیاد کی طرف

بے مشورت نگہ کے تری طبع روزگار
آوے نہ تازہ جور کے ایجاد کی طرف

نے دانہ ہم قیاس کیا نے لحاظ دام
دھس گئے قفس میں دیکھ کے صیاد کی طرف

ثابت نہ ہووے خون مرا روز باز پرس
بولیں گے اہل حشر سو جلاد کی طرف

پتھر کی ایک تھا سخن اسکا ہزار حیف
بولی زبان تیشہ نہ فرہاد کی طرف

طرے کے تیرے واسطے صد چوب شانہ دار
قمری گئی ہے کاٹنے شمشاد کی طرف

سودا تو اس غزل کو غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجکو میر سے استاد کی طرف

مائل تھا بسکہ دل مرا بیداد کی طرف
خوں یہ چلا بدن سے تو جلاد کی طرف

غیروں کی بات پر کہوں کان مت رکھو
لیکن کبھو تو میری بھی فریاد کی طرف

پہچانیں ہم نہ گل کو نہ بلبل کے آشنا
منھ کر کے آنکھیں کھولیاں صیاد کی طرف

جور و ستم تعدی و اندوہ و درد و غم
مائل ہوئے ہیں اس دل ناشاد کی طرف

سامان نالہ سب ہے مہیا پر اے اثر
میں دیکھتا ہوں تیری ہی امداد کی طرف

خوں کر رہا ہے جوش رگ جان میں تری
سودا نہ دیکھ نشتر فصاد کی طرف

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کی طرف
مائل کیے دل اس ستم ایجاد کی طرف

تصویر ہو کے آپ ہی حیران رہ گیا
بیٹھا تو منھ کو پھیر جو بہزاد کی طرف

دیکھے جو ایک آن ترا سرو خوش خرام
قمری نہ دیکھے پھر کبھی شمشاد کی طرف

بھاوے نہ گل چمن میں کبھو تجھکو عندلیب
دیکھے جو آ کے تو مرے صیاد کی طرف

صد شور حشر آوے تو یکدم نہو سکے
تیرے ستم رسیدہ کی فریاد کی طرف

ردیف قاف

بلبل نہ چمن ہے گل گلزار کا عاشق
جو گل ہے سو تیرے گل رخسار کا عاشق

اے واے براں عاشق نادار کہ جسکا
معشوق ہو اور ہم درہم و دینار کا عاشق

رشتے کو محبت کے جگہ دی ہی میں دلمیں
نے سبحہ کا طالب ہوں نہ زنار کا عاشق

باتیں مجھے بھاتی ہیں بآمیزش دشنام
ہوں اسلیے اس شوخ کی گفتار کا عاشق

ہے سرو سے قامت کے تری قمری تو والہ
اور کبک دری تک تری رفتار کا عاشق

بچکر رہ میخانہ سے اے شیخ نکلنا
ہر رند ہے واں جبہ و دستار کا عاشق

کیا قدر رکھے جنس دل اس شخص کی سودا
جسکا ہو فروشندہ خریدار کا عاشق

رنگ سے چہرے کے رسوا ہے ہر بیمار عشق
عشق کو یارو چھپا سکتا نہیں انکار عشق

گاہ اشک تر گہے خوں گاہ ہیں لخت جگر
اسطرح جاری ہے ان آنکھوں سے کاروبار عشق

کیا کہوں ان نے مجھے جوں کر دیا بے خانماں
گھر پہ کافر کے نہ پڑیو سایۂ دیوار عشق

ترک مجھسے کیونکہ ہو عشق بتاں اے اہل دیں
سمجھوں ہوں تار نفس اپنے کو میں زنار عشق

خط سمجھ اے دل نہ اس عارض کے ملک حسن میں
اتری ہے یہ فوج بہر غارت گلزار عشق

تھے سکندر طالع اسدم تک کہ تھا دل آئینہ سا
کھا گیا افسوس اس آئینہ کو زنگار عشق

اس چمن میں طرح بلبل کے وہ نالاں کیوں نہ ہو
روز و شب کھٹکا کرے سینہ میں جسکے خار عشق

گر کہیں عاشق ہوا اے سودا تو میں تجھسے کہوں
وہ عمل میں لائیو جو نیک ہو کردار عشق

عشق کے ذرہ شریعت سے قدم باہر نہ رکھ
سمجھے ہے دوزخ کو اپنا ایک شمہ نار عشق

ناصح نہ انسے بکے جو ہیں آگاہ راز عشق
وہ کر چلیں ہیں دین و دل و جان نیاز عشق

جھلکے ہے انمیں حق کی تجلی کہ جو کری
جوں شمع ہو رہے ہیں سراپا گداز عشق

پروانہ رات شمع سے کہتا تھا راز عشق
مجھ ناتوان نے کیا کیا اٹھایا ہے ناز عشق

سینہ سپر ہے انکا سدا پیش تیغ یار
ہین جو کئے ہوئے بجہان سرفراز عشق

گر سخت تر ہے سنگ سے بھی جان عاشقان
ہے مثل موم وان ہی جہان ترکناز عشق

ہے حق بجانب آپکے پیارے غرور کا
دیکھا نہین ہے آجتلک اُن نے ناز عشق

محراب تیغ دوست سلامت رہے مدام
کعبے مین کب مین جاکے پڑھونگا نماز عشق

سودا یہ قصہ خط سے نہ کوتاہ ہو سکے
ہے حسن زلف یار سے عمر دراز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہے جز اشیائے فراق
دیکے نقد دل نہ کر زنہار سودائے فراق

دوستان رفتہ کا اتنا فراق اے دل تجھے
لیمینگے اکدن ہرگز نہین جائے فراق

لطف ان دور از وفاؤن سے محبت کا نہین
خانۂ دل کو عبث کیون کیجے ماوائے فراق

بس نہ تھا اک داغ اے دل پھر تو اس سے لگ چلا
اُس دبی آتش کو ڈرتا ہون نہ سلگائے فراق

وصل گر اُس شوخ کا سودا ہو تیری ستداد
ہو جبھی معز درست ہے درمیان پائے فراق

زندگی کیون نہووے مجھپر شاق
یار بے اعتنا و دل مشتاق

تجھ بن اعضا کا ہے یہ میرے حال
تار شیرازہ بن ہون جون اوراق

عشق تیرے مین سب منافق ہین
ایک غم کو نہین ہے مجھسے نفاق

الفت اس دل سے کب ہو ولکو تیرے
یہ تو ہے لعل اور وہ سنگ سماق

غم نہین اسکی بیوفائی کا
کرے ترک وفا نہ ہم سے فراق

جور تو ہے بجو گران ستم
کر رکھو تم دوروز کا اشفاق

شیخ صاحب کے عقد مین دنیا
آئی تھی کب جو دی انھون نے طلاق

دیکھ زاہد کے سر عمامہ تو
ہاتھ اٹھا رند بولے یار زناق

تختے تجھ خط سے جب چمن مین بہا
روز ہی کی خزان سے آشلاق

بار کیا اُسکے آگے لے سودا
منھ تو دیکھو کہ جیسے ہوے طباق

ردیف کاف

شمع اُس عارض کے سب کہتے ہین پہونچے نور تک
ہمسے جو پوچھے کوئی ہے حرف شمع طور تک

بس چلے تو دیکھنے ہرگز نہ تجھے تجکو نہ دون
آئینہ گھر مین ترے رہنے نہ دون مقدور تک

آن کر اس میکدے کے بیچ جز چشم پر آب
قسمت اپنی ہم نہ پائے ساغر معمور تک

رہیو مت غافل نگاہ حسرت آلود اُسکی سے
پہونچے وقت جانکنی گر اپنے تو رنجور تک

دل نہ دے ان سانولون کے تو نمک کو دیکھکر
تخم الفت کو نہ پہونچا اس زمین شور تک

باغ ہاتھ آوے تو کرلین غضب اہل اتقا
نسبت مے سے نہ سمجھین دانۂ انگور تک

کونسے عارف کو یان دعوی انا الحق کا نہین
یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک

فی الحقیقت جو مقام وجد ہے اے شیخنا
وہ نہین وابستہ ہرگز ڈھولک و طنبور تک

جو ولی میخانہ و ساقی نہین اُسکے نصیب
پہونچے گو زاہد عبادت سے قصور و حور تک

ہجو ہے اُس زلف کی تشبیہ دنیا مشک سے
شاعرو یہ بات پہونچیگی دراز و دور تک

یہ غزل سودا کہی ہے تو نے اس انداز کی
ہند سے پہونچیگی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

رہے اس فصل ہم اے بلبل تہ گل ناتوان یانتک
نہ نالہ لب تلک پہونچا نہ چاک جیب دامان تک

کوئی بیماردارون سے یہ کہیو جاکے جانان تک
مریض عشق کا تیرے نہ پہونچا کام درمان تک

عبث باندھون ہون لکھ لکھ شرح دل بال کبوتر سے
دلون کے اُڑ گئے پرزے نہ پہونچی کچھ خبر وان تک

ترے غم کا دل پرخون سے استقبال کرنے کو
وہ قطرہ نارسا طالع ہے جو پہونچا نہ مژگان تک

روا کرتا ہی کیا دلکو لگنو اگر حال پر سودا
کہین خط آگیا اُسکے تو ظالم حرف ہے جان تک

آباد شہر دل تھا اُسے شہر یار تک
پہونچا نہ آ کوئی پھر اس اجڑے دیار تک

ٹک دیکھ لین چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جیین نہ جیین ہم بہار تک

دیکھا نہ اُسکو وہ ہین گمان سو طرف کیا
آئے نہ ہوتے کاش کہ ہم کوے یار تک

قسمت نے دور ایسا ہی پھینکا ہمین کہ ہم
پھر جیتے جی پہونچ نہ سکے اپنے یار تک

ساقی سمجھ کے دیجیو جام شراب عشق
آخر کو کام پہونچیگا اسکا خمار تک

دیکھا کرون مین دور سے اے یار کب تلک ۔ تڑپا کرے مرا یہ دل زار کب تلک
تنہا مین بستر اپنے پہ فکر وصال مین ۔ رویا کرون مین سدا شب تار کب تلک
کچھ وصل بن نہین مرض عشق کی دوا ۔ جیوین کہو تو ہجر مین بیمار کب تلک
سچی اگر ہو بات تو آ دے ظہور مین ۔ جھوٹے قبول کیجیے اقرار کب تلک
دو روز کی بہار پہ اتنا نہ کر غرور ۔ پیارے رہے یہ باغ حسن کا گلزار کب تلک
فرصت جو دو تلک بھی نہ مجھے دے نہ باغبان ۔ جھانکا کرون مین رخنۂ دیوار کب تلک
رشتہ نہو صنم کی جو الفت کا ہاتھ مین ۔ گردن مین برہمن رکھے زنار کب تلک
اب کیجیے مرے مرض عشق کی دوا ۔ رہیے گا دل کے درپئے آزار کب تلک

یوسف نہ ہاتھ آئے جو سودا بنقد دل
بیٹھا رہے دکان پہ خریدار کب تلک

خط آچکا پہ تجھسے وہی ڈھنگ اب تلک ۔ ویسا ہی میرے نام سے ہے ننگ اب تلک
دیکھے ہی مجکو اپنی گلی مین تو پھرت مجھے ۔ ویسی ہی گالیان ہین وہی سنگ اب تلک
سب سے ہوا یہ ربط کہ جون غنچہ و نسیم ۔ رہتا ہے مجھسے ویسا ہی دلتنگ اب تلک
عالم سے کی ہے صلح مگر ایک میرے ساتھ ۔ جھگڑے وہی عبث کے وہی جنگ اب تلک
دیکھے نہ تجھکو تا نہ کرے تیغ پر نگاہ ۔ یانتک ہے میرے قتل کا آہنگ اب تلک
سنتا ہے جس جگہ وہ مرا ذکر ایک بار ۔ بھاگے ہے اسنے لاکھ ہی فرسنگ اب تلک

سودا نکل چکا ہے وہ ہنگام ناز سے
پر تجھسے ہے ادا کا وہی رنگ اب تلک

رخ سے دیکھیو لٹا ہون نکین اُس زلف سیہ فام تلک ۔ شام سے صبح تلک صبح سے لے شام تلک
یک نفس گرد چمن ہم نہوئے بال افشان ۔ آشیانے سے اٹھے اک رات گئے دام تلک

آپ سا مجکو تو زاہد نہ سمجھ کور سواد
خط خوبان سے پڑھا ہون مین خط جام تلک

شاعر نکین کہا کئے ہو شیر کی تقریر جنگ ۔ نہ جدل تقریر مین انکی نہ در تحریر جنگ
بعضے ایسے ہی ہین نامعقول ہے جنکا سخن ۔ اپنی شہرت ہونیکی خاطر ہین وہ بدتدبیر جنگ
ہیچ گو کی سے نہین اٹھتے یہ میدان سخن ۔ کرتے ہین گویا وہ جو کرتا ہو بے زنجیر جنگ

یکدگر ہوتا ہی ہے سقم سخن پر اعتراض
ایسے کیا لازم جو کیجے ہو گریبان گیر جنگ

ابرو و مژگان کے مضمون کین کرے جو انکے دخل
کرتے ہین اِس سے لگین نادان بہ تیغ و تیر جنگ

مین تو حیران ہون اب ان ناشاعرون کی وضع پر
کرتے پھرتے ہین جو پڑھ پڑھ شعر بے تاثیر جنگ

کچھ بھی انمین عقل ہے اتنا سمجھتے یہ نہین
کرتے ناحق ہین مسلمان ساتھ ہی تکفیر جنگ

ایک انمین سے لگا سودا کے آگے پڑھنے شعر
واسطے اسنے کیا کیجے باین تزویر جنگ

سنکے یہ بولا خدا کے واسطے کیجئے معاف
مین تو ہون شاعر غریب اور آپ ہین شمشیر جنگ

دل مسخر کر نہین سکتے بہ تیغ و تیر جنگ
ملک تو یہ کچھ نہین جسکو کرے تسخیر جنگ

پہ نہ کر مہر و محبت سے جو ہاتھ آوے تو آئے
اسکے ہاتھ آئیگی اے پیارے نہین تدبیر جنگ

جنبش ابرو نے مارا لشکر صبر و قرار
ہووے ہی فیصل کرے جب ہو کھنچے ہے با شمشیر جنگ

اُسکے بل چلنے کے ہی انجام سے غفلت مین دل
پر مین سمجھا ہون کہ ہے اس خواب کی تعبیر جنگ

جب دو صف بیجان سپاہی ہون تو ہو کس طرح صلح
روز و شب باہم رہے جون لشکر تصویر جنگ

سامنے چہرے کے تیرے مہ رسہ کا ہے یہ حال
رنگ رو نا مرد کا کرتی ہے جون تغییر جنگ

کب سپاہی کام پر آقا کے اب دیتا ہے جی
بھوک سے کرتا ہے ہو کر زندگی سے سیر جنگ

یہ نہین ممکن ہے وہ وحشی کسی کا ہووے رام
کرتے ہین اسپ عبث باہم جوان و پیر جنگ

ور پڑا اتحریر پر سودا کی قسمت کا لکھا
کر چکی اسکی قلم با خامۂ تقدیر جنگ

پھونکتی ہی ہے عشق کی تب نے ہمارے تن مین آگ
دہکے ہے جون شعلۂ فانوس پیراہن مین آگ

رنگ گل کچھ بے طرح دہکے ہے اے ابر بہار
آشیان میرا جھلک لگتی ہے اب گلشن مین آگ

لالۂ خود رو نہین ہے خون نے فرہاد کے
جوش مین آ کر لگا دی کوہ کے دامن مین آگ

گر نہو پانی دل اُسکا خوف سے اے شعلہ خو
لگ اُٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن مین آگ

رنگ یہ یاقوت کا دہکے ہے اب انگارے کی طرح
حسرت لب سے تری از بس لگی معدن مین آگ

برج مین ہے دلو ہم پر رہتی ہے لیکن تجھ بغیر
یہ گلال اڑتا نہین بھڑکے ہے اپنے تن مین آگ

گو بہار آئی کسے سودا بھلا لگتا ہے باغ
یون چمن مین گل نظر آتے ہین جون گلخن مین آگ

عدو ہے دوری مے ایک اور خمار ہے ایک
گل ایک دشمن جان ہے مرا بہار ہی ایک

پہنچ شتاب کہ بیٹھا ہون اسگھڑی ساقی
دو چار ایک ہوئے ہین یہ دلفگار ہی ایک

نبچے تو بچ رہے آنکھو نسے دل مرا لیکن
غضب ہی یہ کہ ہین صیاد دو شکار ہی ایک

بدن مین جسکے ترے عہد تک دل و جان ہے
ادا پہ ایک فدا ناز پر نثار ہی ایک

یقین ہی یہ کہ دراز ان سے عمر خضر نہو
ہے ایک اپنی شب ہجر و زلف یار ہی ایک

ڈبو دین ہین یہی دو جان و مال عاشق کے
دل ایک خون شدہ ہی چشم اشکبار ہی ایک

رہی نہ دین کی عزت نہ حرمت دنیا
خراب ایک ہی اسے عشق تجسے خوار ہی ایک

ہوس رہی نہ چمن کی ہمین کہ داغون سے
دل ایک باغ ہے اور آنکھین آبشار ہی ایک

نہ کیجو تکیہ تو اس جان و جسم پر سودا
ہوا تو ایک ہے ان دو مین اور غبار ہی ایک

ہین بتاؤن تمکو یارو گر کرو تدبیر ایک
بس ہے مجھ دیوانیکو اس زلف کی زنجیر ایک

دل دھڑکتا ہے مبادا اجل نجاوے یہ قفس
ورنہ اے صیاد کرتے نالۂ شبگیر ایک

کیون ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ
یار ثابت کر تو مجھپر بھی بھلا تقصیر ایک

اس چمن کی سیر مین لیجا بسر تو سطرح
چاہیے ہووے نہ تیرا خار دامنگیر ایک

بزم مین تیری تو یون آزردہ خاطر ہین بہت
پر نہ دیکھا ہمنے سودا سا کوئی دلگیر ایک

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک
غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

دیکھیے کیونکہ بچے جی کہ ہوے ہین تیرے
تجھ بن اب درد و الم و رنج و تعب چارون ایک

باتین دو کہنے کی ہین دو نہین کہنے کی ہین
لب پہ گر ڈالے ہی تجھ آگے ادب چارون ایک

گل و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے
ہین کب کہ نہین یہ نور کا اب چارون ایک

شعلہ و برق و تجلی و شرر لے سودا
رکھتے ہین زیر فلک حسب و نسب چارون ایک

روونیکو میرے تا بکجا دل سے آئے اشک
نکلے ہے خون چشم سے اب جو بجائے اشک

خون جگر تو چشم سے جو تھا سو بہ گیا
آتا ہی لخت دل بھی چلا اب قفائے اشک

رونے سے باز ہم کوئی آتے ہین مثل شمع
لے سر سے پاؤن تک نہ ہمین تا گھلائے اشک

نظر دلنے جو کسو کے گرے بول کیا سکے | ہمنے سنی نہ چشم سے گرتے صدائے اشک

آنکھوں سے ایکدم نہیں ہوتا مرے جدا
سودا میں کیا بیان کروں اب وفائے اشک

کب لگ سکے ہے اس سے کوئی رنگ اور رنگ | بیرنگی کا ترے ہے جو نیرنگ اور رنگ
لذت ہی تیغ عشق میں کیا جب تلک نہ ہو | دامن فراخ زخم و دل تنگ اور رنگ
ساقی جو تو نہووے تو ساغر بلور کا | مینا سے مے کیواسطے ہے سنگ اور رنگ
مخمور ہو کے جام مے ناب کی طرح | پیدا کرے ہی چشم تری رنگ اور رنگ
لذت ہے دل کو آنکھ لڑانے میں یار سے | دیکھا کہیں نہ اسکے سوا جنگ اور رنگ
ملنا ترا ہر ایک سے پھیکا کرے نہ دل | چاہیے ہے دوستی میں تو یہ ڈھنگ اور رنگ
موزوں ہے اس چمن میں ہنگام مے خوری | پھر کباب مرغ بد آہنگ اور رنگ
خط سادہ رو سے کے چہرے پہ رکھتا نہیں ہے لطف | ایسا کچھ اسکو جان کہ جوں بنگ اور رنگ
کب سیر ہوں وہ نان قناعت سے جو کوئی | کھاتے ہیں خوان دہر پہ سر جنگ اور رنگ
جز خط سبز عارض دلدار ہمنشیں | دیکھا ہے آپ نے یہ کبھو زنگ اور رنگ

سودا سے کیونکہ یار کو ہووے موافقت
پیر و جوان ہیں بادۂ گلرنگ اور رنگ

کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ | اس شیشہ میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ
کس رنگ میں دیکھا نہ ترے رنگ کا جلوہ | سب رنگ میں ہے تو یہ ترا سب سے بری رنگ
اے شیشہ گراں دل کوئی ٹوٹا جو بناوے | پیدا کرے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ
ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا | نالے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ
ہے خاک بسر آج حنا جانے چمن کا | دیکھ آئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ
کس گل میں یہ جلوہ ہے جواب کنج قفس میں | دکھلاتی ہے میری مجھے بے بال و پری رنگ
گر جامۂ عریانی کو خاک تری سودا | ہو عزم سفر یاں سے تو ہے یہ سفری رنگ

ردیف لام

کھینچ شمشیر جاؤ دل سے نکال | آج در پر ترے پڑا ہوں نڈھال

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ
اپنے ہونٹھون کو دیکھتا ہی لال

کم ہے ناصر علی سے نعمت خان
اُس سے مرغوب تر ہے اسکا خیال

شلغم اس داڑھی پر تو ناچے ہے
کیا ہے اے مسخرے یہ تیرا حال

داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت
لے گئے لڑکی لڑکے ایک ایک بال

اُس کے قامت کو صحن گلشن مین
ہو گئے سرو دیکھتے ہی نہال

لے مرے دل کو دے کے اپنا دل
سنگ کے مول یہ بکے ہے لعل

دے ہے دولت فلک ہمین لیکن
اس سے ہم لین یہ کیا ہے ایسا مال

واہ وا بے تما کو والے کے
دے ہے تودھا ہمین دکھا کر گال

میوہ نخل امید سے سودا
چکھنا چاہے تو کھا یہ توڑ نہ ڈال

سخن عشق نہ گوش دل بیتاب مین ڈال
مست یہ آتشکدہ اس قطرۂ سیماب مین ڈال

گھر کا گھر بیچ نہ کر خرچ مے ناب مین ڈال
زاہدا اسباب جہان کچھ نہین دے آب مین ڈال

ابھی جھپکی ہے ٹک اے شوخ قیامت یہ پلک
صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب مین ڈال

کر کے معیوب طمع دلکو نہ سن حرف درشت
یہ بڑی چیت ہے نہ اس گوہر نایاب مین ڈال

شمع سان رو بیٹے کیونکر کہ یہان بیٹھے ہین
ہم بنا ہستی کی اپنی رہ سیلاب مین ڈال

دسترس ہووے تو کر مہر کا طرہ مقراض
ساقی کے سامنے دیجے شب مہتاب مین ڈال

کوچۂ میخانے سے رکھ دل تو کنارا اے سودا
شیشہ ٹوٹا ہے نہ جا کر رہ احباب مین ڈال

پوت بیچتے ہین دُرِ دیدۂ نمناک کے مول
مژۂ تر کو بتان لیوین نہ خاشاک کے مول

دل پرخون کو نہ وہ غنچہ لیوے بہ نگاہ
جرعہ مے جو ہے شیشے مین تو دے تاک کے مول

زاہد النطق گھر بار پہ واعظ کے بجا
ابلہی بیچے ہے بیٹھا دُر ادراک کے مول

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم
بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول

تڑپ اپنے دل بیتاب کی خاطر اے شوخ
برق سے لے ہے ترے غمزۂ چالاک کے مول

شوق کسکو ہے پتنگون کے لڑانیکا کہ خلق
شیشہ ٹوٹا ہو تو لے ہے دل صد چاک کے مول

عکس رو اپنے سے کہتا ہے اب آئینہ مین دیکھ
ان تکلّون کا پتا کیا ہے بے حکاک کے مول

کوزہ پشت اتنے ہوے شیخ ہمارے کہ عصا — بیچئے ایسا تو وہ شاید بکے مسواک کے مول
محتسب رحم کر اب مفلسی رندان پر — تنگ قدغن سے ترے بکتی ہے تریاک کے مول
بے زری خلق کو ہے یہ کہ کسی کا کیسا — کوئی کاٹے تو بکے کیسہ دلاک کے مول

جنس دل اپنی کے بکنے کو کہون کیا سودا
مفت بر لیگئے وہ بھی دے اُسے خاک کے مول

مرا لگتا نہین اے باغبان تیرے چمن مین دل — لگے کیونکر کسیکا یار بن سرو و سمن مین دل
جلے ہم شام سے تا صبح ہر مو ئین یون اپنے — جلے ہے شمع کا جسطرح تیری انجمن مین دل
کہا مت کر کہین حرف درشت اے یار تو ہردم — نظر آتا ہے اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن مین دل
جو تو سیر چمن مین ساتھ ہوتا ہے تو شادی سے — سماتا دان نہین جون غنچہ میرے پیرہن مین دل

نہین سودا جو وہ مرنیکے بعد از بھی تجھے بھولے
پڑا ترپے گا تیری یاد مین اسکا کفن مین دل

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل — روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل
مانند غنچہ تا کہ پریشان نہووئے تو — کب اس چمن کی سیر مین پاوے فراغ دل

شاید کہ سیل اشک نے اسکو بہا دیا
سینے مین اب تو خاک نپایا سراغ دل

یکدست اک زمانہ جہان مین لٹائے گل — سر کو ہمارے خاک نہ پہوے جو جائے گل
کہتے تھے اسلئے کہ نہو آشنائے گل — اے عندلیب دیکھی نہ آخر وفائے گل
دیکھے اگر صفا سے بدن کو ترے صبا — کھولے کبھو نہ شرم سے بند قبائے گل
مین اور عندلیب ازل سے ہین ہم نصیب — مجھ پہ ستم ہوا ہے تو اُسپہ جفائے گل
ہے شرط دردیون کہ بجز حکم عندلیب — کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل
ہستی سے نیستی مین جو بہتر نہو مزا — ہنستا ہوا جہان سے ہرگز نجائے گل

سودا کہے بہار مین وضع زمانہ دیکھ
اے وائے وائے بلبل و ہے ہائے ہائے گل

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل — بلبل نے گل کو دیکھ کے تجھے کی رسید گل
آنے کی تیرے باغ مین ہے آج یہ خوشی — نوروز عندلیب کہون یا مین عید گل

ساقی تلاش بادہ میں مطرب بفکر ساز
بلبل ہے غرق زمزمۂ سنکر نوید گل

جوں لالہ داغ داغ ہے دل تشنہ لب ہیں
رکھنے کی اس چمن سے ہے سر پر امید گل

جس جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اس جگہ
لائق نہیں جو کیجیے گفت و شنید گل

بندہ میں بیدرم ہوں ترا اسکو جان لے
بلبل چمن میں دہر کی ہے زر خرید گل

نسبت نہ عندلیب سے سودا کو دیجیو
بسمل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

جاتا ہے دل تو جائیو ہشیار آجکل
چلتی ہے اسکے کوچے میں تلوار آجکل

خنجر مژہ ہے تیر نگہ تیغ ابروان
مجروح کس سے ہے یہ دل زار آجکل

کوئی دوا نہیں ہے موافق بغیر وصل
مرتا ہے تیرے غم میں یہ بیمار آجکل

گر زمزمہ یہی ہے ہمارا تو ہم صفیر
ہوتے ہیں اس چمن میں گرفتار آجکل

تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر
اے یار ہم تو پہنیں گے زنار آجکل

عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہونچ شتاب
جاتی ہے اس چمن سے یہ گلزار آجکل

گر ہے ترا سلوک یہی ہمسے اے صنم
بت سے کریگا برہمن انکار آجکل

مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے
مل ڈالے گی جہان کو یہ رفتار آجکل

تیری زبان سے عہدہ برآ کیونکہ ہو کوئی
سودا سے ہے جو کچھ تری گفتار آجکل

اس چمن کی سیر میں آیا رہیں ملکے مُل
کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گلکے گل

یہ نہو دریا کہ جس سے گذرے تو پل باندھکر
موج چشم عاشقاں دے توڑ پل میں ملکے پل

قتل کا کسکے کیا ہے آج ان آنکھوں نے عزم
کھینچکر تیغے رہے ہیں ابرو اس قاتل کے تل

عہد میں تجھ حسن کے جسکو ہوا ہے شغل عشق
مچ رہی ہے شرق سے تا غرب اس شاغل کے غل

حل مشکل کس سے ہو سودا کی شاہا تجھ بغیر
کھولدے مشکل کشا عقدے مری مشکل کے کل

ردیف میم

سنا ہے اب کہ خط آیا ہے کس اسلوب دیکھیں ہم
لکھا ہو جو دل قسمت میں تو یہ بھی خوب دیکھیں ہم

ہمیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق ہیں
جفا کیے صبر پہ دل پر کہ جون ایوب دیکھیں ہم

ہوئے ہیں غرق ہم جسطرح آب چشم میں اپنے
بھلا اے ابر یوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوز دل بجز پروانہ اے ظالم
تجھے اب کون پہونچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم

لکھوں سے نگہ کرتے ہو تم آئینہ پر اکثر
مزاج آئے ہوا ایدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم

خدا وہ دن کرے ہو لئے جو کوئی تندخو تجسا
ترا دل راغب اس پہ وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم

ترے دیکھے سے آو اٹھ جاویں یہ وہ آنکھیں کہاں جس سے
جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم

نہ دیکھا ہمنے کچھ اپنے سوا وہ جسکو دل چاہے
جو طالب ہوں کسیکے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

خوشی سودا کو کب ہے حور سے نسبت کی اے زاہد
وہ دن ہو دخت رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

تیرے ہی دیکھنے کے نہ آوے جو کام چشم
لو زخم چہرے پر ہے کہ اسکا ہے نام چشم

کیونکر نہ دیکھے خلقت انسان تجھی کہ سنگ
دیکھے لباس آئینے میں ہو تمام چشم

مبدا جو بلا کا ہے سو ہے وہ نظر چشم
آئے ہے کسی دل پہ جب آفت زدر چشم

آتا ہے نظر رونے سے ہر دم کے یہ مجکو
ہے قافلۂ اشک کے ہمرہ سفر چشم

آڑ لگتی ہے جلوے پہ حسینونکے مری آنکھ
دید انکی سے پہونچے ہے ہم بال پہ چشم

مکتوب غم اس شوخ تلک سیل سے پہونچا
دیکھا نہ بجز اشک کوئی نامہ بر چشم

دیدار کے وعدے پہ نہ رکھ منتظر اتنا
تا مجکو برابر پڑے سود و ضرر چشم

چاہے ہے تو جہان رہ مرے پیارے کہ تصور
رکھتا ہے ترے جلوے کو میری آبر چشم

موتی کو صدف سے ہے مرے شک سے ترجیح
عالم میں نہیں قدرشناس گہر چشم

سرمہ لوان آنکھوں میں ہے پر کیا کہوں سودا
آفاق کے ہے موجب نور بصر چشم

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

صیاد سے ہوں اے اثر نالہ منفعل
آتش دی اُن نے دام کو توڑے قفس تمام

اشک آنکھ سے تھمے تو رہے نالے سے دل
جب قافلہ تھکے تو ہو بانگ جرس تمام

آتش کو رنگ گل کے صبا تو نے پھونک کھو تک
جلوائے آشیان کے مرے خار و خس تمام

سودا ہوئی ہے شانہ کو زلفوں میں اسکی راہ
اس دست نارسا کو ہے کیا دسترس تمام

اب اسطرف تری دل گرمی شعلہ جو معلوم
تپاک غیر سے جو ہونگے ہم سے وہ معلوم

بھری ہے دلمین ترے یان تلک محبت غیر
کہ جا نہین مرے سینے کو پھر تو معلوم

گلہ مین غیر کے میری وفا کرو تو یاد
سو غائبانہ کبھو اسکے رو برو معلوم

خطا ہے زلف کو تیری کہون جو مشک ختن
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

ستم ترے کی کہو دل کسکے آگے جا فریاد
جو تجکو رو ہے جہانہین سو مجکو رو معلوم

عبث ہے مہر کی نت اٹھ تلاش سینے کو
ہے وصل دور ترا میری حسرت جو معلوم

طبیب اٹھ مرے بالین سے دے اجل کو جگہ
دوا مری وہ لب شربتی ہے سو معلوم

نہ زر نہ زور نہ طالع نہ تیرے دلمین مہر
جو چاہیے اس سے یہ دل کامیاب ہو معلوم

سخن تو یار بھی سودا برا نہین کہتے
ولے جو چاہیے یہ انداز گفتگو معلوم

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام
مدعا ساقی سے اپنے ہین اور جام سے کام

دل نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام
کوئی بیچین رہو اپنے لئے کام سے کام

اس چمن مین نہ کسی چشم سے پوچھے کوئی شکل
صبح تک ہمکو بھی شبنم ہے یہی شام سے کام

کیون نہ الجھی چلے ہر ایک جگہ لڑا کر
نہ پڑا اسکو تری زلف سیہ فام سے کام

گر اکیلا کہین لجاے ہمین تو دل کا
لیجئے من مانتا اس شوخ گل اندام سے کام

ہو اسیر اسکا جسے بعد گرفتاری عید
نہ گرفتار سے مطلب ہے لئے دام سے کام

ہے مرا پیر زبان کہنے سے اب رام رحیم
جن نے پایا ہے نشان اسکو نہین نام سے کام

جو مین آغاز ترے کام کا دیکھا سودا
وائے وہ دن کہ تجھے اسکے ہو انجام سے کام

کیا مچائی ان نے میرے دل کے کاشانے مین دھوم
شور ہی جبکے لئے کعبہ مین بتخانے مین دھوم

مٹ گئے وہ شور دل کے ہاے شب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے مین دھوم

زلف کو کھولا تو کر اس دل کی شورش کا علاج
سخت دیوانے نے کی زنجیر کھلجانے مین دھوم

تجھ نگاہ گرم کی حسرت سے دل مالی ہے جوش
راتکو دیکھون ہو کہین جب شمع و پروانے مین دھوم

اسقدر ہین لاغری میری سے خوش نہال سے ہم
جون ہلال عید ہم ہین سب نظر آنے مین دھوم

دل کو اس کوچے مین تیرے اب چلے ہین سنگ اسے
ہو چکی ہے یہ جہ وان اطفال دیوانے پے دھوم

کب سے اے سودا شراب اس بزم میں پیتے ہیں یار
تو نے اے کم ظرف کی پہلے ہی پیمانے میں دھوم

لے دیدۂ تر جدھر گئے ہم
ڈبرے جو تھے خشک بھر گئے ہم

کچھ عشق میں روز خوش نہ دیکھا
دکھ بھرتے ہی بھرتے مر گئے ہم

تیرا جو ستم ہے اسکو تو جان
اپنی سی تو خوب کر گئے ہم

یہ قطعہ پڑھا تھا سوز دل سے
سودا کے جو رات گھر گئے ہم

جون شمع لبوں پر آ رہا جی
تھا تن سو گداز کر گئے ہم

اتنی بھی پتنگ پیش قدمی
گر شام نہیں سحر گئے ہم

ہوگی نہ کسیکو یہ خبر بھی
اس بزم سے آ کدھر گئے ہم

ہیں صفائے بادۂ و درد تہ پیمانہ ہم
نور شمع مجلس و سوز دل پروانہ ہم

جان عقل کامل و شور سر دیوانگان
رونق آبادی کے ہیں اور وحشت ویرانہ ہم

چشم شیخ و برہمن میں ہے ہمیں جون سر جا
گرد راہ کعبہ و خاک در بتخانہ ہم

فیض سے مستی کے دیکھا ہمنے گھر اللہ کا
جا رہے مسجد میں غسل کر رہ میخانہ ہم

فرصت اکل و شرب کی پائی نہ یاں مانند شاخ
لیگئے ہمراہ جو لائے تھے آب و دانہ ہم

زاہدا گر تو صلاح نیک ہے دونوں میں کیا
جام کا بوسہ لیں یا چومیں لب جانانہ ہم

گر نکالا آسمان نے گھر سے اپنے ہے سزا
آنکر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم

میں سے پانوں کی لغزش کے کیا اسے شیخنا
دیر سے اٹھتے ہوئے کل سجدۂ مستانہ ہم

واعظا سوز جہنم سے ڈراتا ہے کسے
والے پھرتے ہیں بغل میں دل سا آتشخانہ ہم

ہاتھ ان زلفوں تلک پہونچے نہ اپنا ایکبار
گر بہم پہونچائیں صد انگشت مثل شانہ ہم

ماندگی گر محنت دنیا کی خواب آور ہو یاں
شور محشر کو بھی سودا سمجھیں اک فسانہ ہم

دھن کے سر لولاگئے جب یار کے کاشانہ ہم
جی میں آتا ہے کریں اس گھر کو خلوتخانہ ہم

ہے عجب قسمت کہ سمجھے جسکو اپنا آشنا
آخر کار اسکو پایا آپ سے بیگانہ ہم

کوہ کا پیارے اٹھانا زور مردونکا نہیں
جو اٹھا دے تجھسے دل سمجھیں اسے مردانہ ہم

شیخ جی مانگو دعا تا یار ہووے مہربان
آپ کی داڑھی میں دے چھلے کرینگے شانہ ہم

دختر رز سے ہمارا باندھ دے گر تو نکاح
خوب کھلوائین اے ملا تجھے شکرانہ ہم

آبیار کشت ہستی کو نہو اپنا کہ ہین
اشک کے مانند آبھی آپ پچھی دانہ ہم

کام ہے شمع حرم سے نے چراغ دیر سے
جسجگہ تیری تجلی ہو وہان پروانہ ہم

دوستی کا غیر کے کیا ذکر اس لین کہ دوست
آشنائی مین ترے ہین آپ سے بیگانہ ہم

جب تصور بیچ ان زلفون کے جھپکے ہے پلک
کرتے ہین انکو خیال اپنے مین سودا شانہ ہم

عاشق تو نامراد ہین پر اسقدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم

کہتا تھا کل کسو سے کریگا کسیکو قتل
اتنا تو کشتنی نہین کوئی مگر کہ ہم

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل
تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم

بیٹھا نہ کوئی چھانون نہ پایا کسینے پھل
بے برگ و بر نہین کوئی ایسا شجر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہین یون کہکے میرزا
دیکھین تو پہلے پہونچے ہے وان نامہ بر کہ ہم

اتنا کہان ہے سوز طلب دل تپنگ کا
رکھتی نہین ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم

یا تنگ ہو گئین ضعیف کہ کہتے ہین میرے عضو
باریک و ناتوان ہے اب اُسکی کمر کہ ہم

سودا نہ کہتے تھے کہ کسیکو تو دل نہ دے
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

خانہ پرور چمن ہین آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

خندۂ گل ہے نمک فریاد بلبل بے اثر
اس چمن سے آہ جا کر کیا کرین گے یاد ہم

خاکساروں سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا
راہ مین تیری گئے جون نقش پا برباد ہم

ذبح تو کرتا ہے ٹک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قربان ہے تجھے دے لین مبارکباد ہم

قیس جسدم سے گیا اپنے قدم کے فیض سے
خانۂ زنجیر رکھتے ہین سدا آباد ہم

نہین نکل سکتے اسیری سے تری اے سرو قد
طوق قمری کی طرح رکھتے ہین مادر زاد ہم

اے جنون مصرع ترا سودا کی ہے زنجیر پا
قید سے تیری نہین ہو سکے اب آزاد ہم

اے گل صبا کیطرح پھرے اس چمن مین ہم
پائی نہ بو وفا کی ترے پیرہن مین ہم

شیشے کی طرح دل کے تئین رو کے تا سحر
خالی کرین ہین بیٹھ تری انجمن مین ہم

فانوس بیچ شمع جلے جسطرح ہنوز
جلتے ہین تیرے ہجر سے ظالم کفن مین ہم

کرنے کو وصف طول تری زلف کا صنم
پھیرے خدا ہی جائین جو فکر سخن مین ہم

سودا نہ تن ہمارے سے شعلہ اٹھا کبھو
بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من مین ہم

تو کیون جلتی رہی بلبل چمن مین دیکھکر شبنم
کہ وہ دامان پاک گل جیب کرتی ہے تر شبنم

ندیکھا اس سوا کچھ لطف اے صبح چمن تیرا
گل ادھر لیگئے گلچین گئی روتی ادھر شبنم

بھلا گل تو تو ہنستا ہے ہماری بے ثباتی پر
بتا روتی ہے کسکی ہستی موہوم پر شبنم

پرے ٹک بیٹھیو گلشن سے ہم نازک مزاجون کے
بہا دیتی ہے رنگ گل کو یان اے ابر تر شبنم

کہا بلبل سے مین گلشن مین کچھ تجکو بھی اے نادان
خبر ہے اسکی یان کرتی ہے کیون اتنا گذر شبنم

چمن مین یان وقت رخصت صبح کو مین کیا کہون تجسے
روئی ہر گل کی چھاتی سے لپٹ کر کسقدر شبنم

بس ان باتون سے یہ روشن ہے پیش ید بیضا
رکھے ہے عشق کے محبوب پر تیری نظر شبنم

یہ بولی سنکے وہ یون بھی ہوا بالفرض اے سودا
تو کیا چھپتی تھی مین گل کا کلیجہ لگتی توڑ کر شبنم

مجھے وضع جہان اس شک سے محفوظ رکھتی ہے
بہار آخر ہے اک پل مین کہان پھر گل کدھر شبنم

ترے آگے اٹھے سے خورشید کا منھ خوش نہین آتا
چمن سے ورنہ کیون جاتی رہی وقت سحر شبنم

پیتا ہون یاد دوست مین ہر صبح و شام جام
بے یاد دوست تجکو ہے پینا حرام جام

اے شمع سرکشی نہ کر اتنے فروغ پر
ہے کلبہ فقیر کا بدر تمام جام

کیون شیخ اسکو منھ نہ لگا دن مین کس لیے
لاتا ہے لب پہ یار کے ہردم پیام جام

رہتا مثال جام وہین والتمام عمر
دیتا نہ زخم دل کو اگر التیام جام

جمشید کو تھی مملکت جم ہی سے تمام
کرتا نہ جاکہ آن کے گر انتظام جام

سودا تھا وقت نزع کے گلے کا منتظر
جنبش لبون کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

وہی ہین دن وہی راتین وہی فجر وہی شام
وہی ہے روشنی مہر و مہ جو کچھ تھی مدام

نجانون دور محبت کا کیا ہوا یا رب
کہ دوستون سے جدا کرگئے گردش ایام

ہمین سے آئی ہے شہر غریب جسدن سے
کبھو انھون کیطرف سے نہ نامہ و پیغام

علی الخصوص تغافل کو میر صاحب کے
کہو نہین کس سے کہ باوصف اتحاد تمام

لکھا نہ پرچہ کاغذ بھی اتنی مدت مین
کہ بے قرارون کو تا ہووے موجب آرام

کبھو انھون کو ہماری بھی الفت سابق
کسیکے ہاتھ جو بھیجے ہے نامہ و پیغام

جو وہ پھرے ہو ادھر سے تو یہ بھی کہتا نہین
کہ مین کہی تھی تری بندگی انھونکو سلام

ردیف نون

سوتے ہین ترے گھر کی طرف رو نہ کرون مین
تا دوسے ترے ملنے کو یکسو نہ کرون مین

دل دون اسے تجھسے بھی دفا مین جو زبون ہو
خواہش تری گو گو کہ ہے نیکو نہ کرون مین

دیکھون نہ ترا منہ کبھو اب گلگے مین ہوتے
سنبل کے سوا زلف تری بو نہ کرون مین

نظارہ کرون نرگس شہلا کو شب روز
پر دید تری نرگس جادو نہ کرون مین

سایہ ہو پڑا سرو کا جس جا کہ چمن مین
وان یاد ترا قامت دلجو نہ کرون مین

عادی ترے کوچے مین جو ہون ہرزہ دوی کے
کیون اسکی عوض سیر چمن خو نہ کرون مین

جس جا کہ ہلال مہ عید آوے نظر وان
ناخن بدل اپنے ترا ابرو نہ کرون مین

اٹھتے ہوئے لٹ دیکھون دھوین کی سر شمع
کاکل پہ نگہ تیرے سر مو نہ کرون مین

میزان خرد مین جو کرون حسن بتان وزن
تجھ حسن کو پاسنگ ترازو نہ کرون مین

تجھ وحشی نگہ سے جو مین اب آنکھ لگاؤن
دل تنگی کیون اپنی کو آہو نہ کرون مین

اب تجھسے ملون تب سے کہ کھا کر جو ستم تو
آزردہ کسیطرح سے تجکو نہ کرون مین

ہے دوسری کا شکوہ جو ہر دم مجھے سودا
ہرگز جگہ اسکی ترے پہلو نہ کرون مین

حسن یکتا مین ترے ہرگز دوئی کو رو نہین
بلکہ یون سمجھا ہے عالم نے کہ تجسا تو نہین

گر نہین باور تو دیکھ آئینے مین اپنا جمال
عکس گلمین رنگ ہے گل کا کہ گل کی بو نہین

بولنا بھاتا نہین اسکا جو بے مورد نہو
خوش صدا ہوتی ہے وہ چینی کہ جسمین مو نہین

جب امید وصل ہوتی ہے تو یون ٹوٹے ہے یاس
مختلط انسان سے ہو جیسے پری کی خو نہین

تیغ کہہ سکئے نہ اسکو نے کمان ٹوٹے ہلال
شے ہے اک ناخن بدل اس چشم پر ابرو نہین

شانہ کھوے گا صبا میرے دل صدچاک کا
زلف کی اسکی گرہ کچھ غنچۂ خوشبو نہین

سنکے ترک عشق میر اینسکے یون بولا وہ شوخ
نیل بگڑا ہے کہین یار و یقین تجکو نہین

روئے برسون پر نہ پہونچی منزل مقصد کو چشم
حامل کشتی ہے دریا ہے کچھ آب جو نہین

خط سبز اُسکا سیہ کچھ رو ہوا میرا سفید
خواہش ترک نیاز و ناز دو دلون کو نہین

مین کہا سودا سے وہ بھی چاہتا ہی تجکو یار
وہ لگا کہنے محبت ہم مین کچھ یکسو نہین

مجھے عاشق نہ جو سمجھا اپنا جفا کا کب مین حائل ہون
لگا لو ہو شہید و کین کسے کا ہیکہ داخل ہون

جہان پوچھو نہ مجھے جرم وفا پر اپنے قائل ہون
مین سر سے تا قدم یار و نیاز تیغ قاتل ہون

ذبیحان ادا اُسکے تو ہر کو چھپتے ہین لیکن
گرہ کا چین پیشانی کے وقت ناز بسمل ہون

نہ دانہ آبلہ چھپٹ خوشہ چین میر کے ہاتھ آوے
جو ہر دم برق کا مورد وہی اس خرمن کا حاصل ہون

خم وحدت مین میرا بادہ کیا کیا جوش مارے تھا
فلک کے شیشے مین آکر مین اُس مستی سے غافل ہون

جگہ تجھ بن ہے کیونکر کسیکے منہ دکھانے کو
مین عکس اپنے سے آئینے مین کس منہ سے مقابل ہون

مجھے یارو دماغ اب کب ہے گا گشت دو عالم کا
قدم رکھنے مین باہر گوشہ خاطر سے کاہل ہون

بچشم لطف دیکھ اے شاہ تو میری گدائی کو
مین دریے بے نیازی کے نہ ٹھک تجھسے سائل ہون

نصیحت کیون تو کرتا ہی نہین بادہ مین اے ناصح
کہ ملنے سے بلیچون کے نشے اپنے سے اہل ہون

مکرر نجیدہ تو مجکو کہ تیری طبع اے ظالم
اگر جون شیشہ نازک ہی تو سر تا پا مین یکدل ہون

مین عاشق اپنا اور معشوق اپنا آپ ہی بیارے
گیے ہو جدا اس مجلس مین گاہے شمع محفل ہون

تم فیض آکے مجھ تک ایک عالم نے اٹھایا ہے
نہین سودا مین دریائے سخن پہ اُسکا ساحل ہون

زبس رنگینی معنی میرے عالم مین پھیلی ہے
سخن جس رنگ کا دیکھو گے مین بھی اُسپہ مائل ہون

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آئینہ آتش مین
سمندر رات دن رہتا ہے جون خرسند آتشین

برہ کی آگ سے کیونکر گریزان ہوئیں اے ناصح
ازل سے ہم ہین شعلہ کیطرح پابند آتشین

ہوا آئینہ حیران دیکھکر خال اُسکے عارض پر
کہ یارب کسطرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتشین

بجھی سینے کی تف ہرگز نہ میری اکبدم یارو
کیا پی پی کے آنسو آب مین ہر چند آتشین

ترے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہین ہرگز
پتنگا بیٹھ کر کہتا ہے یہ سوگند آتشین

شرر سے شعلہ شعلہ سے شرر اک پل مین ہوتے ہین
بھلا ٹک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتشین

ملے جب گرمیِ نظارہ حسن شعلہ خوبان سے
ہوا سودا کا اس وصلت سے تب پیوند آتش مین

لڑین ہین کیون ترے مژگان و ابرو یار آپسمین
ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپسمین

لگا دل چھینے تو جسگھڑی آئینہ رویونکا
رہے حیران ترا منھ دیکھ اے خونخوار آپسمین

دل و جان دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہین
رہے ہین منتظر پیارے کئی بیمار آپسمین

ہمارے درد کی تدبیر ایسی ہو نہین سکتی
تاسف ہی مرا کرتے ہین یہ غمخوار آپسمین

چکے انصاف حسن و عشق کا تب جسگھڑی پیارے
اکیلے مجھکو ہم تم کرین گفتار آپسمین

تری تسبیح کا دشمن نہین ہے دیر مین اپنے
رہے ہے شیخ ہمکو الفت زنار آپسمین

وہین مارے ہے سنگ تفرقہ سودا کو یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوے دیکھے فلک دو چار آپسمین

قیس کی آوارگی ہے دلمین سمجھو تو کہون
ورنہ لیلی ہے ہر اک محمل مین سمجھو تو کہون

چشم کم سے خلق کو آپس مین مت دیکھا کرو
زور ہی تجھمکا ہے مشت گل مین سمجھو تو کہون

سجدہ اور کعبہ مین کیا ہی تفاوت شیخ جی
شیشہ ہی پتھر کی ہر اک سل مین سمجھو تو کہون

ناصحو کیفیت ان آنکھونکی کیا پوچھو ہو تم
مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل مین سمجھو تو کہون

جانتے ہو عیش تم دنیا مین جسکو سو نہین
عیش ہے دنیا کی جو محفل مین سمجھو تو کہون

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشمۂ آب حیات
آب ہے جو خنجر قاتل مین سمجھو تو کہون

تم جو پوچھو ہو پھڑک دل ہی کا سودا سے داد
جو تڑپ کا ہے مزا بسمل مین سمجھو تو کہون

خوبوئین دلبری کی روش کم بہت ہے یان
خواہان جان چاہو تو عالم بہت ہے یان

غافل نہ رہ تو اہل تواضع کے حال سے
تیغ و کمان کیطرح خم و چم بہت ہی یان

چشم ہوس اٹھالے تماشے سے جون حباب
نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یان

خون جگر یا دم دو زیستن ہے بکار خود
صورت معاش خلق کی برہم بہت ہی یان

آنکھین نہین دو دن اس آئینہ رو کو جگہ دے
ٹپکا کرے ہے جسکے یہ گھر نم بہت ہی یان

کہتا ہی حال ماضی و مستقبل ایک ایک
جام جہان نما تو نہین جم بہت ہے یان

دیکھا جو باغ دہر تو مانند شبنم و گل
کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہے یان

آیا ہون تازہ دین بجرم شیخنا تے مجھے
پوجا نماز سے بھی مقدم بہت ہے یان

سودا الائش ہے دل کی تسلی کیواسطے
گوشہ سے چشم کی نگہ کم بہت ہے یان

عاشق ترے ہمنے کیے معلوم بہت ہین
ظالم تو ہی دنیا مین ہے مظلوم بہت ہین

گل دیکھیے جو سو غنچے نظر آئین ہزارون
خوش ہینگے کم اس باغ مین مغموم بہت ہین

موجود ہے اک آدھ ہی مجھسا سو برے حال
تجھ عشق مین جو ہوگئے معدوم بہت ہین

آئینہ جسے کہتے ہین دیدار کا تیرے
محرم تو وہی ایک ہے محروم بہت ہین

جتنے ہین تہ دام فلک سبکو مین دیکھا
آیا نہ ہما ایک نظر بوم بہت ہین

دل چاہے تھا بوسہ کو جو تم سے نہ کہا مین
مت مانگ وہ دینے کے نہین شوم بہت ہین

مجھ جیسے جو خادم کی ہو خدمت سی تمھین عار
تو خوش ہو تم تجکو بھی مخدوم بہت ہین

شہرہ کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہو
دو چار بھی کرنیکے لیے دھوم بہت ہین

مضمون نہین تیرا سا کسی بیت مین سودا
یون شعر تو موزون کے منظوم بہت ہین

جو بزم بیچ تجھے دیکھکے ہٹ جاوین
یہ شمع رو جو ہین مانند شمع کٹ جاوین

تو اس چمن مین ہو گل پر نہین ہین ہم شبنم
وگرنہ رو رو گلے سے ترے لپٹ جاوین

ہزار طرح جو لیے تبان سے ہو کر شاد
پر انکے دل سے یہ ممکن نہین کپٹ جاوین

مرا دل اس صف مژگان سے کب اٹکتا تھا
ولے مین کیا کرون طالع ہی جب الٹ جاوین

ہوے غبار نہ سودا جو چھوٹے دامن یار
ہم ابکی ہوکے حنا پاؤن سے لپٹ جاوین

کر دے ہے مہر بکین افلاک ایک پل مین
پھر جاوے انکی طینت جون چاک ایک پل مین

نازان نہو تو ہووے گر تجکو شادمانی
کر دے فلک دل خوش غمناک ایک پل مین

اکسیر سے نہین کم مجھ مست کی صحبت
سونا کرے ہے مس کو یہ خاک ایک پل مین

ورنہ تو دے ہے آتش آفاق کو ہمارا
کر دے ہے سرو چشم نمناک ایک پل مین

دامن کشان چمن سے گذرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریبان صد چاک ایک پل مین

کوچے مین یار تیرے تجھ وہم کی برابر
پہونچے جو ہووے قاصد چالاک ایک پل مین

زاہد نے پی ہے سودا چھپ چھپ شراب کی
مسواک گاڑ دین تو ہو تاک ایک پل مین

یار آزردہ ہوا رات جو مے نوشی مین
کیا ہوا ہم سے خدا جانیے بیہوشی مین

رکھ لیا ہے مہ نو عید کا کسکے پیارے
کھول کر ہاتھ تمنا نے ہم آغوشی مین

آئینہ کو ہے بڑا فخر سے اپنا کہ جسے
تیرے دیدار کی دولت ہے نمد پوشی مین

بات آوے نہ تو چپ رہ کہ گمان کے نزدیک
سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی مین

درد دل مرغ چمن کا تو کہے ہے شبنم
رو دیا رات کو تین گل کی جو سرگوشی مین

بھولنا ہم کو نہین شرط مروت کہ ہمین
یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی مین

مین تو بھولون کہ قیامت کو ہوا ہی سودا
قامت یار سے سمجھے جو وہ ہم دوشی مین

پونچھ کر چشم کرین ہم جو فشار دامن
باج خواہان ہو رگ ابر سے تار دامن

حسندل جیب نہ نکلی کچھ بدر و مادر کے
ہم تو ہین روز تولد سے غبار دامن

پوچھتا کیا ہے کہ تو کون ہے اک ہم بھی ہین
خاک راہ بت بے رحم و نثار دامن

غیر سے تجکو جو صحبت ہے تو ہو کیا کیجئے
کونسا گل ہے کہ رکھتا نہین خار دامن

آتش عشق جو ذرہ ہو کسی کے دلمین تو پھر
کرتی ہے جنبش مژگان تری کار دامن

اشک گلرنگ سے ہون غم مین ترے باغ بہار
نالۂ بلبل ہے چمن نقش و نگار دامن

موسم گل ہے نکل شہر سے اب اے سودا
دیکھ کہسار کی تین جا کے بہار دامن

شکل گل ہمنے تمام اپنا کیا تر دامن
یاد کر تجکو بھرا خون سے یہ گلشن دامن

دل کسیکا نہ کسی سے چھٹے یارب کہ یہ ہم
ہمنے دیکھا نہ محبت کا بسوزن دامن

بوے گل باد صبا کہیے جو کسکے یارب
دوڑتین ہین دونون یہ باندھ کے دامن دامن

شیخنا دیر کے سبو سے نہ کر منع مجھے
چھوڑے کب بت کی پرستش کا برہمن دامن

پہونچے ناصح کا ہمارے نہ گریبان تک ہاتھ
عشق کا چھوڑ دے جو یہ دل دشمن دامن

کہا زاہد نے مجھے دختر رز گھر مین نہ رکھ
پاک زنہار نہین رکھتی ہے یہ زن دامن

چھوڑ دیتا کو کہ اس بادیہ پیما کا اب
پھر لگا کب تئین تھامے ہوئے کو دن دامن

عشق فولاد مرا حسن ترا مقناطیس
چھوڑیگا اسکی کشش کا نہ یہ آہن دامن

داغ دل پر ہے مرے دم کی یہ صورت سودا
جیسے چھپکے ہے کوئی بر در گلخن دامن

بلبل تصویر ہون جون نقش دیوار چمن
نے قفس سے کام کا ہے گر نہ درکار چمن

کیا گلا صیاد سے ہمکو نہین گذرے ہے عمر
اب اسیر دام ہین تب تھے گرفتار چمن

نوک سے کانٹون کے ٹپکے ہے لہو اے باغبان
کس آزردہ کے دامن کش ہین یہ خار چمن

زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک
سیکھے گر ہمسے تو رونا شبنم زار چمن

لخت دل گرتے خزان مین جاے برگ اے عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جا گرفتار چمن

فصل گل جاتی ہے سودا دیکھ لے نرگس کو ٹک
باغ مین مہمان کوئی دن ہے یہ بیمار چمن

سمجھ کے باندھا تھا آشیان ہم رہیگا آب و تاب گلشن
یہی کہ غنچہ نے آنکھ کھولی خیال گل تھا نہ خواب گلشن

نگاہ بھر بھر کے تو جو دیکھے ہے لا سکیگا یہ تاب گلشن
مجھے ہے دھڑکا کہ یہ نچا دے چمن سے ہوکر شراب گلشن

طرف ہو گفتے سے تیرے منھ کے یہی تو پایا نہ باغ نے رنگ
بہار رسوا خفیف نرگس ذلیل سنبل خراب گلشن

بہار آئی تو آوے اس سے خوشی نہین ہے کچھ اپنے دلکو
فسردہ خاطر جو ہووے انکو ہے فصل گل مین عذاب گلشن

نہ میل دانہ پہ بلبلونکو نہ خوش کرے ہین نہال پانی
ہم ہیچ کہدیتا ہے عمر اپنی کو آج تجھ بن جواب گلشن

کرے ہے ترغیب مجکو سودا عبث تو گلگشت کی ہمیشہ
جہان نہین تجھسے ہے میسر اڑانے کے سیر کرنے کا باب گلشن

ابھی جو صحن چمن مین جا کر کواڑ چھاتی کے کھول دیجے
جگر کے داغونکو عاشقون کے لگے ہے دینے حساب گلشن

چیتی آنکھون مین تجھے رات کرون یا نہ کرون
حق خدمت بھی کچھ اثبات کرون یا نہ کرون

آج تو مل گئے تنہا یہ کہو تو یارے
اب نہ ملنے کی مکافات کرون یا نہ کرون

خون ہوا تو ہی نہ بچا غم دل کو بھی چھوڑ
کچھ مین اسکی بھی مدارات کرون یا نہ کرون

گھر مین آنے سے کیا منع تو یہ بھی کہیے
راہ کوچے کی ملاقات کرون یا نہ کرون

شیخ کہتا ہے مریدون سے جو تم سے احمق
ہون تو اظہار کرامات کرون یا نہ کرون

زہد کو چاہیے ہے زور تو عصیان کو زر
مین بھی یون ہی بسر اوقات کرون یا نہ کرون

دل سے لب تک سخن آتے ہوے سودا سو بار
مصلحت یار سے ہے بات کرون یا نہ کرون

کیون مین تسکین دل اے یار کرون یا نکرون
نالہ جا کر پس دیوار کرون یا نہ کرون

سُنلے اک بات مری تو کہ رمق ہے باقی
پھر سخن تجھسے ستمگار کرون یا نہ کرون

ناصحا اُٹھ مری بالین سے کہ دم رکتا ہے
نالے دل کھول کے دو چار کرون یا نہ کرون

سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایہ سمجھو
ہے زبان میرے بھی گفتار کرون یا نہ کرون

خواب شیرین مین ہی اور دل ہی مرا مائل شوق
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کرون یا نہ کرون

موسم گل ہی مین صیاد سے جا کر یارو
ذکر مرغان گرفتار کرون یا نہ کرون

حال باطن کا نمایان ہے مرے ظاہر سے
مین زبان اپنی سے اظہار کرون یا نہ کرون

عہد تھا تجھسے کہ پھر عہد وفا کریگا
ان سلوکون پہ جفاکار کرون یا نکرون

کوچۂ یار کو مین رشک چمن اے سودا
جا کے یا دیدۂ خونبار کرون یا نہ کرون

چمن کا لطف سیر اور رونق محفل ہی شیشے مین
پہنچ ساقی کہ اپنے دوستون کا دل ہی شیشے مین

بمعنی آشنا مینا ے مے ہے پر زخاموشی
برا ہے ہرزہ گو گفتار لاطائل ہی شیشے مین

تڑپتی ہے یہ خون دل مین ظالم آرزو میری
کہون کیا تجھسے مین گویا وہ اک بسمل ہی شیشے مین

پیے جس مے کو تو اے یار بزم غیر مین جا کر
تو پھر اُس مے کا ہر قطرہ مرا قاتل ہی شیشے مین

طلب ان دو سے کب ہے ایک کی بھی بادہ خوارو کو
ہوا ے ابر و فصل گل کی مے سائل ہی شیشے مین

ہمارا مصطبہ کیا کم ہی زاہد تیری مسجد سے
کہ یان بھی جا قلقل سے مے سدا شاغل ہی شیشے مین

اگر بیٹھے ہی تیرے دلمین آکر جور اے زاہد
تو یان بھی دختر رز سی پری داخل ہی شیشے مین

جہان میخانہ مین دیکھو شکست اُس جا ہی مینا پر
نہین معلوم پھر کس سنگدل کا دل ہی شیشے مین

کہاتا ہے تو اے سودا غلام ساقی کوثر
ہے دولت دین و دنیا کی تجھے حاصل ہی شیشے مین

اسی کو جھپا کے ہے جو یہ قلقل ہے شیشے مین
مے گلرنگ بھی ساقی عجب بلبل ہے شیشے مین

جو کچھ دیکھا تو چاہے دیکھ لے دو قطرہ مے پیکر
بسان جام جم احوال جزو کل ہے شیشے مین

لپٹ کر کسکی زلفون سے صبا سوے چمن گذری
گلاب آکر لوٹا کہ بو سے سنبل ہے شیشے مین

کھلے بالونکو خوبان ہو کے کیفی کھول دیتے ہین
نظر کر ٹک پریشانی سدا کا کل ہے شیشے مین

دو عالم کا تماشا جسکے اک جرعے سے ہم دیکھا
وہ نور چشم بینا کور آگے گل ہے شیشے مین

اذان کا شور بھی کیا کم ہے ہاؤ ہوے مستان سے | جو غوغا طاق مسجد مین ہے وہی غل ہے شیشے مین

بغیر از مے جہان کے باغ مین کیا سیر سے حاصل
یقین تو جان سودا حسن ہر اک گل کا ہے شیشے مین

غم کی مے ہمنے جو شب ڈالکے بھری شیشے مین | شور قلقل ہے اب آہ سحری شیشے مین
آشنا مفت نہین دل سے خیال رخ یار | اتری ہے لاکھ فسون سے یہ پری شیشے مین
راز دل فاش کیا مے نے مرا ساقی پر | کچھ نہ دیکھا مین بجز پردہ دری شیشے مین
مست پرواز ہوا ہے نالہ مرے دل سے کہ ہے | طائر نشہ کو بے بال و پری شیشے مین
طرفہ صحبت ہے کہ ساقی تو یہ کہہ کر دے جام | ہے خبر شرط کہ آتش ہے بھری شیشے مین
تشنگی اپنی یہ چاہے ہے کہ ایسا بھر دے | نہ رہے خم ہی مین قطرہ نہ ذری شیشے مین
یار کا دل مین ہمارے ہے خیال اے رفتار | ہم سمجھتے ہین اسے کبک دری شیشے مین
بادہ جس روز کہ ساقی ازل بانٹے تھا | نظر آیا ادھر جو پڑی آگ بھری شیشے مین

دلمین جس رنگ سے سودا کے گذرتی ہے لہر
موج مے کر نہ سکے جلوہ گری شیشے مین

خانۂ دل کہ ہو خون ہونیکا آئین جسمین | ہے وہ اک بیت کہ سو معنی رنگین جسمین
وہ خط اُس روے کتابی پہ بہم پہونچا ہے | سیکڑون مشق ستم کے ہین مضامین جسمین
ہے وہی گردن عشاق کہ جز تیغ جفا | ہو حمائل نہ کبھو دست نگارین جسمین
صاف طینت سے نہ خوبونکے ہو خاطر پہ غبار | زشت رو کا ہے دل آئینہ سے ہو کین جسمین
ہجر اور وصل سے کچھ کام نہین ہے مجکو | بات وہ کیجے کہ ٹک دلکو ہو تسکین جسمین
عمر وہ روزہ بھی عشرہ ہے محرم کا سا | کہ دل اپنے کو سدا پاؤن ہون غمگین جسمین
کار فرما جو ہمین پوچھے تو کیا دینگے جواب | وہ کیا کام نہ دنیا ہووے نے دین جسمین

لطف کیا رکھے ہے اس باغ کی سیر اے سودا
شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گلچین جسمین

تجھ بن چمن ہر خس و ہر خار پریشان | حیران ہے نرگس گل گلزار پریشان
سنبل ہے صبا کسکی لے آئی ہے قفس کو | ہے زمزمہ مرغ گرفتار پریشان
کیا چیز دل اسکا ہے جو ملنے کی ہو رخصت | کر دیجیے جمعیت کہسار پریشان

گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوئے اسلام
ہے در طلب سبحہ و زنار پریشان

اس جنس کا انسان ہو تو پیارے کہ تجھے دیکھ
یوسف کی ہو جمعیت بازار پریشان

ہیں راز دل اس واسطے کرتا نہیں اظہار
تا غم نہ کرے خاطر دلدار پریشان

اختر نہ سمجھیو یہ مری آہ شرربار
ہوتی ہے فلک پر شب تار پریشان

دی ناز نے رخصت نہ ٹک ادھر جو وہ دیکھے
اسپر کہ سدا ہے نظر یار پریشان

ہوش اور حواس اپنے عمل سے ترے سودا
کرتا ہے نویسندہ کردار پریشان

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

نہ دیکھا جو کچھ جام میں جم نے اپنے
سو اک قطرۂ مے میں ہم دیکھتے ہیں

یہ رنجش میں ہمکو ہے بے اختیاری
تجھے تیری کھا کر قسم دیکھتے ہیں

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں

حباب لب جو ہیں اے باغباں ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہیں

نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں رو رو
ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہیں

مٹا جائے ہے حرف حرف آنسوؤں سے
جو نامہ اسے کر رقم دیکھتے ہیں

اکڑتے نہیں کام سنبل کے ہمکو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہیں

خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے
جو کچھ دوستا اپنے سے ہم دیکھتے ہیں

ستم سے کیا تو نے ہمکو یہ خوگر
کرم سے ترے ہم ستم دیکھتے ہیں

مگر تجھسے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اسے تیرے کوچے میں کم دیکھتے ہیں

کشور عشق میں وہ مرد قدم رکھتے ہیں
نالہ و آہ کا جو طبل و علم رکھتے ہیں

برہمن آج جو نازاں ہے بتوں پر اپنے
کیا مجال انکی وہ میرا سا صنم رکھتے ہیں

لاکھ شمشیر برابر کرے کوئی لیکن
تیرے ابرو تو نرالے خم و چم رکھتے ہیں

مفلسوں کو نہیں دنیا میں کسیکا خطرہ
خوف ہے انکو کہ جو دام و درم رکھتے ہیں

ایک اس شوخ کے دل میں نہیں آتا ہے رحم
ورنہ ہمسوں پہ سبھی لطف و کرم رکھتے ہیں

کوئی پوچھے تو بتوں سے ہوا کیا مجھسے گناہ
اتنا کیوں مجھپہ روا جور و ستم رکھتے ہیں

مجھسے وے الفت جو نہون اُنکو ہو باور وعدہ
تیری قسمون کی عوض ہم تو قسم رکھتے ہین

جتنے ہین زیر فلک عاشق شیدا مفتون
چھاتی پہ اپنی یہ سب داغ بہم رکھتے ہین

جنکا مولا ہے علی ہر دو جہان مین سودا
وہ نہین دل مین کسیطرح کا غم رکھتے ہین

وے صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین
اب دیکھنے کو جنکے آنکھین ترستیان ہین

آیا تھا کیون عدم سے کیا کرچلا جہان مین
یہ مرگ و زیست تجھ بن آپس مین ہنستیان ہین

کیونکر نہو مشبک شیشہ سا دل ہمارا
اُس شوخ کی نگاہین پتھر مین دھنستیان ہین

برسات کا تو موسم کب کا نکل گیا پر
مژگان کی یہ گھٹائین اب تک برستیان ہین

لیتے ہین چھین کر دل عاشق کا پل مین دیکھو
خوبان کی عاشقون پر کیا پیش دستیان ہین

اسواسطے کہ ہین یہ وحشی نکل نہ جاوین
آنکھون کو میرے مژگان ڈورون سے کستیان ہین

قیمت مین اُنکے گو ہم دو جگ کو دیچکے اب
اُس یار کی نگاہین تسپر بھی سستیان ہین

جب مین کہا یہ اُس سے سودا سے اپنے ملکے
اس سال تو ہے ساقی اور مے پرستیان ہین

اُن نے کہا یہ مجھسے اب چھوڑ دخت رز کو
پیری مین اے دیوانے یہ کون مستیان ہین

لخت جگر آنکھون سے ہر آن نکلتے ہین
یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہین

تجھ تیر نگہ کے ہے کشتون کا جہان مدفن
سینے کی جگہ ان سے پیکان نکلتے ہین

سر خاک گریبان چاک آغشتہ بخون دامن
کیا گھر سے ترے عاشق باشان نکلتے ہین

یہ خوبرو اے یارو کیا بطن سے مادر کے
لے قتل کا عاشق کے فرمان نکلتے ہین

کسطرح کہو عالم آسودہ ہو دزدوزی سے
دن رات مین اُس گھر سے دو خوان نکلتے ہین

موتی تو صدف مین سے نکلے ہین سمندر کے
پتھرین سے عاشق کی مرجان نکلتے ہین

مجھ دل سے تری الفت مشکل ہی سے جاویگی
جیتون سے میان جی کچھ آسان نکلتے ہین

زاہد کی زبان سے یون حرف لگے مریدونکے
حق مین خلاف اپنے کے ہر آن نکلتے ہین

جو بات یہ کرتا ہے تم غور کرو یارو
کچھ کشف کے آئین سے عنوان نکلتے ہین

اور اُنکی جو سج دیکھون گھر سے وہ نکلین ہین
جو رات کے رہنے کے مہمان نکلتے ہین

اک بیجی کی پیچ اُنکی جون ہار گلے مین ہین
مسّی کی جمع رنگین کھا پان نکلتے ہین

مین کیا کہون اے یار دکھنے مین نہین آتا
جس جھمکی سے ہر اک جادہ آن نکلتے ہین

جو گھورنے والے ہین دیکھ آنکھوں اس برن سے
ہر کوچے سے ہونیکو قربان نکلتے ہین

کہتا ہے یہ تب سودا لاحول ولا قوت،
دلیون کے بھی نطفے سے شیطان نکلتے ہین

مست سحر و توبہ کن شام کا ہون مین
قاضی کی گرفتارئ اعلام کا ہون مین

بندہ کہو خادم کہو جیسا کہو مجھ کون
جو کچھ کہو سو ساقی گلفام کا ہون مین

خدمت مین مجھے عشق کے ہے دل سے ارادت
نے معتقد کفر نہ اسلام کا ہون مین

اک روز حلال اسکو بھی مین کرکے دکھایا
نوکر جو خرابات مین دو جام کا ہون مین

نے فکر ہے دنیا کی نہ دین کا متلاشی
اس ہستی موہوم مین کس کام کا ہون مین

یکرنگ ہون آتی نہین خوش مجکو دورنگی
منکر سخن و شعر مین ایہام کا ہون مین

مطلوب نہ عاشق مین نہین اپنے کسو کی
طالب لب محبوب سے دشنام کا ہون مین

بندہ ہے خدا کا تو یقین کر کہ بتان کا
بندہ بجہان بے زر و بیدام کا ہون مین

ہے شیشۂ مے عینک پیری مجھے سودا
نظارہ کن اب شیب کے ایام کا ہون مین

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان
بیوفائی نے پر اسکی دین مٹا سب خوبیان

نامۂ پیچیدہ کو جون شمع وہ دیتا ہے آگ
کسطرح اسپر کھلین باتین مری مکتوبیان

رکھتی ہے چشم محبت کیا ہی یارو فیض حسن
جسکے نظرون مین بہ از یوسف ہون ہم اسلوبیان

آہ و نالہ سے مرے ساتون فلک سے تا بعرش
رہتے ہین پنبہ بگوش اب روز و شب کروبیان

عشق یا پیغمبر وقت اسکو یارو کیا کہون
دل تو ایوبی ہوا آنکھین ہوئین یعقوبیان

حسن بالادست سیر آکیا سو عاشق رہے
تیرے کوچے مین سدا رہتی ہین سینہ کوبیان

تھین مری آنکھین الٰہی یا کہ طوفان تنور
ساتھ اپنے یہ جو اک عالم کو لیکر ڈوبیان

زیب و زینت کا مین دنیا کی نہین پایا گناہ
زائل عزت ہین اپنی طبع کی مرغوبیان

حسن کے دعوے سے ہے وہ منکسف منخسف
مہر و مہ دونون کو اسکے رو سے ہین محجوبیان

ترک کر سودا ہنر کو اب ہنر رکھتا ہے عیب
ہوگئین خلقت کی نظرون مین ہنر معیوبیان

لاتا ہے بزم مین وہ سخن بر زبان زبون
سر جس سے ہو بخدمت فرزانگان نگون

دنیا نہ لے سکے ہے نہ دین مجھسے دل مرا
میدان سے لیگئے ہین یہ گو دلبران برون

سنتا نہین کسیکا کوئی درد دل کہین
اب تجھ سوا مین جاکے خدایا کہان کہون

جون گل نہین ہے تازہ جنون یان کہ از عدم
لایا مین شکل غنچہ گریبان دران درون

وعدے کو وصل کے یہ بڑھایا کہ ہو گیا
اسکے تلے فلک کے قد دلستان ستون

لیسے کو دل دیا ہے کہ کرنے کو مسترد
پھرتا ہون گرد اُسکے مین زاری کنان کنون

یوسف کے غم مین رودے تھا یعقوب جسطرح
تجھ غم مین چاہتا ہے میرا ہر روان ودن

دل عاشق غریب سے لے شکل آسیا
چاہے ہے یون ہر ایک ز سنگین دلان دلون

ناصح کہے تھا راست کہ بد ہین یہ خوبرو
حاشا نہ بازی عشق کی پھر با بدان بدون

سودا سخن کو جامی کے ہین سمین کر نصب
مشہور اس غزل کو کران تا کران کرون

اُسکا یہ گھر ہے مجھ سے لئے اختر مرا بچرخ
نیکان نمودہ میل بہ نیکان بدان بدون

عقل اُس نادان مین کیا تیرا جو دیوانہ نہین
نور پر تیرے مگس ہے وہ جو پروانہ نہین

اپنی توبہ زاہدا جز حرف رندانہ نہین
ختم ہو یان تو احتیاج جام و پیمانہ نہین

خال زیر زلف پر مت جی چلا اے مرغ دل
ہان مرا بھی کہا یہ دام بے دانہ نہین

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر
از روے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

کر ہے گوش فہم اپنا ورنہ یون کہتا ہے چغد
تھی نہ آبادی جہان ایسا تو ویرانہ نہین

باغبان مت دور کر گلشن سے تو مجکو کہ ہے
آشناے رنگ گل یہ سبزہ بیگانہ نہین

صبح دیکھا تھا جو کچھ وہ کم نہین ہے جو لیسے
ذکر اُسکا شام ہو تو بیش از افسانہ نہین

بے تجلی طور کے کس سے یہ دل گرمی کرے
جل نجھے ہر شمع پر اپنا وہ پروانہ نہین

زاہدا انگلی کی مت کر فکر آئینہ تو دیکھ
چاہین چھٹ جاے کی اور اُس ریش کا شانہ نہین

اے کس ساقی نے پٹکا اسطرح میناے دل
ہو جہان ریزہ نہ اسکا کوئی میخانہ نہین

سنکے ناصح کا سخن مجنون نے سودا یون کہا
ایسے احمق سے مخاطب ہون مین دیوانہ نہین

آپکو تو گو سمجھتا ہے کہ وہ دانا نہین
حق بجانب ہے ترے مین اُسکو پہچانا نہین

گر کہون مین حال اپنا سنکے غافل ہو دو چند
درد دل میرا تو اُسکو بیش از افسانا نہین

عشق کے کوچے مین اپنا مست قدم رکھ بوالہوس
گر تجھے منظور دان سر سے گذر جانا نہین

زلف مین شانہ کو دی جاگہ تو اُسکا کیا گناہ
یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہین

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لیجا سکے
پھر پھر اس گلشن مین اسکے نادان تجھے آنا نہین

سنگ سے بیت الحرم کی شیخ اُٹھائے ہی بنا
آئنہ دلکا مجھے اس گھر مین ٹھہلانا نہین

ناصحا بالین سے میرے اُٹھ خدا کیواسطے
جان کھائی اسکو کہتے ہین یہ سمجھانا نہین

وعدہ کوثر پہ واعظ کیجے ترک جام مے
نقد کو نسیہ پہ کھونا کار فرزانا نہین

شیشہ دل ہی کوئی دیتا ہے چیز اُس شوخ کو
اب غرض سودا سا دنیا بیچ سیانا نہین

تیرے پہلو سے جو محفل مین ہٹے جاتے ہین
شمع رو نظرون مین جون سایہ گھٹے جاتے ہین

جنکے دامن تھے نمازی سو ترے کوچے مین
انکی خرقون کے گریبان پھٹے جاتے ہین

کھینچ کر تیغ مگر چرخ پڑا ہے پیچھے
رات دن زیست کے جو جلد کٹے جاتے ہین

زخم دل قابل مرہم نرہا جب کیون یار
رشتے سینے کو تب الفت کے بٹے جاتے ہین

گو خوارونکی کہان تاب ہے اُن کا تو نگہ
گوش گل جب در شبنم سے پھٹے جاتے ہین

خار رہتے نظر آتے ہین بگلزار جہان
گل جنھین کہیے سو وہ گل ہی چھٹے جاتے ہین

ابر مژگان کو ترے دیکھ لے تر لے سودا
چل ہر اک نالے پہ صحرا مین سٹے جاتے ہین

کو سونکا نہین فرق وجود اور عدم مین
قصہ ہے تمام آمد و شد کا دو قدم مین

کیا جام بنانے سے ہوا سود جو یارو
طاقت نہ ہے عشق کے پینے کی تھی جم مین

کچھ ہرزہ دوی سے نہین کم عزم حرم شیخ
وسے خرقہ و دستار نمغ بیٹھ جا ہم مین

ہم ساقی قسمت سے بہ مشکل ہین رہی
یان فرق نہین ذائقہ کو شربت و سم مین

کب چشمے کے پانی سے پھلے تخم محبت
ہان ابر مژہ آب دے اس کشت الم مین

ہے جام سے عیش مجھے دیدہ پر آب
مین تشنہ و تنہا پائی سو میخانہ غم مین

بہکے گا تو سنکر سخن شیخ و برہمن
رہتا ہے کوئی دیر مین اور کوئی حرم مین

موجب یہ تہیدستی کا لینے کہ کسو کے
کچھ رشتہ نہ دیکھا مین کبھو دست کرم مین

اچھا ہووے موتا تری شیریں سخنی سے
سودا دم عیسیٰ ہے تری نالے قلم میں

جب لبوں پہ یار کے مستی کی دھڑیاں دیکھیاں — جوں زحل کی ساعتیں اس دل پہ کڑیاں دیکھیاں
عشق دولہا کے ہے سر سہرا کہ تار اشک سے — موتیوں کی عاشقوں کے منھ پہ لڑیاں دیکھیاں
داغ چیچک کے سے تب لاتے تھی اکثر بے تمیز — چھائیاں سی ہمنے اس مکھڑے پہ چڑیاں دیکھیاں
دیکھ لو اس شوخ کی زلفوں کو سر سے تا بپا — حسن کے پاؤں پہ زنجیریں جو بیڑیاں دیکھیاں
عہد میں تجھ حسن کے یاریں ہیں انکو چوب گل — پھولوں کی جن پہ کبھو پھولی نہ چھڑیاں دیکھیاں
کیو دے نکے دل اپنا مکدر زندگی سے اب نہو — صورتیں کیا کیا زمیں پہ ہمنے گڑیاں دیکھیاں

جب سے وعدہ تو نے سودا سے کیا ہے وصل کا
اٹھ پہر اسکے تئیں گنتے ہی گھڑیاں دیکھیاں

خاک خوبیں صورتیں کیا کیا نہ رلیاں دیکھیاں — اے فلک باتیں تری کوئی نہ بھلیاں دیکھیاں
وہ رہا دست تاسف کے تئیں ملتا ہوا — جن نے وہ انکھیاں خمار آلودہ لیلیاں دیکھیاں
ہائے جس دن سے گیا ہو کر خفا وہ تند خو — غنچۂ دل کی کھلی پھر میں نہ کلیاں دیکھیاں
کسکے گھر میں چھپ گیا اے شوخ تو کیا جانیے — ہمنے سارے شہر کی دن رات گلیاں دیکھیاں

آہ اپنی میں مرا ڈھونڈتے ہوئے سودا تو کیا
بید مجنوں کی نہ شاخیں ہمنے پسلیاں دیکھیاں

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان — یکساں نہیں رہیگا ترا آن ہاں ہاں
آئینہ تک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو — کیا کیا بنائی صورت انسان ہاں ہاں
گندلے ہے تو چمن سے کہ جاہے ترا مزاج — کھینچے ہے آہ مرغ گلستان تان تان
دشنام دیکے ہاے وہ چہرہ کا کھینچنا — چبھتی ہے میرے دلمیں ابھی آن آن

پوچھا کسی نے یار تو سودا کو کس لیے
بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہے کہ نہیں — جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں
ہر ذرہ میں محبت مجھکو ہی نظر آتا ہے — تم بھی ٹک دیکھو کہ صاحب نظراں ہے کہ نہیں
پاس ناموس مجھے عشق کا ہے اے بلبل — ورنہ یاں کونسا انداز فغاں ہے کہ نہیں

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھ علاج انکا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

آگے شمشیر تمھاری کے بھلا یہ گردن
مو سے باریک ترا اے خوش کماں ہے کہ نہیں

جرم ہے اسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میاں منھ میں زباں ہے کہ نہیں

پوچھا اک روز میں سودا سے کہ اے آوارہ
تیرے رہنے کا معین بھی مکاں ہے کہ نہیں

یک بیک ہو کے برآشفتہ لگا یوں کہنے
کچھ تجھے عقل سے بہرہ بھی میاں ہے کہ نہیں

دلکو جنکے ہے تعلق یہ مکاں کیا جانے
عدم و ہستی انھوں کے گماں ہے کہ نہیں

دیکھا میں قصر فریدوں کے در اوپر اک شخص
حلقہ زن ہو کے پکارا کوئی یاں ہے کہ نہیں

اسباب جہاں کے کچھ اب پاس گو نہیں
یہ فکر تو نہیں کہ یہ ہے اور وہ نہیں

گو منتظر دعا کا ہمارے ہو اب قبول
دست و دہن پسارے اپنی یہ خو نہیں

آنکھیں تو ایسی خلق نہ ہوئیں ہیں نہ ہونگی
پر چاہیے کہ انمیں مروت ہو سو نہیں

باندھا ہم اس چمن میں اگر آشیاں تو کیا
نے گل میں آب و رنگ نے تاکی تو بو نہیں

سرگوشی پہ تو میرے برآشفتہ کیوں ہوا
ہیں درد دل کہا ہے یہ کچھ اور تو نہیں

جو چاہیں یار حال سے دیں میرے اشتہار
پروا کچھ ایسی بات کی اُس شوخ کو نہیں

سودا نہ کرتے کاش ترا وصف پیش یار
اب ہمکو اُس سے آنکھ ملانے کا رو نہیں

کہے ہے تو یہ یہ زاہد کہ تجکو دیں تو نہیں
بھرا دے خم ہی مرے منھ سے جل نہیں تو نہیں

ولا میں پیتے ہی پیتے ہونگا عشق کی مے
یہ جام زہر ہے پیارے کچھ انگبیں تو نہیں

یہ جو ہے دوستی غیر و دشمنی میری
کسی نے کچھ اُسے منظور ہو ولیکن تو نہیں

جو کوئی دے تجھے دامن پسار کر دشنام
ترے بھی ہاتھ میں کچھ صرف آستیں تو نہیں

ولا خموشی کی میری تو دیکھیو تاثیر
ہو ترا اُسکو ترا نالہ حزیں تو نہیں

نگار خانۂ گردوں کی سیر کی سودا
ولیک وازہے گھر اپنے دلنشیں تو نہیں

ہر چہ کچھ ہو سو تجھے بھاگنا ترے در سے پیار نکو نہیں
کہاں چھپے گی ہے یہ روسیہ کدی ہے جگہ جہاں تو نہیں

دو جہاں کے آئینہ خانہ میں ترے عکس کی ہیں جلوہ گریں
پھرے جھلسے آنکھ ترا منھ کہیں دیکھ کے پھر کہیں رو نہیں

چمن زمانہ کا مین بیان کرون کیا ہی مسلح انس و جان
کوئی گل بتا تو مجھے یہان مرے خون کی جس مین کہ بو نہین

ہی عجب طرح کی یہ آب رخ کسے تاب لاوے جو تاب رخ
اٹھی جب سے تیری نقاب رخ مہ و خور کے منھ پہ لہو نہین

مری پاے خم تلے سنکے جا نہین منصفی تو کہے بڑا
ترے سر او پر بھی تو زاہدا یہ عمامہ کم ز سبو نہین

کرون توبہ بادہ سے مین اگر نہ ہو پھر شکست ایسے شیخ جز
تو اب اس سخن کو یقین کر مری توبہ تیرا وضو نہین

کہے سودا اسے کوئی تجکو ہم سبھی فن مین باتین ہین بیش و کم
تجھے تجھ مین دیکھا ہوا ایکدم مرے مہربان سو کبھو نہین

پیارے تمھارا پیار کسی نسان پر نہین
لیکن ہزار شکر کہ اک آن پر نہین

تنہا کہین بٹھا کے تجھے آج ایک بات
دل چاہتا ہے کہیے مری جان پر نہین

کر بیٹھنا ہر ایک کسی سے قبول عشق
زیبا تمھارے حسن کی یہ شان پر نہین

سودا وہ کونسا ہے بھلا اس چمن مین گل
ٹکڑے جگر کے جسکے گریبان پر نہین

موسم گل ہے ولے کچھ یہ دل اب شاد نہین
تاب پرواز نہین طاقت فریاد نہین

آہ اس دل نے تجا ننگ و حیا کو ورنہ
کیا کیا باتین ہین تمھاری کہ مجھے یاد نہین

ڈرتے ڈرتے جو ترے کوچے مین آجاتا ہون
صید خائف کی طرح رہ بقفا جاتا ہون

گرچہ طاقت نہین لیکن بخدا جاتا ہون،
اتنی رنجش کا سبب کیا ہی کہا جاتا ہون

کیون مجھے گھر سے نکالے ہی کہ اب تجکو دیکھ
آپ سے مین تو مری جان چلا جاتا ہون

ہون مین جون نالہ زنجیر سدا پا بر کاب
جا ہیے سلسلہ جنبان ہے چلا جاتا ہون

نہ تلطف نہ محبت نہ مروت نہ وفا
سادگی دیکھ کہ اسپر بھی ملا جاتا ہون

ناتوان مرغ ہون مین اے رفقاے پرواز
اتنا آگے نہ بڑھو تھم کہ رہا جاتا ہون

طائر رنگ حنا کی نمط اب اے صیاد
ہون تو مین ہاتھ مین تیرے پہ اڑا جاتا ہون

کوئی تعمیر کی میری نہین درپے ہیہات
شکل دیوار خرابے کی مین ڈھا جاتا ہون

فکر موزون نہین کرنیکو گرفتار مرے
ہمنشین مضمون تری باتون مین بندھا جاتا ہون

سوچون ہون اپنے تئین جون سخن فتنہ زیاد
گاہ بیگاہ اگر آپ مین آجاتا ہون

گرمجوشی نہ کرو مجھسے کہ مانند چنار
اپنی ہی آگ مین مین آپ جلا جاتا ہون

ہے کہان وہ وحشی رم خوردہ کہ تا دشت عدم
بات کہتے کے ہے تو مانند صدا جاتا ہون

صفحۂ ہستی پہ اک حرف غلط ہوں سودا
جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اٹھا جاتا ہوں

نے ملبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں — میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں
گریاں بہ شکل شیشہ و خنداں بہ طرز جام — اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہوں
تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ میں — یکحرف آرزو بہ لب نارسیدہ ہوں
کوئی جو پوچھتا ہو تو کس پر ہے دادخواہ — جوں گل ہزار جا سے گریباں دریدہ ہوں
تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہیں حریف — ظالم میں قطرۂ مژہ خوں چکیدہ ہوں
کس سے کروں میں دعوی دل جا کے ایخدا — دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہوں
کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن میں تو — خون جگر میں میں بھی تو دامن کشیدہ ہوں
غافل ہے کیوں ترا امری فرصت سے گوش دل — اے بیخبر میں نالۂ حلق بریدہ ہوں

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

عاشق کی سگ کے چشم روے بن نہ رہوں میں — میں رخنۂ کشتی ہوں روؤں اور رہوں میں
پیارے سے نہ برا مانو تو اک بات کہوں میں — کس لطف کی امید پہ یہ جور سہوں میں
چھپ کر جو کہیں تجھکو تنک دیکھ رہوں میں — ہر ایک منہ مجھے آکے ستاتا ہے کہوں میں
یہ تو نہیں کہتا ہوں کہ سچ مچ کرو الطاف — جھوٹی بھی تسلی ہو تو جیتا ہی رہوں میں

سہتا نہیں خط آنے سے کوئی ستم یار
سودا اگر اب ایک سہوں یا نہ سہوں میں

چشم تر میری سے کیا رکھتی ہے مطلب آستیں — ایکدم ہوتی نہیں اُس سے جدا اے آستیں
لخت دل کس دن نہیں گرتے مرے دامن کے بیچ — تر نہیں ہوتی لہو میں کونسی شب آستیں
ہے مجھے اے ابر دریا بار اتنا تو یقیں — تجھ سے نکلینگے کئی جھاڑونگا میں جب آستیں
کہکشاں ہے نام کو لیکن مرے احوال پر — آسماں روتا ہے منہ پر دھر کے ہر شب آستیں

تجھکو بھی سودا کچھ اپنی بیقراری پر ہے شرم
برق ہنستی ہے مجھے رکھ منہ پہ جب تب آستیں

نگر آباد ہے بسے ہیں گانوں نا — تجھ بن اجڑے پڑے ہیں اپنے بھانوں

یاد کر باغ مین تجھے ساقی
تجھ وہان وکمر سے ہے جنھین عشق
جن نے سجدہ کیا نہ آدم کو
تم نے ہمسے بہت کی کج خلقی

روز ہم رد نے بیٹھ تاک کی چھاؤن
اب انھون کا کہین نہ ٹھور نہ ٹھاؤن
شیخ کا پوچھتا ہے بایان پاؤن
کبھی تو ہووے گا ہمارا داؤن

نوبت قیس ہو چکی آخر
اب تو سودا کا باجتا ہے ناؤن

کس کس طرح کی دیکھین اس باغ کی فضائین | کیدھر گئے وہ ساقی وہ ابر وہ ہوائین

حسرت سے آئینہ کا دل کیونکہ ہو نہ پانی
شانہ حضور اسکے زلفونکی لے بلائین

واشد ہو خرمی سے یہ کیا حساب تجھ بن
اس برگ خشک آسا جو نخل سے جدا ہو
جابدی پہونچ کہ مجکو ڈرتا ہون لے نجا دے
بے اختیار منھ سے نکلے ہے نام تیرا

ہے زندگی سے اپنے دل کو حجاب تجھ بن
پھرتا ہون نالہ کرتا ہر سو خراب تجھ بن
ہون جسجگہ مین وان سے آنکھونکا آب تجھ بن
کرتا ہون جس کسیکو پیارے خطاب تجھ بن

مل جا جو چاہتا ہے سودا کی زندگانی
کچھ بیطرح سے اسکو ہے اضطراب تجھ بن

ملائم ہو گئین دلبیر پرہ کی ساعتین کڑیان
کبھی نکلی ہین لخت دل سے تار اشک کی لڑیان
ہنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منھ کو ملتا ہے
گرہ لاکھون ہی غنچہ کی صبا اکدم مین کھولے ہے
دیوانہ ان لٹونکا ہون قسم ہے روح مجنون کی
بچھڑی تلوار کیدھر گل و بلبل ہین گلشن مین
کھلائے گو کہ شانہ سے تم اپنی زلف کے عقدے

بہے کٹنے لگے ان بن جھخون بن کاٹتے گھڑیان
یہ انکھیان کیون مرے جی کے گلے کی ہار ہو پڑیان
خدا جانے کہ کیا کیا صورتین اس خاک مین گڑیان
نہ سلجھین تجسے اے آہ سحر اس دل کی گلجھڑیان
نہ ہار و جوسے گل مجکو بغیر از بید کی چھڑیان
تمھاری سچ کہو دو نو نین کس سے انکھڑیان لڑیان
نہ سلجھے یہ کسی ڈھب مین ہزارون ہین گرہ پڑیان

تسلی اس دلِ وا ہیکی نہو جھولی کے پتھرون سے
اگر سودا کو چھیڑا ہے تو لڑکو مول لو پھریان

نہ غنچے گل کے کھلتے ہین نہ نرگس کی کھلیں کلیان | چمن ہین لیکے خمیازہ کسی نے انکھڑیان ملیان

کہیں مہتاب نے دیکھا ہی تجھ خورشید تاباں کو
پھرے ہی ڈھونڈھتا ہر شب جہان آباد کی گلیان
لب و لہجہ ترا سا ہے کہیں خوبان عالم مین
غلط ہے یہ زبانوں پر کہ سب مصری کی ہین ڈلیان
تبسم یون نمایا ہے مسی آلودہ دندان سے
نہو ابرِ سیہ مین سطرح بجلی کی اچپلیان

دیوانا ہو گیا سودا تو آخر ریختے پڑھ پڑھ
نہ مین کہتا تھا اے ظالم کہ یہ باتین نہین بھلیان

بلبل چمن مین کسکی ہین یہ بد شرابیان
لوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان
تجھ مکھ پہ تا نثار کرین مہر و ماہ کو
لبریز سیم و زر سے ہین دونون رکابیان
صیاد کہہ تو کسن نے کبوتر کو دام مین
سکھلا دیان ہین دل کی مرے مضطرابیان
افیون مین گر ملا کے تو زاہد پیے شراب
مصری کی دین منگا کے تجھے ہم گلابیان

فرہاد و قیس دونون گئے سودا کا ہے یہ حال
کیا کیا کیان ہین عشق نے خانہ خرابیان

باتین کدھر گئین وہ تری بھولی بھولیان
دل لے کے بولتا ہے جواب تو یہ بولیان
ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیان
حیرت نے اسکو بند نکرنے دی پھر کبھو
آنکھین حباب آرسی نے تجھے پہ کھولیان
اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزہ سے چاک
جون خوش جھکو نکے تن پہ مسکتی ہین چولیان
کن نے کیا خرام چمن مین کہ اے صبا
لاتے ہین بوے ناز سے بھر بھر کے جھولیان
ساقی ہو بچ کہ تجھ بن اس ابر بہار سے
پڑتے نہین تگرگ برستی ہین گولیان
کس طرح ہو وے آنکھونکی کاوش سے دلکو چین
مژگان نکر سکین تو نگاہین چبھولیان
کیا چاہیے نکھے یہ سر انگشت پر حنا
جس بیگنہ کے خون مین چاہین ڈبولیان
جون برف ہو گئے ہین تفنگ و زبان بند
اسنے تو بالکہ گرم ہین کابل کی لولیان

سودا اسکے دل سے صفائی نہ تھی کبھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑ کے گرہ اسکی کھولیان

نہ اشک آنکھو نسے بہتے ہین نہ دلسے اٹھتی ہین آہین
سبب کیا کاروان درد کی مسدود ہین راہین
مرے گلشن مین کب تا لہ ترا سبزہ ہو سترگی
بجا ہے سر پہ ان خاک چمن سے اگتی ہین آہین
رہے مین تا دم اس سبزہ زمین پر چاہیئے دہقان
بجا ہے دانہ دل بو دین اگر ایکی نہین گاہین

بتان کی دوستی پہ مطمئن ہووے سو کافر ہو
یہ ظالم مار ڈالین بات کہتے ہین جسے چاہین

نہ پہونچا منزل مقصود کو مجنون بھی اے سودا
سمجھکر جائیو لٹتی ہین ملک عشق کی راہین

تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین

جس سے پوچھا مین کہ دل خوش ہو کہین دنیا مین
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین

محتسب نے کسی میخانہ مین جا اے زاہد
ایک شیشے کو بھی ثابت نہ رکھا کہتے ہین

تو تو اس معنی کو سن شاد ہوا ہووے گا
پوچھیے اہل لون سے کہ وہ کیا کہتے ہین

نہ اپنا سوز ہم تجھسے بیان جون شمع کرتے ہین
جو دل خالی کیا چاہین تو آہ سرد بھرتے ہین

جگر انکا ہے جو تجھکو صنم کہہ یاد کرتے ہین
میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کہتے ڈرتے ہین

لگے بولین عقیق اور نگین لعل ٹھہرا دین
یہ ناشاعر ترے ہونٹھون کو کیا کیا نام دھرتے ہین

لگی ہین اسکے مت جائیو الہوس مان کہتا ہون
قدم پڑتا نہین اُس کو مین وان سر گذرتے ہین

یہ رتبہ جاہ و دنیا کا نہین کم مال زادی سے
کلاس پر روز و شب مین سیکڑون چڑھتے اترتے ہین

نہ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا
کہین وارستگان زنجیر جکڑیے ٹھہرتے ہین

تماشا ہین کسکے غنچون نے دہن کھولا ہوا اتنی شبنم
گلا انکا موتیون سے منہ تکے قطرے جو بکھرتے ہین

کسی کی مرگ پر اے دل تجھے چشم تر ہر گز
بہت سا رو لیے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

طرح سمجھو نہ کی اپنے بگڑی کے سودا کی نظر وہین
یہان کے خوبرو جتنے ہین بگڑے پر سنورتے ہین

عاشق فنا مین اپنے بہبود جانتے ہین
جی کا زیان جو ہووے تو سود جانتے ہین

غنچہ کھلین ہین کیونکر تجھسے صبا چمن مین
دانشد کی رسم ہم تو مفقود جانتے ہین

پروانہ تلک تو پہونچا مکتوب شمع لیکن
ہم راہ نامہ بر کی مسدود جانتے ہین

کچھ اس سوا ترقی اپنی مین ہم نہ سمجھے
اک دن بدن غم دل افزود جانتے ہین

مجمر کا دخل کیا ہے محفل مین تفتگان کے
بو داغ دل کی اپنی ہم عود جانتے ہین

اپنا چراغ دل کا جس دم سے بجھ گیا ہے
ہم گھر کو آسمان کے پر دود جانتے ہین

ڈرتا ہون بات میری کر دے نہ تو تشکر
اب تک تو اس سخن کو مسدود جانتے ہین

آئینہ سازی انکو ہے کفر اے سکندر
جو مرد شکل ہستی نابود جانتے ہین

جس حشمت کو اٹھا کر دیکھین وہ چشم دل سے
صورت کو اپنے اسمین موجود جانتے ہین

کیا شکر و کیا شکایت اپنی ہی شکل یکی ہے
دونون سے آپ ہی کو مقصود جانتے ہین

گاڑا قدم جنھون نے کوئے قناعت اندر
کب مجلسونمین جاکر وہ کود جانتے ہین

آوے ہین کاسہ گر کے گھر ہی جو ہو سفالی
شیخ آپ کو اسی پر موجود جانتے ہین

عجز و غرور دونون اپنی ہی ذات سے ہین
ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہین

ہم سر نوائین کسکے آگے کہ بید آسا
انکے قدم کو اپنا مسجود جانتے ہین

سودا سے یہ کہا مین تجھ درد کے حق مین
کرنے دعا و دوا سے ہم سود جانتے ہین

یہ بات سنکے مجھسے بولا وہ آہ بھر کر
تدبیر ہم بھی یہ ہی محمود جانتے ہین

لیکن نہ وہ دعا ہے جسکو اثر کی ور کے
گوسپندگان آمین مردود جانتے ہین

باتین کتنی ہی نہین منھ لگنے سے منظور ہمین
سو میسر نہوا تا بلب گور ہمین

قدرت اور ونکو ہے سرگرم سخن ہونیکی
نہین بھرنے کا دم سرد ہے مقدور ہمین

کام ہے چشم کا نظارہ نہ بہنا شب و روز
آنکھ خالق نے رقیبونکو دی ناسور ہمین

ساقیا بزم نہین آج خلل سے خالی
جام کچھ اور ونسے دیتا ہے تو معمور ہمین

نیش زن کام مین اپنے ہین یہ اپنی شکلین
لگے آئینہ محل خانۂ زنبور ہمین

بوسہ ہنسکر نہ دیا ان نے سوائے دشنام
سو بھی یہ جب نہ ملا کوئی تو مجبور ہمین

کوئی سمجھے ہے ترے گھر مین کہ ہم آئے کیون ہین
ہوکے مانع تو نہ کر خلق مین مشہور ہمین

رات حاضر ہوے سودا کی جو ہم بالین پر
شعر پڑھتا یہ نظر آیا وہ رنجور ہمین

پہونچے ہم آرزوئے وصل مین نزدیک مرگ
سوجھے ہے شکل ملاقات ابھی دور ہمین

گلشن مین یار بن نہ مجھے شرب مدام مین
مانند لالہ خون ہو البریز جام مین

کاڑھے قفس الغل مین سے دشمن کہ مرغ کو
لادے ہی شاخ سے پر پرواز دام مین

آزادگان سے تنگ ہین وہ جو سیاہ بخت
نقش نگین کیطرح سے ہین قید نام مین

ان جوش قدونکی چال کا انداز کیا کہون
ٹھوکر لگی ہے دل کے تئین جس خرام مین

سودا سے ہم سخن ہی جس انداز سے وہ شوخ
آئی ہے بو لہو کی مجھے ان کلام مین

کر کیجیئے انصاف تو کی زور و فا مین — خط آتے ہی سب چلگئی اب آپ ہین یا مین
تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اونکی — لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین
رکھتا ہے کچھ ایسی وہ برہمن بچہ رفتار — بت ہوگیا جھجھ دیکھ کے اسکی بخدا مین
یارو نہ بندھی اُس سے کبھو شکل ملاقات — ملنے کو تو اُس شوخ سے ترسا ہی کیا مین
جب مین گیا اسکے تو اُسے گھر مین نہ پایا — آیا وہ اگر میرے تو در خود نہ رہا مین

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

جاتا ہون ترے در سے بس ابہی یار رہا مین — نظرون مین رقیبون کی بہت خوار رہا مین
مین جب سے ملاقات کی تب سے ترے نزدیک — ذلت ہی کا ہر وقت سزاوار رہا مین
آئے تھے سبھی ہمنفس اکبار تہ دام — آزاد ہوئے اور گرفتار رہا مین
پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے — آنکھون کو تری دیکھ کے بیمار رہا مین
تجھ حسن کی اسواسطے ہے گرمی بازار — اے شوخ ترا بسکہ خریدار رہا مین
اکدم نہ تھمبا خون مری آنکھون سے کبھو یار — از بس ترے ہاتھون سے دل افگار رہا مین

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہون سودا
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا مین

ناوک نے ترے صید نچھوڑا زمانے مین — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین
کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون — دیکھون ہون تیری زلف کو مین دست شانے مین
زینت دلیل مفلسی ہے ٹک کمان کو دیکھ — نقش و نگار چھٹ نہین کچھ اسکے خانے مین
اے مرغ دل سمجھ کے تو چشم طمع کو کھول — تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے مین
چلے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان — تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے مین
پایا ہر ایک بات مین اپنے مین یون تجھے — معنی کو جسطرح سخن عاشقانے مین
دست گرہ کشا کو نہ تزئین کرے فلک — مہندی بندھی نہ دیکھی ہین انگشت شانے مین
ہمسا تجھے تو ایک ہمین تجھسے ہین کئی — جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے مین

سجدہ کیا صنم کو مین دے لگکے کنشت مین
کہ اس خدا سے شیخ جو ہے سنگ و خشت مین

جون تاک اینڈتے ہین پڑے میکدے مین مست
زاہد بھلا یہ عیش ہے باغ بہشت مین

گذرا ہے آب چشم مرے سر سے بارہا
لیکن نہ وہ مٹا جو کہ تھا سرنوشت مین

ہرگز نہ مر تو قصر فریدون کے رشک سے
جا گھر کر اپنے دوست دل خوب و زشت مین

سودا کو شمع بزم جو کہتے تو تھا بجا
ہے اشک و آہ و سوختن اسکی سرشت مین

مژہ اس چشم کا کھٹکے ہے دل مفتون مین
نیشتر سیر سے ہے لوہو کی تری جستجو مین

سبق ناز پڑھا کن نے چمن مین کس کے
جنبش لب نے لٹائے ورق گل خون مین

موسم گل ہے جہا نمین تو ہمین کیا سودا
اپنے جی سے یہ عداوت ہے دل گردون مین

شب کو خاطر مین اگر قصد صبوحی ہووے
نمک صبح ملاوے وہ مے گلگون مین

خلش کرون نہ کسی سے اگرچہ خار ہون مین
جلے نہ مجھسے دل خس جو شعلہ بار ہون مین

جو گرد ہون تو رہون خاکپاے دشمن و دوست
نہووے یہ کہ دل مور کا غبار ہون مین

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین
دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

اور و لنے چھٹے دلبر دلدار ہوا میرا
برحق ہے اگر پیر و کچھ تم مین کراماتین

کل لڑ گئین کوچے مین آنکھو نسے مری انکھیان
کچھ روز ہی آپسمین دو دو چلین سمکھاتین

بہار اسکی نہین لگتی ہے اک پا سنگ آنکھو نمین
بتان کی ہمنے دیکھی ہے جو گا تک آنکھو نمین

ہے جبتک اسکی تو حایل یہ باہر آ نہین سکتا
کل لخت جگر ہو اشک کا دل تنگ آنکھو نمین

چمن کی سیر کو جاتا ہے تو یہ مجکو خطرہ ہے
نہو گلشن مین نرگس سے کہین اب جنگ آنکھو نمین

کہان طاقت جو اٹھنے پانسے جانیکے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجکو یک قدم فرسنگ آنکھو نمین

نہ دی فرصت کسیکی خو نے ٹک قطرے کے بہنے کی
و گرنہ ہم تو رکھتے ہین چمن اور گنگ آنکھو نمین

نہین ہرگز تری چشم سیہ محتاج سرمہ کی
لگے اے شوخ تیرے قد و شوخی کے سنگ آنکھو نمین

نشے سے جھک گیا سودا جو دیکھا اس ختا کے شہر کو
رکھو ہو زور کیفیت یہ کافر سنگ آنکھون مین

گر روا کرنی ہو کرے یار دن دو چار مین
ورنہ مرجاوے گا یہ بیمار دن دو چار مین

جسم کا معلوم رہنا گر یہی ہے سیل اشک
بیٹھ ہی جاویگی یہ دیوار دن دو چار مین

اب تو گل کھاتے پھرے ہین لوگ تیرے نام پر
دیکھیو پھولی ہے یہ گلزار دن دو چار مین

جو چلن چلتے ہو تم ہمکو بھی اسکی ہے خبر
اس چلن پر چلتی ہے تلوار دن دو چار مین

چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کوچے کے بیچ
لوٹتے دیکھے گا اپنے یار دن دو چار مین

پیچ پر گر پیچ دیتے ہی چلے جاؤ گے شیخ
ہو گی گنبد سے بڑی دستار دن دو چار مین

جب مین کہتا ہون کہ وعدہ وصل کا پورا کرو
ہے یہی اس شوخ کی گفتار دن دو چار مین

لیکن اسکے قول کو سودا تو یون جانون ہون مین
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار مین

جو مرض مہلک ہوا اور بولے تشفی کو طبیب
دور ہو جاویگا یہ آزار دن دو چار مین

امید ہو گئی کچھ گوشہ گیر سی دل مین
رہا کرے ہے تمنا اسیر سی دل مین

خدا کیواسطے خاموش ناصحا بیدرد
لگے ہے بات تری مجکو تیر سی دل مین

نجانے عشق ہے کس گلعذار کا ہم کو
ہے نالہ مرغ چمن کی صفیر سی دل مین

یہ کسکے اب صف مژگان نے دلکو دی ہے شکست
کہ اشک پھرتے ہین لوٹے بہیر سی دل مین

ز فور یار کے یا تنگ ہے سردمہری کا
کہ آہ گرم بھی ہے زمہریر سی دل مین

کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ
لگے ہے پھر کی مجکو نظیر سی دل مین

اگرچہ دختر رز فاحشہ ہے اے سودا
لگے ہے شیشہ مینا سے پیر سی دل مین

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوے یار مین
ہمراہ تیرے پہونچئے ملکر غبار مین

مین وہ درخت خشک ہون اس باغمین صبا
جسکو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار مین

ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن یہ نوبہار
دیتی ہے زہر ہمکو مے خوشگوار مین

خنجر پکڑ کسو سے یہ مژگان نہ پھیرین منھ
تلوار مارین بیٹھ کے ابرو ہزار مین

سودا تو دخت رز کو تو اتنا نہ منھ لگا
تکلیف پاویگا بہت اسکے خمار مین

کسے آرام دے ہے چرخ مینا فام دنیا مین
بسر گردش ہی مین گذری برنگ جام دنیا مین

کہو نہین کونسا گھر ہے جسے ہمنے نہ دیکھا ہو
بجز خلوت سرا ے دل نہین آرام دنیا مین

جو پوچھے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے
قبول خاطر اسکی پھر نہوا اسلام دنیا مین

بغیر از مرنے چلتے کچھ نہ دیکھا بزم ہستی مین
کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا مین

لیا دل کو تھا جبتک مری کیا کیا نو شادی تھی
نہوگا کوئی تمسا بھی میان خود کام دنیا مین

دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے
یہی ہوتا ہے نادان عشق کا انجام دنیا مین

نہ کر سودا تو شکوہ ہم سے دل کی بیقراری کا
محبت کسکو دیتی ہے میان آرام دنیا مین

اے خوشا حال ہوا جو کوئی رسوا ے بتان
خوار بازار ملامت ہے سو سودا ے بتان

کفر سے اب تو مرا دل ہے نہایت بیزار
در میان کیا کرون اے شیخ کہ ہے پاے بتان

الفت و مہر کی ذرہ جو کہین انین ہو بو
کاش دنیا مین کسی سنگ کو دل جاے بتان

بیگنا ہون پہ یہ ناحق جو ستم کرتے ہو
اب کسیطرح بھی تم مین سے یہ خو جاے بتان

دل سی تم جنس کو بیقدر کیے رکھتے ہو
کیا مین تمسے کہون افسوس بتان ہاے بتان

مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یون ہی لیجیے
تم دیے دام مجھے اور مین بھر پلے بتان

اب خدا ہی تمھین سمجھاوے مرے دل کا درد
تم سمجھتے ہو کوئی سودا کے سمجھاے بتان

جی تک تو دیکے لون جو ہو تو کار گر کہین
اے آہ کیا کرون نہین بکتا اثر کہین

ہوتی نہین ہے صبح نہ آتی ہے مجکو نیند
جسکو پکارتا ہون سو کہتا ہے مر کہین

ساقی ہے اک تبسم گل فرصت بہار
ظالم بھرے ہے جام تو جلد لیسے بھر کہین

بھرنے لگے تو جون کف دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑ دیے اے ابر تر کہین

جادو بھرے ہین چشم مین مت آئنہ کو دیکھ
دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہین

دل آہ شعلہ بار کے سر دم پھرے ہے گرد
پروانہ آسکے ہے مری شمع پر کہین

خونناب یون کبھو نہ مری چشم سے بہا
اٹکا نہ جبتک آن کے لخت جگر کہین

منھ تو مجھے لگاوے تو کب جام کیطرح
اتنا بھی واہ وا ہے میسر ہو گر کہین

صحبت مین تیری آن کے جون شیشہ شراب
خالی کرون مین دل کے تئین بیٹھ کر کہین

اے دل یہ کہ تو مجھسے کہ مین کیا کرون نثار
آوین کبھو جو حضرت سودا ادھر کہین

انگشتری کے دل کی طرح غیر سنگ و خشت
گھر مین تو خاک بھی نہین آتی نظر کہین

سودا سے رات مین کہا مغموم کیون ہی تو
اٹکا ہے ان دنون مین ترا دل مگر کہین

کہنے لگا کہ سچ ہے پر اک بھی اگر یہ جی
بچ جاے تو نہ دل کو دون بار دگر کہین

پوچھا جو مین سبب تو کہا کیا نہین سنی
قاصد مرے کے حال کی تو نے خبر کہین

نامہ لکھا تھا یار کو یہ مینے سمجھ کے ہے
عالم مین رسم نامہ و پیغام بسر کہین

لیکن سواے بندگی و عجز و انکسار
نکلا ہو اسمین حرف تمنا سے گر کہین

وان لا کے مجکو مار یے گردن کہ جسجگہ
پانی کے قطرے کا بھی نہووے اثر کہین

ورنہ خدا کیواسطے انصاف تو کرو
آتا ہے ایلچی پہ زوال اس قدر کہین

اڑتا پھرے ہے نامہ گلی مین کسی طرف
دھڑ سے جدا پڑا ہے سر نامہ بر کہین

وقتیکہ دلبران جہان کا ہو یہ سلوک
پھر دل کو دون کہو تو کس امید پر کہین

بلبل کہین پتنگ کہین اور ہم کہین
لپٹے یہ دل جلے نہوئے ایکدم کہین

کب تک یہ سرکشی مری شمشاد کے حضور
اے سرو ٹک تو ہو تو خجالت سے خم کہین

گردون پھرے حباب کی صورت بہا بہا
آجاوین موج پر جو مری چشم نم کہین

لیکر چلے ہین مہر بتان ہم سوے حرم
ہو جاے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہین

آہو نین کو رام کیا ایک عمر مین
ہر آن ہے یہ خوف نکر جاے رم کہین

درکار کچھ نہین ہے مجھے جانے مین خضر راہ
کوئی سنا نہ بھولتا راہ عدم کہین

سودا رہیگی آہ اگر آتی متصل
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہین

مت پھر تو ساتھ غیر کے آن ہر کہین
ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہین

جز سنگ کیا ہے دیر و حرم مین جو سر جھکے
سجدہ کیا ہے تجکو مین پہچان ہر کہین

سچا تو ہو دے وعدے مین کسطرح ہمسے یار
وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہین

میرے ہی دل پہ یار چلے ہی یہ ہٹ ترا
ہوتا نہین ہے شوخ تو نادان ہر کہین

جو جو ستم ہین ہم پہ کیے اسکے برخلاف
کرتے ہین ہم بیان ترے احسان ہر کہین

معمورہ کچھ قلمرو امکان مین رہ چکا
یون ہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہین

کعبہ سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
سودا کرے ہے دید یہ اک آن ہر کہین

یاد میاں اب دلمین تیرے وے باتین نہین آتی ہین
کس ہوشکی حیا وگری جو آنکھین بھی شرماتی ہین

گھڑی گھڑی کی دے جو ادائین جھجھوتے ہین کھڑپاتا تھا
گلا اب اسکا مجھسے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہین

کیون نہ مکافات اسکی پیارے ہووے نہ تری بیتو نکو
لیکر پیارے دل عاشق کا جان پھر اسکی کھاتی ہین

خون ہمارے دل کا پیوین جسصورت سے چاہین وہ
بس کب چل سکتا ہے اُنسے جو انکھیان مدماتی ہین

پھنسواتین ہین دلکو میرے زلف مین ہر اک مہرو کے
آنکھین میری مجھسے یار وناحق بیر بساتی ہین

جلنے گیا ہے برسے میرے تو آرام جان و تن
آنکھین طفل اشک کو تب سے گود مین ٹھلاتی ہین

گئے وہ دن جو تلخ تمھارے منھ سے میٹھا لگتا تھا
سنو ہو پیارے اب وہ باتین تمکو نہین سہاتی ہین

گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال
جانین سب عشاق کی پیارے سینون مین گھبراتی ہین

دیکھئے کہ ہوا دیوانا سودا تو پھر عجب نہین،
عشق کی باتین افلاطونکی بلمین بہت بوراتی ہین،

آنکھونکو ٹک سنبھالو یہ مارتی ہین راہین
بیٹھے مسافرون کو دیتی نہین نگاہین

کیا حسن وعشق مین اب بگڑی ہے پیار جسسے
تیر نگہ تو وان ہین یان برچھیان ہین آہین

آوے جو سیر کرنے اکبار وہ چمن مین
گل آسمان پہ پھینکین اپنی سدا کلاہین

اس دلمین گو ہماری الفت نہین ہی اب
اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہین

ٹک مہر دے خدایا کافر بتون کے دلمین
یا عاشقون کے جی سے کھو دے انکھونکی چاہین

فریاد کسی سے چاہین سودا کیون کر
گردن ہی مارتے ہین ذرہ جو ہم کراہین

سودا تو عاشقی مین ثابت قدم یہ رہنا
فرقہ مین عاشقون کے تا سب تجھے سراہین

جو صبر ہووے کے عاشق مرغوب جانتے ہین
عاشق جو ہین انکھونکو الوب جانتے ہین

ذرہ نہین ہین واقف اطوار دلبری سے
دل لیکے جور کرنا محبوب جانتے ہین

ہر ایک نیک دید سے مل بیٹھنا بتان کا
غیرت جنھین دی حق نے معیوب جانتے ہین

سمجھو ہو شرح جسکو خلوت مین اپنی پیارے
ہم دل جلونکا اسکو مکتوب جانتے ہین

کہتے ہین جسکو سودا آفاق زبدہ شہرے
تقوی کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہین

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گمان ترتے ہین
ڈوبے گرداب محبت کے کہان ترتے ہین

اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم
تہ کے بیٹھے ہوئے بھی کوئی میان ترتے ہین

لخت یون ہی ہین مری چشم مین تجھ بن
برگ گل جون بروئے آب وان ترتے ہین

وصل کی رات بھی محروم ہین اک بوسہ سے
آب حیوان مین پڑے تشنہ دہان ترتے ہین

یاد کر مستی مین تجکو مین جہان رویا تھا
آجتک یار ربط سے پڑے وان ترتے ہین

منہ مین تیری سی جو رکھتے ہین سوا اتھ زبان
بحر مواج سخن مین وہ جوان ترتے ہین

صاحب فہم اوسے کہتے ہین جو ہی سودا
دست و پا مار کے یہ گنگ جہان ترتے ہین

اُس سرو قد کی دوستی مین کچھ ثمر نہین
نخل محبت آہ مرا بار ور نہین

اُس سنگدل کو حال پہ میرے نہ آیا رحم
ای آہ و نالہ حیف کہ تم مین اثر نہین

یاقوت لعل یار سے بہتر نہین ولے
ہر جوہری کو اسکی پرکھ کی نظر نہین

کیون مجھسے بیگناہ کو ناحق کرے ہے قتل
اے یار تیرے دلمین خدا کا بھی ڈر نہین

قاصد کی کیا مجال جو اُس کو مین جا سکے
جز مرغ روح کوئی مرا نامہ بر نہین

میری طرف سے دیجیو صبا گل کو یہ پیام
آؤن قفس بھی توڑ کے پر بال و پر نہین

سودا نہ مان ایسے تو واعظ کی گفتگو
ذرہ بھر اوسکو اصل سخن سے خبر نہین

امید وصل جز طمع خام کچھ نہین
ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہین

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
جز گریہ اس چمن مین ہمین کام کچھ نہین

اُس شوخ بیوفا و فراموش کار سے
مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہین

نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا
وہ تو اسیر زلف سیہ فام کچھ نہین

سمجھاؤن اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
بے اختیار کہہ اُٹھے اسلام کچھ نہین

طاقت نہین ہے اتنی کہ بے طاقتی کرین
موجب مرے سکوت کا آرام کچھ نہین

دیکھا نہ حال سودا کا کوچے مین عشق کے
اے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہین

آنکھین بھی اُنکی آنکھوں سے کر ٹک ملا کرین
تو ہم کسی سے کاہے کو اتنا گلا کرین

گر جوش مارے خط کی ترے چہرے پر بہار
غنچے دلون کے گل کی طرح سے کھلا کرین

کیونکر نہ چشم ابرو سے ہو قتل دل مرا — دو ترک مست لیکے جو تیغے بلا کرین
بار دگر بہار نے مارا ہے جوش پھر — بر پا جنون کا اپنے ہم اب سلسلا کرین
آئینہ کا عبث ہے سکندر پہ تعبیہ — بہتر ہوا دو راس سے جو دل کو جلا کرین
ہے معتبر انھون کی جہان مین مہوسی — جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کرین

سودا ابھی ہدون گا مین کار قرار دلی
شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کرین

تجھے معلوم یون ہوتا ہی میری بھی کہین پھنسی آنکھین — کسیکی دیکھکر شاید جہان مین رسمسی آنکھین
خدا جانے کدھر کو دیکھ تجھکو وہ نکل جائین — بزور اپنے میان ڈورونسے ہمنے اب کسی آنکھین
ہجوم از بس تماشائی کا تیرے قد پہ ہے پیارے — بسان دستۂ نرگس سر تا پا بسی آنکھین
مری آنکھین جو یان مارے پڑین تو کیا تعجب ہے — تری لفون نے کیا کیا ایک خلقت کی ڈسی آنکھین
نقاب اب دور کر چہرے سے کس سے منھ چھپاتا ہے — قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم کی گھسی آنکھین
ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جسکو تو گھر سے — پلٹ کر پھر طرف گدی ہی کے اسکی دھسی آنکھین

مرے رونیکا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے
دکھاتی ہین اُسے سودا یہ اپنی بیکسی آنکھین

طلب مین سلطنت جم کی نہ صبح و شام کرتا ہون — در میخانہ پر جا کر سوال جام کرتا ہون
پرستار خدا کہہ کیا برا مین کام کرتا ہون — جہان جس بت کو دیکھون ہون مین اپنا رام کرتا ہون
روا کب باز پرس محتسب ہے مجھپہ اے زاہد — کہ مستی از نگاہ ساقی گلفام کرتا ہون
جو آزادی مین یاد آجاے ہے لذت اسیری کی — تو کر پرواز گلشن سے تلاش دام کرتا ہون
جو دل تھا کر دیا پامال تو نے اب جو تن چاہے — کسی سے جا کے اکدل ور قرض و دام کرتا ہون
دیا تھا کس گھڑی دل اُس ستمگر کو کہ اے یارو — نہ دن کو چین ہے مجکو نہ شب آرام کرتا ہون
طلب بوسہ کیا تھا وے ندے جھگڑا نہین اسمین — کسی پر کیا میان قاضی کا مین اعلام کرتا ہون
تجھے بن یاد تیری دم گذرتا ہو تو کافر ہون — سحر سے شام تک مین ورد تیرا نام کرتا ہون

نصیحت کر نئے سودا کو تو سمجھا نہ اے ناصح
کر ہا این پختہ مغزی مین خیال خام کرتا ہون

یہ مین بھی سمجھون ہون یار وہ یار باز نہین — کرون مین کیا کہ مرا دل یہ اختیار نہین

عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا
قسم خدا کی ترے دل میں اب وہ پیار نہیں

میں ہوں وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک
بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں

جہان کے بیچ غم دل کہوں سو کس سے کہوں
سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہیں

ہزار قول کریں یہ نباہ کا سودا
مجھے بتاں کی محبت کا اعتبار نہیں

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے ہیں
ہمنے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں

صد شکر کہ مرنیکا خلش اٹھگیا دل سے
جب سے ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں

اس باغ میں ہمسے نہ ملے سود کسو کو
نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں

کاوش نہ مرے دل سے ہے مژگاں کو تیرے
ابرو بھی کجی میں صف مژگانسے پرے ہیں

سودا جو ترے یار کے دلسے نہ گیا کھوٹ
کیسا ہی وہ کھوٹا ہو میاں ہم تو کھرے ہیں

میں کس کس شعلہ خو کو سینۂ صد چاک دکھلاؤں
جو دل تھا ایک سو تو جل بجھا کیا خاک دکھلاؤں

گریباں چاک کر یہ جی میں آتا ہے کہ اک دم میں
رسائی آہ کی تا دامن افلاک دکھلاؤں

کرے دعویٰ نہ ہرگز ہمسری کا ابر بارش میں
برائے امتحاں گر دیدۂ نمناک دکھلاؤں

چمن میں پھر نہ بیٹھے شاخ گل پہ پھر لگکر بلبل
جو اس گلرو کے کوچے کا خس و خاشاک دکھلاؤں

چلا اٹھ سایہ سے دیوار حرم تک شیخ آ جھٹ تک
تجھے نیرنگی قدرت بزیر تاک دکھلاؤں

پڑے دونوں کی ناگہ دوستی میں جلبتوائی سی
گل و بلبل کو گر وہ روئے آتشناک دکھلاؤں

پرستش چھوڑ دے کعبہ کی سودا شیخ گر اوسکو
جو میرے دل میں بستا ہے بت بیباک دکھلاؤں

ردیف واو

دماغ اصلاح دینے کا نہیں کہدو ہلالی کو
کہ فکر شعر ہے اسوقت میرے طبع عالی کو

بغیر از بادہ سمجھوں بزم کو میں حلقۂ ماتم
تصور قالب بیجاں کروں میناے خالی کو

ترا خط دیکھ یوں بھولیں ہیں سب قرآں کا پڑھنا
کہ جوں بستہ کر رکھیں تقویم ہاے پارسالی کو

کھڑے ہیں سرنگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی
ثمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو

نشست شیخ نے مجلس میں تو بچھائی یکا ڈالی
لے آئے یاں کوئی سودا اسے اب جالا اُبالی کو

بے سبب گنہ جیسے گنہگار یہ نہو وہ ہو
وہ شوخ قتل کو تیار یہ نہو وہ ہو

بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو مارے ہیں
ہم ایسے ہونے پہ بیزار یہ نہو وہ ہو

ہیں اور غیر یقیں کیوں نہ آئے ایک ہو کر ان
نہیں تمیز گل و خار یہ نہو وہ ہو

نگہ بھی سحر و تبسم بلطف کچھ تو ہو
جو وہ نہو تو یہ ہو یار یہ نہو وہ ہو

جو وعدے آگے کیے کرتے یہ باتیں سمجھیں نہیں
ملے جو ہم سے تو گفتار یہ نہو وہ ہو

جفا و مہر جو خاطر میں ہو کہ سب تاثیر
کیا ہے عشق نے ہموار یہ نہو وہ ہو

ہمیں تو ایک سے ہیں حسن میں صبیح و ملیح
کوئی ہوا اپنا خریدار یہ نہو وہ ہو

ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلماں پر
ہیں دو اذن تیرے پرستار یہ نہو وہ ہو

مساوی آپ کو سمجھ بن ہے جنت و دوزخ
نہیں ہم اسکے طلبگار یہ نہو وہ ہو

نہیں ہے وصل میں درخواست کچھ بھی مجھکو
ویسے خدا سے ہوں ناچار یہ نہو وہ ہو

رسوخ سودا رکھے بندگی سے تیرے فرق
تمھارے جور سے بیزار یہ نہو وہ ہو

یوں نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہو
اسکی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہو

بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں انکی زبان
بول کب سکتے ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہو

تو ہوا جب پاس پھر دنیا و ما فیہا کے بیچ
کب ہمیں اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہو

جب سے ہو آیا ہے تو گلشن میں تب سے عندلیب
دیکھکر کہتے ہیں گل کو واہ یہ ہو وہ نہو

شکل آئینہ کی رو رو سے دیکھ پھر دل کو یار
منہ لگانے سے ترے گمراہ یہ ہو وہ نہو

دیکھکر ہنستا ہے عالم آپکا دامان ریش
شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہو

صاحب محمل جس سمجھے ہو دل تو قیس سے
قدر اسکی تب ہے جب ہمراہ یہ ہو وہ نہو

گھر مرے تب آئیے جس دم نہ ہو پھر رقیب
مجھ سے ملنے کی تمھاری راہ یہ ہو وہ نہو

غیر کو گھر میں جگہ دی کرتے ہو سودا کو منع
ہوش دیکھا بس تمھارا واہ یہ ہو وہ نہو

حال دل پوچھے ہے کیا مجھ سے مرا اے یار تو
سن لے جا عالم سے دہر کو چھوڑ بازار تو

اب نکل سکنا نہین ممکن تجھے یان سے دلا
زلف کے حلقہ مین ہے جون نقطۂ پرکار تو

ہوگیا آشفتہ سر ہر ایک اسکو دیکھکر
باندھکر نکلا نکر یہ لپٹی دستار تو

کچھ تو یان نسبت ہمدگر ہی بھلونسے اے چشم
گوکہ ہین باغ جہان مین خار ہم گلزار تو

گر چمن تک رخصت اے صیاد تین دیتا نہین
دینے کی فرصت نہین دے تا سر دیوار تو

گر نہین لگنے میسر ساقی و ابر بہار
جام دے اے دل برای دیدۂ خونبار تو

زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھکو عزیز
مان سودا سے نہ کر ہر وقت یہ گفتار تو

لہو اس چشم کا پوچھے سے ناصح بند کیونکر ہو
جو دل لٹکے کسیکے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو

ملے ہے غنچۂ رنگ گل خاک مین یک لب تبسم سے
کسو کا دل کہو اس باغ مین خورسند کیونکر ہو

فراہم مال زر گھر مین کیا اپنے تو کیا حاصل
غنی جسکا نہین ہے دل وہ طالع مند کیونکر ہو

مقابل ہوسکے میرے مہروش سے کہان تابان
جو چاہے ماہ نو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو

حلاوت شہد سے بھی زیادہ تر ہے جسکی باتون مین
برابر اس لب شیرین کے یارو قند کیونکر ہو

خیال زلف کو تیرے نکلنے دون نہ مین دل سے
یہ کالا ہے کہ جب توہی نے کلا بند کیونکر ہو

نہو دل جبتلک میرا مشبک شکل مجمر کے
کسی کے روئے آتشناک پر اسپند کیونکر ہو

غزال دشت کی ہر چند ہین ابلہ فریب آنکھین
پر انکھیونکا ترے اے یار نہین چھند کیونکر ہو

ہنسے ہے وہ سخن گر نہین کچھ داڑھی کے ملنے پر
اثر سودا کے تئین ناصح تری یہ پند کیونکر ہو

کرے تک منفعل کوئی مرے بیدرد قاتل کو
دکھا دے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو

الٰہی ہو سکت نیم البسمل کے تجکو دینے کی
تجھے اسکے عوض حق تو کچھ نہ دے پر دیکھ لے دلکو

کر رکھا تیغ نگہ نے دل فگار آئینہ کو
تیر مژگان نے کیا غربال چار آئینہ کو

تیرے مشتاقونکی حیرانی مین ہی ہم چشم ہم
بسکہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو

مان اے مشاطہ وہ مغرور ہو ویگا دو چند
وقت آرایش نہ کر اس سے دو چار آئینہ کو

گرد خط سے یار کے چہرے پہ ہو دونی جلا
صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو

یار کے منھ کو وہ تکتا ہی سودا رشک سے
جی مین آتا ہے کرون مین سنگسار آئینہ کو

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ انکھیان مجکو
پھر گئے دیکھتے ہی خنجر مژگان مجکو

سیر کرتا ہے خیال اُسکی نگہ کا جیدھر
نظر آتے ہین اُدھر گنج شہیدان مجکو

گل و گلزار ترحم ہون کسی کے سر پہ
جا خوش آتی نہین جز گور غریبان مجکو

ہاتھ کس کا ہے تری زلف کا شانہ سچ کہہ
رات آتے ہین نظر خواب پریشان مجکو

اے نسیم سحری ہمدم مروت سے دور
بے نہایت نظر آیا یہ گلستان مجکو

ایک گل تک مرے ہاتھ نہوا چلتے وقت
خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجکو

ایک عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ
پر کبھو مین نہ کہا اُس سے کہ دوران مجکو

کسکی ملت مین گنون آپ کو بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

مجھ مین اور یار مین ہے ربط سپند آتش
اسکی جوشش نے کیا اُس سے گریزان مجکو

ریختہ اور بھی دنیا مین رہے اے سودا
جینے دیوے جو کبھو گردش دوران مجکو

بس ہو تو رکھون آنکھون مین اُس آفت جانکو
اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

جب عزم کرون گھر سے کوئی دوست کا یارو
دشمن ہے مرا وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

موجب مری رنجش کا جو پوچھے ہو تو یہ جان
مونڈونگا نہ پھر کھول کے جون غنچہ دہان کو

ابرو نے مژہ نے نگہ یار نے یارو
بے رتبہ کیا تیغ کو خنجر کو سنان کو

اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد
کعبہ سے نہ کم سمجھے در پیر مغان کو

یہ رسم نہین تازہ کچھ اے شیخ جہان مین
جاگہ حرم دلمین جو مین دی ہے بتان کو

ناصح یہ مجھے راست کہے تھا کہ نہ جز داغ
کیا لیویگا دل دے کے تو ان لالہ رخان کو

دل کسکے دم تیغ کا پیاسا ہے کہ سودا
بسمل کی طرح تڑپے ہے دیکھ آب روان کو

مت ڈرا کر خط تم اپنے حق مین کیون کانٹے ہی بوتے ہو
نہونگے اب یہ عارض گل عبث سبزہ بھی کھوتے ہو

خبر ہے کچھ تمھین بیداری شب کی ان آنکھون کی
خمار انکا ہے قاتل خلق کا کس نیند سوتے ہو

رقیب اور مین ہون زیر آسمان یکسان دو قالب
مخاطب تم بلفظ جان ہم دونون کے ہوتے ہو

سمجھنا آپ کو بیٹا خدا کا ہے غلط فہمی
غرور دنیا ذرا اتنا کس لیے آدم کے پوتے ہو

محتسب آیا بزم مین ساقی لے آ شراب کو
یہ نہ سمجھ کہ شب پرک دیکھے گی آفتاب کو

آنکھون کا میرے اندنون یارو ہے طرفہ ماجرا
مین تو روؤن ہون انکے تئین ہنستی ہی سحاب کو

دم ہی رہا بہ پیرہن تن تو ہوا اشک بہ گیا
جن نے نہ دیکھا ہو مجھے دیکھ لے وہ حباب کو

پند سے تیری زاہدا حال مرا ایسے سی ہے
سگ کا گزیدہ جس طرح دیکھ ڈرے ہے آب کو

مجنون بریگ بادیہ کیون نہ کرے شمار غم
یان تو نہ جا شمار کی دخل نہ یان حساب کو

موسم گل مین اب کی سال بادہ بغیر ساقیا
ہمنے کیا بجام چشم خون دل خراب کو

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقط
آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خامشی موجب رضا کب ہو سوال بوسہ کی
تنگی ہی اُس دہن کی راہ دیتی نہین جواب کو

سودا امید وصل کی کسکو ہے یان کہ رہ نہین
اپنے دل اور چشم مین ایسے خیال و خواب کو

شیخ نے اُس بت کو جس کو جبین دیکھا شام کو
لے چراغ اب ڈھونڈھے وان ہی تا سحر اسلام کو

مول لے مجکو تو دون یون آپکو مین اشتہار
چاہے پھر بیچے تو لے کوئی نہ کھوٹے دام کو

کوہکن ہی تجھ جگر کن کے گھر آئینکا وہ ننگ
قوم مین لب پر نہ لاوے کوئی جسکے نام کو

چھوٹ کر تجھ سے نہ تپیا دے کسی سے پھر یہ دل
مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو

جنس دل کیتنی ہے ناکارہ بیا زار بتان
ایک پوچھے یون تو بولے دوسرا کس کام کو

کیا کرون پاکیزگی کا شمع کی اُسکی بیان
بھیجون ہون خوناب لے دھوکے مین پیغام کو

مت ہیش کا طعمہ ہو کر کعبۂ دل کا طواف
دور کر اے شیخ تن سے جامۂ احرام کو

شفق مت سمجھیو یارو خدا جانے فلک
پونچھتا ہے دامن سے کسکی تیغ خون آشام کو

پھر کہین دل دینے کی ہمنے تو کھائی ہے قسم
دل جو دیتا ہے کوئی تو جان کے آرام کو

کرکے توبہ ناصحا سودا مصلی کل ہوا
آج پھر لی ہے مصلا رکھ گرو دو جام کو

بادشاہت دو جہان کی بھی جو ہو دے مجھ کو
تیرے کوچے کی گدائی سے نکھو دے مجھ کو

اٹھ پھر اسکو ہے نظارہ خوبان کی تلاش
کہین یہ دیدہ ڈرون ہون نہ ڈبو دے مجھ کو

کی مین جو عرض تمنا تو یہ ظالم بولا
پھر کہے مجھ سے جو یہ بات تو رو دے مجھ کو

خرمن برق زدہ کا ہون وہ دانہ کہ مجھے
نہ کوئی مرغ چگے نے کوئی بو دے مجھ کو

خشک رکھتی ہے مجھے چشم جو دامن تجھ بن | آستین چاہتی ہے خون سے بھگو دے مجھ کو
کچھ کہیں گو کہ مخالف مرے حق میں سودا | دوں نہ سمجھے وہ مجھے کہتے ہیں جو دے مجھ کو

ہوں گریبان دل یار میں الفت کا گل
داغ نہیں دامن عصمت جو دھو دے تجھ کو

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبیں کو | اختر پڑے جھانکیں ہیں فلک سے زمیں کو
اک صید مرے دل کی ہوس باندھ لفتراک | ہر صید کے مست خوں نے بھر دامن زیں کو
آتا ہے تو آ شوخ کہ میں روک رہا ہوں | مانند حباب اپنے دم باز پسیں کو
دیتی ہے نہیں چین بدی اپنے گمان کی | ساتھ اسکے میں ہوتا ہوں کوئی جائے کہیں کو
ہرگز بجہان رو سیہی اسکو نہ ہوتی | لگتا نہ مرے نام سے گر عیب نگیں کو
جوں دانہ سبحہ مجھے در در ابر کرم حق | زاہد در بدر پھرا نہ سکے ہر خاک نشیں کو
یک گل کا چمن میں سنو اگوش نہیں ہے | دے مرغ گرہ سینے میں فریاد حزیں کو
راہب ہے بہر بتکدہ سطروں مرے پیش | تلقین نہ کر اے شیخ تو اپنے مجھے دیں کو

مطلب کہ مرے عرض پہ اکبار کبھی سودا
ہاں سے نہ بدلوایا کبھو اس اپنے نہیں کو

دے کے دل ہاتھ سے نہ دھر کر رو | زندگانی کی مت حلاوت کھو
رشتہ محکم نہیں محبت کا | دل سے گوہر کو اشکین تو نہ پرو
گل کو تیں جیب سے لو گیا گلچین | گل کے اور آئے ہے دماغ میں بو
جو کہا میں ہوں عاشق تیں ترے | بولا وہ مسکرا کے یہ نہ کہو
یار موتی سے گوشوارے کے | دیکھ تیری صفا سے عارض کو
خجل ایسا ہوا کہ اپنے تئیں | قطرۂ آب میں دیا ہے ڈبو
سچ ہے یارو اثر ہے صحبت کا | ایک جا گہ جو مل کے بیٹھیں دو
گل جو اس بو تلک پہنچا | گل سے لے پیدا کی ویسی ہی خوبو

اب تو دل دے چکا ہے سودا
آگے قسمت ہے ہونی ہو سو ہو

ترا پوچھو قتل کر تئیں کسو سے بیر ہے اسکو | نہ چلے تلوار تو آپ واں کی سیر ہے اسکو

یہ عاشق پیشہ عہد اسکے مین سمجھین قلہ تا صبح کی
نصیحت کرنے سے منظور کسکی خیر ہے اسکو

شکار انداز انسان کا ہے وہ کہ جائے صحرا مین
سوائے مرغ دل کب میل وحش و طیر ہے اسکو

سبب آزار دل میرے کا ہے بے الفتی اسکی
نہ اپنے سے محبت ہے نہ مہر غیر ہے اسکو

کیا برگشتہ دین سودا اگر کس کافر کی مژگان نے
کہ سر چشمہ کا اب خاک راہ دیر ہے اسکو

تو نہووے تو شب ہجر دے جلنے ہم کو
خالق اے صبح سلامت رکھے تیرے دم کو

شادی خوش باش رکھی دہر نے آفاق کے بیچ
وائے الحبس کیا دل مین ہمارے غم کو

آدمی ہو تو ہم آپ مین پہونچا کچھ فضل
ورنہ بدنام نہ کر تو نسب آدم کو

ہم کسو کی نہ چڑھے نظر و نہین عنقا کیطرح
دیکھ ڈالا ہے بیک آن ہم اک عالم کو

عشق کی تیغ کا گھائل ہون سناؤن تجھے
زخم الماس طلب اسکے ہے مرہم کو

ہے کہ اب لاکے دکھادین اسے تجکو ناصح
مت نصیحت ہو عبث کرکے نصیحت ہم کو

پونچھون عارض سے عرق اسکے تو یون کہتا ہے
چھیڑ لے چھپنے مین دامن سے دون ناحق ہم کو

حسن فیاض ہے گل کا کہ سحر تک پہر
جسکے دامن سے چھنے ہے گہر شبنم کو

بادہ پیتا تو وہ اک لطف اٹھاتا سودا
فائدہ جام نہانے سے ہوا کیا جم کو

دیکھ جہلی مین شکاری کی سر چنگل کو
کو بیچ کوئی نہ پھرے ہے ہند مین آکابل کو

اسکے طرہ کے تئین ہو نچے ہی کوئی کیا دخل
دھوئے ہے ابر بہاری یہ عبث سنبل کو

پہلوے یار نہ ہم غنچہ کو بیٹھا دیکھین
اس چمن مین رکھے بے خار خدا اس گل کو

اہل دل کی یہ دعا لگتی ہے کہ مجکو یارب
دور گلشن سے قفس مین نہ دکھا بلبل کو

شیخ کو ذوق اچھلنے سے نہین مجلس مین
اس بہانے سے مٹاتا ہے وہ اپنی جل کو

زاہدان کیون اسے کہتے ہین برا اے سودا
جوہر انسان کا نکال آئے ہے جام مل کو

کیجے نہ اسیری مین اگر ضبط نفس کو
دے آگ ابھی شعلۂ آواز قفس کو

بہہ جائے لہو ہوکے دل قافلہ سالار
تعلیم دے نالا جو مرا بانگ جرس کو

پہونچا ہے کفن داغ جگر تا سر مژگان
شاداب مین رکھتا ہون سدا آگ سے خس کو

پھرتا ہے ادھر زلف مین شانہ تو اُدھر دل
یہ وزد نہ لایا کبھو خاطر مین عسس کو

اے عشق نہ فرہاد بچا تجھسے نہ پرویز
با خاک برابر تو کیا ناکس و کس کو

لے سکتے نہین سانس ترے کوچے کے مقید
نا خون جگر بیچ نہ غوطہ دین نفس کو

ترغیب نہ کر سیر چمن کی ہمین سودا
ہر چند ہوا خوب ہے وان لیک ہوس کو

خواہی رہ صد سالہ ہو تو خواہ یہین ہو
نزدیک بدل ہے تو مری جان کہین ہو

دم مارنا پھبتا ہے اُسے عشق کا تیرے
جسکا دم اول نفس باز پسین ہو

تن چھوڑ کے گذرون ترے کوچے سے کہ غیرت
یہ چاہے نہ وان نقش قدم خاک نشین ہو

تک مقتل عشاق پہ انداز تبسم
تا زخم شہیدون کے جگر کا نمکین ہو

ناصاف ہے اس وضع سے اپنے دل عالم
آئینہ کو منہ کیجے تو وہ چین بجبین ہو

مت دیر و حرم کے تو سمجھ سجدہ مین کچھ فرق
پتھر ہی کا جب پوجنا آیا تو کہین ہو

سودا کے خیالات مین تجھکے ہے خدائی
جو اپنے تخیل مین یہ چاہے سو وہین ہو

خط اسکا سادہ لوحونکی پرستارونسے مت پوچھو
عزیزو کفر مجھ کافر کا دیندارونسے مت پوچھو

نہ استفسار کیجئے ہمسے اُس لب کی حلاوت کا
شکر کا ذائقہ خون جگر خوارونسے مت پوچھو

طلبگار نشان ہمسے ہو اُس خوش قد کے کوچے سے
بہشت و سایۂ طوبی گنہگارون سے مت پوچھو

ہمین گر نالۂ کنج قفس کہیے تو آتا ہے
چمن کے زمزمے کرنا گرفتارونسے مت پوچھو

فراموش اندنون ہم شہریون کے دلسے سودا ہے
خبر اُسکی جہان آباد کے یارون سے مت پوچھو

مرے نامہ کے خاطر مرغ جان سی کون بہتر ہو
تجھے نامہ لکھون اور نامہ بر میرا کبوتر ہو

لکھون گر شرح سوز دل تو ہر ایک حرف پر میرے
شرار کاغذ آتش زدہ کی طرح مسطر ہو

کیا ہے عہد و پیمان اشتیاق اپنے سے یہ مینے
کہ جس ساعت گلے لگنا مجھے تیرا میسر ہو

رد کو نہین چشم و داغ سینہ سے اسوقت اس خاطر
مبادا مانع نظارہ اشک آنکھونمین آ کر ہو

خط اپنا مرغ جان کے پر سے باندھا آج سودا نے
نہ کھینچا انتظار اتنا کہ تا پیدا کبوتر ہو

ناصح کو جیب سینے سے فرصت کبھو نہو
دل یار سے پھٹے تو کسی سے رفو نہو

اس دل کو دے کے لون دو جہان یہ کبھو نہو
سودا تو ہو وے تب یہ کہ جب اسمین تو نہو

آئینۂ وجود و عدم مین اگر ترا
رو در میان نہ ہو تو کہین ہم کو رو نہو

جھگڑا تو حسن و عشق کا چکتا ہے پل کے بیچ
گر محکمے مین قاضی کے تو رو برو نہو

طرہ کی کھل گئی ہے گرہ ورنہ ای نسیم
شور دماغ مرغ چمن گل کی بو نہ ہو

گذرے سو گذرے ان مین پر آب ای فلک
آیندہ یان تلک تو کوئی خوبرو نہ ہو

دل لیکے بجھے برق کے شعلے کو دیجیے
پر ہے یہ ڈر کہ اسکی بھی ایسی ہی خو نہ ہو

گل کی نہ تخم مرغ چمن کر سکے تلاش
ہم خام فطرتون سے تری جستجو نہ ہو

سودا بدل کے قافیہ تو اور کہہ غزل
اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہو

تجھ بن تو دو جہان سے کچھ اپنے تئین نہو
ہو وین نہ ہم کہین کے اگر تو کہین نہو

آزردہ خاطر ونکی جو آنکھون سے نم چنے
پیارے تمہارے ہاتھ کی وہ آستین نہو

دلدار اسکو خواہ دل آزار کچھ کہو
سنتا نہین کسو کی مرا یار کچھ کہو

غمزہ ادا نگاہ تبسم ہے دل کا مول
تم بھی اگر ہو اسکے خریدار کچھ کہو

شیرین نے کوہکن سے منگائی تھی جوے شیر
گر امتحان ہے اس سے بھی دشوار کچھ کہو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اسے بھی تو یکبار کچھ کہو

اے ساکنان کنج قفس صبح کو صبا
سنتی ہی جائیگی سوے گلزار کچھ کہو

سودا موافقت کا سبب جانتا ہے یار
سمجھین مخالف اسکو جو اغیار کچھ کہو

عالم کی گفتگو سے تو آتی ہے بوے خون
بندہ ہے اک نگہ کا گنہگار کچھ کہو

بہار باغ ہو مینا ہو جام صہبا ہو
ہوا ہو ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

روا ہے کہہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
رہا ہے زہر چھپے راز عشق رسوا ہو

بھرا ہے سقدر اسے ابر دل ہمارا بھی
کہ ایک لہر مین روے زمین دریا ہو

جو مہربان ہین وہ سودا کو مغتنم جانین
سبا ہی زاو ونسے ملتا ہی دیکھیے کیا ہو

بوؤن مین تخم گل کو جہان وان زقوم ہو
پالون جو عندلیب قفس مین تو بوم ہو
اپنے چمن کو فائدہ کیا تجھ سے اے نسیم
یہ جا ہے وہ کہ یان دم عیسیٰ سموم ہو

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمین
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

اے نالہ مت سبک ہو نکلکر جگر سے تو
مدت سے کر چکا ہے اثر کی نظر سے تو
دامن مکان اشک سے ہو دو قدم کی راہ
آنکھین جو پھرا نہ لخت دل اپنے سفر سے تو

جو مرغ زصیاد گل اندام قفس ہو
جس طائر بے چین کو آرام قفس ہو
راضی ہے اسیری پہ تری چشم کا مائل
اس شرط سے گر صورت بادام قفس ہو
چھوڑونگا نہ دامان اسیری کبھو صیاد
ہر صبح رہائی ہو مجھے شام قفس ہو

شب کے تئین یہ روسیاہ خانہ بخانہ کو بکو
دیکھون ہون تجکو مشعل ماہ خانہ بخانہ کو بکو
ظلم کے تیرے ہین گواہ خانہ بخانہ کو بکو
بسکہ پھرون ہون دادخواہ خانہ بخانہ کو بکو
تجکو فقط چراغ شام ڈھونڈھے نہین ہے گھر بگھر
پھرتی ہے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کو بکو
سونپون ہون جسکو منصفی جرم رکھے ہے میرے سر
بسکہ ہوئی ہے تجکو راہ خانہ بخانہ کو بکو
دیکھی ہے جب سے خلق نے تجسے مری معاش
مانگین ہین عشق سے پناہ خانہ بخانہ کو بکو
دل سے اٹھا کے دست صبر منہہ سے ملونگا اسکا خون
پوچھونگا اپنا جا گناہ خانہ بخانہ کو بکو
پھرتے ہین رات دن خراب گردش چرخ مین تمام
رشک سے تیرے مہر و ماہ خانہ بخانہ کو بکو

تمھاری فہم مین پیار سے جو ہم ہین خیر یون سمجھو
اگر سمجھے ہو بیگانون کو اپنا خیر یون سمجھو
کہا انسنے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب مین
جو تم اس دوستی کرنیکو سمجھے بیر یون سمجھو
زمین کو دیکھنا رنگین برا ہے خون عاشق سے
اگر سمجھے ہو تم اسکو چمن کی سیر یون سمجھو
تواریخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگہ
اوسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو
برا مانے تو مت گفتار سے سودا کی ہی پیارے
کہ اسکی بات کچھ رکھتی نہین سر پیر یون سمجھو

ردیف ہا

کرون گرم بادیدۂ تر نگاہ
کہ ڈالے پھپھولا نہ رخ پر نگاہ

بچے کیونکہ تسخیر سے ملک دل
کرے دو جہان کو مسخر نگاہ

کسی کے یہ نرگس کا دالہ ہے گل
کہ میخانہ کر دے معطر نگاہ

ہوا زرد عاشق بہ رنگ طلا
تری کیمیا سے ہے بہتر نگاہ

نہین زخم سے اسکے واقف کوئی
ہے باطن پہ برچھی بظاہر نگاہ

جو ہین ترک چشم اسکے ابلق سوار
انھوں کا ہے نیزہ سراسر نگاہ

دل و جان کا حصہ برابر ہے یان
جفا جو ہین مژگان ستمگر نگاہ

تسلی تھی ٹک دل کو اب کیا کرون
کرے تھا تو آ کر جو اکثر نگاہ

کن آنکھون سے دیکھو ہو جون غیر کو
نہ کی یون کبھو تمنے ایدھر نگاہ

کدر اسکے دل مین ہے مجھسے کہ اب
کرے آئینے کو مکدر نگاہ

نہ آلودہ خون ہووے داماں برق
نہ ہو خون عشاق سے تر نگاہ

سپر داغ دل کے سوا کیا کرون
بھوین تیغ کھینچین ہین جمدھر نگاہ

جو سودا نکلتا ہے تلوار سے
کرے ہے وہی کام اکثر نگاہ

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ
بھیجین گے ہم بھی نامہ و پیغام گاہ گاہ

سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا
دیتے نہین ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ

خورشید کیطرح سے یونہین ہرزہ گرد وہ
نکلے ہی ماہتاب مرا شام گاہ گاہ

دیوار گھر کے یار کی مت ڈھا تو سیل اشک
کرتا ہون اسکے سایہ مین آرام گاہ گاہ

جاوے وہ کب کسیکے مگر گھر رقیب کے
لاتی ہے اسکو گردش ایام گاہ گاہ

طاقت نہین ہی مرغ چمن کچھ ہوا کی اب
ہونے لگا ہے نالہ سرانجام گاہ گاہ

بوسہ بزور لے کہا سودا نے اس سے یہ
نکلے ہی یون ہی تجھسے مرا کام گاہ گاہ

گیا ہی جی تو نکل کب سے ہمصفیرون ساتھ
یہ مشت پر ہی رہے ہین مرے اسیرون ساتھ

ہدف ہو آہ کے تیرے یہ دل بچے کیونکر
نشانے اڑتے ہین ہر دم نگہ کے تیرون ساتھ

نکل چکا تھا سیاست سے ابروان کے دل
اٹک رہا ترے مژگان کی دارگیرون ساتھ

کیا ہے قتل جہان کو جنھون نے باتون مین
پڑا ہے دل کو سرو کار ان شریرون ساتھ

خدا پناہ مین رکھے دل ایسے ترکون سے
دغا کرین ہین یہ بے پیر اپنے پیرون ساتھ

جہان مین دیکھ کے طالع کی نارسائی کو
خیال ہے مجھے اب ہاتھ کی لکیرون ساتھ

ہزار طرح سے دیوین جلا اُسے سودا
برابری نہ کرے گا بلور ہیرون ساتھ

بارہا دل کو مین سمجھا کے کہا کیا کیا کچھ
نہ مری سنکے کبھو آپ بجا کیا کیا کچھ

عزت و آبرو و حرمت و دین و ایمان
رووُن کس کس کو مین یارو گیا کیا کیا کچھ

صبر و آرام کہون یا کہ مین اب ہوش و حواس
ہوگیا اُسکی جدائی مین جدا کیا کیا کچھ

عشق کس ذات کا عقرب ہے کہ لگتے ہی نیش
دل کے ساتھ آنکھون سے پانی ہو بہا کیا کیا کچھ

سادہ روئی نے تو کھویا دل و دین ہی دیکھین
خط کے آنے مین ہے قسمت کا لکھا کیا کیا کچھ

دخل کیا راہ محبت مین نکو نامی کو
آیا اس کوچے مین جو اُن نے سنا کیا کیا کچھ

والہ و شیفتہ و زار و حزین و مجنون
اپنے عاشق کو کل اسنے نہ کہا کیا کیا کچھ

گریہ شیشہ کبھی تھا تو کبھی خندہ جام
ساقی اس دور مین تیرے نہوا کیا کیا کچھ

غرہ ست ہو کہ زمانے سے تری بن آئی
تھا وہ کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

شادی آئینگی نہ کر یار نہ جا نیگا غم
آیا کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

سینہ قانون و غنا نالہ و دل ہے مضراب
سن نکلے ہے ساز محبت سے صدا کیا کیا کچھ

دوستو حق مین ترقی و تنزل اپنے
کیا کہین ہم کہ زمانے سے ہوا کیا کیا کچھ

ضعف و ناطاقتی و سستی و اعضا شکنی
ایک گھٹنے مین جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ

سیر کی قدرت خالق کی بتان مین سودا
مشت بھر خاک مین جلوہ ہے بھرا کیا کیا کچھ

کہان وہ نور کا شمس و قمر مین ہے شعلہ
جو حسن یار کا اپنی نظر مین ہے شعلہ

نظر کرو وہ بناگوش و گوشوارہ نہین
کہ برق حسن کی ہر ایک گھر مین ہے شعلہ

غضب جو ذرہ دل اسکے مین ہو تو کم [illegible]
کہ سنگ مین ہے شرر اور شجر مین ہے شعلہ

شرر سے کم نہین آتا ہے گرم قطرہ اشک
یہ عاشقون کی مگر چشم تر مین ہے شعلہ

سموم عشق کی تاثیر نے جلا مارا
تری بھی اے نفس سرد اثر مین ہے شعلہ

سدا تلاش مین یار و اُس آتشین خو کے
یہ رات دن مہ و خور کا سفر مین ہے شعلہ

نہ دے تو نالہ کی تکلیف ہمصفیر مجھے
کہ نالہ یان نہین اس مشت پر مین ہی شعلہ

پڑا جلون ہون مین تنہا گھر اپنے مین تجھ بن
طرح اُجاق کے دیوار و در مین ہی شعلہ

یہ تکمہ کی ہے جھلک یار کے گریبان پر
کہ جیسے مہر کا جیب سحر مین ہی شعلہ

جلون ہون رشک سے مین شمع بزم کی تیرے
جب اسکے دیکھون ہون آہ جگر مین ہی شعلہ

بتان کا عشق بھی سودا بڑا ہے شعبدہ باز
کہ دل کی سوخت کو اسکے ہنر مین ہی شعلہ

تجھ حسن کا یون مجکو مرے جان ہے شعلہ
جیسے کہ ہر اک گبر کا ایمان ہے شعلہ

جلتا ہون سدا ہاتھ مین شانہ کے ترے دیکھ
اپنے تو لیے زلف پریشان ہے شعلہ

کون اُٹھ گیا جان سوختہ مجلس سے کہ ہر شب
لگ لگ کے گلے شمع کے گریان ہے شعلہ

شعلہ کا یہ احوال ہے تجھ حسن کے آگے
تصویر کے جون شمع کا حیران ہے شعلہ

دکھین ہین تپ عشق سے جسطرح میرے عضو
مین کیا کہون گویا یہ نیستان ہے شعلہ

ہے زیست کا اپنے بھی سبب داغ ہی اے شمع
جون زندگی تیرے کا نگہبان ہے شعلہ

رعد اسکو نہ سمجھون مین کبھو خو سے کسیکی
اکثر تپاک برق کا نالان ہے شعلہ

گر آتش گل کا چمنستان جہان مین
اے باد سحر تیرے بفرمان ہے شعلہ

سودا کا بھی سینہ ہے اک آتشکدہ جسمین
محکوم دم سرد کا ہر آن ہے شعلہ

خلقت کے نہ خلق اپنا پایا مین پسندیدہ
جز غم نہ کوئی دیکھا دل اپنے سے گرویدہ

سب خواب سے خلق اُٹھے سن شور قیامت کو
طالع مرے کروٹ لین ایسے نہین خوابیدہ

عریان تنی اس تن کی سو جامہ سے بہتر ہے
گر عیب کسی تن کا جس تن مین ہو پوشیدہ

جب بدر سے منہ اپنا تیرا سا نہ بن آیا
شکل ابر کی پیدا کی اس غم سے ہو کاہیدہ

کیون منہ کو چھپاتے ہو تم ہمسے مرے صاحب
کچھ حسن نہین وہ شے کہیے جسے دزدیدہ

وہ شوخ کہ جب مجکو باتون مین اڑاتا ہے
ہوتا ہون خوشی سے تب جون گرد مین بالیدہ

مت مجکو ڈرا واعظ محشر کی صعوبت سے
ہے مبدا صد محشر میرا دل شوریدہ

زاہد نے نہ کی تزیین رندونکی شرارت سے
دن عید کے باندھے ہے عمامہ او سپیدہ

ہستی سے کبھو اپنے جز اس دل پرخون کے
شیشہ مے گلگون کا دیکھا ہے نہ غلطیدہ

یان محفل شادی بھی غم سے نہ جدا دیکھی
کیا شیشۂ مے رو دیا جب نے ہوئی نالیدہ

جو مرد ہین شکل انکی یون سطح زمین پر ہے
تصویر ہو شیرین کی جون قالی مین بافیدہ

تحریر مین سودا کی ہے جانے سخن کسکو
خامہ ید قدرت سے اسکا ہے تراشیدہ

غم کا ہے بسر خواندہ اور درد کا پالیدہ
مضمون جو طبیعت کا سودا کی ہے زائیدہ

اس تپ کے طبیب اپنا موجب کو نہ سمجھے گا
دامن رمق دم کا چھوڑا ہے تن تفسیدہ

مت مجکو ستا ظالم آ ان مین کہتا ہون
ہے تیر قضا ناداں آہ دل رنجیدہ

مین جور ستون سے بل کچھ تازہ نہ دیکھونگا
آنکھین مری اے ناصح ہین کہنہ ستم دیدہ

بکھرا ہے یہ تنگ آکر غم سے نے مرے سینہ کو
دل سانس سکے بھر نہین ہوتا ہے خراشیدہ

بھیجا تھا دیار انکے مین نامۂ شوق اپنا
کیا شرح کرون اسکی بہتر ہے وہ نشنیدہ

جون سنگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی بستی مین
قاصد کنے یون میرا ہے نامۂ پیچیدہ

نہین وہ رو ہے عرقناک جنس آب زدہ
چمن مین صنع کے اک گل ہے وہ گلاب زدہ

چمن مین کسکے صبا رخ سے اٹھ گیا ہے نقاب
کہ گل مجھے نظر آتے ہین آفتاب زدہ

کرین ہین طالع بیدار یار سے ہمخواب
سو اپنے بخت ہین روز ازل سے خواب زدہ

رکھے ہے دل کو مرے اشتیاق سینہ مین
کہ جیسے مرغ قفس مین ہو اضطراب زدہ

میکدہ مین ہی نہ اے بادہ کشان ہے شیشہ
ہمنے جس سنگ مین دیکھا تو نہان ہے شیشہ

مے پیا کر جو ترقی ہو تری بخشش مین
تیغ ہمت کے لئے سنگ فسان ہے شیشہ

دیکھکر بزم مین یارونکے شکست و برخاست
شور قلقل نہین لبریز فغان ہے شیشہ

عیش یارونکو ہے رنجیدگی نازک دل
ہاتھ سے انکے سدا گریہ کنان ہے شیشہ

ساقی مت آکے ستا مجکو تو ادھر ہی رہ
ساغر عیش ہے جیدھر کو جہان ہے شیشہ

چشم نمناک و دل پر ہین رکھون ہون تجھسے
جام کیدھر ہے مرے پاس کہان ہے شیشہ

بادہ پیتے نہین محبوب سوا ہم سودا
عاشقونکا گر و حسن بتان ہے شیشہ

ہے زلف مین دل میرا مت کیجیو تو شانہ
زنجیر نہ کھلجاوے ہے سخت یہ دیوانہ

میں تجھسے نہ کہتا تھا مت گھر سے تو نکلا کر اب شور قیامت نے گھیرا ہے درِ خانہ
اے آتش گل تو ہی کر خس کو مرے اپنا ہر چند میں گلشن میں ہوں سبزۂ بیگانہ
کعبے کی زیارت کو اے شیخ میں پہونچونگا مستی میں مجھے بھولے جبدن رہِ میخانہ
تنہا نہ ہمارا ہے مضحک ہے تو اے زاہد گیدی تری داڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ
در خلق کے منھ پر میں باندھا ہے حباب آسا تا دم ہے نہ کھولونگا ہرگز درِ کاشانہ
روزی کو نہو مضطر ٹک دیکھ تو گوہر کو ہے ساتھ نصیبونکا ہم آب و ہم دانہ

ہر چند کہ سب عاشق مضبوط و جوان ہیں پر
اڑتا ہے دھواں جس سے سودا ہے سو مستانہ

یاں نہ ذرہ ہی چمکتا ہے فقط گرد کے ساتھ جلوہ گر نور ہے خورشید کا ہر فرد کے ساتھ
زخم کی طرح زمانے میں تو کاٹ اپنی عمر خندہ یا گریہ جو کچھ ہووے سو ٹک درد کے ساتھ
کسطرح خانۂ گردوں کی بنا ہو دلچسپ معنی اس بیت کے اک ہم ہیں سو آورد کے ساتھ
قدر نہیں دولت بے سعی کی تجھکو ورنہ زر کو نسبت نہیں عاشق کے رخ زرد کے ساتھ
امن دو دل کو ہو کیا بہ بساطِ دوران چوٹ کھاتی نہیں وہ نرد جو ہو نرد کے ساتھ
تیغ چوبی سے کہاں قبضۂ فولاد ہو نصب نہ رہے صاحب جوہر کبھو نامرد کے ساتھ
ہم کہاتے ہیں ترے بندۂ بے زر پیارے گل نے بلبل کو خریدا ہے زرِ زرد کے ساتھ
صبحدم آج چمن میں ملب جو سودا ہو شعر بیٹھا وہ یہ پڑھتا تھا نپٹ درد کے ساتھ

دل کو چاہا میں کہ خالی کروں مانند حباب
ہو گئی جان ہوا اک نفس سرد کے ساتھ

شیخی تھی جام کی سو گئی جان جم کے ساتھ وابستہ ہے طلسم جہاں اپنے دم کے ساتھ
اکٹھا ہوا نہ قافلہ دنیا میں اس سوا جو یاں سے اٹھ چلا سو گیا درد و غم کے ساتھ
کیا ربط خورمی سے کہ مانند طفل اشک پائی ہے پرورش مرے دل نے الم کے ساتھ
تھا مرد وہ کوئی کہ جو اس بزم سے گیا مانند شمع سر بھی لگا کر قدم کے ساتھ
یوں چاہیے انھیں ہے جنھیں عزم سلطنت پا زیر پا سر رہے یا سر علم کے ساتھ
پروانۂ تجلی وحدت ہوا ور دیکھ نور چراغ دیر ہے شمع حرم کے ساتھ
لے ہی چلے ہو دل کو پہ خاطر میں یہ رہے اک وقت سینے پالا تھا ناز و نعم کے ساتھ

ہے تخم دل زمین محبت مین ٹک سلوک
ابر مژہ ضرور ہے کشت الم کے ساتھ

سودا اغلام لطف و محبت ہے ورنہ یان
کن نے اُسے خریدا ہے دام و درم کے ساتھ

لٹی ہے اُٹھ گیا ساقی مرا ابھی پُر ہو ہے پیمانہ
الٰہی اسطرح دیکھون مین کن آنکھون سے میخانہ

بنا ہی اُٹھ گئی یارو غزل کے خوب کہنے کی
گیا مضمون دنیا سے رہا سودا سو مستانہ

ہون سرمہ کوری سے وہ چشم تر آلودہ
مژگان نہ رہین جنکے لخت جگر آلودہ

لب تشنۂ خون ہے دل اس خون کے قطرہ کا
جس سے نہوا تجھ بن دامان تر آلودہ

مت ہنس مرے رونے پر آمان مین کہتا ہون
ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ

جا عرش پہ لہراوے خون قتل تمنا کا
ہووے لب زخم دل شکوے سے گر آلودہ

آلایش ہستی مین کیونکر ملون جانا نسے
ٹک رہ کہ ابھی ہون مین گرد سفر آلودہ

مت ساتھ رقیبون کے مجکو نظر آیا کر
ڈرتا ہون نہو سرزد آہ شرر آلودہ

سودا سے کہا مینے کیون تجسے نہ کہتے تھے
لب عشق کے ساغر سے ظالم نہ کر آلودہ

اب دیکھ تو حال اپنا ٹک رحم کی نظرونسے
ناحق کی بلا مین تو ہے کس قدر آلودہ

آنکھین تری رکھتی ہین دامان و گریبان کو
خونناب کے قطرونسے شام و سحر آلودہ

جس سمت نگہ کیجے ادھر نظر آتا ہے
لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ

جب مین تجھے سمجھا کر رو رو انھین دھوتا ہون
کہتا ہے نہو دے گا بار دگر آلودہ

لیکن یہ نصیحت ہے بیفائدہ کیا حاصل
یہ ہے کہ اُدھر دھویا اور پھر ادھر آلودہ

اس بابت مین اے نادان بتلا کہ مزا کیا ہے
پانون سے جو تو خون مین ہے تا بسر آلودہ

جسوقت غرض اُن نے یہ بات سُنی مجھسے
اتنا ہی کہا بھر کر آہ اثر آلودہ

لذت کو ہلاہل کی کیا اُنکو بتاؤن مین
ہے کام و دہن جنکا شہد و شکر آلودہ

نیند سے اُٹھکے جسدم دیکھے ہی تو آئینہ
دے ہی باد صبح کو گلزار کے بو آئینہ

حسن لاثانی کا تیرے دوسرا ہوگا شریک
دیکھ پاویگا کہین گر تیرے منھ کو آئینہ

چاہتا ہو سینہ کو اپنے کرون مین چاک چاک
ہاتھ مین شانے کے جب دیکھے ہے گیسو آئینہ

بازر کھے گا تماشے سے مجھے گلزار کے
روبرو ہونیکا گر پاوے گا فرصت تو آئینہ

فیض تیرے حسن کا یہ عام ہے اے مہروش
عکس رو تیرے سے ہو جاتا ہی مہرو آئینہ

اسقدر ہے شوق نظارہ سے اپنے یار کو
روبرو دیکھوں ہوں اسکے یا بہ پہلو آئینہ

کیا لگا لیتا ہے مہرویوں کو سودا آپ سے
چشم مین اپنے مگر رکھتا ہے جادو آئینہ

حسن سے اسکے اسے دے ہے خبر آئینہ
در پے جان ہماری ہے مگر آئینہ

عکس پڑتا ہے ترے سینۂ تن کا اسمین
حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ

عشق سے صاف دلونکو نہین تازی نسبت
رہے تھا سنگ مین پہلوے شرر آئینہ

منعکس جیسے ہے خورشید سے منہ کا تیرے
سمجھے ہے آپ کو ہم چشم قمر آئینہ

پانی بھر آئے ہے آگے ترے اسکے منہ مین
دیکھے ہے تجھکو باندازِ دگر آئینہ

عکس تیرے سے کے تری تیغ نگہ کے ڈر سے
منہ پہ فولاد کے روکے ہے سپر آئینہ

خودنمائی پہ سدا اہل جہان کے سودا
دیدہ پر آب ہو کرتا ہے نظر آئینہ

لیتا ہے تو کسی کا تو دل لے سمجھ سمجھ
بازی نہ جان اسکو ملا لے سمجھ سمجھ

کیا کیا ملی ہین خاک مین یان صورتین کلال
گردش مین اپنے چاک کے گل لے سمجھ سمجھ

خورشید کی کرن سے نہین کم دلا تو دیکھ
خوبون کی پگڑیون کے یہ تلے سمجھ سمجھ

قابل نہین ہے کوئی ملاقات کے دلا
ملتا ہے گر کسی سے تو مل لے سمجھ سمجھ

زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا
جا مدرسے مین کھینچ تو چلے سمجھ سمجھ

آ پہونچ ساقی کہ پھر ایام کب آتے ہین یہ
فصل گل کے کچھ گئے دن کچھ چلے جاتے ہین یہ

اسقدر بانکے ہین اے ظالم تری پگڑی کے پیچ
دل مرا اٹکا ہے زلفون پیچ بل کھاتے ہین یہ

کیونکہ غمازون سے سمجھون آہ یوں کہہ بیٹھے پھر
منہ لگاتے تم نہین غیرون پہ جھنجھلاتے ہین یہ

دل تو ہے آفت طلب پر کور ہو جاوین یہ چشم
جو بلا ملتی ہے اپنے اسکو دکھلاتے ہین یہ

غیرت عشق آگے اے سودا تو پروانے سے سیکھ
شمع سے اپنا نہی ملنا دیکھ جل جاتے ہین یہ

دل کو ٹکڑے نہ کرے آئینہ رو ہاتھوں ہاتھ
جنس یہ وہ نہین جو ہووے رفو ہاتھوں ہاتھ

روٹھ چلتے ہین اگر ہم تو وہین مہر و وفا
کھینچ لیجاتے ہین پھر یار کے کو ہاتھوں ہاتھ

ہاتھ کیونکر نہ ہین اس رشک سے کاٹون اپنے
لے گیا شانہ تری زلف کی بو ہاتھوں ہاتھ

وسعت اتنی نہین رکھتی گل و غنچہ کی بہار
مجکو پہونچادو مغان جام و سبو ہاتھوں ہاتھ

تجکو یوسف کی خبر ہے کہ نہین اے یعقوب
بک گیا مصر مین وہ رشک نکو ہاتھوں ہاتھ

شب ترے پانون سے انگلی ہے چوری چوری
ایک ہی دزد حنا باندھ لے تو ہاتھوں ہاتھ

ناصحو تار رہا اب کے کرون گا اسکو
گو کیا تم نے گریبان کو رفو ہاتھوں ہاتھ

شیخنا بزم مین رندونکے چھپا اپنی ریش
کر ترک ہی یہ لیجا دینگے مو ہاتھوں ہاتھ

شاہ مردان تری امداد کرینگے سودا
باندھ لے چل کے جو بیٹھا ہو عدو ہاتھوں ہاتھ

مجھسے پہ لیے پھرتا تلوار بہت تحفہ
مقتول سے گو قتل یا پر اصرار بہت تحفہ

بیمار کو تجھ غم سے دینی تھی دوا کوئی
کیا کہیے غرض تھے وہ غمخوار بہت تحفہ

دیکھے سے شفا جنکے ہوتی ہے مریضونکو
رہتا ہے ان آنکھون کا بیمار بہت تحفہ

احوال مرا کہہ کر مشہور کیا اوسکو
اغیار تو تھے ہی تھے پر یار بہت تحفہ

دل معنی رنگین سے لبریز ہے سودا کا
اس غنچہ مین پھولے ہے گلزار بہت تحفہ

سودا سے کہا مینے کچھ ہم تجھے سمجھے تھے
پر تو تو نظر آیا اے یار بہت تحفہ

راز اپنے چھپانے سے غماز سے کہہ دینا
اخفا تو عجب تھا ہی اظہار بہت تحفہ

وہ شوخ کہ لب جسکے ہین تشنۂ خون ناحق
بوسے کی طلب اوس سے ہر بار بہت تحفہ

معقول ہین یہ باتین ہو جسمین لہو کی بو
اے زندگی اپنے سے بیزار بہت تحفہ

سنکر یہ سخن مجھسے بولا یہ تبسم سے
دیوانے تو ہم تھے ہی ہشیار بہت تحفہ

جب خوش ہو تو دے گالی اک بار سو یہ تحفہ
رنجش تو کہو کس سے ہے پیار سو یہ تحفہ

چپکا ہو تو بدی ولیکن بولے تو زبان اوپر
خاموشی مین وہ خوبی گفتار سو یہ تحفہ

ہر دم کے تفحص سے دم ناک مین آیا ہی
غم اپنے کی ہو صورت غمخوار سو یہ تحفہ

صبر و دل و دین طاقت دیکھا اسے اور سر کے ہین جاسے ہین رفیق اپنے دو چار سو یہ تحفہ
اس دل کو شفا کیونکر تجھ عشق کی تپ سے ہو آزار کڑھب اپنا بیمار سو یہ تحفہ
اب شیخ کی سبحہ و ٹیچ پہ کیونکر نہ ہنسین طفلان ڈاڑھی ہے سو وہ نادر دستار سو یہ تحفہ
سن نظم کو سودا کے منہ پھیر لگا کہنے آفاق مین دو شہرا اشعار سو یہ تحفہ

غیر پہ نت ہے کرم ہم پہ ستم واہ واہ دیکھ لیا بس تجھے ہین ہمنے صنم واہ واہ
پھر کرے یا جفا جس مین ہو اسکی رضا اسکی رضا مین سدا گذرے جو دم واہ واہ
سبز کیا کشت کو برس کے عالم کے تو تاک تو ادھر بھی کبھو ابر کرم واہ واہ
خانہ رب شرب کے دیکھ تازہ بنا کو مرے کہتے ہین نت ساکن دیر و حرم واہ واہ
سبزہ خط کی ترے وصف مین مجھ نطق کو سنکے کہے طوطی باغ ارم واہ واہ
خاک نشینی کی راہ یون ہو کہ ہو کر فنا اٹھیے نہ جا گہ سے جون نقش قدم واہ واہ
کہنے لگے ریختہ جو کوئی سودا کی طرح او سپہر زمین سے ہوتا لوح و قلم واہ واہ

شیخ تو کعبے کو پہونچے ہے کرامات کی راہ حرم دل کو جو پہونچا سو خرابات کی راہ
ہر گز اس بت مین نہین وعدہ خلافی یارب کن نے روکی ہے مری قبلہ حاجات کی راہ
زلف کے پھیر نے سے دل چاہ ذقن مین ڈوبا اسلیے کہتے ہین چلنی ہے بری رات کی راہ
پھوٹے نکلے ہین مری پشت قدم پر سے خار آہ پیدا نہوئی تسپہ ملاقات کی راہ
اے دل اسکے تو سہو بات نکلنے ہی کی وہ دہن تنگ ہے اتنا کہ نہین بات کی راہ
کس صنم نے یہ بھلایا ہے طریق دین کو اپنے زاہد نے فراموش کی اوقات کی راہ
ناصحو ول تو گھر اسکے یہ دیا ہین سکو پیر نہ سمجھے نزرہ عشق مدارات کی راہ
باز آ پھرنے سے اب کوچۂ بتان کے سودا کب نہ تب چلتے ہین دیکھا تجھے آفات کی راہ

ردیف ثناۃ تحتانی

نہ وہ ہے عاشق نہ وہ ہے معشوق جنہین ہو نہ کچھ خامی عبث لی ہمنے اب دنیا مین سر اپنے یہ بدنامی

اثر نے اشک مین پایا ہون نے تاثیر نالے مین
ارادہ عشق کا تجھسے ہے با این بے سرانجامی

سمجھے جو کہئے ظالم اسکے تو بر ضد ہی کہتا ہے
خدا جانے بلا کیا لائیگی یہ تیری خودکامی

چلے ہے حسن ظالم سے کوئی بن عشق بیکس کا
حمایت اسکو کسکی اور اسکے لاکھ ہین حامی

فلک نے فتنہ تو کیا کیا بہم پہونچای نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب سے بڑا نامی

ہین اسکو شرح سوز دل کہو کسطرح کہہ بھیجون
زبان شمع تک کٹتی ہے وان اب کے پیغامی

اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہین سکتی
نہ دیکھا باز دست شاہ پردہ جو نہو دامی

ہوئی ہے میخوری یہ دور مین ساقی ترے رائج
بجا ہے اب جو ہر ملا کو کہئے مولوی جامی

فقیر اب جانیے سودا ہوا ہے کیسلی آنکھو پر
سنا ہے آج لین کپڑے رنگے ہین ان نے بادامی

بلا وہ جسنے تیری تصویر نظر آئی
یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی

وے نالے جو موم اکثر کرتے ہین پہاڑونکو
آنکی نہ ترے دل مین تاثیر نظر آئی

ہین رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا
گرد رہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی

حلقے جو پڑے باہم ہے جائے گرفتاری
آنکھون ہی کے لڑنے مین زنجیر نظر آئی

دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کرو ہم کو
اس امر مین اپنی ہی تقصیر نظر آئی

کچھ اسکی نگہ کا یک مین ہی نہ مسخر ہون
مجکو دو جہان کی وان تسخیر نظر آئی

مستون کا سخن ہمکو سودا یہ بہت بھایا
واعظ کی تو باتون مین تزویر نظر آئی

سودا کی مرے جسکو تدبیر نظر آئی
شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی

مقتل پہ مرے آکر انصاف لگا کہنے
تقصیر سے یان آگے تعزیر نظر آئی

نامہ کا جواب اپنے آتے نہ کبھو دیکھا
قاصد ہی کی گلیون مین تشہیر نظر آئی

کرتے ہو مداوا کب بیمار غم اپنے کا
جب کام ہوا آخر تدبیر نظر آئی

دل پھیر نہین سکتے تجسے وہ دعا ہرگز
جس سے کہ یہان پھرتی تقدیر نظر آئی

ہے گردش چشم اسکی حلقہ در محشر کا
موج خط پیشانی زنجیر نظر آئی

اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا
سو غنچہ کی وان صورت دلگیر نظر آئی

کی عمر عبث ضائع خدمت مین مہوس کی
خاک اپنی ہی جب چھانی اکسیر نظر آئی

دیکھی نہ بنا ہمنے وہ قصر فریدونی
جو اپنے خرابہ کی تعمیر نظر آئی

صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو
اک اُسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی

اُس زلف کو جب دیکھا مین ہاتھ مین سودا کے
بپھرے ہوئے ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

یار کا جلوہ مرے کیا شہرۂ آفاق ہے
جسکو سنتا ہون سو وہ دیدار کا مشتاق ہے

ذات پر اُس شوخ کے بس ختم ہی معشوقیت
جو بشر دنیا مین ہے منجملۂ عشاق ہے

ان لبون سے قابل دشنام مجھ جیسا نہین
یہ تلطف ہی کرم ہے مہر ہے اشفاق ہے

صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا
لو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے

فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا ناصح تجھے
زندگی سودا کو اب بے عشق کرنی شاق ہے

سنگ پر چینی کو پٹکو گر صدا منظور ہے
دل کو عاشق کے نہ سمجھو کاسۂ فغفور ہے

لوگ کہتے ہین پری کہتا ہون مین یہ حور ہے
فی الحقیقت دونون سے جلوہ صنم کا دور ہے

کوئی تو سمجھے ہے اس چہرے کو مہ اور کوئی مہر
ہم تو سمجھین ہین فقط اللہ کا یہ نور ہے

اے خیال یار اس سینے مین اب مت رکھ قدم
شیشۂ دل سنگ سے ہجران کے چکنا چور ہے

دل نے تو میرے سزا پائی پر اب حیران ہون یار
آئینے کو اتنے منھ چڑھنے سے کیا منظور ہے

دل تو نالے کی ہوس رکھتا ہے اُسکے سامنے
سانس لینے کا دیوانے وان کسے مقدور ہے

آخر اکیواسطے سودا کو ہر دم مت ستا
عاشق رنجور ہے مجبور ہے مہجور ہے

مین تجھسے کہہ نہین سکتا سخن اے یار نازک ہے
نہ باندھ اس دل کو اپنی زلف سے وہ تار نازک ہے

ہمارے دل کے لینے پر تُلی ہین یار کی آنکھین
کہو کیونکر نہ دونین خاطر دلدار نازک ہے

کہون کیا موجب غم تجھسے اپنا پوچھ مت محرم
مجھے جس بات کا ہی غم سوا اے غمخوار نازک ہے

ادا کر اس چمن مین نالہ تک آہستہ اے بلبل
نہایت پردۂ گوش گل گلزار نازک ہے

کرون مین حال کس کس طرح ظاہر سخت مشکل ہے
کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دلدار نازک ہے

مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت پر
سمجھ ناداں کہ تار دوستی بسیار نازک ہے

بتون کی بات پر کیون چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو سودا تو کافر رشتۂ زنار نازک ہے

جب یار نے اٹھا کر زلفوں کے بال باندھے
تب میں نے اپنے دل میں لاکھوں خیال باندھے

دو دن میں ہم تو ریجھے اے وائے حال اُنکا
گذرے ہیں جنکے دلکو یاں ماہ و سال باندھے

تار نگہ میں اُسکے کیونکر پھنسے نہ یہ دل
آنکھوں نے جسکے لاکھوں وحشی غزال باندھے

جو کچھ ہے رنگ اُسکا سو ہے نظر میں اپنی
گو جامہ زرد پہرے یا چیرہ لال باندھے

تیرے ہی سامنے کچھ بہکے ہے میرا نالہ
ورنہ نشانے ہمنے مارے ہیں بال باندھے

بوسے کی ہی تو خواہش پر کہیے کیونکہ اُس سے
جسکے مزاج لب پر حرف سوال باندھے

مارو گے کسکو جی سے کس پر کمر کسی ہے
پھرتے ہو کیوں پیارے تلوار ڈھال باندھے

دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا
مضمون یہ تونے اپنے کیا حسب حال باندھے

سودا جو اُن نے باندھا زلفوں میں دل سزا ہے
شعروں میں اُسکے تونے کیوں خط و خال باندھے

کیا کہیے جو اس شوخ کی اوقات ہوئی ہے
انسان کا اُسے قتل تو اکبات ہوئی ہے

نوروز کو چہرے نے ترے یار ہے سراپا
زلفوں سے شب قدر کبھی اب مات ہوئی ہے

مجھ چشم کی جھڑیوں نے ڈبو ماری ہے اک خلق
کیا دشمن آفاق یہ برسات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں شب نیند جو اُچٹی
معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے

کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے
میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے

اے شیخ نہیں تم میں تو اک پشم کرشمہ
داڑھی کی بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے

دعوائے غلامی تو ہے اک خلق کو تم سے
کچھ بندگی سودا کی بھی اثبات ہوئی ہے

نہیں جہان میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے
نباہ مجھسے وفا کا ہے ورنہ تو یہ ہے

رفو ہوا جو گریبان مرا تو کیسا اے صبح
جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے

طلب کرو ہو دل اس منہ پہ گالیاں دے دے
وفا کی طرح سو وہ اور گفتگو یہ ہے

بچشم کم تو دم سرد کو مرے مت دیکھ
سموم قہر سے ہر آن دو بدو یہ ہے

میں کہہ تھکا کہ تو اُس شوخ سے نہ مل اے دل
شرر یہ ہے اثر یہ ہے جنگجو یہ ہے

غرض نہ ہم سے نہ اسکو نہ غیر سے مطلب
ملے ہے گرم جو ہر اک سے اُسکی خو یہ ہے

عجب نصیب لے اُترا ہے آئینہ اے یار
کرا سکو جب آ کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے

ڈرا تو ہمکو نہ قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھکر | قسم ہے تیری ہی اپنی تو آرزو یہ ہے

یہ اپنے یار کے پیچھے لگا پھرے سودا
جو وہ ہے خانہ بخانہ تو کو بکو یہ ہے

محیط دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے | سدا یہ برق ظالم گرد مشت کاہ پھرتی ہے
ہوئی تاثیر اسکے دلمین نالے سے نہ قلبونکے | اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے
یہ دل مین آئے ہے کاٹو نین وستا رسا اپنا | تری زلفون مین کنگھی جس گھڑی اے ماہ پھرتی ہے
نہین جون تجکو رکھہ حجام سے اب صلح اے نا اہل | کہ قینچی ریش کی تیری بہت بدخواہ پھرتی ہے
چلین کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر | کہے یہ بات وان سے سیکڑون کو راہ پھرتی ہے
خدا کے واسطے باز آ ستانے سے مرے دل کو | کر اب تاثیر اسکے آہ کی ہمراہ پھرتی ہے

کہون کیا تجسے اے سودا خرام نازنین اسکا
دلون کو ڈھونڈھتی اک آفت ناگاہ پھرتی ہے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے | بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے
مجکو سونپا ہے زمانے کے تئین قسمت نے | دست نامرد مین شمشیر بہت اچھی ہے
لیکے کعبے سے کیا سیر مین بتخانہ تک | خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے
ذکر کو عیش کے کہتے ہین کہو نصف العیش | ہجر مین وصل کی تقریر بہت اچھی ہے
زلف مین تیری مین اسواسطے دل سونپا ہے | اس دیوانہ کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے
کیون ہے خاموش مری طرح چمن مین بلبل | تیرے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے
کام دیکھا مین بہت مانی و بہزاد کا یار | آنکھون مین تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے
نیک و بد سے نہ کرون اپنے لکھے کا شکوہ | جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

سب چلتے ہین کام ترے سونپ خدا کو سودا
تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

عاشق تھا کبھی تجھپہ یہ پھر دل تو وہی ہے | گو عشق نہین اسمین پہ یہ دل تو وہی ہے
خورشید کو کیا دیکھ جو ترا چہرہ وہ ہو دیسے | عکس آئینہ مین دیکھ مقابل تو وہی ہے
کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام | گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے
ہو دینگے ترے کوچے مین یون ہی تو ہزارون | پر جو دل ایک انگین ہے بسمل تو وہی ہے

خواہنے کو تبدیل کر آگے تھی جو تجھ مین
اب میری ملاقات کی حائل تو وہی ہے

کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
جو چاہیے آگاہ سو غافل تو وہی ہے

کیا جانیے جو تجھ مین ہے لیجیے ہی یہ کس سے
جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے

خواری کا گلا اپنے دلا یار سے شکوہ
رسوا جو ہوا عشق مین کامل تو وہی ہے

سودا کی اذیت سے ہوا کیا تجھے حاصل
جو چاہو سو دل پر کرو مائل تو وہی ہے

کیا کہیے اپنا حال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
دل مین مرے خیال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہمنے زیر چرخ
اللہ سے سوال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا گفت و گوی برہمن و کیا کلام شیخ
ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست
اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کس خوبرو سے یار کو تشبیہ دیجیے
وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل ماہ
اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

شعر و سخن تو سودا پہ موقوف کچھ نہین
اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

گذشتہ حسن کا اب تک نشان باقی ہے
ہنوز فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے

امید جینے کی اپنے کہان ہے بلبل کو
چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے

سہی قدون کا نہو کام قامت خم سے
گیا ہے تیر نکل اب کمان باقی ہے

مری تو سن لے کہ مانند شمع بزم اخیر
نکل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے

ہوئے نہ ہمسے جہان مین تو گو نہون اے یار
تو رہ جہان مین کہ تجھسے جہان باقی ہے

خط آچکا ترے اپنی گئی نہ سادہ دلی
کہ پھر لٹے تو عدون پہ اب تک گمان باقی ہے

اسی ہی مجھلے مین روز و شب ملے سودا
بدن مین جب تئین میر کہ جان باقی ہے

نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے تجھے طاقت
نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئین نمکین ہے
سر تا بقدم کافر بے دین نمکین ہے

قطرات عرق کا ترے عارض پہ وہ لطف
جون پہلوے مہ خوشہ پروین نمکین ہے

کب یہ گل و رنگ یہ گلشن مین مزا ہے
فندق سے جو وہ دست نگارین نمکین ہے

یہ حسن کبھو شمع کے شعلہ مین نہ دیکھا
جون سر پہ ترے طرۂ زرین نمکین ہے

میٹھا جو لگے بولنے پھر اسکی تو کیا بات
ہو ترش تو حرف لب شیرین نمکین ہے

کب چاشنہ خواران جفا مہر طلب ہین
اس دل کو تری دشمنی و کین نمکین ہے

سودا یہ مرے شوخ کو کیا چاہیے زینت
جون مہرین آرائش و تزئین نمکین ہے

دل جنس فروشندۂ بازار ہنر ہے
دیکھو تو نہین کوئی خریدار ہنر ہے

نا قدر شناسی سے خلائق کے جہان مین
جسکو ہنر آیا اوسے انکار ہنر ہے

آیا نہ ہنر وہ کہ پھرین جس سے گئے بخت
اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے

عاشق جو ہنر پر ہے ہنر اسکا ہی عاشق
دلبر ہے ہنر جسکا وہ دلدار ہنر ہے

کعبے کو نہ پوجون مین ہنرمند کے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

اظہار ہنروان نہ کرون ہو نہ جہان قدر
دل اہل ہنر کا ہے سو غمخوار ہنر ہے

ردکا ہے تغافل نے ترے مجکو تہ دام
صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے

دیکھی نہ ہنرمند کی مین قدر جہان مین
اے وائے بران دل جو طلبگار ہنر ہے

رنگین سخن اسکے نے دل خلق کو موہا
سودا یہ مگر طوطی گلزار ہنر ہے

پھوٹے وہ آنکھ جسمین نہ ذرہ بھی نم رہے
دل جل بجھے وہ جسکے نہ ہمسایہ غم رہے

ٹک ہمرہان قافلہ سے کہدے لے صبا
ایسے ہی گر قدم ہین تمھارے تو ہم رہے

قسمت حرم کو لے چلی اب بلا سے تا بدیر
شاکر رہین گے دوست سے تا دم مین دم رہے

غم سے ہوئی ہی کارروائی یہ دل کی بند
چلتے ہوئے اب اشک ہی آنکھون سے تھم رہے

رکھ سر کو اپنے شمع کے مانند زیر تیغ
عاشق ترا وہی ہے جو ثابت قدم رہے

مفلس ہمین نہ بوجھ جو رکھتے نہین ہین کچھ
خالی ہمیشہ کیسۂ اہل کرم رہے

سودا ہی کیا طلسم زمانے کا اعتبار
نے جام ہی رہے ہین جہان مین نہ جم رہے

نکل پہلو سے میرا دل جو تیری کو مین بیٹھا ہی
سمجھکر چھیڑیو دیوانہ وہ یہین بیٹھا ہی

گذرا آئینہ ہو بیٹھا ہے تاب رخ سے جب تیرے / تو عکس اسمین ہین یون جون مہر آب جو مین بیٹھا ہے
سدا آشفتہ ہووے بوے سنبل سی دماغ اسکا / کہ دل جسکا تمھاری زلف عنبر بو مین بیٹھا ہے
جو ناصح مانع وصل بتان ہے خوب ہونے دو / بجا کہتا ہے کب وہ صحبت مہرو مین بیٹھا ہے
لگا دون مین ٹھکانے غیر کو پر ہے خدا کا ڈر / کہ غافل اس سے تو اور وہ مرے قابو مین بیٹھا ہے
نہ بیٹھے ننگ سے پھر وہ کسیکے پاس دنیا مین / تمھارا تیر جسکے اے بتان پہلو مین بیٹھا ہے

مین بندہ ہو گیا سودا اب اس نازک خیالی کا / کہ یار اپنے کو سمجھون ہون مرے پہلو مین بیٹھا ہے

ناصح جفاے عشق اگر مین سہی سہی / تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی
دریاے عشق کیا مین بتاؤن کہ جسکے بیچ / کشتی پھرے ہے عقل کی تیری بہی بہی
یہ دل نہ کھول زلف سے ظالم خدا کو مان / لاکھون گرہ جہان مین تو یہ بھی رہی رہی
پکڑے ہے تیرے ہاتھ کو ہر اکدم رقیب / ہمنے بھی گو کمر تری ذرہ گہی گہی

سودا تو پھرے کو ترے سمجھے ہے آفتاب / کہتے ہین گو کہ اسکو مثل سب نہی نہی

بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے / اس رات خدا ہی ہو تو ظالم وہ سحر لے
پیغمبر حسن آکے تجھے بولین گے عشاق / قرآن کی صورت جو خط اس لکھ پہ اتر لے
ہے تنگ زمانے مین بہت عمر کا عرصہ / اسمین عمل نیک کیا چاہے تو کر لے
دکھ دے نہ کسی دل کے تئین باغ جہان مین / گر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمر لے
خاک اسکی پرکھ پر جو کوئی جوہری اے شوخ / آگے لب و دندان کے ترے لعل و گہر لے
جون خضر ہوس عمر ابد کی نہین مجھکو / اتنے دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گذر لے
دیکھ اسکو اکیلا جو کیا عرض تمنا / بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے

پوچھا جو مین سودا سے کہ ہاتھ اسکے لگیگا / اتنا مین کہا بھر کے دم سرد اگر لے

اے تڑپ چین تو بسمل کو کہین مل بھر دے / یہ نہ ہو خون سے کہین دامن قاتل بھر دے
بادہ پینے سے تو خوگر مین نہین ہون لیکے سبو / ہو کسی شیشہ مین لوہو تو مرا دل بھر دے
لے زمین تا بفلک خون سے تجھ بن یہ چشم / ٹکڑے سے دل کے اگر آ جا دین نہ حائل بھر دے

آسے امید ہے ٹانکوں کے مرے زخمی کو
ٹوٹے شمشیر تو قیمت کے گھائل بھر دے
پاس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
آستین مین نہ چھلکی چھپا کر تجھے غافل بھر دے
ساغر ماہ مین جون نور بھرے ہے خورشید
ساقیا جام مجھے آ کے مقابل بھر دے
دیکھ کہتا ہون تو اس ضد سے مراجی مت کھو
توڑون ہون سر کے تئین لیکے ابھی سل بھر دے
دام سودا کے ہین کچھ پر گنہ زلف کے پیچ
شانے کے پاس اجارے کہو حاصل بھر دے

ورنہ دو باندھ کے لٹکا کہ یہی ہے معمول
یکسر مو بھی ہو نقصان تو عامل بھر دے

دنیا تمام گردش افلاک سے بنی
مائی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی
لخت جگر مژہ سے گرے کیا یہ دیکھیے
آتش کو یہ سنا ہے کہ نمناک سے بنی
ممکن نہین برا رہو خاشاک و شعلہ مین
صحبت مری نہ اس بت بیباک سے بنی
تا صبح کی تار و سوزن و بخیہ کو ابکی سال
ہرگز نہ میری جیب کے اک چاک سے بنی
مسواک تو کرے ہے دہن مین جو زاہدا
لیکن یہ مین سنا ہے کہ وہ تاک سے بنی
صحبت مین اپنی بنتے نہ دیکھی کسو کے ساتھ
میری بنی تو مجھ دل غمناک سے بنی

ایسی بنی کہ ہو گئی یکسان زمین کے بیچ
سودا یہ جسم زار کی تب خاک سے بنی

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیان چلے
اک ہم صفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے
کیا لے لیا تھا ہمنے الجھتا جو کوئی خار
جون گل ہم اسکے باغ سے دامن فشان چلے
ہر بات مین ہے ایسی کتر بیونت اسکو یاد
مقراض کی طرح سے کہ جسکی زبان چلے
غافل ہماری آہ سے رہنا نہ بیخطر
گر خوف اپنے تیر سے ہو بے کمان چلے
جانیکو اپنے گھر سے کہے تھا تو اور ہم
دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ اے میان چلے
سینہ مفارقت سے نہو رفتگان کے داغ
آتش فشان رہے ہے کہ جب کاروان چلے

راہ عدم بھی زور ہے سودا کہ جسکے بیچ
جسطرح پیر جاسکے ہے وہین جوان چلے

جاتے ہین لوگ قافلے کے پیش و پس چلے
دنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے
کہیو صبا سلام ہمارا بہار سے
ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے

اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ
جمعیت دلی پہ ترے پھول ہنس چلے

تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا
مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے

نکلا جو دل سے نالہ تو سینہ سے دوڑے شکست
سن مرد مان قافلہ بانگ جرس چلے

صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمیں رہا
ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے

کام اس گلی میں سر سے یہ سودا گذر چکا
کیا تاب اک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

یار جس سے خوش رہے مجکو وہ آئین چاہیے
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دین چاہیے

مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے پرے
چہرۂ خورشید کو دستار زریں چاہیے

چیں جبیں گر ہے تو دے لب پر تبسم کو جگہ
بادہ کش میں ہم گزک کو ترش و شیریں چاہیے

ہم دعا تو مانگیں اپنے حق میں پر ساماں کہاں
لاکھ اہل دل ہمیں کہنے کو آمیں چاہیے

میں کہا اس شوخ سے ہم بھی کبھو ہوں شادماں
ہنس کے یوں بولا دل عاشق تو غمگیں چاہیے

ہاتھ پر اپنے حنا ہرگز نہ باندھے آفتاب
حسن دیوے حق جسے کیا اسکو تزئیں چاہیے

اب تو سودا کی سبک وضعی پہ اے ناصح بجا
جو کوئی ہو شیخ و زاہد اسکو تمکیں چاہیے

نہ تیرے پاٹ دامن کا نہ اسکی آستیں ڈوبی
یہ رو یا خون میں شب تا صبح کہ ہر چین جبیں ڈوبی

کریگا غرق عالم کو غرور حسن کا دریا
اگر آئینہ میں اسکی نگاہ شرمگیں ڈوبی

سخن اب لعل لب پر اسکے اس خوبی سے آتا ہے
کہ تیری قدر و قیمت سب اے حرف نگیں ڈوبی

ملا جنت میں یارب ہمسے تو اس شک جنت کو
نہیں تو اشک خونیں سے یہ فردوس بریں ڈوبی

جہاں میں اک بت چیں کا میں شہرہ اب نہیں سنتا
مگر اے یار میرے رشک سے پانی میں چیں ڈوبی

ندی یہ اشک نے فرصت کہ مشت خاک سر پہ دوں
جو میں گذرا یہ خاطر میں کہ سب روئے زمیں ڈوبی

بہا دریا مری آنکھوں سے اور اسکو نہ رحم آیا
مگر تاثیر کی کشتی خبر لو تو کہیں ڈوبی

لبان شمع جسکا عکس آب طشت میں ہووے
ہمارے اشک میں اس طرح آہ آتشیں ڈوبی

لے آئے گوہر نایاب ہی دریائے معنی سے
کہ جب غواص ہو سودا کی یہ فکر متیں ڈوبی

دل تو کیا گر طلب جاں ترے من میں ٹھہرے
کونسا جی ہے پھر ایسا کہ بدن میں ٹھہرے

سیر کر باغ کی جس وقت پھرے وہ گلرو
مار ڈالو تو نہ اک مرغ چمن میں ٹھہرے

کیا کہوں اس دل صد پارہ کا غنچے سے راز
کہے اُس سے کہ سخن جسکے دہن میں ٹھہرے

یار کا ہے وہ بنا گوش کہ جسکے آگے
تاب کیا ہے جو صفا دُر عدن میں ٹھہرے

تا بہ نقد دو جہان اُسکو نہ بیچیں عطار
بو ترے زلف کی گر مشک ختن میں ٹھہرے

بیقراروں کو ترے چین کہاں بعد از مرگ
ایک اُنمیں نہیں ایسا کہ کفن میں ٹھہرے

شمع رویاں کی اگر اُٹھ چلے تو مجلس سے
نہیں امکان کہ تا شمع لگن میں ٹھہرے

کوچۂ عشق میں ثابت جو رہے تو جانیں
مانیں عاشق نہ اسے جو کوئی رن میں ٹھہرے

گر زبان سے تری الفاظ نہ بندش پاویں
معنی کسطرح سے سودا کے سخن میں ٹھہرے

کیا کیا تھے چاؤ دلمیں جب آئے تھے عدم سے
کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے

محفل تری مبارک ہو تیرے دوستو نکو
تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر
واژون ہے عقل تیری اوندھا ہے تو جنم سے

احمق ہیں وہ جو تیری بھولیں ہیں کجروی پر
ٹک اسطرف نظر کر یہ بات اور ہم سے

مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے
یہ ساری خوبیاں ہیں سودا کے دم قدم سے

یا تو جاتے رہے اے یار ہمیں دنیا سے
یا سر و کار محبت ہی کہیں دنیا سے

شکل آئینۂ بشکستہ دلوں کے روشن
دیکھ دنیا کو گئے چین جبین دنیا سے

دم نہ مارا ہیں کسی کام میں مانند حباب
اُٹھ گیا یار دم باز پسین دنیا سے

ہرگز اُٹھیں نہ کوے یار سے جون نقش قدم
تا فنا ہو نسکیں خاک نشین دنیا سے

یاد میں یار کے جو آپ کو سمجھیں ہیں فنا
نے غرض دین سے لئے اُنکے تئیں دنیا سے

گھر خراب اور کا گو کر کے بنائی مسجد
دین ان باتوں میں ملتا ہے کہیں دنیا سے

صحبت شعر و بکف جام و صراحی در دست
اس سوا سودا کو کچھ کام نہیں دنیا سے

جو لڑائی ہیں ٹک اپنے عدو اور بکلی جم سے لے
لمبا کرون ہون دیکھ تو کیسا تجھے دم لے

ہم رند و سنے نحشے ہے تجھے کیا ہوا زاہد
جا گھر کو پہونچ خیسے اپنا خم و جم لے

ہین کھینچنے والا ہون جفاعشق کی مانی
اے حسن کش آگے نہ مرے ہاتھ قلم لے

کیا تاب رقیب آگے مری تیغ کے ٹھہرے
دکھلاؤن وجود اسکو تو وہ راہ عدم لے

گلزار محبت ہے دل سوختہ میرا
شب نالہ مین کرتا ہون چھپنے کے لیے دم لے

ٹک ابر مژہ پر تو مری کر نظر اے یار
مانع نہین جانے کا ترے بوند تو تھم لے

اک داغ پہ لالہ کے تو کیا روتی ہے شبنم
اس باغ سے کتنے ہی گئے داغ الم لے

دین و دل و ایمان و حواس و خرد و ہوش
سب کچھ گئے لیکر نہ گئے سینہ سے غم لے

وعدے کی ترے رات سب آنکھو نمین ہے کاٹی
تا صبح پلک لگنے کی چاہے تو قسم لے

سودا جو کوئی مرد ہین میدان سخن مین
خاطر مین وہ لاتے ہین کسی چیز کے حملے

جبسے دل کی الفت بے پیر دامنگیر ہے
تب سے موج اشک کی زنجیر دامنگیر ہے

کر چکا تھا سادہ روئی مین ہمین آزاد یار
پر خط رخسار کی تحریر دامنگیر ہے

حسن و عشق ایسا نہین ہو جسمین دخل ناصحا کو
جرم عاشق ہو نہو تعزیر دامنگیر ہے

کیونکہ مین پہونچون خدا تک زاہدا دیگا مراد
حسن جس بت کا ہے عالمگیر دامنگیر ہے

دیر سے میرے نکلنا جون حرم آسان نہین
کھینچنا ہر بت کی وان تصویر دامنگیر ہے

کسطرح یہ مرغ دل فتراک سے اسکے بندھے
آہ جسکے زین کا نخچیر دامنگیر ہے

داد وہ اے دل کوئی معلوم گوش خلق ہے
گو تری فریاد بے تاثیر دامنگیر ہے

درگذر اے بے خبر تو اپنی تدبیرات سے
تیری ہر تدبیر کے تقدیر دامنگیر ہے

مخلصی سودا کی کچھ حق کے کرم سے ہو تو ہو
ورنہ یان ہر کام کی تقصیر دامنگیر ہے

ہے زاہدا عطاے ازل سے خبر مجھے
تجکو تو زہد خشک ملا چشم تر مجھے

کاٹی مصیبت شب ہجران مین بارہا
واعظ نہین ہے روز قیامت سے ڈر مجھے

بازار عشق مین غرض اس سر کو بیچنا
نے نفع پر نگاہ نہ سوجھے ضرر مجھے

جون شمع پانون گاڑ کے جاتا ہون مین کہان
درپیش آگیا ہے کدھر کا سفر مجھے

رہتا ہے اندنون دہن یار کا خیال
بھاتا ہے ناصحا سخن مختصر مجھے

پہونچائے ہے رقیب تلک بوے زلف یار
ڈستی ہے سانپ سی یہ نسیم سحر مجھے

سودا تو پیش چشم ترے ہے سدا بہار
تجھ برگ گل سے کم نہیں لخت جگر مجھے

ہین تو ملونگا ناصحا باتین یہ تینون جان کے — گو کہ عدو ہین خوبرو دل کے جگر کے جان کے
شکل تری کے اے میان بندے ہین کتنی آنکے — منھ کی مسی کی ریکھ کے لالی کے لب کے پان کے
منھ سے نقاب اٹھتے ہی حلقہ بگوش ہو گئے — خال کے خط کے زلف کے بالے کے دُر کے کان کے
بندے ہوئے پہ ششش جہت ہم دل و جان سے مطربا — تال کے سُر کے ساز کے لے کے صدا کے تان کے
اُن شعرا مین ہم نہین وہ جو طلب مین پھرتے ہین — تیل کے گھی کے لون کے جَو کے گیہونکے دھان کے
خلق تمام جانے ہی ہم بھی سخنورون مین ہین — رتبہ کے دُہن کے نام کے جاہ کے ذی کے شان کے

سودا کو تم سمجھتے تھے کہ نہ سکیگا یہ غزل
آفرین ایسے وہم پر صدقے مین اس گمان کے

بیوفائی کیا کہون دل ساتھ تجھ محبوب کی — تیری تو نسبت میان بلبل سے گل کی خوب کی
مجکو ان آنکھون نے محجوب اس تدبیر سے کیا — لے گئین ہین آبرو یہ گریۂ یعقوب کی
شمع کو آنے نہ دے یار اپنی خلوت مین کبھو — شرح سوز اکبار دیکھے گر مرے مکتوب کی
محتسب ہمنے تو دی تھی دختر رز کو طلاق — پر تری ضد سے لئے ساتھ اپنے پھر منسوب کی
کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہین — جیب مین اپنے شکیبائی نہین ایوب کی
چشم ہمت مین ہمارے قدر کیا دنیا رکھے — ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت مطلوب کی

جو جفائین تو نے معشوقونکی سر اپنے سہین
عاشقی سودا کٹھن ہے کری اس اسلوب کی

معتقد ہرگز نہین ہین کفر اور اسلام کے — گر مرید اس دور مین ہین ہم تو ہین جام کے
ہمسے دیوانونکے عاقل درپے تدبیر ہین — بندے ہین ان پختہ مغزونکے خیال خام کے
عشق کا آغاز تو جون تون گذر جاتا ہے لیک — کہہ نہین سکتا دلا حالات مین انجام کے
نے تلاش رزق مین ہو ہمسے اور نے دنیا کی فکر — اُسکی رزاقی ہی پہ ہے ورنہ کسیکے کام کے
گذرے تھی آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا — اسکے لگ جاتے ہی دن جاتے رہے آرام کے
ساغر دل خون سے مالامال رہتا ہے مرا — اہل دل گر مست رہتے ہین تو ایسے جام کے
ہے بہار آنکی نگاہون مین اے سودا چار فصل — مست جو ہین کے نگاہ ساقی گلفام کے

پوچھے نہ کبھو اشک وہ مغرور کسو کے
پڑ جائین اگر چشم مین ناسور کسو کے

تو کہہ کے ہمین سخت نہ بدنام ہو ناصح
یہ شیشۂ دل ہاتھ سے ہے چور کسو کے

قسمت کہ دلا نباہین کیا ہمین کے سر سے
تس پر بھی نہین چشم مین منظور کسو کے

ہم چشم سے کیسا ہی جو نزدیک تو پھر کیا
جس روز پڑا دل سے کوئی دور کسو کے

عاشق پہ تعدی ہے کوئی چرخ سے ایجاد
باندھے ہوئے ہین دل پہ یہ دستور کسو کے

پھرتا کالی ہے کیا دختر رز شیشہ مین آنکھین
فتنہ نہ رہے گھر مین ہو مستور کسو کے

پلکون کے ترے نیش کے مارے نہ کراہین
ملکے وہ پڑا کاٹے جو زنبور کسو کے

ڈھلکے جو چلی جاوے ہے نرگس کی یہ گردن
دیکھے ہین مگر چشم وہ مخمور کسو کے

سودا تو عبث رہتا ہے یاد اسکی مین غمگین
وہ ساتھ شب و روز ہے مسرور کسو کے

بے چین جو رکھتی ہے تمھین چاہ کسو کی
شاید کہ ہوئی کارگر اب آہ کسو کی

اس چشم کا غمزہ جو کرے قتل دو عالم
گوشے کو نگہ کے نہین پرواہ کسو کی

زلفون کی سیاہی مین کچھ آکے اسی تھے اپنے
قسمت کی ہوئی رات وہ تنخواہ کسو کی

کیا صرف بیجا سے فلک کو ہے سروکار
وہ شے دے کسیکو جو ہو دلخواہ کسو کی

دنیا سے گذرنا ہی عجب کچھ ہے کہ جسمین
کوئی نہ کبھو روک سکے راہ کسو کی

چھینے ہے غم عشق شکیبائی و آرام
اے دل یہ پڑی لٹتی ہے بنگاہ کسو کی

کہون کیا بات اس بے پیر دل کی
جہان کہیے کہ ہے تقصیر دل کی

نہایت چیز بد ہے دل کہ ہین گے
شکایت مین جوان و پیر دل کی

ہوا کس پر یہ دیوانہ الٰہی
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

بہ از آئینہ خانہ سے ہے منعم
جو تجھسے ہو سکے تعمیر دل کی

[illegible] اشکی الی سے
ہے برچھی نالۂ شبگیر دل کی

مرے پروانہ کاغذ ہو قلم شمع
اگر حالت کرون تحریر دل کی

ٹک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
کرون اس سے جو مین تقریر دل کی

جفا سے تیرے اٹھ جاؤن مین لیکن
دغا ہوتی ہے دامنگیر دل کی

طلا کردے سخن مس کو زبان سے کے
بناوے گر کوئی اکسیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے سودا
یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

صورت نہیں اُس مہر کی پہچان اگر آوے
ہر ذرّہ میں کچھ اور ہی جھمکا نظر آوے
مجھ چشم سے اب اشک نہیں آنیکا ناصح
آوے بھی غم دل سے تو لخت جگر آوے
میں منتظر اس وہم سے رہتا ہوں شب و روز
آیا جو نہ وہ شام تلک تا سحر آوے
پھرتا ہوں ترے واسطے میں دربدر اے یار
تجھسے نہ ہوا یہ کہ کبھو میرے گھر آوے
گویا دل عاشق بھی ہے یہ فیل سیہ مست
رکتا کہیں روکے سے کسو کے جدھر آوے
کہہ کہکے دکھا اپنا میں کیا مغز کو خالی
اتنا نہ ہوا سنکے تری چشم بھر آوے

کوچے میں رقیب اُسکے ترے ہاتھ سے سودا
ایسا نہیں دیکھا ہے کہ بار دگر آوے

لاکھ طوفان کہاں ہمکو فلک دکھلاوے
کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے
شعلۂ طور ہو موسیٰ کو چراغ مضطر
عشق ذرہ گر اُسے اپنی جھلک دکھلاوے
جل رہا ہے ترے ہاتھوں سے جگر نہ کیوں بدر
شام سے داغ جگر صبح تلک دکھلاوے
کیمیا جاننے کو اس لیے سمجھا ہے شیخ
کہ خدا تا مجھے سونیکی ڈلک دکھلاوے
چھوڑ افیوں کو اگر بنگ پیے تو زاہد
وہ ہیں لیجاکے تجھے عرش تلک دکھلاوے
تیرے شوریدہ کو جسدن کہ زمین کو سونپا
زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ للک دکھلاوے

آب ہو جاتا ہے فولاد کا زہرا سودا
یار خنجر کو جو ٹک اپنی پلک دکھلاوے

وہ غل ہے جسکا موجب تو ہی ورنہ شور بہتیرے
قیامت خیز تیرا قد ہے ورنہ شور بہتیرے
رہے نت اُٹھ کے کشتے خون جس غوغا سے عالم میں
وہ شور انگیز تیری خو ہے ورنہ شور بہتیرے
کیا شوریدہ سر عالم کو اُس زلف پریشاں نے
یہ شور افزا اُسی کی بو ہے ورنہ شور بہتیرے
سمجھتا کون ہو وہ ذکر و اذکار اے لب شیریں
کہ جسمیں تیری گفت و گو ہے ورنہ شور بہتیرے
کرے جو بات اے خونخوار عالم شور محشر کو
پر اُس غوغا سے تیری کو ہے ورنہ شور بہتیرے
وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے
تری ہی پھر یہ جستجو ہے ورنہ شور بہتیرے

جسے سنکر کے سودا ایل مین صوفی مست ہوجاوے
وہ خمخانے کی ہاؤ ہو ہے ورنہ شور بہتیرے

نہ عندلیب گرفتار کو قفس چھوڑے
نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے
چمن مین کیسے مچا دیوین دھوم جانے ہی
قفس سے ہمکو جو صیاد اس برس چھوڑے
عبث لپیٹ سے پلٹتا ہے دل کو مار سیاہ
صنم کی زلف مرے دل کو کاش ڈس چھوڑے
مین ایک آن مین دکھلاؤن یہ طلسم جہان
جو قید تن سے فلک مجکو یکنفس چھوڑے

یہ کیا بہار ہے سودا نہ دیکھ مین جانون ہو
خزان چمن مین اگر کوئی خار و خس چھوڑے

یارب کہین سے گرمی بازار بھیجدے
دل بیچتا ہون کوئی خریدار بھیجدے
اپنی بساط مین تو یہی دل ہے میری جان
لیتا نہین تو کیا کرون ناچار بھیجدے
دعوی جو برشکال کو آنکھون نے ہے مری
ایسا کوئی تو ابر گہر بار بھیجدے
دیتے ہین عقد حسن مین عاشق عروس جان
آتا نہین تو آپ تو تلوار بھیجدے

سودا سے غمگسار کا تھا دل یہ چھین لیا
اسکے عوض بھلا کوئی غمخوار بھیجدے

جب سے کہ چشم خلق صنم تجسے جا لگی
کہتا نہین ہے بات کوئی یان خدا لگی
پامال غم ہوا ہے مرا دل نہ جانیے
ہاتھون سے کسکے پانون مین تیرے حنا لگی
بھڑکی ہے آگ لالہ سے گلشن مین باغبان
کس دل جلے کی باغ مین یہ بد دعا لگی
فرہاد بیستون مین باندھے تھا نقش کو
پر تب پسند تھا وہ نقش کہ جب سر آ لگی
کافر ہون گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا
کی ایک نگہ کہان مین کہ گویا بلا لگی
لگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر اک سے پیش ازین
تمکو بھی اب زمانے کی پیاری ہوا لگی

پھاڑے نہ کیونکہ سودا گریبان کو اپنے یار
چسپان ترے گلے سے جو ہو کر قبا لگی

مری آنکھون نہین یارو اشک لیتا موج مارے ہے
کہ جیسے ساغر سیمین مین صہبا موج مارے ہے
رویا ہے ابر و دریا دل یہ کسکے حال پر یارو
کہ یون سرسبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے
پھنسے ہین بسکہ دل دریا دلونکے اسمین اے پیارے
ترے بکھرے یہ کیا زلف چلیپا موج مارے ہے

تری دریادلی کا شور ہے اے مہرباں جب سے — ہمارے دل سے دریاے تمنا موج مارے ہے

عبث تو سیر میں دریا کے مست اوقات کھو سودا
سرشک چشم کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

ہمیں کیا لطف ہو منھ دیکھنا دان یار کا اپنے — جہاں وعدہ اُسے عالم سے ہو دیدار کا اپنے
ہمارا درد دل سنکر نہ بولا کچھ وہ ظالم — مخاطب کب ہمیں سمجھے ہے وہ گفتار کا اپنے
برہمن کفر کو اور شیخ سن اسلام تج بیٹھے — جو نکتہ حل کروں ان پر کبھو اسرار کا اپنے

کیا ہو دل لے مستغنی وصال یار سے ہمکو
تصور دل میں نت رہتا ہو اُس دلدار کا اپنے

تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی میں نہ کم ہوتے — جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

ہوا ہوویگا کیا کیا مژدہ پر سور دلطف کا
خبر کن حال جد اپنے کی سودا کاش ہم ہوتے

مجرم ہوئیں تو کہدو مکافات کے لیے — منھ میں خدا نے دی ہے زبان بات کیلئے
وہ رات وصل دوست کی یارب نہو نصیب — پھر عمر بیٹھے روئیے جس رات کیلئے
چاہو مدد جو غیر سے اغیار کیلئے — تو میں بھی یار کم نہیں دو چار کیلئے

طوبا تلے میں بیٹھ کے روؤنگا زار زار
جنت میں تیرے سایۂ دیوار کیلئے

گرمی اس شعلے سے ہیہات نہونے پائی — ہوں وہ پروانہ جسے رات نہونے پائی
جی کی جی ہی میں رہی یار مرے بالیں تک — پہونچا اسوقت کہ کچھ بات نہونے پائی
دل نہ دیگا وہ کسو کو تو رہے گا شیشہ — کہ مرے دل کی مکافات نہونے پائی
واجب القتل تو ہم تھے ہی پر اتنی جلدی — یار تقصیر بھی اثبات نہونے پائی
گل و بلبل کی بھی خوبو سے ہوں محرم اتنے — اس چمن میں بسر اوقات نہونے پائی
لے گھسے حجرے میں خادم کو کہ ہم جا پہونچے — شیخ صاحب سے کرامات نہونے پائی
دل مرا ہے نہ کیا دیر نگہ نے اوسکی — ہے وہ مسجد کہ خرابات نہونے پائی
منتظر باب اجابت پہ رہے شب کو میں — بیدماغی سے مناجات نہونے پائی
تیرے داسوخت سے خالی میں نہ پایا کوئی — شمع بھی سنکے مری اپنا ہی رونا روئی

تابمقدور کسی سے بمروت پیش آ
سنگ ہے آئینۂ دل کے لیے بے روئی

حرکت جو ہے بتان کی سوا ہے الفت دل
سمجھیے ناز حقیقت مین ہے وہ بدخوئی

پائی محسود پہ رو رو کے نہ کرے حاسد
لکھی قسمت کی کسو کے نہ کسو نے دھوئی

فخر ملبوس پہ اپنے تو نہ کر اے منعم
پشم دو نون مین تری شال ہماری لوئی

عمر ناصح نے نصیحت مین گنوائی اپنی
پر مرے دل سے بتان کی نہ محبت کھوئی

شیخ کعبہ مین خدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے
طالب اسکا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

پیر کی پھونک مریدون ہی کے لگتی ہے دیر
گھر کی ہانڈی مین بجز ہاتھ نہ دیکھی ڈوئی

کچھ بجز داغ نہ حاصل ہوا اسکو سودا
تخم سے دل کے زمین عشق کی جن نے بوئی

ورد دل اسکو کہون مین وہ کہان ہے تو ہے
بے یقین تو ہے مری جان بگمان ہے تو ہے

گو کہ ہے زیر فلک پر زتماشا عالم
اپنی نظرون مین تو اے یار جہان ہے تو ہے

حسن کو حق کی تجلی سے نہ خالی پایا
شعلۂ طور کا جو کہیے نشان ہے تو ہے

عشق گل محض ہے تہمت چمن بلبل پر
جسکی خاطر وہ بفریاد و فغان ہے تو ہے

تجھ سوا مین نے تو دیکھا نہ کہین دشمن و دوست
دوست لینے کا جو اک دشمن جان ہے تو ہے

کون رویا نہ مجھے دیکھ ستم کیشو نمین
حال میرے پہ جو اک خندہ زنان ہے تو ہے

تیرے وعدے کا مجھے کیونکہ ہو کہہ اعتبار
جسکے جون غنچہ زبان زیر زبان ہے تو ہے

گو تو ہتھیار نہ باندھے پھرے پر شکل اجل
قاتل خلق جو بے تیغ و سنان ہے تو ہے

مہوشان مین جو کوئی شکل ہے مہر آلود
گاہ نظرون سے نہان گاہ عیان ہے تو ہے

جب کسی بزم مین آتا ہے خلیقون کا ذکر
جتنی ہے خلق وہان جسکا بیان ہے تو ہے

ایک سودا ہے دعا گو کے ہمیشہ حق مین
پر زدشنام کسیکا جو وہان ہے تو ہے

ناصحا ہر چند یہ بندہ سبک اطوار ہے
پر سبک ہے کب جو خاطر کا کسیکے بار ہے

عارضی سامان حکمت کب ہمین درکار ہے
یان تو جون خورشید جو ہے ہر گھڑی تیار ہے

بستگی ہر چیز کی ہے دل سے با تار نفس
یہ جو سب دیکھے ہے تو اس تار کا بستار ہے

دل اٹکنے کا نہ دیکھا کوئی رنگ اے باغبان
یہ دل اس گلشن مین جون خار سر دیوار ہے

دل فروشون کے لیے نقد محبت چاہیے — جنس کی قیمت کب اُنکی درہم و دینار ہے
اس چمن مین ہکو جون طاؤس لائی ہے ہوس — ورنہ پر جھاڑین جہان ہم وان گل و گلزار ہے
ضبط سوز دل سے ہر سینہ ستارہ دیکھا سا گنج — بسکہ یان ہر دم گرہ اک آہ آتشبار ہے

صاحب توقیر سودا کو نہ ہرگز سمجھیو
ایک وہ رسوا خراب کوچہ و بازار ہے

جو طبیب اپنا تھا دل اُسکا کسی پہ زار ہے — مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے
خندہ زن ہین بلبل و پروانہ میرے حال پر — زعفرانی جب سے اُسکا چہرۂ گلنار ہے
کیونکہ ہر سو سے چمن روؤن نہ جون ابر بہار — گل کو اپنے دیکھتا ہون نیم بسمل گلزار ہے
درد اپنے کی کرون فریاد کسکے سامنے — دادرس کا آہ و نالہ آسمان کے پار ہے
اشک کا قطرہ نہ تھا آنکھون نے جسکے روشناس — اُسکی نیرنگ فلک سے ہر پلک خونبار ہے
کیا کہون مین حال بیخوابی کہ ظالم روز و شب — آئینہ خانے کے طالع کی طرح بیدار ہے
دیکھکر جس مہروش کو صبر ہنگام ادا — پیشکش اپنا گریبان کرنے مین ناچار ہے
صبح یون نکلے ہے وہ گھر سے کہ جون خط شعاع — جیب کا بکھرا ہوا چھاتی پہ ہر اک تار ہے
دل مین جانیکا جو صحرا کی طرف رکھتا ہے عزم — جائے ہے اُس سمت دیوانہ جدھر کہسار ہے
گرد و پیش افتان و خیزان اُسکے خویش و اقربا — کوئی کرتا ہے سماجت کوئی منت دار ہے
وہ قدم جنکو رگ گل سے بھی ہوتی تھی خلش — سجدہ گاہ سنگ ہے یا بوسہ گاہ خار ہے
ساکنان شہر جب یہ دیکھتے ہین ماجرا — ہائے اس کوچے مین ہے تو وائے اس بازار ہے
کیا خوشی اس سے ہمین سودا کہ آئی ہے بہار — لالہ و نسرین سے پُر گو دامن کہسار ہے

ہر سحر خون جگر کا غنچۂ گل کی طرح
آنکھ ادھر کھولی کہ اک پیالہ اُدھر تیار ہے

ہر لحظہ اب یہ نشو و نما خط یار ہے — گلزار کی خرابی کے درپے بہار ہے
جون تون سمیٹ کر مین گرہ دے رکھا ہے یان — سو ٹکڑے ورنہ تجھسے یہ دل غنچہ وار ہے
ابر بہار رو چمن حسن سے پرے — یان زلف و خال و خط سے ہوا مشکبار ہے
آغاز خط نہین ہے یہ تیری لکھی ہوئی — پیارے نظر گزر کو دعائے حصار ہے
ناصح تو آدمی ہو تو مانون مین تیری بات — حشرات کی طرح سے زمین کا پنہار ہے

طاقت کہاں ہو اب کہ گنوں وعدے کے دن اسوقت بھی ملو تو دمون کا شمار ہے
گر ذبح اسکو خواہ رہا کر کہ مرغ دل پر بستہ تیرے تار نگہ سے شکار ہے
ذلت نصیب کوے بتان مین اگر ہون مین راہ خدا مین شیخ گدھے پر سوار ہے
سودا جھڑے ہے خون تری آنکھونسے لیکے آج مژگان کے پنجہ سے ترے دل گرفتار ہے

نہین جون گل طلب ابر سیاہے گاہے خار ہون خشک مین ای برق نگاہے گاہے
شمع سان دور ز تاثیر ہون گریان ای عشق اشک سا مین گرنہ اثر ہو تو آہے گاہے
خو سے تیرے نہین پاتا جو کہین جاے قرار دامن شعلہ مین لیتا ہون پناہے گاہے
خون اُس شوخ پہ اثبات ہے پیش قاضی ہوتے دیکھا نہ کسیکا گواہے گاہے
تو ہے ہم ملنے سے خوبان کے توکی ہر لیکن دیکھ لیتے ہین کسیکو سر راہے گاہے
باغبان کا نہ کیا حق نے ہمین شرمندہ کسی گلشن مین بیک برگ گیاہے گاہے
جنس دل کی نہ پھرے ترک سے ان آنکھونکے پھرتے غارت نہ مین دیکھی ز سپاہے گاہے
فیض ہے عشق کو ہم سے کہ نہو آتش کی سرفرازی بجہان جز پرکاہے گاہے
اپنی اک آن نہین جرم سے خالی ہیہات اور بدتر ز گنہ عذر گناہے گاہے
بولے ہے سنکے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور اُسکے آگے کسی تقریب سے گاہے گاہے
وہی سودا ہے نہ کوچے مین ہمارے جو شخص نظر آجاے ہے باحال تباہے گاہے

کچھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے لیکن شفا کو گردش تقدیر شرط ہے
سودا سے دل کو زلف گرہ گیر شرط ہے دیوانے کے علاج کو زنجیر شرط ہے
نالے تو مین بہت کیے اُس بت کے سامنے پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے
ہو خاک راہ عشق مین تا قدر ہو تری مس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے
کافی ہے اک اشارۂ ابرو ترا ہمین کچھ عاشقونکے قتل کو شمشیر شرط ہے
دل کی شکست ریختہ کی ہے تو لے خبر ہر گھر کی دیر پائی کو تعمیر شرط ہے
کرتا ہے کس گنہ پہ عقوبت ہمین تو یار تعزیر کے تو واسطے تقصیر شرط ہے
سودا مین اس چمن مین ہون جون غنچہ دل گرفت ماتم سرا مین صورت دلگیر شرط ہے

مجھے تجھ زلف کے سنبل سمجھنے میں تامل ہے / اگر قاتل زہر سے کالے کی بھی اک زہر سنبل ہے
عبور اس بحر بے پایاں کے کر نہیں تردد کیا / گذار عمر کی خاطر قد خم پیر کا پل ہے
کسو کی گوش فہم اے یار شنوا ہی نہیں ورنہ / خموشی میں ہماری شور ہے فریاد ہے غل ہے
بکیفیت ہیں ساقی جلوہ ہائے برق چشمک زن / خروش ابر سے دمساز کیا آواز قلقل ہے
بنایا صانع قدرت نے تجکو رشک گلدستہ / دہن ہے غنچہ آنکھیں نرگس شہلا ہیں رخ گل ہے
زنخدان سیب گلشن حسن قامت سرو یا بوٹا / یہ لب نیلوفری ہے خال کاکل شکل سنبل ہے

چمن میں اپنا چہچہے کرنے سے کیا ہے کام سودا کو
کرے گل نقش پائے دوست جس جا واں پہ بلبل ہے

صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے / اک حسن ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے
یوسف تجھے کہہ بیٹھے زلیخا تو کہوں کیا / عاشق وہ ہوئی واں کہ جہاں جائے ادب ہے
کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہیں الٰہی / اک قطرۂ خوں سینے میں آفات طلب ہے
تجھ بن مری نظروں میں یہ تاریک ہے عالم / ہر روز مری آنکھوں میں ساون کی سی شب ہے
یعقوب ترے عہد میں یوسف کو جو روتا / کہتا میں کہ یہ فہم پیمبر سے عجب ہے
اک طرز ہو لٹ جائیکے دل کی تو کہوں میں / ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے
توڑا جو مرا شیشۂ دل ہنس کے یہ بولا / مت کڑھ کہ پرا شیشہ گراں شہر حلب ہے
دشنام تو دینے کی قسم کھائے ہے لیکن / جب دیکھے ہے وہ مجکو تو اک جنبش لب ہے

کہتے ہیں جسے عشق سو وہ چیز ہے سودا
جوں ذات خدا جسکی حسب ہے نہ نسب ہے

دل ہو تو نالہ کر سکے تاثیر سنگ ہے / اس سینہ میں معاف ہو تقصیر سنگ ہے
مٹتا نہیں لکھا جو نصیبوں کا ظاہرا / وہ شے کہ جسپہ کرتے ہیں تحریر سنگ ہے
دوں ان لبوں کو لعل سے نسبت میں کیجو / آگے انھوں نے کچھ کرے تقریر سنگ ہے
حسن بتاں کو ہے دل خارا تلک جگہ / شیریں کی جس پہ کھودی ہے تصویر سنگ ہے
بیٹھا ہے اعتکاف میں کس بوجھ بھار سے / اے شیخ کے مرید ترا پیر سنگ ہے
پتھراؤ سے چھٹے ہے کوئی ہم سے یہ گلی / کب عاشقوں کے منع کی تدبیر سنگ ہے
اب نسبت اُن سے خانۂ دل کو نہ دوں کبھو / دیر و حرم کی دیکھ لے تعمیر سنگ ہے

ٹھوکر لگے ہے در سے ترے جائے کسطرح
سودا کے پانوں واسطے زنجیر سنگ ہے

کچھ یہی پیش وحشت کابل زمین ہے
وسعت جہان کی دیکھی تو یک تل زمین ہے

جیتا پھرا نہ جاکے کوئی شہر عشق کا
دیکھا تو ملک حسن کے قاتل زمین ہے

مقتول کی تو اپنے لحد کو لحد نجان
ظالم الم کی تیغ سے گھائل زمین ہے

بوٹے کو تخم عشق جہانیں زمین نہین
ہو چشم آبیار تو اک دل زمین ہے

دوری مین سر پہ خاک نہ کی چشم تر کے ہاتھ
دیکھا مین جس جگہ تو وہان گل زمین ہے

کیونکر نہ ملک داری مین باہم ہو کشت و خون
یان زندگی و مرگ کا حاصل زمین ہے

شیشہ دلون کو اپنے نہ وان جاکے پٹکیو
یاروشہر سنگدلان سل زمین ہے

یون باز اخذ نور سے ہمکو رکھے ہی جسم
جیسے خسوف ماہ کے حائل زمین ہے

گر ہو نہ دست فکر مین فہم رسا جریب
تو اس غزل کی ناپنی مشکل زمین ہے

آگہ جو قافیہ سے نہ واقف ردیف سے
اسکے لیے قصیدہ کی قابل زمین ہے

مت دیکھ خاکساری سودا بچشم کم
گر آسمان ہے تو تو مقابل زمین ہے

آتش جو عشق کی ہے سو نور بصر مین ہے
شعلہ زبان دراز مری چشم تر مین ہے

آتے نہین نظر مین کسو کے جو ہم تو کیا
عالم تو سب طرح کا ہماری نظر مین ہے

ہے اب جہان مین بد گہری کس ہنر سے کم
عیب اس زمانہ مین جو کچھ سو ہنر مین ہے

ہاجی کا جو سخن ہے مرے حق مین ہے وہ ہیچ
کب رتبہ میری ہجو کا اُسکی نظر مین ہے

نخلے کی پرورش مین رہے کون تجھ سوا
یہ حوصلہ بہ سیر فلک کس بشر مین ہے

رخصت نہین ہے اپنے تئین ورنہ عندلیب
تاثیر صد ترانہ اک آہِ سحر مین ہے

دندان مثال در ہین دہن مین جو یار کے
مصرع مری زبان کا بھی سلک گہر مین ہے

خوان فلک ہی نعمت الوان سے پر تو ہو
قسمت جہان تہان مری خون جگر مین ہے

شمشیر جون ہلال محرم ہے اُسکے ہاتھ
شیون ہے کی طرح سے ہر ایک گھر مین ہے

جون غنچہ ہو گرہ مین اگر اس چمن کی سیر
جھمکا ہزار رنگ کا اک مشت زر مین ہے

سودا کی مےخوری سے ہے تو بہ پذیر خلق
قاضی بھی فتوی دیتا ہے کہ خیر اسکے شر مین ہے

مجھ عشق سے سودا کا انکار نظر مین ہے
دیوانہ بکارِ خود ہشیار نظر مین ہے

خاطر مین قیامت کو کیا لائینگے وہ جنکے
جلوہ ترے قامت کا اے یار نظر مین ہے

مستوجب آمرزش ہین وہ زجناب حق
جنکے بجہان اپنا کردار نظر مین ہے

اُنسے جو ہین نابینا وعدہ ہے قیامت کا
بینا کی ہر یک پل دیدار نظر مین ہے

مت پوچھ کہ کس شے پر مے قرض ہم ہین رند
اک شیخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے

ہے کوچہ ہستی مین سو طرح کا الجھیڑا
اک راہ عدم یاروبے خار نظر مین ہے

سینہ سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق
جز داغ کہین اسکا سوفار نظر مین ہے

کہتا تھا نہ پھنس اے دل رشتہ مین محبت کے
اس تار کا کب تیرے بستار نظر مین ہے

پوچھا مین عیادت کو چلتا ہے تو سودا کی
بولا کہ ہماری وہ بیمار نظر مین ہے

ہم آج ایک صنم مین عزور دیکھا ہے
نظیر کبر خدا کا ظہور دیکھا ہے

قسم اوسے مجلسیو نکو کہ تیری آمد مین
کسی نے بھی برخ شمع نور دیکھا ہے

کرشمہ پیر مغان کا ہے یہ کہ بر در دیر
نشہ مین آج مین زاہد کو چور دیکھا ہے

کشندہ باپ کا بیٹا ہے باپ بیٹے کا
یہ تیرے عہد مین ظالم فتور دیکھا ہے

نظر تو شیخ کو رہتی ہے من و سلوا پر
پر اپنا رزق بچشم تنور دیکھا ہے

جو پوست تخت پہ ہے خوش گدا وہ شاہو نکا
سر سریر پہ نہ کبھو ہم سرور دیکھا ہے

نہین نظر مین ترے وسعت کرم واعظ
مگر ہمارا ہی فسق و فجور دیکھا ہے

کتابی چہرے کے ملا کو حسن معنی مین
کتاب فقہ سوا بے شعور دیکھا ہے

کرے ہے توبہ جو واعظ کی ہرزہ گوئی پر
مگر بہار کو سودا نے دور دیکھا ہے

کس سے جا اٹکا ہے دل میرا عجب دیوانہ ہے
شور محشر ایک جسکی شوخی حنانہ ہے

وسعت دنیا مین اتنا تنگ یہ کاشانہ ہے
پر تو مہتاب وان موتی کا جسکے دانہ ہے

عکس رواپنے یہ کچھ آپ ہی نہین مفتون شوخ
جوہر آئینہ تک اس شمع کا پروانہ ہے

کسکی زلفو نکے تصور مین ہون یارب روز و شب
دیدہ تو آئینہ مژگان کی جھپک شانہ ہے

مزرع امید عاشق ہے تو بیحاصل مگر
اپنی خاکستر مین جو کچھ بووے خرمن دانہ ہے

بیقراری دل کی اپنے ہم سے کیا ہووے بیان
برق سے پوچھو تڑپ سے اسکی جو ہمخانہ ہے

قدر نسمجھے وسعت دل کی نہ شیخ و برہمن
ورنہ دونون کے لیے ہم کعبہ ہم بتخانہ ہے

تا دلی ہو درمیان لاف آشنائی کا غلط
آشنا اُس سے ہے وہ جو آپ سے بیگانہ ہے

نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہونچیگا کوئی
جبتلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے

تا گریبان اپنے پہونچے جب جگہ دست جنون
نہ فلک وان اک غبار دامن ویرانہ ہے

کیا کہون بیداری طالع کہ ہر یک شب دعا
بخت خواب آلود اپنے کیلئے افسانہ ہے

اپنی لیلی کا وہ کچھ مجنون سا رسوا کن نہین
رازدار عشق سودا از درہم مستانہ ہے

یان صورت و سیرت سے بت کونسا خالی ہے
پر راہ محبت کی دونون سے نرالی ہے

جلوہ تو خدائی کا دکھاتے ہے بتون ہی مین
سمجھوتے کو پھر آگے ایک بات بنالی ہے

اک رنگ کے جلوہ نے کھینچا ہے مرے دلکو
صورت تو نہ مین سمجھا گوری ہے کہ کالی ہے

خوبون کے تئین رتبہ کیا حسن نے بخشا ہے
گالی بھی جو وہ دیوین تو شعر جمالی ہے

دل کو تو کیا ٹکڑے اس زلف کے طرے نے
چنگل سے بلا کے مین اک جان بچالی ہے

عالم مین ترے منھ کو سب بدر سا کہتے ہین
یہ بھی ہے عجب بھلا کہہ کیا وہ ڈفالی ہے

تقلید ہماری سے نام اسکا رقیب اپنے
ادرا در زبان مت کر یہ اسم جلالی ہے

جب پیر مغان سے مین جا دختر رز مانگی
بولا کی سعادت ہے پر وہ ابھی بالی ہے

تعریف سراپا کب سودا سے تری ہووے
اک وصف مین ابرو کے دیوان ہلالی ہے

ترغیب نکر مجکو وان چلنے کی لے سودا
ق اس یار نے اب ہمسے یہ چھل نکالی ہے

وارد مین ہوا اسکے کل گھر مین تو یہ دیکھا
تیوری سے چڑھا صورت کچھ اور بنالی ہے

ہر بات پہ ہے میری اور وسنے اسی چشمک
کچھ پردہ کنایہ ہے نوکر یہ جو گالی ہے

غیر اُسکے اشارے سے جب کرنے لگے نوکین
اُٹھتا ہین یہ کہکر تب یان مرغ کی پالی ہے

ایک اُنمین سے یون بولا کیون جاتے ہو تم بیٹھو
جاؤ گے تو یہ مجلس پھر لطف سے خالی ہے

اُس شوخ نے یہ سنکر بولا کہ خدا سے ڈر
سر پر سے بلا اپنی جون تون کی مین ٹالی ہے

پس غور کر اے نادان جس گھر مین یہ صحبت ہو
وان جاسکے خوشی آنا یہ خام خیالی ہے

ہم سے لالچ پہ ارادہ کچھ اگر اسکا ہے
گھر میں جو کچھ ہے سمیت اپنے یہ گھر اسکا ہے

آگے کیا چیز رہی جسکو بتاؤں مہمات
نہیں معلوم جو منظور نظر اسکا ہے

جان تک چاہے اگر وہ تو ہے بندہ حاضر
دل اسے دیوے جو کوئی تو جگر اسکا ہے

کیا مزاج اُسکے بتاؤں کہ عجب آتش ہے
شعلۂ طور بھی شاید کہ شرر اسکا ہے

حسن سے اُسکے ہوان دونوں میں دن رات کا فرق
شمس ہمچشم نہ اسکا نہ قمر اسکا ہے

کیا ہے تجھ حسن کو تیر نگہ سے خطر
داغ اس دل پہ جو ہے سینہ سپر اسکا ہے

میہمان خانۂ آفت ہی جسے کہتے ہیں دل
حلقہ جس چشم کا دیکھا میں وہ در اسکا ہے

میں نہ کہتا تھا دلا اس سے نہ لگ چلنا تو
بات جو سودا کی ملنے نہ ضرر اسکا ہے

ہر کسی کا نہ پڑے کوچے میں ایسے کے قدم
جو دم تیغ نہ چلتا ہو گذر اسکا ہے

شہرہ پایا ہے زبس تندی خوئے اسکی
اسقدر دل میں خلائق کے خطر اسکا ہے

چشم پر آب سے سودا کے نہ ٹپکا کبھو اشک
صورت آئینہ کچھ دیدۂ تر اسکا ہے

اس کے تئیں اب فائدہ کیا ہے کہ زبان سے تیری
شام اسکا ہے گلا شکوہ سحر اسکا ہے

حال جو اب ہے یہ تیرا نہیں اسکی تقصیر
تخم بویا تھا جو تو نے یہ ثمر اسکا ہے

فکر میں ہجر کے کر دل وصل کا دن کھوتا ہے
یاں محرم ہی میں نوروز سدا ہوتا ہے

پاک میرے نہ کسی دوست نے کی جیب لینے گرد
دیدہ ہے دشمن جان پر مرا منہ دھوتا ہے

کشت خون آج ان آنکھوں سے ہوتے دیکھا
فتنہ سا یہ تلے مژگان کے گر سوتا ہے

عشق شبنم ہے مسلم تجکو اے مرغ چمن
ورنہ راتوں کو عبث کوئی بھی یوں روتا ہے

دانۂ اشک سوا کچھ نہیں اس سے حاصل
عشق کا کھیت بہت ہمنے برا جوتا ہے

زیست چاہے تو نہ جا روبرو اس نوخط کے
طوطی خوا نہیں بندوق کا وہ توتا ہے

داغ کپڑے پہ لگا ہو تو دھلاؤں یارو
داغ عشاق کے دل کا بھی کوئی دھوتا ہے

جائے کم ظرف کے دروازے پہ جو اے سودا
حرمت اپنی وہ گدائی کی عبث کھوتا ہے

کیا تنک مایہ کی ہمت سے پڑے کی پوری
کاسہ لبریز کہیں اس سے بھی کم ہوتا ہے

نکلے جو گھٹ سے گھر کی بیاری جو پٹ کے انچل لٹک رہا ہے
سمٹ کے گھٹ سے ترے درس کو نین میں جیرا اٹک رہا ہے

اگن نے تیرے برہ کے جب سے جھلس دیا ہے کلیجا میرا
ہیے کی دھڑکن مین کیا بتاؤن یہ کوئلا سا چٹک رہا ہے

جنھون کی چھاتی سے پار برچھی ہوئی ہے رنگین وہ سو رہا ہین
بڑا وہ ساونت من مین جسکے برہ کا کانٹا کھٹک رہا ہے

مجھے پسینا جو تیرے مکھ پر دکھائی دے ہے تو سوچتا ہون
یہ کیونکہ سورج کی جوت آگے ہر ایک تارا چھٹک رہا ہے

ہلو ہی یون لے نہ اُس کی بوند لگ کے پھولنکی تم ہلیسے
تمھارے کانون مین جسطرح سے ہر ایک موتی لٹک رہا ہے

کہین جو لگ چلتے ساتھ دیتا ہو سطرح کا کٹر ہے پانی
بجا تون مینڈے کے ڈھول ہوتین جو تجھسے پیا چھٹک رہا ہے

کبھو لگا ہے نہ آتے جاتے جو میٹھا ٹک اسے نکالون
سجن جو کانٹا ہے تجھ گلی کا سو پگ سے میرے کھٹک رہا ہے

کوئی جو مجھسے یہ پوچھتا ہے کہ کیون تو روتا ہے کہہ تو ہمسے
ہر ایک آنسو مرے نین کا جگہ جگہ پر ٹپک رہا ہے

گئی ہو کیسا ہی دھیان جسکا تری گنو سنے لگا ہے پیارے
گیان پر بتا بھی ہے جو اسکا تو چھوڑ دے سکو سٹک رہا ہے

جو بات ملنے کی ہوے اسکا پتا بتا دو نے مجھے سر سجن
تمھارے بٹو نین آج بر سے نسے یہ بٹو ہی بھٹک رہا ہے

جو مینے سودا سے جاکے پوچھا تجھے کچھ اپنے ہی من کی سُدھ بدھ
یہ رو کے مجھسے کہا کسی کے اٹک مین لٹ کے لٹک رہا ہے

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہو سکیگا
جسکا ندیم ہوئے اُسکی نظر کو پرکھے

جوہر نہووے جسمین جوہر شناس کب ہے
جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

دُرّ سخن کے خواہان وہ یار مین جہانمین
جن مین نہ جھوٹے سچے کوئی گہر کو پرکھے

خاطر مین وہ نہ لاوے رکھہائے ابر نیسان
جو قطرہائے اشک مژگان تر کو پرکھے

سچ ہے کہ چشم عاشق معشوق کا ہے معدن
ظالم اگر تو میرے لخت جگر کو پرکھے

دُرّ سخن کو اپنے پرکھا ہے آدمی سے
ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

دلا تو یار کو شمس و قمر لگا کہنے
وہ شعلہ طور کا ہے تو شرر لگا کہنے

سنا ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے ساقی
بہار آتی ہے بلبل خبر لگا کہنے

بھرا جو بزم مین یارون نے ساغر عیش
تو اُسکو اہل نظر چشم تر لگا کہنے

بیاض اسکے تو کیسہ جواہری کا ہے
سخن کو جسکے سخندان گہر لگا کہنے

کہے تھا ریختہ کہنے کو عیب نادان بھی
سو یون کہا مین کہ دانا ہنر لگا کہنے

صفا کلام کی میرے ہے شکل آئینہ
بُرے نے اُسکو بُرا دیکھکر لگا کہنے

مجھے تو بحث کا ہرگز نہین کسی سے دماغ
کوئی سخن کو مرے بد اگر لگا کہنے

بسان مہر یہ روشن ہے سارے عالم پر
جہان مین جب سے کہ مین شعر تر لگا کہنے

ہزار طرح کا بدا مرے تئین سن سن
ہر ایک شاخ پہ بلبل کا گھر لگا کہنے

نہین ہی بحث کا طوطی ترا دہن مجھسے
سخن بھی سن لے تو رنگین تر از چمن مجھسے

سخن مرا ہی مقابل مرے سخن کے ہے
کہ مین سخن سے ہون مشہور اور سخن مجھسے

مری زبان ہے ملک سخن مین اک خیاط
عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھسے

سخن تراش مین وہ ہون بسنگلاخ زمین
چھوٹے نہ تیشہ کو بن پوچھے کوہکن مجھسے

قبول ہو یہ سخن کو مرے کہ وصف کنشت
کرون حرم مین تو ہو شیخ برہمن مجھسے

سخن کے فیض سے اتنا ہوا ہون پہناور
کہ چھا رہا ہے زمانے کا چھو کدن مجھسے

سخن زبان کلہ مرے کب چھٹے زبانون سے
اگر چھٹے ہے تو چھوٹے مرا بدن مجھسے

سخن کو ریختے کے کون پوچھے تھا سودا
پسند خاطر دلہا ہوا یہ فن مجھسے

کب اسکو گوش کرے تھا جہانین اہل کمال
یہ سنگریزہ ہوا ہے در عدن مجھسے

ہم ہین وارستہ محبت کی مددگاری سے
ست ہے آزاد ہوئے دل کی گرفتاری سے

سبب غفلت پیری ہو فقط عیش شباب
خواب آور ہو سحر رات کی بیداری سے

شکوہ ہے جور و جفا کا ترے کس کافر کو
مجھپہ گذرے ہے سو میری ہی وفاداری سے

قطع الفت نہ کرے کب عمل ناہموار
جو بسی چیز تو ہوتی ہے دو نیم آری سے

ایک مین ہی نہ تمھارا ہون جہانین عاشق
جور کرنے سے ہو خوگر تو میان یاری سے

مے پرستی ہے مری باعث آمرزش خلق
توبہ صد توبہ نے کی ہو مری میخواری سے

کام دل جب تئین تجسے ہو ہمارا حاصل
کام اپنا تو ہوا جاے ہے بیکاری سے

تجھ طلب مین یہ کھوا آپ کو مینے کہ نداں
طالب اپنا مین ہوا تیری طلبگاری سے

پہونچے گر شہر بتان مین تو پرے اے سودا
رہیو بازار محبت کی خریداری سے

خورشید و مہ نے پیارے تجھ پر یہ بنوائی
ریش و بروت و ابرو سب کو صفا بتائی

سر کی خبر نہ تن کو تن کی نہ سر نے پائی
اے تیغ عشق تیری اللہ رے صفائی

بت اپنے کے مقابل صورت نہ دے دکھائی
ہو اک طرف اگر وہ ادھر اک طرف خدائی

کوچے سے شیخ اسکے گذرا تو دیکھتے ہی
جز سجدہ کرسکے اُسکو کچھ اور بن نہ آئی

اسلام و کفر کی یان کسکو ہے پاس خاطر
رندی تو کی حرم میں جا دیر پارسائی

منت تو لاکھ کیجے پر جو غرور دان ہے
منت غریب اُسکے عہدے سے کب بر آئی

تا ناخن ہلال مہ عید گھستے دیکھا
تیوری کی گانٹھ اُسکے کھلتے نظر نہ آئی

آنکھوں میں تم ہمارے جبتک نہ تھے ملے تھا
رونے نے دمبدم کی وہ بات ہر ڈبائی

بر بر نہو جو شکوا اس سے جا کروں میں تیرا
کچھ اپنے تئیں اسی میں مطلب کی گت پائی

کرتا ہوں جانفشانی کیا کیا رقیب پر میں
لیکن نہیں ہے اسکو کچھ پاس آشنائی

تھی سرد مہری اُسکی آب حیات دل کو
چھوٹے تپاک سے نے تو کچھ آگ سی لگائی

گردش سے بخت کی یوں ہمخانہ یار سے ہوں
جوں وصل و ہجر کو ہے گھر بار کی جدائی

رکھوں قدم نہ اُسکے کوچے میں گو کہ کچھ ہو
مجکو تو اُن نے اپنے سر کی قسم دلائی

بندے کے حال کی تو تا صبح کو کب خبر تھی
پھر سوتی بھڑ یہ کن نے میرے لیے جگائی

منت سماجت الحاح سب کچھ کیے پر اپنی
یارو کسیطرح سے امید بر نہ آئی

اب طشت و تیغ لیکر جاتا ہوں پاس اُسکے
اک بار رہگئی ہے یہ بخت آزمائی

ق
وقت اخیر سودا بالین پہ اُسکے رو رو
بیٹھا ہوا کہے تھا ہر دوست یار بھائی

مرضی اگر ہو تیری جا اسکو ہم لے آوین
دوری نے جسکی تیری صورت یہ کچھ بنائی

سنکر یہ بات بولا اتنا ہی آہ بھر کر
ہے نزع میں اذیت بیمار کو دوائی

تری آنکھوں نے نرگس نے چمن میں یار ایسی کی
گلاب سمجھے نہیں آتے نظر بیمار ایسی کی

تری دوری بہار باغ جو کچھ مجھسے کرتی ہے
خزان نے کس چمن میں با گل و گلزار ایسی کی

نظر بھر دیکھ جاتیں تھا افشائے راز دل
مجھے کر منع کس آسان کو تیں دشوار ایسی کی

وفا اگلی کا شاکر ہوں جفا کا ابکی شکوہ کیا
بہت روز ون جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی

جو دیکھے زاہد اسکو دے در میخانہ پہ دھونی
مغان نے دختر رز اس بہن تیار ایسی کی

جدائی سے مجھے اے دوست خو گر کر جدا کرنا
کسی دشمن سے دشمن نے نہیں اے یار ایسی کی

گنہ میرا نہیں جو تیرے دلخواہ لیے کی مینے — نہ دیکھا جب مین کچھ چارا تو پھر ناچار ایسی کی
کسی طرح ملاقات اُس سے غیرونکے بھی ملنے پر — گوارا جو نہ تھی دل پر سو وہ ہموار ایسی کی

بیک نقد محبت جنس دل ملتی نہین سودا
بتان نے داغ دے دیکر خراب و خوار ایسی کی

جدی جدی بجہان آن بان ہے سبکی — یہ مشت خاک مین جا کہ ندان ہے سبکی
سمجھ نہ دوستی مین زندگی خضر کا طول — کہ عمر دوستی تا امتحان ہے سبا کی
زبان وہی ہے کہ ملنے مین جسکے ہو کچھ نقص — دگرنہ یون حرکت مین زبان ہے سب کی
متاع دین سے مین اپنی ہون اسلیے بیفکر — کہ ذات حق جو ہے وہ پاسبان ہے سبکی
جو ناز پوچھو تو دل لے ہے چھین ہر اک سے — ادا جو دیکھو تو خواہان جان ہے سبکی
مآل مردم ماضی و حال و استقبال — سنا تو ایک سی کچھ داستان ہے سب کی

نہ دیر و زود پہونچنے کا شکوہ کر سودا
تنور ایک فلک جس مین نان ہے سبکی

مگر وہ دید کو آیا تھا باغ مین گل کے — کہ لوٹھا اور ہین پائی دماغ مین گل کے
عدو ہی ہو سبب زندگی جو حق چاہے — نسیم صبح ہے روغن چراغ مین گل کے
چمن کھلین مین پہونچ بادہ لیکے اے ساقی — گرفتہ دل نکلے مت کر ایاغ مین گل کے
نہین ہے جائے ترنم یہ بوستان کہ نہین — سوائے خون جگر مے ایاغ مین گل کے

علی کا نقش قدم ڈھونڈھتا ہے یون سودا
پھرے ہے باد سحر جون سراغ مین گل کے

عارض پہ حسن خط سے دمک کیا ہے نور کی — یہ دود لڑ رہا ہے تجلی سے طور کی
طوفان طرازی مژہ عاشقان نہ پوچھ — کچھ آبرو رہی ہے نہ چشم تنور کی
پاس اب ہمارے نکہت گل کو نہ لا نسیم — دل بے ہوس چمن کی اسیرون نے دور کی
مین نخوت بتان کو و لا تجھ سے کیا کہون — فرعون کھائے تھا قسم اُنکے غرور کی
تیری گلی کے بیچ جو خواب عدم مین ہین — اُنکو طنین پشہ ہے آواز صور کی
معمار نے ازل کے فراموش کی مگر — جاگہ بنائی خانۂ دل مین سرور کی
محرم نقط تسلی سے کر دیجیے کیا حصول — گر فکر ہو سکے تو دل ناصبور کی

توبہ چمن مین بادہ سے کن نے کی ای صبا
غنچہ کے تین ہر ایک صراحی جو چور کی
کم مت سمجھ تو شاہ گداے ضعیف کو
وان قدر ایک سی ہے سلیمان و مور کی
سردی کو نزد شیخ زمستان مین دخل کیا
گرمی ہے ایک ریش مین وان سو سمور کی
سودا کو عاشقی سے رکھا چاہتا ہے باز
ناصح نصیحت اپنی سے خوبی شعور کی

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے
یان چٹ کیے ہین اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا میکدے مین آن کے چوے گا محتسب
سبو سنگے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ مین جا خط بندگی
لکھوا لیا ہے سرو چمن سے کھڑے کھڑے
لگ جا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا
دو روز دوستی مین جو باہم لڑے لڑے
کیا قدر دل بتان کو جنھون کے گلے کے بیچ
دل خاک ہوگئے ہین کرورون پڑے پڑے
ازبسکہ تنگنا ہے گذرگاہ آخرت
جاتے ہین اُسطرف جو کرو مہ چھڑے چھڑے
دندان دہن مین وقت تبسم نہ دیکھے ہم
موتی سے کچھ ہمین نظر آئے جڑے جڑے
بوسہ نہین تو گالی سہے گالی نہین تو مار
عاشق نہین ہین سنڈ جری جس پہ اڑی اڑے
سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا
عالم عبث اُکھاڑے ہے مردے گڑے گڑے

وہی جہان مین رموز قلندری جانے
بھبوت تن پہ جو ملبوس قیصری جانے
غلام اُسکی مین ہمت کا ہون کہ جو اپنے
جگر کے خون کو خوان تونگری جانے
فہیم ہے وہی آفاق مین ترا جو یار
کہ جسمین پاوے نہ تجھکو اُسے پھر پری جانے
نہ بیچ گر مری یا خواجہ رشک پرور
کہ تجھ سوا نہ کوئی بندہ پروری جانے
جو خار راہ طلب مین ہوا ہو دامنگیر
غیور اُسکو بہ از خضر رہبری جانے
پڑا ہے پالے ایک ایسے کے دل کہ جو نادان
وفا کی راہ نہ رسم ستمگری جانے
بتان کی دید سو اکب ہے تجکو بینائی
وگر نہ دیکھے تو جس زشت کو پری جانے
نگاہ لطف تری جن نے کبھو تے دیکھی ہو
وہ بازگشتی اُسی تیر کی سری جانے
زبان دہن مین تو غنچے کے بھی ہے کیا لازم
کہ جسکے منہ مین زبان ہو سخنوری جانے
در سخن کو تو غواص بحر معنی پاوے
وگر نہ کیسی ہی کوئی شناوری جانے

چلے جو میکدہ زاہد تو دو ان کھچے وہ جام
کہ دون مرتبہ تو جم کی ہمسری جانے

جہان مین قصہ یوسف ہے آئینہ کیسر
پدر کا درد نہ مہر برادری جانے

نہ معجزہ نہ کرامت لگے نہ کشف اسکو
کرشمہ وہ جو تری چشم ابھری جانے

سخنور اب یہ ہین جسطرح آپ کو کوئی
گہر کسی کا پڑا پاکے جوہری جانے

گداز دل سے نے کیا ہے مرا طلائی رنگ
وہ طالب اسکا ہے جو کیمیاگری جانے

ہے سادہ لوحی پہ اس دل کے آئینہ حیران
جو تیرے عہد کو سد سکندری جانے

ترا مقال رہ دین سے دور ہے اے شیخ
مرید گو اسے قول پیمبری جانے

تبان سے نفع کوئی کیا لے جنس دل کو بیچ
جو جی بچے تو یہ قسمت کی یاوری جانے

کسی گدا نے سنا ہے یہ ایک شہ سے کہا
ق کرون مین عرض گر اسکو نہ سرسری جانے

امور ملک مین اول ہے شہ کو یہ لازم
گدا نوازی و درویش پروری جانے

مقام عدل پہ جسدم سریر آرا ہو
ہر ایک خورد و کلان مین برابری جانے

وہی ہو راے مبارک مین اسکے گوشہ نشین
کہ جسمین عامہ خلقت کی بہتری جانے

ملازمون سے نہ لاوے یہ اسکو بر سرکار
کہ جس سے کار خلائق کی ابتری جانے

چمن ہی ملک و رعیت ہے گل اُنھون کے لیے
بسان ابر بسر سایہ گستری جانے

ہمیشہ جود و کرم مین سمجھ ہر ایک کی قدر
مساوی از امرا تا بہ لشکری جانے

بجا جو طرح سپاہی دے اسکو سمجھے مرد
نہ یہ کہ مرنے کو بیجا سپہ گری جانے

جو شخص نائب داور کہاے عالم مین
یہ کیا ستم ہے نہ آئین داوری جانے

سواے ان سخنون کے جو تاج زرین کو
خیال اپنے مین سر دھر کے سروری جانے

یہ فخر تاج تو یون نزد فہم ہے جسطرح
خروس آپ کو سلطان خاوری جانے

غرض یہ وہ غزل قطعہ بند ہے سودا
کہ اسکی قدر کوئی کیا جز انوری جانے

مرے ملنے کی اسکو تب ہوس ہووے اگر ہووے
کہ مجھ مین یک رمق باقی نفس ہووے اگر ہووے

کمال اشفاق کا لازم نہین دل کی تسلی کو
ہمین تو یک نگاہ لطف بس ہووے اگر ہووے

زمین کشت امید اپنی ہو سرسبز کیا معنے
جو بویون تخم گل تو خار و خس ہووے اگر ہووے

فلک کو وعدہ مجھ قسمت سے گر ظل ہما کا ہو
تو سر پر سایہ بال مگس ہووے اگر ہووے

چمن گم کردہ فصل گل مین وہ آوارہ بلبل ہون
کہ جسکا آشیان کنج قفس ہووے اگر ہووے

نہین شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد
مگر مسواک ہی اُس پر کلس ہووے اگر ہووے

نکر ترغیب نعمات جنان خاموش اے واعظ
غنیمت ہے جو وان قوم و عدس ہووے اگر ہووے

نہووے سلطنت ملک سخن کی وزد معنی کو
جو اختر چور کا چمکے عسس ہووے اگر ہووے

پہونچ سکتا ہے یان کوئی چھٹ اُسکے داد کو اپنی
وہی بیداد گر فریاد رس ہووے اگر ہووے

وہ کب ہمپائے محمل نپے ہونے دیہی سودا کو
مگر دنبال آواز جرس ہووے اگر ہووے

ہمارے کفر کے پہلو سے دین کی راہ یاد آوے
صنم لکھتے ہین جسکو دیکھکر اللہ یاد آوے

پیام اب تو دیا ہے نامہ بر کو آگے یا قسمت
دو چار اُس سے ہوئے پر خواہ بھولے خواہ یاد آوے

نہ پیوے چشمۂ آب بقا پر تشنہ لب پانی
زنخدان کا کسی کے گر اُسے وان چاہ یاد آوے

لگے کسطرح جی فردوس مین تجھ بن کسے ہمدم
خدائی محو ہو خاطر سے جسدم آہ یاد آوے

برہمن آکے گر دیکھے ترے روے مخطط کو
تو پوتھی بھولکر اُسکو کلام اللہ یاد آوے

اگر کیسا ہی کوئی مہروش جیسا چڑھ رہا ہووے
جہان تاریک ہو نظرون مین جب وہ ماہ یاد آوے

فراموش اب کرے کیونکر نہ سودا شعر کہنے کو
کہ جو شخص آپ کو بھی گاہ بھولے گاہ یاد آوے

غنچے سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے
نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

پھرتے ہو باغ سے تو پکارے ہے عندلیب
صبح بہار گل پہ شب تار کر چلے

اُٹھتے ہوئے جو دیر سے لی مدرسے کی راہ
تسبیح شیخ شہر کی زنار کر چلے

آئے جو بزم مین تو اُٹھا چہرے سے نقاب
پروانے ہی کو شمع سے بیزار کر چلے

آزاد کرتے تم ہمین قید حیات سے
اُسکے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے

اٹھکر ہمارے پاس سے گھر تک رقیب کے
پہنچے گا وہ کوئی جو ہمین مار کر چلے

لو خوش رہو گھر اپنے مین جس شکل سے ہو تم
دو چار نالے ہم پس دیوار کر چلے

اندوہ و درد و غم نے کیا عزم جب ادھر
ہم کو عدم سے قافلہ سالار کر چلے

سودا نے اپنے خون کی قیمت تمسے یک نگاہ
چاہی تو اپنی بات سے انکار کر چلے

پیارے خدا کے واسطے ٹک اپنے دل کے بیچ
انصاف تو کرو یہ کسے مار کر چلے

نہین معلوم اس سینہ مین کیا جون شمع جلتا ہے / دھوان نوک زبان سے بات کرنے مین نکلتا ہے

گھڑی گھڑیال کی سن سُنکے میرا جی دہلتا ہے / چلی آتی ہے دوہی رات جلن جون دن یہ ڈھلتا ہے

ادا تو لیگئی دل کو پر اُسکا ناز اے محرم / بغیر از جی لیے کافر مری چھاتی سے ٹلتا ہے

برنگ شیر اشک آنکھون سے میرے جوش مارے ہے / زبس ہر استخوان اب آتش غم سے پگلتا ہے

اثر نے آہ مین ہر چند نے تاثیر نالے مین / پرا تنا ہے کہ ان دونون سے میرا دل بہلتا ہے

مراد عید کی شب تا صبح اندوہ تذبذب مین / پڑا ایک ایک جب سینے کے اندر دل اچھلتا ہے

مجھے تشنیع کیون کرتا ہے ناصح یہ جو آنکھین ہین / بس ان خانہ خرابون سے کسو کا کچھ بھی چلتا ہے

خیال پنجۂ مژگان مین یہ احوال ہے دل کا / کہ جیسے صید کو شاہین کا چنگل مسلتا ہے

خبر لے جلد سودا کی وگرنہ مین یہ دیکھون ہون / سرہانے اُسکے بیٹھا ہاتھ سے تو ہاتھ ملتا ہے

سینے مین ہے یون دل کو ایام گرفتاری / طائر کو قفس مین ہو جون شام گرفتاری

صیاد نہ مجھ تک ہے نالہ نہ مرا اُس تک / مجھ سا نہ کوئی ہوگا ناکام گرفتاری

دل قید حیات اندر کتنا خوش و خرم ہے / یارب یہ ہوا وحشی کیسا رام گرفتاری

خوگر کو اسیری کے ہے تلخ رہا کرنا / خوشتر ز نگین اُسکو ہے دام گرفتاری

دل حال بد اپنے کا آغاز سے کر شکوہ / ہوتا ہے کچھ ایسا ہی انجام گرفتاری

یارب مرے ناصح کو دکھلا دے جھلک اُسکی / دیتا ہے بہت مجکو الزام گرفتاری

ہر چند اسیری مین ایذا ہے بہت لیکن / صیاد کی شفقت ہو آرام گرفتاری

سودا کو نہ سمجھو گے عشاق مین تم اپنے / آزاد کو مت سمجھو بدنام گرفتاری

ہر ایک شے مین سمجھ تو ظہور کس کا ہے / شرر ہین روشنی شعلے مین نور کسکا ہے

دماغ خلق پر از بسکہ ہین حیران ہون / یہ مشت خاک مین اتنا غرور کسکا ہے

جو کچھ جہان مین ہے وہ فرق ہے تعین کا / سخن مرا نہ سمجھنا قصور کسکا ہے

یہ سمجھین ہین کہ تو خالق ہے اور ہم مخلوق / ترے گناہ سمجھنا شعور کسکا ہے

جہان کے بزم سے یارو کسیکا اُٹھ جانا / یہ کون جانے کہ نزدیک اور دور کسکا ہے

صفائی چہرے پہ نازان ہے آئنہ تو دیکھ / یہ زیر زلف سے پیارے عبور کسکا ہے

کہے ہے تند نظا ہر تجھے ابھی سودا
ترا سا مرتبہ اُسکے حضور کسکا ہے

نہ نرگس کی پلک تیرے تماشا نے ہی جھپکائی — تو وہ گل ہے کہ جس گل کا سر اک گل ہے تماشائی
تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی — محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی
مری تیری سی نسبت گل و بلبل بھی رکھتے ہیں — ترا جلوہ مرا دلکش ہے اسکا گل کی زیبائی
برائے خوش قداں ہے جنس جاں خرچ ضروری کو — جو نقد دل تھا سو تو کر چکے ہم خرچ بالائی
سمجھ کر بول جو بولے نہیں پھر بازگشت اسکو — سخن بیرون لب منھ سے ترے جیسے دم زباں لائی
نہیں ہے گھر کوئی ایسا جہاں اسکو نہ دیکھا ہو — کنہیا سے نہیں کچھ کم صنم میرا وہ ہرجائی
بغیر از گور زاہد کنج تنہائی کہاں سو بھی — نکیر و منکر اُس جا ہوں تو پھر معلوم تنہائی
محبت کی گرہ دن بھج بل کی ہیں تقریر کیا یارو — ستم پر بیت ہو تو اسکو اُٹھا لیتا ہے جوں رائی
بجز خون جگر ساقی نہ دیکھا واسطے اپنے — کہ مے جام بلوریں میں ہو نزدیک چرخ مینائی
دکھایا تھا مجھے زاہد نے کوچہ رنج دنیا کا — مغاں نے راحت دنیا کی مجکو بات بتلائی
ثمر ذلت ہے خواری برگ ہر اک شاخ بدنامی — بوئے مہرتاں دل میں کہ تخم نخل رسوائی
کہیں ہیں یار یوں مجھسے عجب ہی لطف ہے سودا — چمن میں سنبل و گل نرگس اسکی دسے ہے دکھلائی

یہ اس نے کیا کہ تیری زلف نے عارض نے آنکھوں نے
پیارے بانٹ لی باہم مری آنکھوں کی بینائی

جب اُن آنکھوں کا غمزہ پر سر بیداد آتا ہے — قضا کا قتل عالم کی لئے اسناد آتا ہے
خیال لب سے ہے یوں تقویت دلکو کہ دارو کا — اثر جیسے طبیعت کیلئے امداد آتا ہے
ستایا ہے برس کر اُسکو کس عاشق کی مژگاں نے — کہ یوں ابر سیہ کرتا ہوا فریاد آتا ہے
دہن غنچہ کا جب پھولا ہوں گوش گل ہے گلشن میں — تو اپنا درد دل کہتا کسو سے یاد آتا ہے
نہیں کچھ دل کے زمانے کا میری آہ میں جوہر — وگرنہ آب کر دینا اسے فولاد آتا ہے

عروس معنی کی تصویر کھینچ آئی ہے سودا کو
کوئی خاطر میں اسکے مانی و بہزاد آتا ہے

زیست قاتل ہے مری تجھ بن اجل بدنام ہے — سینے میں موج نفس اک تیغ خوں آشام ہے
شب نہ تنہا بیقراری سے مجھی کو کام ہے — نور شمع اس شوخ بن بجلی برق بے آرام ہے

بسکہ سو جا سے نگاہ شوق نے پیدا کی راہ
دیدہ مشتاق ونکا تیرے پردہ یا دام ہے

اعتبار اوج خس کتنا میان گرد باد
کیا ہے وہ جو سر فراز گردش ایام ہے

مشت کو عریان تنون کے فیض سے خالی نہ پوچھ
جیب گرہ سے جا ہو گوہر کے درم اور دام ہے

عشق کے انجام سے دلکو ہے غفلت اسطرح
جیسے وہ ماہی کہ دریا مین میان دام ہے

مے خوری موقوف اپنی کچھ گل و مل پر نہین
لالہ سان لبریز خون سیر سے میرا جام ہے

وصل کے وعدونکی شادی مین کھویا ہے آپ کو
واسطے اپنی غذا کے غم سے قرض دوام ہے

مین کہا سودا سے نسبت اور ونکے لبر ترا
کیا ہے تو جسکے لیے اسواسے حاصل و عام ہے

سنکے یہ بولا کہ نادان چشم پروانے سے دیکھ
صبح کی مشعل سے روشن تر چراغ شام ہے

یان جو ہون خاموش سو تیری ندامت کیلیے
ورنہ شکوون کے ذخیرے ہین قیامت کیلیے

نازبرداری کی ہامی تب بھرون دلکی مگر
دم دلاسا دے بندھا لون استقامت کیلیے

دولت عشق اسکی شایان ہو کیا ہے جسکو خلق
ملک جانبازی کی خالق نے نظامت کیلیے

ذکر کیا سرو صنوبر کا ترے قد کے حضور
ہو قیامت بھی قرینہ تیرے قامت کیلیے

آنکھ اٹھا کر دیکھ تو اے یار میری بھی طرف
کب سے ہون مین منتظر صاحب سلامت کیلیے

کھا کے تیہا اسکے کوچے سے نہ بڑھ کہتا ہو مین
دو قدم بھی کم نہین اے دل ندامت کیلیے

حرف واعظ مجکو مسجد مین تو لایا ہے ولے
ہے اذان ہر وقت کی مانع اقامت کیلیے

زخم سینہ کا تو بھر آیا ہے لیکن داغ دل
رہ گیا ہے دوستی کی یہ علامت کیلیے

اسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہے اے سودا اگر
عشق کی سر اپنے لینے کو ملامت کیلیے

نہ غافل رہ زمانے سے بسر لیجا بہشیاری
کہ خواب پاسبان ہو گرگ کو طالع کی بیداری

یہ آنکھین جون صدف کب ابر نیسان پر نظر رکھین
عطا اسکی بنا نہ ہین گانٹھ جو دریا کہ ہین جاری

نہین روشندلان کو وسعت روزی زمانے مین
کہ مہ کو نان گاہے پاؤ گہ آدھی گہے ساری

ہوا زاہد کو عشق خوش لبان پیری کے عالم مین
پڑی ہے آتش یاقوت سے سینے مین چنگاری

نہ رکھا داغ دل نے تن بدن پیری سے کچھ مجھ مین
بغل کے چور کی جون شمع کب تک ہو خبرداری

مداوا زخمی تیغ زبان کو نفع کیا بخشے
نہین مرہم پذیر اسکے اے جسے زخم ہو کاری

شہید رسم ملک عشق ہون سودا کہ لیتے ہین
جہان جرم نگہ پر نقد جان و دل گنہگاری

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے
جس کوچے مین جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

خنجر دست قضا ساخت نہ سمجھون مین کیسکی
کب تیغ نگہ تیرے ہتوڑے نے گھڑی ہے

بچتی ہی نہین چوٹ مرے دل کی ترے ہاتھ
اس نرد کے یہ عشق کی بازی مین اڑی ہے

ہے خوبی دندان دہن خوبون مین لیکن
پھبتی سی کہون اسکی کہ موتی کی لڑی ہے

مت سمجھو کہ ہے گوشہ نشین بہر عبادت
خم زر کے تلے شیخ کی شاید کہ گڑی ہے

بے بادہ و ساقی مجھے اس ابر سے
برسا ہے تگرگ آج کہ اک باڑھ جھڑی ہے

ہین حال کہون کس سے ترے عہد مین اپنا
روتے ہین کہین دل کو کہین جی کی پڑی ہے

کوچے مین ترے کیا کہون اللہ ری کثرت
یہ حسن کا شہرہ ہے کہ بھیڑ انکی چھڑی ہے

محکوم تصور کی مری ہے تری صورت
آگے مری آنکھون کے شب و روز کھڑی ہے

ٹھہرا ہے تری چال مین اور زلف مین جھگڑا
ہر ایک یہ کہتی ہے لٹکا سا تجھ مین بڑی ہے

گو ہیچ ہوئی شاعری سودا کی جوانو !
تمسے نہ کھنچے گی یہ کمان سخت کڑی ہے

جسکے دل کی تری زلفون سے میان لاگ لگے
اسکی نظرون مین جو رسی بھی ہو تو ناگ لگے

جب مری آتش دل کو نہ بجھا دے کوئی
اپنی بلا سے دو جہان جل نہ بجھے وہ آگ لگے

بوسہ مانگا مین تو بولا وہ کہ سبحان اللہ
منھ لگانے سے مرے تجکو بھی یہ بھاگ لگے

دل گرا ہے جو کسیکا ترے آگے جس وقت
کانون مین تیری تو اس وقت کا وہ راگ لگے

جنسیت شرط ہے صحبت کے مزے کو ورنہ
لون کو فائدہ شیرینی کا گو پاگ لگے

سبزی وسمہ کی سیہ گر نہ کرے شیخ کی ریش
کیا تماشا ہو کہ سوئے کا سا وہ ساگ لگے

ایسی مجلس مین نہ لیجا دے خدا سودا کو
طوطی کے آگے جہان بولنے ہر کاگ لگے

قدر دل سمجھو نہ پھر ہاتھ آئے یہ جب جا چکے
چھوٹ کے وہ پھنستا نہین جو دام مین مرغ آ چکے

جان بھی دیجے جو اس جینے کا اب جھگڑا چکے
وین دل کھو کر میان اپنی سزا ہم پا چکے

خط کے آنے پر جو تم کرتے ہو ہم سے اختلاط
کیا مسکرا کے گلے تمہارے دل سے ہم دکھلا چکے

یہ نوید آمد کے پیارے مجھسے مجکو لیگئے — آپ مین آیا مین تب آگنا کے جب تم جا چکے
تیغ ابرو کو نگہ کو تیر مژگان کو چھُری — قتل عالم مین رہا اب کیا کہ تم بند ھوا چکے
گوش زد اسکے کیا اعدا نے میرا حرف عشق — کیا رہا گھر جلنے مین اب آگ وہ سُلگا چکے

کچھ علاج ایسا بتا سودا کہ دل چھوٹے کہین
یار کے ہاتھون بہت خون جگر ہم کھا چکے

خوب واقف ہین محبت کے وہ سر رشتے سے — حسن اور عشق کے جنکو ہے خبر رشتے سے
سب تن زار ملا آہ کے سر رشتے سے — سوزن گم شدہ جو آئی نظر رشتے سے
پشم اُنکی نہو جز حق کے کہین مجبرائی — باندھین ہین فقر کے جو شخص کمر رشتے سے
دل عشاق مُسلسل ہین ہر یک سر مو — تیرے جسد ن سے گندھے گیسو کمر رشتے سے
کھلے کب بال چمن مین کہ قفس مین ہین بند — بندھے تھے وان بھی رگ گل کے یہ پر رشتے سے
توڑ کر نخل محبت سے جو پھر باندھے دل — پھل ہے جون شاخ سے باندھا ہو ثمر رشتے سے
چاک ملنے کا نہین جیب کا میرے جون گل — ناصحا تو تو سئیے شام و سحر رشتے سے
سینے مین قید علائق سے جو دل ہو آزاد — ہے صدف بیچ مبرا وہ گہر رشتے سے
سو جھے ہے دور کی کیا ہمسے چھپا ہی ناصح — ہے پرے طول امل کی یہ نظر رشتے سے

جکڑے زنجیر سے سودا نرہیگا پیارے
ٹھہرے تب ہی بندھے الفت کے اگر رشتے سے

دل اس سینہ مین ہے یا قطرۂ سیماب ہے کیا ہے — قفس مین مرغ ہے یا ماہی بے آب ہے کیا ہے
جھلک جس شوخ مین ذرہ نہو نور محبت کی — اگر خورشید ہے کیا ہو وگر مہتاب ہے کیا ہے
پہونچ ساقی کہ شیشے مین نہین ہین جانتا تجھ بن — مے گلگون ہے یا دل کا مرے خوناب ہے کیا ہے
ترا شہرہ عدو سے خواب ہے اتنا کہ سوچون ہون — فلک پر ماہ ہے یا دیدۂ بیخواب ہے کیا ہے
سنا کرتے ہین نام آبرو مدت سے دنیا مین — خدا جانے خذف ہے یا دُر نایاب ہے کیا ہے
پڑی جب کشتی دل عشق کے دریا مین خطرہ کیا — اگر گرداب ہے کیا ہے وگر غرقاب ہے کیا ہے
نظر مین اُنکی وہ جو دست برداران مطلب ہین — کوئی خان ہے اگر تو کیا وگر نواب ہے کیا ہے
سنے ہے شعر جب میرے تو چین ابرو ہو کہتا ہے — کیا مین فرض وہ شعر و سخن کا باب ہے کیا ہے
سنے ہے آزردہ دل اس بزم مین پاتا ہون اے سودا — نہین معلوم تجھسے کاوش اجباب ہے کیا ہے

نہیں وہ بولتے آئیں خبر جنکو ہے کچھ ڈھرکی　　سنی جو بیر کی کہتے ہین اور سیکھے ہوئے گرکی
ہین دیکھی دشمن ایمان لٹک بل گوش مین ڈرکی　　نگاہ شرمگین کے کیا کہون جادو کی تھی پُرکی
شب ہے وزاپنی نظر وہین بہا کو چھپا رہی　　نہین دیکھا پر ایسا حسن گردش مین مہ و خور کی
اُٹھین طبل و علم بخشا ہے چرخ سفلہ پرور نے　　صدا ہے کرنا جنکے بگوش فہم سے پرکی
چلا آیا وہ ظالم اس اٹک سے رات مجلس مین　　خبر رقاص و مطرب کو رہی نے تال نے سُرکی
جو یون لاٹھی دکھاتا ہون تو دانت اپنے نکوسے ہے　　رقیب آگے ترے دے ہے مجھے بندر کی سی گھُڑکی
چڑھا پھر شیخ مرکب سر کو رند ہنستے ہین　　مرید و ہنکے لیے ہے توتیا خاک اُسکی سم گھُرکی
تراشا ہین باین خوبی زسرتا پا بت اپنے کو　　کہ سنگ آستان میرے کو پوجے قوم آزر کی

لکھت خامہ تازی ہے ترا پر کیا کہون سودا
چلاوے سے تمام اُسکی عراقی ہوگئی ترکی

چاہنا بزم تعیش کا ہوسناکی ہے　　دشمن دور قدح گردش افلاکی ہے
گذر انسان کا یہان لئے جو بچالاکی ہے　　جون کمان موج ہوا چلہ ہے یہ خاکی ہے
زخم شمشیر سے جو دوست کے ہین لذت یاب　　درگذر کرنی اون اشخاص سے سفاکی ہے
یہ تو بو طرۂ سنبل مین نہین ہے سچ کہہ　　زلف کی کسکے صبا تونے گرہ وا کی ہے
سرکو نہوڑا کے مصلے پر جو بیٹھا ہے شیخ　　کچھ مراقب نہین پینک مین ہے تریاکی ہے
عشق وہ شے ہے کہ معشوق سے ہو دل عاشق کا　　شکر لبریز جو ہووے تو زبان شاکی ہے
ہوش مین کیونکہ وہ حکاک رہا ہے جسکے　　ہاتھ سے لعل لب یار پہ حکاکی ہے
زاہدا حور بہشتی پہ تری تو ہے نظر　　ہمنے بھی میکدہ مین دختر رز تاکی ہے

عزم کعبے کا تجھے حرج بڑا ہے سودا
دل مین تین گبر و مسلمان کے اگر جا کی ہے

عاشق کو نہ کر بیار جی سے　　پر اسکو نہ مار یار جی سے
جاؤن با خویش و قوم اپنے　　صدقے مین ترے ہزار جی سے
گذرے ہے جو مجھ پہ خط سے تیرے　　جاوے گا نہ یہ غبار جی سے
بکھرے سے کہ [illegible]　　دے گل کو وہین اُتار جی سے
مین قول [illegible]　　جون صبر کیا قرار جی سے

تجھ پر سے نثار لعل و گوہر
کرتے ہیں سب اے نگار جی سے
سودا نے تو سب کچھ اب بسارا
کیجو تو یہ اعتبار جی سے
مجھ پاس تو کچھ نہ تھا نہ ہے اب
آپہی میں ہوا نثار جی سے
انصاف کی شرط تو یہی ہے
تو بھی اسے مت بسار جی سے

تازہ تعلق نہیں اس دل کو الم سے
تھا طفلی میں گہوارہ مرا دامن غم سے
شربت ہے مجھے زہر غم ہجر کہ میری
گھٹی جو بنی روز تولد سو وہ سم سے
باس آتی ہے گلزار محبت سے لہو کی
زخمی ہے یہ کسکی رگ جان خار ستم سے
بازار محبت میں نبوت کا بہا کیا
اک زن نے لیا مول نبی چند درم سے
محراب حرم سے ہمیں کیا کام ہے زاہد
عاشق کے ہے سجدے کی رگڑ تیغ کے خم سے
ثابت ہو مرا حق وفا روز قیامت
گر آنکھ لڑا دے نہ تو محشر کے حکم سے
کوٹے ہے سدا سینہ وہ با نالہ و فریاد
عاشق کو نوازا بھی تو اس طبل و علم سے
دریا دل اس آفاق میں جتنے ہیں انھوں کو
بیڑے ہی رہے تو تو سدا موج کرم سے
ہمت پہ فلک کے نہ کبھو چشم سیہ کی
چاہا بھی تو کچھ اپنے ہی دم اور قدم سے
یہ رنگ میں تصویر نہ تیری ہے نزاکت
جسکو نہ کوئی دیکھ سکا دیدۂ نم سے
خجلت سے کیا آب صدف کے تئیں سودا
در ریزی یہ کچھ یار ہوئی تیرے قلم سے

پنبہ کو دور کر مرے سینہ کے داغ سے
سوز شب فراق کو دیکھ اس چراغ سے
آغاز خط کا دیکھ کے رخسار پر ترے
شرمندہ ہو بہار چلے روے باغ سے
بے بادہ یہ دہن سخن آشنا نہو
جوں غنچہ لب کھلیں ہیں تمہارے ایاغ سے
گذرا ہے تو چمن سے کہ بلبل کی اک نگاہ
آتی ہے روے گل کیطرف کس دماغ سے
سودا اسے وہ چاہے ہے از تخت سلطنت
اک کنج عافیت میں جو بیٹھا فراغ سے

غفلت میں زندگی کو نہ کھو گر شعور ہے
یہ خواب زیر سایۂ بال طیور ہے
شمع و چراغ گو کہ مرے شب سے دور ہے
تو گھر میں ہو مرے تو اندھیرا بھی نور ہے

دل کو مرے ہے آہ سحر سے شگفتگی
غنچے کو گلستان مین حیا سے سرور ہے

بلبل چمن مین تیغ نگہ کس کی چل گئی
جس گل کو دیکھتا ہون سو زخمون سے چور ہے

حور بہشت واہمہ تیرا ہے زاہدا
لیکن نگاہ چشم محبت مین حور ہے

موسیٰ کے کچھ عصا سے کم اپنے عصا کو شیخ
گنتے نہین یہ عقل کا انکین وفور ہے

کنکر کہین جو آئے ہے اُنکے قدم تلے
سودا نہین یقین ہے کہ یہ کوہ طور ہے

جب نظر اسکی آن پڑتی ہے
زندگی تب دھیان پڑتی ہے

جھیل لیتے ہین عاشق اسے فرہاد
جسکے سر جیسی آن پڑتی ہے

ہے جفا سے غرض اُسے جتنی
کہ وفا امتحان پڑتی ہے

نظر ان مہوشان کی ہے ظالم
کیا غضب آن بان پڑتی ہے

قدر زاہد نظر مین چلے بعد
اُتری سی کچھ کمان پڑتی ہے

بات اس دل کے درد کی یارو
گفتگو مین ندان پڑتی ہے

ایک کے منہ سے جھگڑی نکلے
پھر تو سو کی زبان پڑتی ہے

لیکن اتنا کوئی کہے مجھ سے
کبھو اُسکے بھی کان پڑتی ہے

بے ثباتی زمانے کی ناچار
کرنی مجکو بیان پڑتی ہے

گرمجوشی دوستان بنظر
آتش کاروان پڑتی ہے

دل سے پوچھا مین یہ کہ عشق کی راہ
کس طرف مہربان پڑتی ہے

کہا اُن نے کہ سنے یہ ہندوستان
نے سوئے اصفہان پڑتی ہے

یہ دوراہا جو کفر و دین کا ہے
دونون کے درمیان پڑتی ہے

منزلت شعر کی ترے سودا
یون تو وہم و گمان پڑتی ہے

نہین عیسیٰ تو پر سخن سے ترے
تن بیجان مین جان پڑتی ہے

زمانہ تجسے اگر ہو نا ساز گر تو اُس سے زمانہ سازی
جو دیوے روٹی چڑھادے تجکو تو بھوک بیٹھے پہ کچھ تو بتازی

قسم تکھادین ہم اس خاک کی جو وقت اپنے کو دے رہے ہین
وہ شیر ہین اور جنہیں ہوتی ہے ساتھ خلقت کے روبہ بازی

جو پاک کہتے ہین تن کا جامہ کہین ہین ناپاک دامن دل
خدا کے نزدیک اسے مصلی نہین ہین زنہار وہ نمازی

ہماری ذلت بدیدۂ فہم عین عزت ہے مضمون کی
جو سرنگون ہون نہ آنکے آگے تو انکی معلوم سرفرازی

کسے یہان غرۂ تاج کا ہے کسیکو یہان عجب راج کا ہے
کوئی بھکاری اناج کا ہے یہ وجہ کیا ہے کہ بے نیازی

گدا زادھر بھی وہ شاہ خوبان کرے جو یکدم تو کیا عجب ہے
ہوئی ہے آگے بھی بادشاہونسے سطرح کی گدا نوازی

زبسکہ ٹوٹا ہوا بنایا مین عشق تیرے مین شیشۂ دل
جو لوٹے حالم کے گھر کا شیشہ مین جاؤن کھینچا شیشہ بازی

قمارخانے مین عشق کے ہم پھر آکے دیکھین خدا کرے کیا
جو نقد دل تھا اسے تو ہارے لگائی اب ہمنے جان بازی

اگرچہ عمر خضر سے بھی ہے زیادہ زلفونکا طول اسکے
نبہائی لیکن انھون مین سودا شب فراق اپنے کی درازی

دل کسی سے کہ جب پلٹتا ہے
دین و دنیا سے جی اُچٹتا ہے

طرۂ زلف شکل چنگل باز
مرغ دل پر مرے جھپٹتا ہے

مژہ برگشتۂ بتان کا حسن
صف آرام دل اُلٹتا ہے

گل ہے عاشق ترا تبسم مت کھا
یون گریبان کسی کا پھٹتا ہے

غنچے سمٹے تو سمٹے ممکن ہے
دل جو بکھرے تو کب سمٹتا ہے

نہین شرم اتنی کم زہد نامی
اسقدر مجھسے کیون وہ کٹتا ہے

کیا کہون اس صفائے عارض کو
وان نگہ کا قدم رپٹتا ہے

عشق سے تو نہین ہون مین واقف
دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ہے

خط کے آنے سے غم نہ کھا پیارے
لکھا قسمت کا کوئی مٹتا ہے

حسن و خط روز و شب سے روشن ہے
ایک بڑھتا ہے ایک گھٹتا ہے

ناصحو دل دیا ہے مین اپنا
کچھ تمھارا بھی اس مین بٹتا ہے

رات دن آکے تم مین سے ہر ایک
کیون مجھے بھوت سا چمٹتا ہے

صفت مژگان کی یہ سخن ہر ایک
وصف برگشتگی مین اٹتا ہے

مالک دل قتل کرکے سودا کا
لشکر حسن یون پلٹتا ہے

جگ مین تخم شراب ہے دو ہی
ہرزہ گوئی کا باب ہے دو ہی

میر غصہ مین لوٹ تو کب آدین
موجب پیچ و تاب ہے دو ہی

سارے میوون مین باغ دہر کے بیچ
انھون کا انتخاب ہے دو ہی

عرق اب کھینچکر گاؤزبان کا — چھڑکو اُن پر گلاب ہے وہ ہی
بسکہ رہتا ہے اُنکو اُسکا خیال — سوتے ہیں بھی بخواب ہے وہ ہی
دانۂ سبحہ گر کریں اُسکو — اُنکے حق میں ثواب ہے وہ ہی
بھونے کوئی جو اُسکو گیہوں میں — اُنکے خاطر کباب ہے وہ ہی
سیم ہ ذ آ دا ور الف کا ذکر — انسے کیجے کتاب ہے وہ ہی
انکے آگے جو لے مفصّل نام — بڑا افراسیاب ہے وہ ہی
سیر اُس باغ کی کرے ہیں یہ — جسطرف بے حساب ہے وہ ہی

سیر مجھکو جو گالی دیں سودا
پاس اپنے جواب ہے وہ ہی

جان تو حاضر ہے اگر چاہیے — دل تجھے دینے کو جگر چاہیے
گھر سے نکلتے ہی تجھے سر سحر — قتل کو اک پیش نظر چاہیے
عشق سے ڈر تو وہ خاشاک کو — آگ کے شعلے سے حذر چاہیے

خدا بتوں میں کہاں ہے یہ خلق کا کہ نہووے — غرور و کبر جوان میں ہے از کجا کہ نہووے
نہیں ہے لطف سے خالی بدیر یار کا ملنا — سمجھا نہیں وصل کی ہم قدر ہجر تا کہ نہووے
بہار ہو لی تجھ بن خزان تقاضے چمن کیا — جو یہ نہیں تجھے منظور جلد آ کہ نہووے
نہیں ہے نقش یہ سیرے ٹک اعتنا تجھ ورنہ — جو کچھ مسیح سے ہو تجھ سے دخل کیا کہ نہووے
ہمیں خدا سے یہ امید وصل ہوئیگا تجھ سے — دگر نہ ہے یہی تیرا تو مدعا کہ نہووے

نہ جان ہیں یہ ترے چشم کے بیمار کئی — مر گئے خنجر مژگان سے دل افگار کئی
کوئی سسکے کوئی تڑپے ہے کوئی ہے بے چین — آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
عشق ہی شرط ہے کیا ہو مرض الموت مجھے — یارب انسان کے مرنے کے ہیں آزار کئی
بلبلو مجھکو نہ تکلیف کرو نالے کی — ڈھونڈ ہے جا دیں گے او ہیں گل و گلزار کئی
شیخ مجکو نہ ڈرا اپنی بڑی پگڑی سے — ایسے تو دیکھے ہیں میں گنبد دستار کئی
خوب دیکھا میں جہان اہل جہان بھی دیکھے — ایک زندان ہے کہ جسمیں ہیں گنہگار کئی

تیرے بازار میں اب کیونکہ نہ بگڑے سودا
ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

چھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہو گئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

باقی ہے مار کھائی سو اب آگے آج کل
سن لو گے تم اسے بھی کہ اوقات ہو گئی

اتنو میں چھوڑنے کا نہیں اسکو ناصحا
ہو لی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بس اب ستم سے درگذر اے یار تا کجا
اعمال دل کی میری مکافات ہو گئی

پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے وسلے
دھڑکے سے ہے دل کہ یہ نہ کہیں رات ہو گئی

مستی سے اس نگاہ کی ہے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

ملنا ترا ہر ایک سے میں کیا بیاں کروں
عالم سے تجھکو ترک ملاقات ہو گئی

یاں دو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہو گئی

سودا اسیکو وہ تو ستا دے نہ بے سبب
کیا جانیے کہ تجھسے ہی کیا بات ہو گئی

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یاں خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

دیوانہ کون گل ہے ترا جسکو باغ میں
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغان لیے لخت جگر گئی

خانہ خراب دل تو ہے لیکن میں کیا کہوں
جیسے بلا سے جان ہے یہ چشم گھر گئی

نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جیسے میں
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

زاہد میں کہہ رہا کہ پی اسکے عوض شراب
آخر نہ اسے گر ہے تجھے افیون چڑھ گئی

سودا فغاں کو خط یہ لکھا اسکے یار نے
جس وقت اسکے حال کی اسکو خبر گئی

سن اے فغاں جہاں میں عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسے روش اسکی گذر گئی

شیریں نے جو رکب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنوں پہ کیا جفا تھی کہ لیلیٰ نہ کر گئی

گل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن بیچ
ذرہ نہ اسکے حال پہ گل کی نظر گئی

پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ صبح
خاکستر انکی لیکے صبا دشت پر گئی

تیں فائدہ کچھ کیا ہے کہ بدنامی کو ترے
آواز آہ و نالہ تری گھر بہ گھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروئے ابر تر گئی

لوہو سے میرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھون سے موج خون کی بیرون در گئی

دل کو ترے نہین ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے یہ زبان لال کر گئی

القصہ خط کو پڑھ کے یہ اُن نے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی چھیر نجانے کدھر گئی

شیرین کی ایک مین نہ کہون وہ نہ بارہا
لیلی جدھر تھی وادی مجنون ادھر گئی

یا تنگ تو گھٹ مین لیلی کے مجنون سما گیا
اس اتحاد سے انھین باہم بسر گئی

جاری ہی ہوا تھا خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلی کے پوست مال اگر نیشتر گئی

ظالم کرے ہے گل کا گریبان ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنے سے مر گئی

پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ہجر کی طاقت اگر گئی

میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میری ہی موج خون مرے بیرون در گئی

شکوا تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین مرے لوہو سے بھر گئی

اگلی بھی دن بہار کے یون ہی چلے گئے
پھر پھر گل آ چکے پہ سجن تم بھلے گئے

پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب
ٹوٹے جھڑے خزان ہوئی پھولے پھلے گئے

دلخواہ کب کسیکو زمانے نے کچھ دیا
جنکو دیا کچھ اسمین سے وہ کچھ نہ لے گئے

اے شمع دل گداز کسیکا نہو کہ شب
پروانہ داغ تجسے ہوا ہم جلے گئے

سودا کوئی بھی دیوے ہے ایسا دل اپنے ہاتھ
لاکھون ہی دل قدم تلے جنکے ملے گئے

تیرے اُن الفتون کے زمانے کدھر گئے
کیا جانیے کہان ہین نجانے کدھر گئے

ہے مدتون سے خانۂ زنجیر بے صدا
معلوم ہی نہین کہ دوانے کدھر گئے

مارے کو تیرے زلف کی لاکھون جتن کئے
لیکن ڈسا ہو کالے نے جسکو سو کیا جیئے

تہمت ہمارے خون کی جراح کو نہ دو
ہے بیطرح یہ زخم کھوا سکو مت سیئے

سلگا نہ کاروان ترے نالہ سے اے جرس
بھنتے تو ایسے قافلے لاکھون جلا دیئے

اٹھیے اب اس چمن سے کہ موج نسیم نے
خاشاک آشیان کے مرے سب بہا دیئے

آخر اڑا ئینگی زر گل مفت مین صبا　　اے غنچہ فکر جمع سے مت خون دل پیے

سودا جہان مین آئے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

جب اپنے بند قبا تمنے جان کھول دیے　　صبا نے باغ مین جا گل کے کان کھول دیے
چمن مین کسکی مدارات تھی بتا تو نسیم　　کہ صبح غنچون کے تین عطردان کھول دیے
نہین یہ سرمۂ دنبالہ دار مژگان نے　　دلون پہ ہو کے صف آرا نشان کھول دیے
سمجھ کے باندھیو صیاد بال و پر میرے　　کہتا ہے کہے نہ یہ کوئی ندان کھول دیے
نین کو موند کے سنتا تھا قصۂ عالم　　لگے جو کہنے مری داستان کھول دیے
تھے عقدہ غنچون کے دلمین طرف سے بلبل کے　　نسیم صبح نے آدرمیان کھول دیے

سواد مین تری وادی کے کہیو سودا سے
کواڑ چھاتی کے آدرمیان کھول دیے

ساون کے بادلون کی طرح سے بھرے ہوئے　　یہ وہ نین ہین جنسے کہ جنگل ہرے ہوئے
اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک　　لخت جگر کی نعش کو آگے دھرے ہوئے
پلکین تری کہان نہ صف آرا ہوئین کہ وان　　افواج قاہرہ کے نہ برہم پرے ہوئے
آنکھونکو تیرے کیونکہ مین باندھون کہ یہ غزال　　جاتے ہین میرے دل کی زراعت چرے ہوئے
بوندی کے جدھر ونسے یہ بھڑتے ہین کیدگر　　لڑکے مجھ آنسوؤن کے سینٹ منگرے ہوئے
انصاف اپنا سونپئے کسکو بجز خدا　　منصف جو بولتے ہین سو تجھسے ڈرے ہوئے
نزدیک اپنے رہنے سے مت کر ہمین تو منع　　ہین لاکھ کوس جب تے دل سے پرے ہوئے
مجلس مین چھو کر دن سکے جو تجرے سے شیخ جی　　آوین تو پھر خدا نے کیا مسخرے ہوئے

سودا نکل نہ گھر سے کہ اب تجکو ڈھونڈتے
لڑکے پھرے ہین پتھر و نسے دامن بھرے ہوئے

وعدۂ لطف و کرم گر نہ وفا کیجئے　　پھر نہین تو ستم کچھ تو بھلا کیجئے
کنج قفس سے ہمین رکھنے سے اب کیا حصول　　ذبح کے لائق نہین ہین تو رہا کیجئے
ہجر مین تیرے ہمین اتنی نہین جاے امن　　بیٹھ کے اپنے کہین چپکے رو یا کیجئے
داد طلب دل کی یان کیجے تو کیا فائدہ　　کرنا ہو جو کچھ ہمین روز جزا کیجئے

یاد کرو ہو جہاں تم بد دعا غیر کو — گالی ہی اک آدھ وان ہم کو دیا کیجیے
نبض مری دیکھکر بولے ہیں اب یون طبیب — پھر تشفی کہو تو دوا کیجیے
بولے ہے واعظ کہ نے سینے تو یہ منع ہے — کہنے ہی کی بات ہے اسکو سنا کیجیے
فرصت عمر اپنی یہ لطف خداوند وہ — کہہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجیے
پاس اگر زر نہو کر کے مغان ترک سے — حال مین اپنے سدا مست رہا کیجیے

پہچانون سودا تجھے کیونکہ مگر اس شوخ سے
گر وہ ترا اسم و رسم پوچھے تو کیا کیجیے

ہمت کہاں کہ منت دو نان نہ لیجیے — جیدھر ہوا نکی پشت ادھر رو نہ کیجیے
سوزن مین دوستی کے نہین رشتہ وفا — اس پارہ پارہ دل کو کہو کیونکہ سیجیے

گرمی کسو طرح نہین بازار عشق مین
سودا متاع دل کے تئین آگ دیجیے

کہون مین کس سے کہ مطلب مرا روا کیجے — بھلا ہے ترک تعلق کا مدعا کیجے
یہی تلافی ہے اکدم بتان سے ہستی کی — کہ خاک ڈال کے سر پہ سدا رویا کیجے
جفا و مہر برابر ہے عاشقان کے تئین — خوشی ہو جسمین تمھاری سو ہی کیا کیجے
کہے تھا شمع سے پروانہ رات جلتے وقت — کہ حق بندگی اس طرح سے ادا کیجے

کہا طبیب نے احوال دیکھکر میرا
کہ سخت جان ہے سودا کی آہ کیا کیجے

ہر سحر نسل تری چشم کا اک مفتون ہے — بستہ زلف پہ ہر شام ہی اور شبخون ہے
ہر مخبط بھی خیال اپنے مین افلاطون ہے — عقل پر ہوگی اسے وہ جو ترا مجنون ہے
راز افشا نہ کرو غنچے کی خاموشی کا — مجھ جگر سوختہ کا بھی تو جگر پر خون ہے
اے فلک کس قدر رعنا کو زمین مین گاڑا — سرو جو کھینچے ہے سر خاک سے سو موزون ہے
جزو ہی کل ہے حقیقت مین ترقی ہے شرط — قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحون ہے
جی بچے سو ہی غنیمت سمجھ اے خانہ خراب — ورنہ سب اہل گلستان کا چمن مین خون ہے
گل نے شبنم سے لے الماس کو کھایا لیکن — گانٹھ مین غنچہ لالے کے ابھی افیون ہے
ایک شعار نے اس ترک پسر سے یہ کہا — ہے جو سودا کوئی شاعر وہ ترا مفتون ہے

سنکے بولا یہ کہو میری طرف سے اُسکو
باندھنا خون پہ کمر اپنی نیا مضمون ہے

سرو گلشن سے نہ کچھ مفتون ہے
بید بھی قد کا ترے مجنون ہے

جذب طوفان نہ زمین سے ہوتا
تشنہ لب کر نسا یان مدفون ہے

مصرع آہ مرا سنکے کہا
کتنا بے معنی و ناموزون ہے

چڑھ گیا نظرون کوئی شاہ سوار
قطرۂ اشک سراگلگون ہے

نقل مجلس جو بنے شیخ تو پھر
بہر زاہد گزک افیون ہے

بزم عشرت مین ترے حزن کچھ آج
نالۂ نے پہ بہت مفتون ہے

لے خبر اسکی تو جلدی ظالم
اسکے پردے مین کوئی محزون ہے

بھاگ دیوانے سے مت اے عاقل
دہین جانان ہی جہان مجنون ہے

دشت گردی سے ہے کیا سودا کو
تیرا کوچہ ہی اُسے ہامون ہے

گر تجھ مین ہے وفا تو جفا کار کون ہے
دلدار تو ہوا تو دل آزار کون ہے

نالان ہون مدتون سے ترے سایہ کے تلے
پوچھا نہ یہ کبھو پس دیوار کون ہے

ہر شب شراب خوار و ہر اک دن سیاہ مست
آشفتہ زلف ولٹ پٹی دستار کون ہے

ہر آن دیکھتا ہون مین اپنے صنم کو شیخ
تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہے

سودا کو جرم عشق سے کرتے ہین آج قتل
پہچانتا ہے تو یہ گنہگار کون ہے

اس چال کے سنبھلنے کا کچھ اسلوب نہین ہے
یہ کج روشی ہم سے فلک خوب نہین ہے

ہر گز مین تجھے چھوڑ کے یوسف کو نہ دیکھون
اس چشم کو ہم چشمی یعقوب نہین ہے

گو سیل خرابی نے کیا گھر کو مرے صاف
صد شکر کہ اب زحمت جاروب نہین ہے

الفت مین کچھ اپنے بھی اثر چاہیے سودا
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہین ہے

مرے گر عاشق بیکس تو ماتم دار دشمن ہے
صدا زنجیر کے گھر واسطے مجنونکے شیون ہے

جگر اور دل پہ اب میری بہار ایسی ہے داغون سے
کہ زخم سینہ گویا رخنۂ دیوار گلشن ہے

فلک گوشہ مین تنہائی کے بھی رہنے نہین دیتا
یہ ہمپیر شمع کے فانوس مین جلنے سے روشن ہی

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جان ہے
ہم بھی یہ سمجھتے ہین کہ جی ہے تو جہان ہے

ہر ایک کے دکھ درد کا اب ذکر و بیان ہے
مجکو بھی ہو رخصت مرے بھی منہ مین زبان ہے

اس عشق کا تو ہی ہے سزاوار کہ ہر ایک
دل دیکے ترے نام کو جو پائے نشان ہے

جو بندۂ ہر چیز ہے یا بندہ جہانمین
جز عمر گذشتہ کہ وہ ڈھونڈھو سو کہان ہے

پیری جو تو جاوے تو جوانی سے یہ کہیو
خوش رہیو مری جان تو جیدھر ہو جہان ہے

پہونچا نہ کوئی مرغ کبھو اپنے چمن تک
جز طائر حسرت کہ وہ یان بال فشان ہے

تجسے تو کسو طرح مرا کچھ نہین چلتا
جز خون کہ آنکھون سے شب و روز روان ہے

ساقی تو نظر کیجیو ٹک صبح چمن کو
اس پیری کے جلوے کا بھلا کون جوان ہے

سودا کا ترے عشق مین طفلان سے ہی یہ حال
جیدھر وہ کھڑا ہووے تو جون سنگ نشان ہی

اٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت نادان ہے
اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کار نمایان ہی

خوشی دو دل کو بھی یکجا نہ دیکھا مین زمانہ مین
چمن مین گل اگر خندان ہی تو بلبل بھی نالان ہی

عزیز و نیک و بد رکھتا ہی یہ دوران کمینہ کو
گہر اور پوت کے دل مین جگہ رشتہ کی یکسان ہی

اسیری پر مرے ناحق یہ دل بیداد کرتا ہی
قفس مین ہمنوایان چمن کو یاد کرتا ہی

عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہی
دکھا دے ہی مجھے اسکو جسے آزاد کرتا ہی

جو وہ پوچھے تجھے قاصد کہ سودا خوش تو رہتا ہی
تو یہ کہیو کبھو رو رو دل اپنا شاد کرتا ہی

عجب احوال کو سودا ستم تیرے سے پہونچا ہی
کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہی

لبان سے ترے ہاتھون نے نالان اسکو دیکھا مین
کوئی ٹک منہ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

مری آنکھون مین ہی بستا تجھے تو کیون رلاتا ہی
سمجھ کر دیکھ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈوباتا ہے

عیان ہے شوق ملنے کا مرے نامے کے کاغذ سے
کہ جب کھولے ہی تو اسکو تو وہ لپٹا ہی جاتا ہے

میسر ہو اگر محراب تیرے تیغ ابرو کی
طرف کعبہ کے سجدہ پھر تو کس کافر کو بھاتا ہے

شب مہتاب مین جاری ہین سودا کے دیکھا کر
تجھے گر چاندنی مین سیر دریا کا خوش آتا ہی

اسقدر سادہ وہ پرکار کہین دیکھا ہی | بے نمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہی
خواہ کعبے مین تجھے خواہ مین بتخانہ مین | اتنا سمجھون ہون مرے یار کہین دیکھا ہی
دکھ دہندا اور بھی ہین لیک کسو کے کوئی | دل سا بھی درپے آزار کہین دیکھا ہی
نظر آتی نہین اب شکل رہائی مجھسا | ساعت بد کا گرفتار کہین دیکھا ہی

پھرے ہی کوچہ و بازار مین تو کیون سودا
جنس دل کا بھی خریدار کہین دیکھا ہی

کیا جانیے کہ کس کے دل کا لہو پیا ہے | کنگھی نے آڑے ہاتھون کیا زلف کو لیا ہی
مجلس مین یہ اچھرنا پیارے حباب جو کا | بے چیز تو نہین ہے کچھ تمنے دم دیا ہی
خوش قامتون کا ملنا نت اٹھ کے ہی قیامت | جو اُن نے مل کے آیا مر کے وہ جیا ہی
مجھ حال دل کی شاہد ہے بیکسی کہ جسکو | تو نے دکھا دکھا کر اُسکا لہو پیا ہی
شملا پڑا ہے اتنا کیون تیرے پیچھے زاہد | پگڑی کو تیری ان نے کیا آگے دھر لیا ہی
شانہ مین شیخ جی کی داڑھی پھنسی نہ سمجھو | ایک چور بال ہے یان وہ کاٹھ مین دیا ہی
اثبات کر کے مجھسے ایکبات اب کہو تم | لیکن نہ کہنے لگیو مجھ پر یہ طوطیا ہی
آتا ہے یاد کوئی تر زمین کے وقت تجھکو | اکثر تو دے کے سر سے آنکھون مین رو دیا ہی

رونے کی تیرے سودا تاثیر کیا کہون مین
عالم کے دل کو جن نے خوناب کر دیا ہی

ارض و سما شفق نے لہو مین بھر دیا ہے | یا دل کسو نے جا کر خالی کہین کیا ہے
سینہ اسلیے دل پر کرنے لگا ہے تنگی | ازبسکہ زخم اُسکا پھاٹا ہے اور سیا ہے
جون گل ہی مجھپہ احسان کیا ساقی ازل کا | میرے لہو سے مجکو اک جام بھر دیا ہے
کس سے کہون بتان کے مین ڈھنگ الدبی کا | ان کافرون نے میرا دل لیکے جی لیا ہے
دل پر کبھو ہمارے تجکو نہ رحم آیا | آئینہ کو جو حیران دیکھا تو رو دیا ہے
یارو فلک جو مجکو احسان کش کرے ہے | اس سفلہ نے کہو تو ایسا وہ کیا دیا ہے
اسکی بڑی عنایت اک دل ہی یہ کہ جسکو | جون غنچہ سو جگہ سے پیوند مین کیا ہے

سودا سے یہ کہا مین کچھ ذکر کر خوشی کا
خاموشی نے تو تیری عالم کا جی لیا ہے

بولا بیان سنکر کس کی خوشی کہون مین
اس غمکدہ مین آکر دل کن نے خوش کیا ہے

یاران حال کا تو ہے ذکر نوحہ آسا
مذکور رفتگان کا سینے تو مرثیا ہے

لیکن اگر کہے تو اب اُس غزل کو پڑھیئے
جز لفظ یا الف پر جسکا کہ قافیا ہے

یان چشم سرمہ سا کا مارا کوئی جیا ہے
ہر سرو اس چمن مین اک آہ بےصدا ہے

دراق دل نے آتش دیگر مری زبان کو
جون غنچہ شقائق خاموش کر دیا ہے

عذر ستم کو ہرگز یان رو نہین کہ دل کا
مثل درا جا بجا نت زخم کھل رہا ہے

لب تشنگان جام تسلیم ہم ہین ساقی
یا بادہ یا ہلاہل جو ہو سو واہ وا ہے

اس وضع کے بشر کو کس ساتھ ہو کدورت
کچھ خود بخود دہی اپنا دل خاک ہو رہا ہے

سمجھے اگر تو اتنا یہ زندگی مرض ہے
ہو درد جسطرح کا پھر وہ تجھے دوا ہے

دریا دلون سے مطلب جیسن لعل یان کسی ہے
آتش نے اپنے ہمکو سیراب کر رکھا ہے

گر لے چلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا
تو ہی کر اب تغافل جانے دے آشنا ہے

قاصد کو اپنے ظالم جو کچھ کہ دو ن بجا ہے
جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہ خون بہا ہے

نامہ کا غور سے ٹک سیرے جواب لکھیو
انشا و ظاہری کا باطن مین مدعا ہے

تیری سمجھ کے آگے ناقص نہین عبارت
گو ہم سے حرف مطلب لکھنے مین رہ گیا ہے

آنکھون کے گرد میری مژگان کی ہے یہ صورت
جلیسے کنار دریا خس بہ کے آ رہا ہے

انعام نامہ بردان ہے درجہ شہادت
تیری گلی ستمگر صحرائے کربلا ہے

احوال کی ہمارے ہمکو تو کیا خبر ہے
گذرے ہے جسکے جی پر سو وہ ہی جانتا ہے

اور دل جو ہی بغل مین سو سطرح کا پھوڑا
ہرگز نہ وہ پکے ہے ظالم نہ پھوٹتا ہے

القصہ کیا کہون مین گلشن مین زندگی کے
تجھ بن نہال سودا یا تون ہی آ لگا ہے

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے
ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم
ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے

جلے ہے شمع سے پروانہ اور مین تجھسے
کہین ہے مہر بھی جگ مین کہین وفا بھی ہے

خیال اپنے مین گو ہون ترانہ سنجان مست
گر اپنے گوش دلون سے کبھی سنا بھی ہے

زبان شکوہ سوا اب زمانہ مین ہیہات
کوئی کسی سے بہ ہمہ مگر آشنا بھی ہے

ستم روا ہے اسیرون پہ اسقدر صیاد
چمن چمن کہین بلبل کی اب نوا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار مین مجنون
کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہے

سودا جو سنا ہے کسو کا نام یہی ہے
آوارۂ صد زلف سیہ فام یہی ہے

کہتا ہے بناگوش ترا زلف کے آگے
مین صبح قیامت ہون مری شام یہی ہے

کب تاب قفس لاسکے وحشت مری صیاد
اک الفت گل بس ہے کہ سو دام یہی ہے

سودا کو کہا دیکھ کے اے مردم نافہم
جس سے کہ ہمین کرتے ہو بدنام یہی ہے

تو ست اندھیری رات ہے اغیار ساتھ ہے
جو دل مین آوے کہہ یہ گنہگار ساتھ ہے

جو گل ہے یان سو اس گل رخسار ساتھ ہے
کیا گل ہے وہ کہ جسکے یہ گلزار ساتھ ہے

خاموش عندلیب چمن تجھسے کیا ہے بحث
اپنا سخن تو مرغ گرفتار ساتھ ہے

پیغام اس نگاہ کا جس مین بدے مہر
کیا جانے کسکے آخری دیدار ساتھ ہے

عقدہ نہ یہ کھلا کہ مرے دل سا پہلوان
تجھ زلف کے بندھا ہوا یکتار ساتھ ہے

کرتے تو ہو مرے مرض دل کی تم دوا
یارو جو دل یہی ہے تو آزار ساتھ ہے

سودا کے ہاتھ کیونکہ لگے وہ متاع حسن
لے نکلیں جسکو گھر سے تو بازار ساتھ ہے

لینا جو شیشۂ دل منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہے اور چور ہے تو یہ ہے

اس چشم خون چکان کا احوال کیا کہون مین
گر زخم ہے تو یہ ہے ناسور ہے تو یہ ہے

کچھ بس نہین ہے تجھسے جز رو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے

گردش سے آسمان کے نزدیک ہے سبھی کچھ
ہمسے تجھے ملانا اک دور ہے تو یہ ہے

عارض ترا نہ تنہا پروانہ کا دل و جان
ایمان شمع کا بھی گر نور ہے تو یہ ہے

اے دل قبول کرنا باتون کو مہوشان کی
گر فہم عاقلان مین کچھ دور ہے تو یہ ہے

لخت جگر کو یارو دیکھو مری مژہ پر
اب دار ہے تو یہ ہے منصور ہے تو یہ ہے

دیکھا نہ اے دلوانے سودا کا حال تونے
مہر و وفا کا انکی دستور ہے تو یہ ہے

عالم کی اب زبان کا دکھ کیا کہون مین یارو
گر نیش ہے تو یہ ہے زنبور ہے تو یہ ہے

جسدن سے اس گلی مین دیکھا ہی مجکو تب سے　　کچھ ذکر ہے تو یہ ہے مذکور ہے تو یہ ہی

ہر آن اُس سے کہنا سودا سے تو نہ ملیو
بد وضع ہین جہان کے مشہور ہی تو یہ ہی

چہرہ مریض لب کا ترے زرد ہے سو ہے　　عیسیٰ گئے دوا نہ رہی درد ہے سو ہے
گذرا ہے کسکی خاک سے ظالم تو بے خبر　　دامن کے ساتھ ساتھ ترے گرد ہی سو ہے
شوخی چھپی نہ حسن کی ہرگز کہ رو دے مہر　　افلاک کے بھی پردے مین بے پردہ ہی سو ہے
ہر دم جو مجھسے پوچھے ہے تو کیا ہے دکھ تجھے　　کہنے کا تجھسے فائدہ بے درد ہے سو ہے
افراد صاد خاص کا دفتر کیا نہ جمع　　اپنا لکھا ہے جسپہ وہ اک فرد ہی سو ہے
ابھرے کسو ہی طرح ہمین دیکھکر فلک　　نظرون مین اپنے خانہ پر گرد ہی سو ہے
تیغ و سپر بندھا کے سپاہی رقیب کو　　کتنا ہی تم بناؤ وہ نامرد ہے سو ہے

سودا گلی مین یار سے گو بولتا ہے گرم
پر ہر سخن کے ساتھ دم سرد ہے سو ہے

درد میرے استخوان کا کیا ترے دمساز ہی　　اسقدر نالے تری محزون کیون آواز ہی
قد کو تیرے جسجگہ مشق خرام ناز ہی　　اس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہی
دلکو رکھتی ہے نپٹ جنبش نفس کے بیدماغ　　تجھ بن اب مجسے ہواے زندگی ناساز ہی
بیقراری دلکی اُڑ جاوے جو تو جوشش کرے　　طائر سیماب کو آتش پر پرواز ہی
خدا کرے آتے ہی چلے اکثر غلامی سے نکل　　بندہ پرور دیکھیے آگے ہنوز آغاز ہی
گو مجھے بے بال و پر تو نے کیا اے آسمان　　بازوے پرواز میرا چنگل شہباز ہی

شاعران ہند کا تو گرچہ پیغمبر نہین
پر سخن کہنے مین اے سودا تجھے اعجاز ہی

پروا عبث ہے ہمسے یہ خاطر نشان رہے　　جبدم اٹھا یہ بیچ سے پھر ہم کہان رہے
رہیو اسیطرح سے جو پیارے جہان رہے　　اک نام تو رہے جو نہ تیرا نشان رہے

جو عضو دیکھیے تو کہے ہوش سے نگاہ
تو جا جدھر ہو شوق ترا ہم جہان رہے

ہمین کسی سے گر اظہار درد آتا ہے　　کبھی نفس سے بتقریب سرد آتا ہے

کسکی ہے یہ نزد داد خواہ ابرو پر
کہ شہر شہر ملے منہ پہ گرد آتا ہے

جلوں ہوں رشک سے میں شعلہ سان گلی میں تری
جو رنگ کاہ لطف مجکو زرد آتا ہے

نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتوں سے
کوئی سنے سے ترے دل کو درد آتا ہے

خبر دل اپنے کی پوچھے ہے اس سے جا سودا
تری گلی میں سے جو رہ نورد آتا ہے

گو دختر رز عشق میں یاروں کے لگی ہے
زاہد جو برا مانے ہے کیا اسکی سگی ہے

اُس شوخ سے صحبت ہی ہمیں آپسے جسکو
برسوں ہی میں خوش کیجے تو پل میں خفگی ہے

کیا پوچھتے ہو حال اسیران چمن کا
یکمشت پر اب کنج قفس میں ہمگی ہے

سودا کے جو بالیں پہ گیا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

نہیں ممکن اسیر دل کی کوئی فریاد کو پہونچے
صبا یہ مشت پر اس دام سے صیاد کو پہونچے

عبث نالاں ہو اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں ہے رسم یاں کوئی کسیکی داد کو پہونچے

میں پھرکے سب طرف سے دی ہی دھونی اب دل پر
نہ دیکھی کوئی بستی اس خراب آباد کو پہونچے

کسیکا درد دل پیارے تمھارا ناز کیا سمجھے
جو گذرے صید کے جی پر اسے شہباز کیا سمجھے

رہا کرنا ہمیں صیاد اب پامال کرنا ہے
پھڑکنا بھی جسے بھولا ہو سو پرواز کیا سمجھے

نہ پہونچے داد کو ہرگز ترے کوچے کا فریادی
کسیکے شور محشر میں کوئی آواز کیا سمجھے

نہ پوچھو مجھسے میرا حال ٹک دنیا میں جینے دو
خدا جانے میں کیا بولوں کوئی غماز کیا سمجھے

کہا چاہے تھا کچھ تجسے ولیکن دل دھڑکتا ہی
کہ میری بات کے ڈھب کو ترا طناز کیا سمجھے

جو گذری رات میرے پر کسے معلوم ہو تجھ بن
دل پروانہ کا جز شمع کوئی راز کیا سمجھے

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے
وہ ان طرزوں سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا سمجھے

جسدن تری گلی کی طرف ٹک پون بہی
میں آپ کو جلا کے کروں خاک تو سہی

پہونچی نہ تجکو آہ مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی کچھ اپنی ہی کہی

ترٹپے ہے مدتوں سے مری جان پر اسے
کچھ سخت آرزو ہے کہ اب تک اٹک رہی

کیونکر جلے نہ رشک سے فانوس بیچ شمع
جامہ ترے بدن مین ہے اس رات کیہتی

سودا جو بے خبر ہے کرے وہ کرے ہے عیش
مشکل بہت ہے انکو جو رکھتے ہین آگہی

اب شہد زندگی کی نہین ہے ہوس مجھے
تجھ بن ہے نیش دل سے تار نفس مجھے

شعلہ مین برق کا ہون پر افسردہ یان تلک
ہر خار اس چمن مین سمجھتا ہے خس مجھے

اک گل سے بو وفا کی جو آتی ہو لے نسیم
ہر صبح اس چمن کی ہو شام قفس مجھے

منھ لگا دے کون مجھکو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہین اب آئنہ مین رو مجھے

تجھ غم دوری سے جون دولاب یہ ممکن نہین
بیقراری آن بھر رونے دے اک پہلو مجھے

جو تری زلفون سے گذرا سر پہ کہ سکتا نہین
جون صداے کاسۂ چینی ہے سر سے مو مجھے

ناتوانی بھی عجب کچھ ہے کہ گلشن مین نسیم
نت لیے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

جکڑے زنجیرو لئے بھی ٹھہرین نہ مدہوش ازل
لے گئی مستی برنگ تاک ہر اک سو مجھے

منحصر جون شمع جلنے پر مری ہے زندگی
تاب تب سے عشق کے یانتک ہوئی ہے خو مجھے

کی ہے مین جون کوہ مدت سے خموشی اختیار
سخت رسوا ہوے کہے گر ناسزا بد گو مجھے

کسکو ہے سودا نگاہ گرم گلشن کیطرف
جانتا ہووے اگر اسکو تو بتلا تو مجھے

بولتا ہے یون زباں حال سے صحن چمن
چھاتی کے اوپر پھپھولے ہین حباب جو مجھے

سود جون شمع نہین گرمی بازار مجھے
ہم نہین وہ جنس کہ آتش دے خریدار مجھے

ہے قسم تجکو فلک دے تو جہان تک چاہیے
جلوۂ حسن اُسے حسرت دیدار مجھے

ہون تصدق ترے از عالم فانوس خیال
گو تحیر نے کیا صورت دیوار مجھے

اے غم یار مرا خون جگر کتنا اچھے
نظر آتا ہے فراخور تری دشوار مجھے

تمکو معلوم ہے یارو چمن قدرت مین
عمر گذری کہ ہے گردش سے سروکار مجھے

پر مین حیران ہون کہ جون سایۂ مرغان ہوا
نہ کیا ایک قدم چلنے پہ مختار مجھے

حسرت و داغ و الم درد چلا میرے ساتھ
ہجر تیرے نے کیا قافلہ سالار مجھے

مشت پر چھٹ نہ ترے ہاتھ مین آیا صیاد
مفت رسوا تو ہوا کر کے گرفتار مجھے

تخم گل پر محبت چمن دہر میں تھا
عوض آب دے آتش کیا گلزار نے مجھے

نہ پھرا ملک عدم سے کوئی یار لے سودا
جانا اب اُنکی خبر لینے کو ناچار نے مجھے

اسقدر اُسکی ہوا سست ہے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہیں سدھ کسی دیوانے کی

جل موا شمع کو دیکھا جو مرے بالین پر
بدگمانی سے میں اب داغ ہوں پروانے کی

شکر صد شکر نہیں میں کسی خاطر کا غبار
خاک کعبہ کی ہوں یا گرد صنم خانے کی

شیخ وہ رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
پھاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی

نہ تاب لا سکے خورشید عشق کے تب کی
نہ طاقت اب کسی مشعل کو ہو مرے شب کی

کسو نے حال سے میرے کہی نہ تجھسے بات
اگر کہی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی

گیا نہ سر سے مرے تا ہنوز شور جنون
بہار خط کی ترے ہو گئی خزان کب کی

نشان کفر سے میرے بنی علامت دین
پر اس سخن کی علی الرغم رائے ہو سب کی

نہیں ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار
قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے
یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے

اس دل کی اسیری سے نہیں کچھ تمہیں حاصل
اک نالہ جانکاہ سُن آزاد کروگے

عشرت سے دو جہان کے یہ دل ہاتھ دھو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہو سکے

جس سر زمین پہ جا کے رو دون تیری یاد میں
دہقان کچھ اس زمین میں بجز دل نہ بو سکے

جو بادہ تو نہ پیے جام لالہ ہو نہ سکے
سبوے غنچۂ گل بھی پیالہ ہو نہ سکے

جو بیچیں شہر محبت میں خانۂ دل کو
بغیر داغ کے مہر قبالہ ہو نہ سکے

تری گلی میں اکیلا کمین میں ہے غماز
بڑا ستم ہے اگر ضبط نالہ ہو نہ سکے

ہم اپنی جان تلک دے چکیں جو مانگو تم
پر ایک آرزوے دل حوالہ ہو نہ سکے

نہ رو تو وادی مجنون میں اسقدر سودا
کہ گرد سرمۂ چشم غزالہ ہو نہ سکے

ممکن نہ تیر خوردہ تڑپ کر سنبھل سکے
مارا تری نگہ کا جگہ سے نہ ہل سکے

کیا کاوش مژہ سے ترے دل کا چل سکے
عہدے سے جسکی صف کے نہ محشر نکل سکے

جو شکست خوردۂ طوفان ہون مین کہ جو
پانی مین ہو نہ غرق نہ آتش سے جل سکے

ٹالا ہی تھا پہاڑ کو فرہاد نے و لے
آئی کو کیا کرے جو وہ سر سے نہ ٹل سکے

زور آوری سے زلف کے دل کا چلا نہ کچھ
بل جس مین ہووے اُس سے یہ کیا کر نکل سکے

اُس صاحب حیا کی اگر پیش آفتاب
منھ سے اٹھے نقاب تو پھرون نہ ڈھل سکے

جو پھلجھڑی کی شاخ نہ پانی سے ہون مین سبز
دے آگ باغبان کہ میری بیل پھل سکے

عرصہ تو زندگی کا نہین اسقدر بھی یان
افسوس مین کسیکے کوئی ہاتھ مل سکے

سودا جنھین دیا ہے خدا نے کچھ عقل و فہم
انکا حنائے عیش پہ دل کیونکہ چل سکے

مارینگے ایک دو کو یا آپ مر رہین گے
پیارے تری گلی مین کچھ ہم بھی کر رہین گے

اے ابر جا یُو مت کم رونے پر ہمارے
یہ چشم پھوٹی پھوٹی تالاب بھر رہین گے

یارب نمط جرس کے چھاتی تو پھٹ گئی ہے
کب تک ہمارے نالے دور از اثر رہین گے

اب تو تری گلی سے جانا ہی مصلحت ہے
دیکھین گے پھیر آ کر جیتے اگر رہین گے

تمھاری زلف کچھ اُلٹی ہی رہتی ہے سدا ہمسے
نہین یہ کج ادائی اور سے اُسکو سوا ہمسے

عجب واشد ہی غنچون کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوایا کبھو تین اسطرح بند قبا ہمسے

چمن مین آشیان مت کر کہو یہ جا کے بلبل سے
جلا مت مشت خس اپنا عبث تو آتش گل سے

رسائی گر سر مو بھی نہین طالع ہین گو مت ہو
پریشانی مین ہمسر ہے مرا بخت اُسکی کاکل سے

نے ضرر کفر کو نے دین کا نقصان مجھسے
باعث دشمنی اے گبر و مسلمان مجھسے

آہ و زاری سے مری شب نہین سویا کوئی
تجھسے نالان ہون مین اک خلق ہے نالان مجھسے

خار ہون خشک ولے آتش سوزان لے بخت
بوجھ کر سنبر قدم کھینچے ہے دامان مجھسے

اُسکی خو سے نہین محرم انھین رونے سے کام
کیا کیا چاہتے ہین دیدۂ گریان مجھسے

نہ بزور و نہ بمنت نہ بصورت نہ بشکل
لیگیا کیونکہ مین حیران ہون دل و جان مجھسے

تصور مین ترے کہیو صبا اُس لاابالی سے
گلے لگ لگ مین رو یارات تصویر نہالی سے

بجز سرگشتگی ارباب صورت کو نہین حاصل
ہوا روشن یہ مضمون مجھکو فانوس خیالی سے

چھکا ہون اسقدر دیکھ اُسکی آنکھون کو کہ اب ساقی
شروع بزم بہلاتا ہے مجھکو جام خالی سے

تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ہون
مجھے کہ غسل دین ظالم شراب پرتگالی سے

مکدر کیون نہ دل تیرا ہوا اشک و آہ سے میرے
لگے ہے زنگ لوہے کو ہوائے برشگالی سے

رہا کرتا ہے کیا صیاد بعد از اتنی مدت کے
چمن مین جب کر سکیے تفاوت گل کو ڈالی سے

رہے کب پستی دوران سے ہمت شیر مردان مین
نہ مین دیکھا کہ ہو وحشت کسو کو شیر قالی سے

نہوان جامہ زیبان کی کمر کا موشگاف اتنا
دلا مین تنگ آیا ہون تری نازک خیالی سے

دل بے عشق کی دشمن ہی تحریک نفس ناصح
کرے ہے کام پتھر کا ہوا مینائے خالی سے

کہی تعریف مین جو بیت تجھ ابرو کی **سودا** نے
خراج و باج لیتی ہے وہ دیوان ہلالی سے

تخم گل امید چمن اس شورہ زار سے
فارغ ہو بیٹھ فکر خزان و بہار سے

کیون عندلیب کہہ تو بھلا اب کہان ہے گل
جز یہ کہ دل خراشی ہے حسرت کے خار سے

رنگین شفق سے ٹک نہ رہا دست آفتاب
مانگون حنائی عیش سو کیا روزگار سے

سرگشتگی نصیب کی مر مٹیے تو نجائے
اٹھتی ہے گرد باد ہمارے غبار سے

اتنی ہے بعد مرگ بھی پاس شکست دل
ٹوٹے نہ آئنہ مرے سنگ مزار سے

ہون کشتنی ہی مین تو میان مار کر مجھے
بدنام مت ہو خنجر زہر آبدار سے

یہ زور مصلحت ہے کہ آبھی ہون شادی مرگ
دیکھے اگر تو نیم نگہ مجھکو پیار سے

دل سے ہوس نکالی نکلتو نکی شیخ نے
پیوند کر کے ریش کو موئے زہار سے

سودا نہ پوچھ کس سے وہ گلرو ہے آشنا
ہووین جو ایک دو تو بتاؤن ہزار سے

مرجان کا نخل ہون نہ پھلون برگ و بار سے
ٹپکے ہے رنگ خون مری شاخسار سے

خنجر طلب ہے مرگ سے ہرا ہوے حرم
دل بھر گیا ہے کسکی مژہ کا شکار سے

مجھ سے بیان نہ کر طپش برق کا کہ وہ
تعلیم بر ہے کسکے دل بیقرار سے

ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن نہین مجھے
سوجھے ہے دو آتشہ کم ذوالفقار سے

کھووے نہ مرگ صافی طینت کی قدر کو
کرتے ہین پاک آئینہ میرے غبار سے

جس جا کہ مین بیان کرون درد شکست دل
آسیب کب ہو شیشہ کو وان کوہسار سے

سودا جو مے پرست جہان کے ہین انسے تو
مت کر طلب شراب کی مرجا خمار سے

اُسکو یہ مثل دانۂ انگور دین گرہ
قطرہ بچے اُنھون کے اگر زہر مار سے

شکوہ ہے دور ظالم کرنا مروتون سے
لبریز ورنہ دل ہے تیری شکایتون سے

پہرنے بغیر دل کے ممکن نہین کہ ہوئے
معلوم حال میرا تجکو کتابتون سے

ہو خامہ اشک ریزان بیش از سخن کے کہتے
کاغذ کی چھاتی پہاڑی میری حکایتون سے

مژدہ یہ ہمصفیرو پہونچے تمھین کہ تم پر
عرصہ تھا تنگ میرے نالہ کی حسرتون سے

سو مجکو آسمان نے کنج قفس کو سونپا
اب چہچہے چمن مین تجئے فراغتون سے

نے رات چین مجکو آہ و فغان سے اپنے
نے دن پڑوسیون کو راحت ملامتون سے

رکھیو اثر تو خاطر نالے کی ٹک ہمارے
پہونچا ہے دل سے لب تک سخت زحمتون سے

فندق چمن مین کس کی دیکھے ہو انگلیون پر
ہر شاخ سرنگون ہے گل کی خجالتون سے

کعبہ اگر نجا دین تو کیون چڑھین گدھے پر
رسوا جو شیخ جی ہین اپنی حماقتون سے

سودا وطن کو تج کر گردش سے آسمان کے
آوارہ غریبی ہے اتنی مدتون سے

شوق اب نہ بان تک اپنی ہم شہریون کی بھولا
تا مہ جو اُسکو پہونچا اُن بیمروتون سے

کھولا اُسے تو ہرگز اک لفظ بھی نہ سمجھا
قاصد سے پوچھئے معنی رمز و اشارتون سے

نہ بھولا ہی آرسی گر یار کو تجھ سے محبت ہے
بھروسا کچھ نہین اسکا یہ منہ دیکھے کی الفت ہے

اگر کہیے تو کہیے سرو قدر رکھتا ہے تیرا سا
یہ تیرے قد کو تشبیہ اُس سے دیجے قیامت ہے

نہ کھینچو تیغ ہر اک دم تمھارے عشق سے گذرے
ملین گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

ہمکو خدا جو قتل کرا اور آپ بچ رہی
باعث ہے یہ کہ یار کے جا ہاتھ بچ رہی

یوسف کی کب تھی گرمی بازار اسقدر
جو دھوم تیری کوچہ و بازار مچ رہی

جون بیل عشق پیچے کی لپٹے ہی شاخ پر
اسطرح زلف یار کے قد سے لپٹ رہی

ہمچشم میری چشم سے ہونیکو بار ہا
جھڑیان لگا لگا کے تو برسات مچ رہی

زاہد نے اپنے جبہ کو ہر سے دیا نہ ہضم
دستار شیخ جی کی تو سودا کو پچ رہی

دن رات ہر پلک نے میری جھڑی لگائی کیا جانے آنکھ تجھسے مین کس گھڑی لگائی
دکھ چوٹ کا نہ میری دل سے گیا طبیبو مین سو طرح سے گھس گھس بوٹی جڑی لگائی
کرتا تھا خون ناحق یہ رنگ پان دل کا مستی کی تو نے ظالم تس پر دھڑی جمائی
جو حسن موتیون کی تول ان دنون بکتا تھا تو نے بہ نرخ گندم اسکی دھڑی لگائی
تجھ عشق مین پیارے وہ زیر خاک ہین یا نے پھول کی کسی نے جنکو چھڑی لگائی
آیا نظر تو جسکو ہر اک پلک نے اسکی ملنے مین دیر یا ہم کیتنی بڑی لگائی
غماز کی مین کیونکر کاٹون زبان کہ تجھسے جو بات کان اسکے مجھسے پڑی لگائی
آنکھون سے آنکھین تا صبح ہرگز نہ بندھی چھوٹین یا زنجیر کی کڑی پر جیسے کڑی لگائی

اس شور سے ہوا ہے سودا ترا دیوانہ
لڑکون نے جن کے پتھر گھر گھر جھڑی لگائی

حلقہ تیری زلف کا جب یار منہ کھولے رہے بچ چکا وہ جسکی خاطر مار منہ کھولے رہے
چشم نرگس کی مونندے کسطرح تیرے سامنے جسکے آگے تجھ سا گل رخسار منہ کھولے رہے
پائی ہے لذت اسی نے تیری تیغ عشق کی جسکا زخم سینہ بعد از وار منہ کھولے رہے
خون دل ان شست اندازون نے یہ میرا پیا سیر اگر پیکان ہو تو سوفار منہ کھولے رہے
عرض مطلب کیجے غیر اُس سے اپنی بارہا رو نہ پایا اسپہ ہم ہر بار منہ کھولے رہے
کھلنا اُس منہ کا ہے نکلے جسمین سے در سخن جون بدر رو گو کہ بدگفتار منہ کھولے رہے
عالم بالا سے کب سودا کو ہے اتنا دماغ جون صدف ہر دُرّ شہوار منہ کھولے رہے

آگے بولے اژدہا دے اپنی تو ٹوٹی سی کفش
بحث کرنے کو تری پیزار منہ کھولے رہے

کوئی کرتا رہے اُس سے جو یہ مذکور بہتر ہے لہذا رنا دل کے دکھ دینے سے تا مقدور بہتر ہے
نہ کھینچے تجکو یہ اور کھینچے مقناطیس آہن کو مرے نزدیک اس دل سے تو پتھر دور بہتر ہے
ہزارون نیشتر پاتا ہون یان ہین کام مین اپنے ترے گھر سے تو ظالم خانہ زنبور بہتر ہے
رکھے ہے مردہ دل زاہد بھی داغ عشق محبوبان پر اتنا بے نمک جس سے چراغ گور بہتر ہے
پہ سن رکھ وقت بجھنے کے چراغ اکثر ہو نور افزا افاقت سے مرے مت کہہ یہ رنجور بہتر ہے
مجھے بھی خواہش ایسی زندگانی کی تہو ظالم ہوا ایسا ہی جو قتل بیگنہ منظور بہتر ہے

نہین گلشن بھی کچھ گلخن سے کم احباب اے سودا
رکھین سیر چمن سے گر مجھے معذور بہتر ہے

بلبل نالان درد عشق کچھ معقول ہے
سانس لے سکتے نہین جنکے برہ کی سول ہے

کون محشر مین ہمارے خون کی دیوے گا داد
جب تو بولے گا کہ ہم قاتل ہین یہ مقتول ہے

خال کا دانا لگے ہے خرمن گوہر کے نرخ
حسن گندم گون کے مزرع کا یہ کچھ محصول ہے

روشنی کا دولت دنیا کی جو مفتون ہوا
ہے وہ پروانہ کہ رسوائے چراغ غول ہے

شیخ گل بازی کو تجسے روز للچاتا ہے دل
زرد چہرا آپ کا گیندے کا گویا پھول ہے

ضارب و مضروب پر کرتے ہین دو ملا جو بحث
ہم تو پڑھ سمجھے ہین اک فاعل ہے اک مفعول ہے

محتسب کو بھی جو مین تاڑا تو سودا اندنون
عشق مین اس چشم میگون کے سدا مشغول ہے

سر بہ پیش افگندہ اکثر میکدہ کی راہ سے
یون چلا جاتا ہے خدمت سے گویا معزول ہے

خشک رہنے سے ہمارا دیدۂ تر پاک ہے
جون حباب اس گھر مین جب دیکھو ہوا نمناک ہے

منہ پسارے کیا پھرے ہے اے فلک سمجھے ہین ہم
ایکدن تیرا دہن اور یہ اپنی مشت خاک ہے

تندخوئی سے تری اتنا پھرے ہے دادخواہ
جسجگہ دیکھون ہون شعلہ کو گریبان چاک ہے

رہنمائی خلق کی چاہے ہے تو راہ کج نہ چل
شیخ ہونے سے عصا محروم چوب تاک ہے

گر چمن مین ہمصفیرون سے رہا ہے کچھ نشان
آشیان کا انکی آوارہ خس و خاشاک ہے

رات یون کہتا تھا ظالم مجسے جلاد فلک
یار مین تیری ہے سب خوبی پہ ٹک سفاک ہے

فتنۂ روئے زمین آنکھون نکا ہے تیرے غلام
خادمہ غمزون کی انکے گردش افلاک ہے

مت سمجھ بے قدر پامالون کی گر رکھتا ہے فہم
توتیائے چشم نقش پا ہماری خاک ہے

کیا لکھون حال تباہ اپنا کہ سودا دادہ جو لوگ
چاہتے تھے یہ دن اُنکے پانسے وان تک ڈاک ہے

حیران ہون شمع کسکے لیے سوزناک ہے
پروانہ کسکے شعلۂ خو کا ہلاک ہے

زاہد مجھے تھا نجس ترے ہونے پہ یقین
لیکن جو چیز خشک ہوئی پھر وہ پاک ہے

قاتل سے کیون جھگڑتے ہو کیا مجسے سر ہے
جا بے خطر نہیں یہ مرا زخم خندہ ہے

کہتا ہے عشق عقل سے مجکو تو بیر ہے ناصح تو کیون بکے ہے دیوانہ سا خیر ہے
ملت طلب ہوا ہے دل شیخ و برہمن صورت حرم کی کیسی ہے کیا شکل دیر ہے
چاہا کہ جون حباب مین دیکھون یہ کائنات کھولی نین تو اور ہی عالم مین سیر ہے

رکھتے ہین ایک طرح سے ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو سودا بغیر ہے

خاک پر بھی تیرے دیوانے کی یہ تدبیر ہے ہر بگولا طوق ہر موج ہوا زنجیر ہے
کیا نیاز عشق سے غافل ہے ناز حسن آہ شیرین کیا جانے کہ خون آلودہ جوے شیر ہے
رحم کچھ آپ ہی تجھے آوے تو آوے ورنہ یان آہ ہے سو بے اثر نالہ سو بے تاثیر ہے
مت چڑھا اس ابرو کے منھ لے ماہ نو جسکے حضور اٹھ گئی پاے صفت مژگان یہ وہ شمشیر ہے
اسقدر آغوش مین نظارہ کھینچے ہے تجھے پشت آئینہ کی تیرا عکس رو تصویر ہے
شیخ کی بانگ و صلوٰۃ او پر تو اے نادان نجا خانۂ قصاب مین بھی روز و شب تکبیر ہے
واے اس دن پر کہ نالان ہون تری کوچے کے بیچ ایک خاموشی ہے اب تسپر تو سو تقریر ہے
کس شکار انداز کا یارب ہوا ترکش تہی مرغ تک قبلہ نما کے بھی جگر مین تیر ہے

جو کوئی پوچھے کیا کس جرم پر سودا کو قتل
کہہ کسیکو گر کوئی چاہے یہ کم تقصیر ہے

گل پھیکے ہین اور ون کی طرف بلکہ ثمر بھی اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانئے ورنہ کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی
اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی
اے نالہ صد افسوس جوان مرنے پہ تیرے پایا نہ تنک دیکھنے مین روے اثر بھی
کس ہستی موہوم پہ نازان ہے تو اے یار کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجکو خبر بھی
تنہا ترے ماتم مین نہین شام سیہ پوش رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

نہ مجھسے کہ چمن مین بہار آئی ہے یہ مرغ کشتنی کب قابل رہائی ہے
نہ چھوڑ پنجۂ مژگان تو دست طفل سرشک ابھی زمین پہ گرے ہے تو رائی کائی ہے

اثر کیا ترے دل مین مجھ اشک نے تو کیا
ڈبا کے خلق کو کشتی مری ترائی ہے

ترے نکالے سے تجھ گھر سے کون جاتا ہے
وہی تو جائیگا یہان سے کہ جسکی آئی ہے

غرور تقوی سے کتنے تھے شیخ جی سرکش
پر اب عمامہ نے گردن تنک اٹھائی ہے

گئے تھے آپ خداوند سیر باغ کہ گل
بہان کھلے ہین دہان بوے کبریائی ہے

کرین ہین در پہ ترے شیخ و برہمن سجدہ
بتون نے حسن و ادا تیرے گھر خدائی ہے

جہان سے کنارن دل سخت کار رہے فرہاد
وگرنہ کوہ کنی زور آزمائی ہے

تن گداز مین دل کیونکہ مین رکھا سودا
یہ آگ پانی مین کس سحر سے چھپائی ہے

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

شراب حلق سے ہوتی نہین فرد تجھ بن
لگو ہے خشک سے تیغ آبدار گذرے ہے

گذر مرا ترے کوچے مین گر نہین تو نہ ہو
مرے خیال مین تو لاکھ بار گذرے ہے

مجھے کے قطع کراب پیرہن مرا خیاط
نظر سے چاک کے یان تار تار گذرے ہے

ہزار حرف شکایت کا دیکھتے ہی تجھے
زبان پہ شکر ہو بے اختیار گذرے ہے

باعتبار شکم شیخنا کو دوزخ کی
ہمیشہ فکر مین لیل و نہار گذرے ہے

کہے ہے آج ترے در پہ اضطراب نسیم
کہ اس جہان سے کوئی خاکسار گذرے ہے

تری گلی سے گذرتا ہون اسطرح ظالم
کہ جیسے ریت سے پانی کی دھار گذرے ہے

مین وہ نہین کہ کوئی مجھسے ملکے ہو بدنام
تجلے نے کیا ترے خاطر مین یار گذرے ہے

مجھے تو دیکھ کے جوش و خروش سودا کا
اسی ہی سوچ مین لیل و نہار گذرے ہے

یہ آدمی ہے کہ سر مارتا پھرے ہے بسنگ
کہ باد تند سوے کوہسار گذرے ہے

اس دل کی تف آہ سے کب شعلہ بر آوے
بجلی کو دم سرد سے جسکے حذر آوے

ٹک داغ سے چھاتی کے سرک جاے جو پھاہا
آتش کے تئین قدرت خالق نظر آوے

دے شکوے کی رخصت جو تمہین شرم محبت
غنچے کیطرح ٹکڑے ہو منھ تک جگر آوے

یان تک نہ دل آزار خلائق ہو جو کوئی
ملکر لہو منھ سے صف محشر مین در آوے

سینون کو دلون سے تو نہ خالی کر اب اتنا
ڈرتا ہون نہ چھاتی کسی بیدل کی بھر آوے

پینے کو لہو اپنے غمِ عشق میں تیرے
تھا ایک جگر سو تو کہاں تک بسر آوے

ظالم کر اب انصاف کہ سینہ میں کہاں سے
ہر دم کے لہو پینے کو تازہ جگر آوے

سب سے کہے سوتا ہوں یہ کہدیں کہ پھر آنا
بالیں پہ مرے شورِ قیامت اگر آوے

بیخوابی سے مرتا ہے شبِ ہجر میں سودا
اب سکے کہنے کو افسانہ کوئی نوحہ گر آوے

نعی کو یہ طاقت ہے کہ اس سے بسر آوے
وہ زلف سیہ اپنی اگر لہر پر آوے

شیشہ نہ کہے رازِ مرے دل کا تو اے جام
سرگوشی ہو اُسکی نہ تری چشم بھر آوے

کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحنِ چمن سے
دو برگ لیے گل کے نسیمِ سحر آوے

سب کام نکلتے ہیں فلک تجھسے پہ لیکن
میرے دلِ ناشاد کی امید بر آوے

جب پھونکے ہی ناقوس صنم خانۂ دل شیخ
کعبے کا ترے وجد میں دیوار و در آوے

نامے کا جواب آنا تو معلوم ہی اے کاش
قاصد کے بد و نیک کی مجھ تک خبر آوے

ہو تمین تو ضعیف اسقدر اے مور کہ وہ آب
گذرے مرے سر سے جو ترے تا کمر آوے

دیتا ہے کوئی مرغِ دل اُس شوخ کو سودا
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے بر آوے

اب لے تو گیا ہے پر اُسے دیکھیو نادان
پل میں نہ اُڑا تا وہ اگر بال و پر آوے

نسیم گر قدمِ دوستی بجا لاوے
یہ مشت پر ہین قفس میں چمن کو لیجاوے

جفا وہ ہو جو خاطر میں اب ترے آوے
وہی ہی خوب مرے حق میں جو تجھے بھاوے

سمجھ کے کیجو پیارے گلی میں اپنے خرام
مبادا پاؤن تلے دل کسی کا آجاوے

طریقِ عجز میں مجھ ساتھ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ تجھسے کوئی بسر آوے

درخت خشک ہوں اس باغ میں خدا نکرے
کہ باغبان مرے احوال سے خبر پاوے

الٰہی بزمِ بتان سے وہ شمع ٹل جاوے
ڈرون ہون میں کہ کسی کا نہ دل پگھل جاوے

مخاطب اس لبِ جان بخش کا جو ہو یکدم
عجب نہیں کہ مسیحا کا دل نکل جاوے

مغان میں کیا کہون زاہد سیر کی کیفیت
کہ جسکو دخترِ رز دیکھکر اُدہل جاوے

پچھاند تون تری نظر دشمنے گرچلا ہی دل
جو دستگیری مژگان ہو تو سنبھل جاوے

بدن کو شمع سے کون اسکے دے سکے تشبیہ
مجال کیا ہے کسیکی زبان جل جاوے

دماغ خلوت آئینہ ہو تو یہ جا ہے
کہ اپنا عکس بھی اس گھر مین سے نکل جاوے

گرہ تو عشق کی سودا اگے سر سے کھلتی ہے
قدم پہ زلف کے دل کو جو دیجیے بل جاوے

گر غنچہ سان گرہ مین دلی جمع زر کرے
آخر برنگ گل ہو پریشان سفر کرے

ناچیز کو نہ صحبت نیکان اثر کرے
رشتہ کو کہ تو آب گہر کیونکہ تر کرے

ہر دانہ میرے خوشۂ خرمن مین ہے شرر
کہ برق کو سمجھ کے ٹک ادھر گذر کرے

زاہد چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت
بندے ہین اسکے ہم جو کسی دل مین گھر کرے

ہے فخر تجھ گلی مین اگر ہوئین مشت خاک
شاید کوئی اٹھا کے زمین سے بسر کرے

گل پر بغیر رخصت بلبل چمن کے بیچ
اے اہل درد کفر ہے گر تو نظر کرے

دیتا ہے تجھ عذار کے دھوکے سے جی پتنگ
ثابت یہ خون کیونکہ کوئی شمع پر کرے

جگ مین شراب خوار کی تشہیر کے لیے
سودا جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

اتنا لکھا یو مرے لوح مزار پر
یان تانہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے

بلبل کو خون گل مین لٹایا کرون مجھے
نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

گر ہو شراب و خلوت محبوب خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

تنہا نہ روز ہجر ہے سودا یہ ستم
پروانہ سان وصال کی ہر شب جلا کرے

ساق سیمین تری شب دیکھلے گوری گوری
شرم سے شمع ہوئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی

نیشکر نے کہین تجھ لب سے کیا تھا دعوے
آجتک اسکی ٹری کٹتی ہین پوری پوری

آگیا دستا مین جون دزد حنا تیرے ہاتھ
ورنہ جا پانون کو لگا ہی تھا چوری چوری

ابر چھا ہے سیہ مست مجھے اے ساقی
دے تو بھر بھر کے مجھے پیالیان کوری کوری

کافر جو ہو مجھ سا ئسے دل اپنے مین جا دے
ایسا تو بت اس دیر مین معلوم خدا دے

ڈھایا مین ترے کعبے کو تین دل مرا ای شیخ
تعمیر مین کر دون اُسے تو اسکو بنا دے

اے خضر زخود رفتگی کیا طرفہ سفر ہے
جسمین کہ نہ بھولین نہ کوئی راہ بتا دے

بیمار کو تیرے ہو شفا اُس سے نہ مانون
عیسیٰ کو یہ قدرت ہی کہ مرے کو جلا دے

سودا جو ترے ہی تو رکھ نالے سے دل باز
اس جنس کو برسات کا موسم ہے ہوا دے

دل مین بسنے کی ترے مجکو ہنٹ ہے شادی
چشم بد دور سلامت رہے یہ آبادی

اے گل اندام ترے ہاتھ سے نہ مین ہون نالان
کون بلبل ہی چمن مین کہ نہین فریادی

کوچۂ عشق مین ہم تب سے ہین گردن زدنی
تیغ ابروئے بتان بیچ نہ تھی جلادی

ہو گئے صاحب جوہر ترا منہ دیکھ فقیر
ہے نمد پوش سدا آئینۂ فولادی

بال و پر توڑ کے سونپے ہی قفس کو صیاد
تجھ سے رخصت ہی مری اے ہوس آزادی

خون ہی جان مین سودا کے رہیگا جبتک
تیر مژگان نہ رگ جان پہ کرین فصادی

ایک دن دشت مین جا کر مین کہا سودا سے
چھوڑ بستی کو تجھے کیونکہ خوش آئی وادی

یہ کہا سنکے کس امید پہ بستی کے بیچ
غم کٹے دل کا مرے ہو مرجی کی شادی

ہی وہ بنیاد خرابی کی جہان مین اے دوست
سمجھے ہین اہل جہان جسکے تئین آبادی

تجھ تیغ تلے کہہ تو رستم ہے کہ سر دھر دے
پیارے یہ تہین سے ہو ہر کا دے دھر مر دے

ہر دن تو تجھے اپنے کوچے سے نکالے ہی
جاؤن ہون بھلا اب مین لا دل مرا دھر دے

معشوق کی الفت ہی بندہ کرے عاشق کو
کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئین زر دے

کب شمع مجالس کی فانوس مین چھپتی ہی
جو حسن ہو بازاری مت اسکو بٹھا پردے

دے لگنے تئین اک عالم کہتا ہے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ہی تو تجھکو دے

پانی بھی نہ مانگ اُس سے جو ہو وے تنک مایہ
کاسے کے تئین گل کے شبنم نہ کبھو بھر دے

میں داد ستد اسے دل دیکھی نہ زمانہ کی
خاتم نے سلیمان سے چیونٹی کے تئیں پر دے

دے داد مرے دل کی سوزن کہ جب آہن کا
رشتے کی گرفتاری سوراخ جگر کر دے

ق

سودا سے کہا میں نے کل سیر گلستان میں
یہ وقت خموشی ہے ظالم غزلے فر دے

سنتے ہی غرض اسکے یہ شعر پڑھا اُن نے
جس شعر کا ہر مصرع آہ دل پردرکے

کھلنے تو لگا ہے دل جوں غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا تجھسے گا ہے بدم سر دے

سینہ کو ستموں کے نگہ تیری توڑ دے
آنکھوں کی ہر پلک صف محشر کو موڑ دے

آیا ہے تنگ دام میں زلفوں کے مرغ دل
سر تا قدم سے وار کے صدقے میں چھوڑ دے

جبدم وہ صنم سوار ہووے
تا صید حرم شکار ہووے

جو اُٹھ نہ سکے تری گلی سے
رہنے دے کہ تا غبار ہووے

محکم تو رواق بن سکے ہے
گو عمر کہ پائدار ہووے

وہ قطرہ تو چاہتا نہیں میں
جس میں گل و گلعذار ہووے

وسعت مری سینہ بیچ اے دہر
ٹک دل کی شگفت دار ہووے

سوزن کی نہ جیب کیجو منت
یوں پھٹیو کہ تار تار ہووے

شبنم سے بھرے ہے ساغر گل
گردوں تو خراب و خوار ہووے

پانی نہیں دیتے اسکو ظالم
جز زخم ہی بے شمار ہووے

ناصح تو قسم لے ہمسے دل پر
اپنا کبھو اختیار ہووے

کھینچے ہے کوئی بھی تیغ پیارے
جوہر کہ جب آبدار ہووے

کن زخموں میں زخم ہو کہ جب تک
چھاتی کے نہ وار پار ہووے

کھینچی ہے بھووں نے تیغ مکھ پر
سودا سے کہو ہشیار ہووے

ویسے ہی کا ہے یہ کام گل رو
عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے

خط نقص صفائی رخ دلدار نہووے
گرد آئینہ کو باعث زنگار نہووے

دو لاب کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پیمانہ کسیکے گلے کا ہار نہووے

آہنگ سفر کب مرے سینہ سے کرے اشک
تا لخت جگر قافلہ سالار نہووے

کب صبح وہ انکھیاں نہ کھلیں نیند سی بھر کر ۔۔۔ صد فتنۂ خوابیدہ کہ بیدار نہووے
ہو دست خدائی میں تو یہ کیجے منادی ۔۔۔ ظالم ہو جو کوئی سو طرحدار نہووے
ہم زمزمہ کب مرغ چمن ہو سکے مجھ سے ۔۔۔ تا کنج قفس میں وہ گرفتار نہووے
کر ذبح شتابی نہ مجھے صیاد کہ یہ صید ۔۔۔ ہاتھوں ہی میں تیرے کہیں مردار نہووے
سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو ۔۔۔ وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہووے

جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگان پہ نمودار نہووے

پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے ۔۔۔ حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے
کھینچتے کیا ہو میان تیغ کہ یان رشتۂ عمر ۔۔۔ صرف سینہ پہ ہوا ٹانکے ہے بھرتے بھرتے
پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پہونچا ہے ۔۔۔ سمت اس باغ کے طے منزلیں کرتے کرتے
پھل جوانی کا نہ پایا کبھو جون طفل سرشک ۔۔۔ مل گیا خاک میں یان پانوں ہی دھرتے دھرتے

کیا ہمیں فائدہ آنکھوں سے بقول سودا
پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے

کیا کیجے کہ ہمسے کچھ بات نہیں بن آتی ۔۔۔ اب سنگ تجھ گلی کے یہ سر ہے اور چھاتی
دیوانگی ہماری کیا کیا مچاتی دھومیں ۔۔۔ زنجیر پڑے کے پانوں گر اپنے گھر نہ لاتی

جی چاہے جو کچھ تیرا سو دشنام دے مجھکو ۔۔۔ ہو دیگا دعا تجھکو تو میری ہی زبانی
اے آہ تری قدر اثر نے تو نجانی ۔۔۔ گو تجکو لقب ہمنے دیا عرش مکانی
اک خلق کی نظروں میں سبک ہو گیا لیکن ۔۔۔ کرتا ہوں میں اب تک ترے خاطر پہ گرانی
ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا ۔۔۔ ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی
معمور ہے جس روز سے ویرانۂ دنیا ۔۔۔ ہر جنس سے انسان کی ماٹی گئی چھانی
اک وامق نو کا ہے سبھہ چاک گریبان ۔۔۔ کرتی ہے جو زخنہ کوئی دیوار پرانی
بلبل ہی سکتی نہیں کچھ باغ میں تجھ بن ۔۔۔ شبنم گلوں کے منھ میں جو آئی تو رہی پانی
ہے گوش زد خلق مرا قصۂ جانکاہ ۔۔۔ جب سے کہ نہ سمجھے تھا تو چڑیا کی کہانی
جوں اشک مجھے شرم ہے زنار کی اے شیخ ۔۔۔ مالا نہ جپوں رات کو بے اشک فشانی
کیا کیا ملے لیلی سنستان خاک میں سودا ۔۔۔ گو اپنے کبھی محبوب کی دیکھی نہ جوانی

جس سمت نظر موجِ سراب آوے تو یہ جان
ہووےگی کسی زلف چلیپا کی نشانی

برہمن بت کدہ کے شیخ بیت اللہ کے صدقے — کہیں ہیں جسکو سودا وہ دل آگاہ کے صدقے
جتا دیں جس جگہ ہم قدر اپنی ناتوانی کی — اگر کہسار وہاں ہووے تو جاوے کاہ کے صدقے
نہ دی تکلیف جلنے کی کسو کے دل کو میرے پر — اثر سے دور رہتی ہے میں اپنی آہ کے صدقے
عجائب شغل میں تھے رات تم اے شیخ حضرت کے — میں اس ریش بلند اور دامن کوتاہ کے صدقے
نہیں بے وجہ کوچے سے ترے اٹھنا بگولے کا — ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے
کبھو وہ شب بھی اے پروانہ حق باہم دکھا دیگا — تو جل بل شمع پر جاوے میں ہوں اس ماہ کے صدقے

دکھاتی ہے تجھے کس طرح سودا کی نظروں میں
جو ہو انصاف تو جاوے تو اسکی چاہ کے صدقے

اے لالچی تو کیسہ غیروں کا مت ٹٹولے — جو کچھ تو چاہے یک شب مجھ پاس آ کے سو لے
کھنجن سے تجھ نین کو تشبیہ کیونکہ دیجے — وہ تو چنا کرے ہے انکے سدا ممولے
ہے میری استخوانیں تیر نگہ ترازو — کہتے رقیب سے کہ شمشیر تو نہ تولے
شب دیگ کھانا کچھ بھاتا ہے سکو از بس — کھانے کو جا رہا ہے کشمیریوں کے لٹے لے
انصاف کچھ بھی یارو ہے عشق کے نگر میں — دل غم سے آب ہووے اور چشم موتی رولے
دہقان پسر وہ ہمسے یوں صلح کب کرے ہے — بوٹوں کے کھیت اور چلتا نہ جنگ ہولے
وہ تو بچی کا ہرگز ہمکو لکھے نہ نامہ — گدڑی میں جا کبوتر لیتا ہے مول گولے
کل بارے کہا میں سستا ہے آج سودا — بکتا ہے اک نگہ پر اسکے تئیں کہ جو لے
کہنے لگا کہ ناداں یہ حیف ہے کہ کوئی — اسپند کرنے کو بھی ایسے سیاہ کو لے

ہو شاد اس غزل سے روح آبرو کی سودا
تو اس زمیں میں ناداں طور اپنا کیوں نہ ہولے

جوں غنچہ تو چمن میں بند قبا کو کھولے — پھر گل سے اے پیارے بلبل کبھو نہ بولے
آویگا وہ چمن میں تڑکے ہی میکشی کو — شبنم سے کہہ دی بلبل پیالے گلوں کے دھولے
باغ جہاں میں آکر کچھ ہمنے پھل نہ پایا — اک دل ملا کہ جسمیں ہیں سیکڑوں پھپھولے
ایسا ہی جاؤں جاؤں کرتے ہو تو سدھارو — اس دل سے کل جو ہونی سو آج ہی وہ ہولے

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا	موند جائین چشم عاشق تو بھی وہ لب نکھولے
چشم پر آب ہون مین جون آئینہ حبابی	رک رک کے پڑ گئے ہین چھاتی مین سب پھپھولے

کون ایسا اب کہے ہے سودا گلی مین اُسکی
آ تجکو سے چلین ہم دل کھولکر تو رو لے

اثر سے ہین تہی نالے تصرف سے ہین دم خالی	نیستان ہو گئے شیرون سے یارب یکقلم خالی
تجلی سے جہان اپنے نہ چھوڑین ایکدم خالی	کہ جب تک آپ سے جون بدر ہوجاوین نہ ہم خالی
نظر آیا ابھی احوال جہان اسمین تو کیا حاصل	جو دل مین نقش ہے اپنے ہے اس سے جام جم خالی
کدورت سے زمانے کی برنگ شیشۂ ساعت	ملے ہمدرد اگر کوئی تو کیجے دل بہم خالی
نہیدستی ہماری دیکھ چشم کم سے مت منعم	کہ ہم یہ ہاتھ شکل کیسۂ اہل کرم ستا خالی
برنگ لفظ ہو اٹھنے سے جسکے بیت بے معنی	فلک اس طرح گھر تیرا چلے ہین کر کے ہم خالی
نہ رہیو آہ سے مجھ پیر کے اے نوجوان غافل	کہ تیر اپنے کمان کہنہ کا پڑتا ہے کم خالی

کہین جانا ہو تو ہستی سے جا ادھر کو اے سودا
خلل سے راہ یا ویرانہ جز راہ عدم خالی

خاتم کے جون نگین ہین کس کام کے لیے	گھر مین کوئی جگہ دے مگر نام کے لیے
چہرہ جو فصل گل مین گرو ہے مرا تو ہو	سر کھو دیا ہے غنچے نے اک جام کے لیے
پیش از ظہور مرغ چمن خادمان عشق	بنتے تھے رشتہ رگ گل دام کے لیے
پہونچے سو کیونکہ منزل مقصد کو یہ قدم	پیدا ہوئے ہین گردش ایام کے لیے

سودا ہزار حیف کہ آکر جہان مین ہم
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے

ہر آن یاس بڑھتی ہر دم امید گھٹتی	دن حشر کا ہے اب تو فرقت کی رات کٹتی
پر کا نہین یہ چٹنا مجھ سینہ چاک کی ہے	ہر صبح بار غم سے چھاتی فلک کی پھٹتی
کوچے مین اُسکے باقی مجھ خاکسار پر اب	یا آسمان کا گرنا یا ہے زمین اولٹتی
مژگان کی برچھیون نے دل کو تو چھان مارا	اب بوٹیان تھی باقی اُنکے جگر کی بٹتی
زلف سیہ مین لے دل بکھرا نہ مایۂ خاک	یہ جنس تیرہ شب مین مشکل ہے پھر سمٹتی
خون جگر کا کھانا دل پر نہین گوارا	اس ترش ابرو کی جب تک تھوڑے چٹنی

آئینہ کہ رہا تھا خوبون کے صاف منھ پر
کیا پست فطرتون کو بخشی ہے سربلندی

ہین ایک دن یہ شکلین سب خاک بیچ اٹنی
دنیا کے شعبدے سے تعلیم ہو چکے نٹنی

تو نے بٹھائے سودا یہ قافیہ وگرنہ
پائے قلم کو کیسے سر ہے یہ زمین رپٹنی

مطلعات

اعجاز منھ تک ہے ترے لب کے کام کا
بساط اپنی مین تھا جو اکدل سو بھی تو کھو بیٹھا

یارہ ہی بقدر جب ہو آشنا دست میں کا
خط مرغ نامہ بر نے تجھے کون سا دیا

غنچون کو گو شگفتہ چمن مین صبا کیا
کیا جانیے نگہ نے ترے کیا بلا کیا

کسو نے روم لی قسمت مین کوئی شام لا آیا
ہے سخت بیمروت وہ بت وفا کرے کیا

نہ سرمہ چشم مین اسے شوخ خانہ جنگ لگا
دل کو اسکے عشق سوے زلف سیہ فام نہ بھیج

کیا خوشی ہمکو کہ اپنی ہے یہ حیرانی کی طرح
کون کہتا ہے نہ اور وننسے ملا کر مجھ سے مل

دیدۂ پر آب سی تجھ بن ہمین کیا کم ہے جام
سننے پائے نہ دہن اسکے سے دشنام تمام

سودا کے لیے بر سر بازار ہوئے ہم
آ گئے یا قسمت جلا وے یار یا رہے ہمین

نہ پوچھ سنگ دلی ای شیخ اس صدا کو مان

کیا ذکر ہے مسیح علیہ السلام کا
تجھے مدت ہوئی پیارے مین اس سے ہاتھ دھو بیٹھا

مثل ماہ عید کے پورا جو ہووے تیس کا
مضمون تو نے سنکے نہ جس کا اڑا دیا

لیکن ہمارے غنچۂ دل کو نہ وا کیا
تجھسے کے دل کو اپنی طرف مبتلا کیا

ہمین لے کچھ نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھین خدا کرے کیا

جلے کی خاک جو تیغ نگہ کو زنگ لگا
رہزنون مین تو مسافر کو سر شام نہ بھیج

دیکھتے ہی عید عالم چشم قربانی کی طرح
جسکے ملنے مین خوشی تیری ہو ملنا مجھسے مل

بزم مشتاقان سے تیرے حلقۂ ماتم ہے جام
جنبش لب ہی مین اپنا تو ہوا کام تمام

ہاتھ اسکے بکے جسکے خریدار ہوئے ہم
اب تو آنکھون سے لگا ہر دن دیکھنے بار رہے ہمین

مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

افراد

دل کو تو ہر طرح سے دلاسا دیا کرون
آنکھیں تو مانتی نہیں مین اسکو کیا کرون

تغافل سے ترے اے بیوفا کب تک جفا دیکھون
خدا وہ دن کرے تجکو کسی پر مبتلا دیکھون

فائدہ کیا خط تجھے لکھ لکھ اگر روتا ہون مین
نامۂ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

مین تو تف تماشا ہے ہر اک اہل نظر ہون
گوہر نہ سمجھ قطرۂ خوناب جگر ہون

اے میان عشق کے یارون کو کہین ٹھور نہین
دل نہین صبر نہین آپ نہین اور نہین

میکشان روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

سنکے یہ کہتا ہی میرے نالۂ جانکاہ کو
کیون نہ مجھے ایسا بنایا کیا کہون اللہ کو

عشق کے کوچے مین جلوہ ہی تبا نکا سنگ راہ
خضر بھی بجکر چلا دیکھا جو انکا رنگ راہ

وہ سمندر ہے کہ جسکا نہ کہین پاٹ لگے
کشتی عمر مری دیکھئے کس گھاٹ لگے

تبسم دیکھ تیرا کیون نہ دل بیتاب ہو جاوے
اگر بجلی اسے دیکھے تو زہرہ آب ہو جاوے

اس دل پہ تجھے رحم جفا کار نہین ہے
جس دل سے دل مور کو آزار نہین ہے

مسیحا اُسکے اُٹھ جاوے جو کچھ کہیے دوا کیجے
محبت سخت بیماری ہے یارو آہ کیا کیجے

مین کہتا ہون دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گذرے
نہو یہ بات گر اس مین تو کیا آرام سے گذرے

کہون کیا عشق کی آتش سے یارو مجھپہ جو گذری
سنی جو شمع نے بھی سرگذشت اپنی تو رو گذری

کہا مین داغ مرے دل کا جون چراغ جلے
دیا جواب مجھے ترک شوخ نے کہ بلے

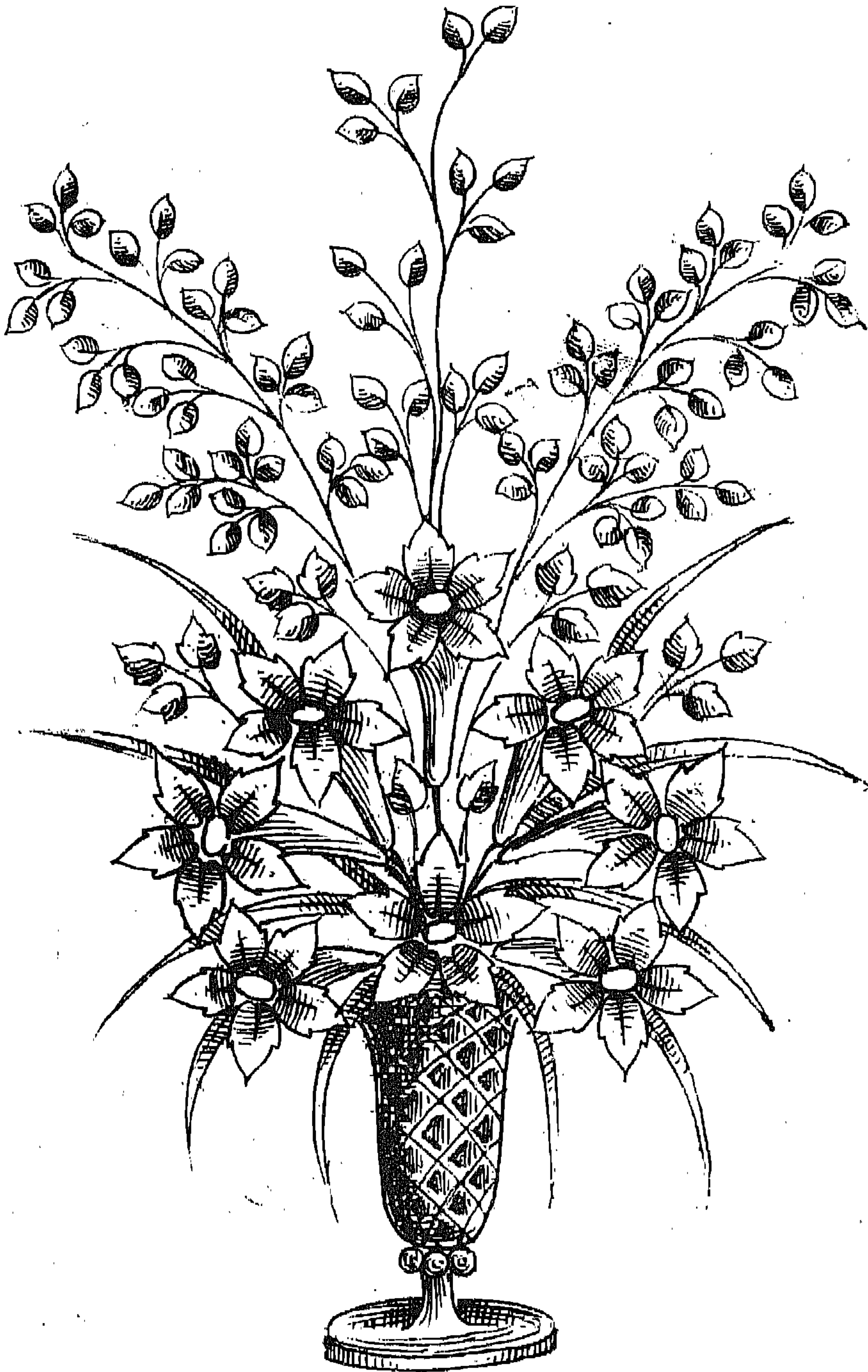
چمن مین بلبلون نے جب نپارے عشق کے جھکے
لگی سارے چمن کو آگ جلنے تھے کنول دہکے

کل جو بیٹھا پاس مین اک جا ترے ہم نام کے
رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

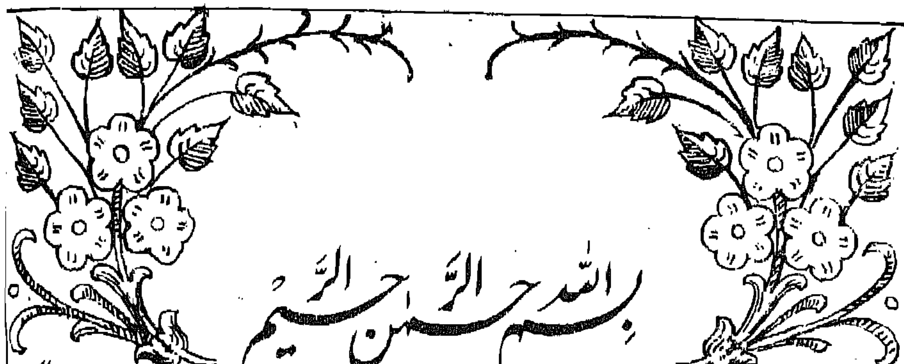
قاصد یہی پیام تو جا کہیو یار سے
اک شخص جان بلب ہے ترے انتظار سے

اشراف یا کمینہ طلبگار ہو کوئی
دونگا اُسی کو دل جو خریدار ہو کوئی

توٹک جگر تو مرے مرغ نامہ بر کا دیکھ
کہ وان اُڑے ہے جہان پر جلین فرشتے کے



مدحیات



رفیع ترین کلامی کہ رفعت بخش دیباچۂ سخن تواند شد حمد مبدعیست کہ با آمیزش کاف و نون رنگ تکوین نقوش گوناگون کلیات و جزئیات و ممکنات را بر صفحۂ ہستی ریختہ و نہہ ترجیع بند افلاک نہ گانہ و ثمن ہشت بہشت و سبعہ معلقہ ہفت آسمان و ہفت بند سبعہ ستارہ و مسدس جہات ستہ و مخمس حواس خمسہ و رباعی ارکان اربعہ و مثلث ارواح ثلاثہ و مثنوی روز و شب و فرد بند رتبہ آفتاب و قصیدہ کہکشان و قطعہائی ابرو مصراع برجستۂ برق بنظم آوردہ و ذات فصاحت آیات سرور انبیا سالار اصفیا مطلع نور خدا مہر سپہر صطفا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را کہ نور انورش فاتحۂ مصحف نبوت و پیکر اطہرش خاتمۂ رسالۂ رسالتست بیت القصیدہ نبوت گردانیدہ و ذات بلاغت سمات افضل اوصیا ابو الائمۃ الہدے امیر المومنین علی مرتضےٰ را کہ بسم اللہ قرآن وصایت است مطلع غزل امامت ساختہ و ذوات مقدسہ باقی حضرات معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین را کہ ہر یک از ایشان از کمال علویت در صفحۂ روزگار بخود فردیت و شاہ بیت دیوان ایجاد بل بیت اللہ واقع است انتخاب نمودہ صلی اللہ علیہم اجمعین و علے جمیع الانبیا والمرسلین بعد صریر کلک فقیر عزلت گزین اصلح الدین بگوش اہل نیوش میرساند این دیوان رفیع بنیان فصاحت بیان ریختہ خامۂ سحر پرداز از قلم نکتہ طراز ریختہ آفتاب براعت و رسیدہ حدیقہ بلاغت مجموع کمالات وہبی و کسبی مجموعۂ کلام ہندی و فارسی و عربی دو والریاستین الفاظ و معانی مواسیس قوانین سخندانی یگانہ کشور افضال نقادہ دودمان کمال اورنگ نشین مملکت فصاحت خسرو اقلیم بلاغت

مراست طبع روان لیک نام اوست رفیع	چگونہ آب رود از نشیب سوے فراز

اعنی دقیقہ سنج نکتہ سرا ملک الکلام میرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالے است کہ از نام ریختہ کار ریختہ گوے کوس صاحبقرانی بنامش صدا دادہ و تسلیم فرمان کلامش بر گردن

جهانیان لازم افتاده برسر گلزار کلام رنگینش سحاب تحسین پیوسته ریزان و از اشعار بر شبیه عاشقانه‌اش درد و سوز و گداز متصل حیران جواهر زواهر مضامین و معانی در کان خاطرش معدن معدن و گلهای گوناگون الفاظ شگفته و رنگین در باغ فکرش چمن چمن زبان‌ها از شیرینی گفتارش چاشنی گیر و دیده‌ها از مشاهده اشعارش سواد پذیر سودائے زلف سنبل آسای سخن وران را طبعش در سر سواد کار سیاه سیاه قلم سخنش نورافزای بصر روانی آبردی سلسبیل ریخته جواهر معانی تابدارش آتش رشک اندر دل یاقوت انگیخته هنگام تعریف کلام شیرینش عجب که لب بیان بهم نچسپید دلی خامه نیشکر نگرد و هر بیتش شاه بیت دیوان فصاحت و هر قطعه‌اش بهشت بلاغت غزال غزلش را صحرای دلها چراگاه و مردمک مردم آگاه را بر سر هر شعرش مانند نقطه انتخاب جا نگاه رباعیات بلند پایه‌اش درگاه کعبه معنی چار آنسنج عالم روحانی ترجیع بندش تبدغم از دلها کشوده مثنویش از سبع مثانی ثناها ستوده هر مطلعش از مطلع خورشید روشن‌تر و هر مخمس از حواس خمسه گران بهاتر بحسن مطلعهای زیبایش عشق بایده و رزیده اسیر زنجیر زلفش مصرعهای رعنایش توان گردید از میوه نخل قصاید عالی رتبه‌اش لذت و پختگی قصاید عرفی پیدا و از رباعیات بلند پایه‌اش ریزش باران معانی سحابی هویدا هر مطلعش خورشید مثال پرتو حسن آفتاب پرستان سخن انداخته و هر مصرعه‌اش هلال آسا گوشه ابروے نازخود را انگشت نمائی نور نظرها ساخته بلبل شیراز قصیده گوی عرفی شیرازی اگر گلشن آرای هندوستان حیات شدی بهزار زبان نغمه سنج هزار داستان و آفرین گشتی و اگر کلیم طور سخندانی ابوطالب همدانی از تجلی زندگانی دوباره اقتباس نور کردی دید بیضای او را در سخنوری دیدی بپای تعظیم ایستاده دست ادب بسینه گذاشته دست بوسش نمودی و اگر انوری و خاقانی را رد آفتاب زندگی شدی از انورے خطاب فلک آفتاب سخنورے یافتی و خاقانے خاقان مملکت بلاغت گستریش خواندے ؎

به بزم میکه خوان بستان مے نهند ‌ ‌ سخن را سخن در دهان مے نهند

ز نظمش چنان منشیان کامگار ‌ ‌ که بر نثرشان زهره گردد نثار

غزلهاے از پخته و نیم خام ‌ ‌ غزالان رم کرده را کرده رام

ز حرفش لب مطربان بهره‌مند ‌ ‌ سرایند از وے بآهنگ بلند

مناجاتیان ذکر خوان ویند ‌ ‌ خراباتیان خود از آن ویند

از انجا که تعریف حلاوت قند سخنش که قناد طبع رفیعش بقالب شعر ریخته ریخته در قالب بیان نمی گنجد اولی آنکه طوطی ناطقه را شکر ریز دعا سازم و بختم قرآن دعا

پردازم الٰہی تا دیباچہ صبح پدید شعاع خورشید بخالتہ شام تواند پیوست بپیوستہ صبح اوراق این دیوان کہ گلدستہ معانی ست از ظلمت شام شامت حرف گیران محفوظ بادبہ حرمت النبی وآلہ الامجاد

جمع این اوراق بادا از پریشانی مصون — ہست تا بر لوح امکان نقش ہستی آشکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در نعت حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی — نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا اگر اول ترک کیجو تب لباس اپنا — نہو جون تیغ بی جوہر دگرنہ ننگ عریانی
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے — نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی
خوشامد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی — نہ جھاڑے آستین کہکشان شاہونکی پیشانی
عروج دست ہمت کو نہین ہے قدر بیش وکم — سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی
کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردون کی — ہوئی جب تیغ زنگ الودہ کم جاتی ہے پہچانی
اکیلا ہوکے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا — ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی
اذیت وصل مین دونی جدائی سے ہے عاشق کو — ہمیشہ رہتا ہے نالان بفصل گل مین مرغ بستانی
موقر جان ارباب ہنر کو بی لباسی مین — کہ ہو جو تیغ با جوہر اسے عزت ہے عریانی
برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سنکر — کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی
یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد و آتش سے — موافق گر نہووے دوست ہے وہ دشمن جانی
نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا — نفس جبتک ہے داغ دل سے فرصت کیونکہ ہو فانی
کرے ہی دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کو — کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہی صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھونگا پھر غزل گر اس زمین مین مطلع ثانی

مطلعِ ثانی

عجب نادان ہین جنکو ہے عجب تاجِ سلطانی
فلک بال ہما کو بلبین سونپے ہے مگس رانی

نہین معلوم اُن نے خاکمین کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشمِ نقشِ پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیرانہ نرماوے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینہ کو تبھر ہو گئے پانی

تری زلفوں نے اپنی روسیاہی کہہ نہین سکتا
کہ ہے جمعیتِ خاطر مجھے اون کی پریشانی

زمانہ مین نہین کھلتا ہے کار بستہ حیران ہون
گرہ غنچے کی کھولے ہی صبا کیونکر بآسانی

جنون کے ہاتھ سے سر تا قدم کا ہیڈ اتنا ہون
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہین مژگانی

ترکھا جکمین رسمِ دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربطِ پیشانی

سیہ بختی مین اسے سودا نہین طولِ امل لازم
قطِ خامہ کے سر کٹوائیگی ایسی زبان دانی

سمجھ لے تا قباحت فہم کبتک یہ بیان ہوگا
ادائے چین پیشانی و لطفِ زلف طولانی

خدا کیواسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نہین ہے اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہو دے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیفِ مسلمانی

زہے دینِ محمدؐ پیروی مین اُسکے جو ہو دین
رہے خاکِ قدم سے اُسکی چشمِ عرش نورانی

ملک سجدہ نکرتے آدمِ خاکی کو گر اوسکی
امانت دارِ نورِ احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسیکو آدم و حوّا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی مین تا آیاتِ قرآنی

خیالِ خلق اوسکا گر شفیع کا فران ہووے
رکھین بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زبان پر اُسکے گذرے حرف جسجا گہ شفاعت کا
کرے وان ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

لکھا جب سے قدم مسند پر آ اون نے شریعت کا
کرے ہے موج بحرِ معدلت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پر خس کے شررکا ٹک ارادہ ہو
گرہ کو آگ کے دو ہین کرے غرق آنکھ پانی

موافق گر نہ کرتا عدل اوسکا آب سے آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکلِ لعلِ رمّانی

یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جکمین
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لیجانی

پلے ہے آشیان مین باز کے بچہ کبوتر کا
شبان نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی

ہما آسا ہے پر واز رخ اوجِ سعادت پر
کرے ہے مور چڑھکر سینۂ دو پر سلیمانی

کھلے ہے غنچہ رگل باغ مین خاطر سے بلبل کے ۔ جواب اوراق جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی
جہان انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا ۔ تو اُسکے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی
ہزار افسوس ایدل ہم نہ تھے اسوقت دنیا مین ۔ وگرنہ کرتے یہ آنکھین جمال اُسکے سے نورانی
نہونے سے جدا سایہ کے اُس قامت سے پیدا ہے ۔ قیامت ہوویگا دلچسپ وہ محبوب سبحانی
جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے ۔ بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بیموقع ہوا سرزد ۔ جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردود مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لیگیا مجکو نہ یہ سمجھا ۔ کہ وہ جہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی
جو صورت اُسکی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد ۔ جو معنی اوسمین ہین بیشک وہ ہین معنی ربانی
حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر ۔ کہ دیکھا جسنے اسکو اون نے دیکھی شکل یزدانی
غرض مشکل نہین ہولی کہ پیدا کرے ایسے کو ۔ خدا اگر یہ نہ فرماتا نہین کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سودا مین دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

قصیدہ در نعت و منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو ۔ حسن بتان کے دور مین ہی سحر ایک شام دو
ہین دو تنک شراب اور ساقی کی چشم مست یہ ۔ کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو
میرے تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج ۔ واقعی مین تو ایک ہین گو کہ ہووے نبام دو
خون جو کیا ہے بیگنہ تونے مرا دل و جگر ۔ لیوینگے تجھسے حشر مین اپنے یہ انتقام دو
تجھسے وفا دھر کی دیدہ و دل کو ہے طمع ۔ کرتے ہین اوٹھ ہر ایکدن ملکے خیال خام دو
ابروے یار کا خیال دلمین رہے ہے روز و شب ۔ ہووے جو تیغ آبدار کیدن نہ کرے نیام دو
فکر معاد اب کرین یا کہ معاش کا تلاش ۔ زندگی اپنی ایکدم سمجھیے کیونکہ کام دو
پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ ۔ بیٹھکر ایکجا ہم کہین ہو دین جو ہم کلام دو

خورد و بزرگ دہر مین نسبت جام و شیشہ جان بادہ تو اُونمین ایک ہے گو کہ ہوئے ہین نام دو
دلکو میان خط و زلف تین جو رکھے یہ عدل ہے ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو
کہتی ہے مجھسے مغفرت ہووے گی خوب یہ غزل ہمرہ نعت و منقبت کر اسے انصرام دو
اپنی یہ عرض اس سے ہے کہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو ایک زمین ہو سنگلاخ اسمین تو ہو دین کام دو
دے ہے جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہے یہ ایسے کہے قصیدے تو صبح سے لیکے شام دو
مطلع نعت و منقبت کہہ تو چکا ہے میر یجان بس نہ مجھے آکے مانگ لے کرکے تواب کلام دو
مثل زبان خامہ ہین گر نبی و امام دو معنی تو اُونمین ایک ہین گو کہ ہوئے ہین نام دو
ہونے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو ایک کرے اشارے سے قرص مہ تمام دو
جاکے انھونکے رتبہ تک باندھے ہون گر خیال و وہم وقت مراجعت جو کچ ایک کرین مقام دو
انکے طواف روضہ کو پہونچے کبھو نہ جبرئیل رکھ کے زمین پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو
موسی و خضر اور مسیح در پہ انھونکے وقت طوف ایک سے جو جیہ بدار کرتے ہین اہتمام دو
سجدہ کرین ہین مہر و مہ در پہ انھون کے روز و شب مہر ہے اس سے یون ہوا داغی ہین یہ غلام دو
ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر دیتے نہ گر زمانہ کو مل کے یہ انتظام دو
وصف براق و دلدل انکے تو مین کیا بیان کرون شرق سے تا بغرب تک جسکے تئین ہین گام دو
مرضی حق نہین ہی یہ دو ہون ہلال اور ایک بام ورنہ پھرین دو عرش پر ایسے ہین خوش خرام دو
تیزی شاہ انکی تیغ کی مجھسے بیان ہو سکے خامہ کی ازبان ہوئی لکھنے سے جسکا نام دو
اسکے خیال مین کوئی دیکھے جو اپنے آپ کو احولون کی طرح اُسے آوے نظر تمام دو
یاد ہین اسکے گر عدو دیکھے جو اپنے باپ کو مائی کے بچے حلال ایک ہے اور حرام دو
سودا اب آگے کیا کہون مجھسے کہے ہے انکا ذکر قطع کلام کرکے تم مدح کو اختتام دو
چاہیے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو کہین علی نبی سے یون اسکا صلہ تمام دو
ہے یہ امید اسے یہی یون علی سے نبی کہین اوروں کو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو

یہ بھی صلہ نہین ہے کم عرصۂ حشر مین اگر
یاد کرین جو مجھسے کو ایسے با احترام دو

قصیدہ در منقبت شیر بیشۂ شجاعت میر میدان سخاوت حیدر کرار صاحب ذوالفقار

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ
کھلے جو کام سے میری پڑے ہزار گرہ

معقد اتنی ہے خاطر میری کہ جائے نفس
کرون گا مین بدم واپسین شمار گرہ

عجب نہین عوض اشک چشم سے میرے
جو دے برنگ سحاب تگرگ بار گرہ

نہ لٹ دھوئین کی ہی یا رب نہ زلف محبوبان
رکھے ہے کیون مری خاطر کو روزگار گرہ

کھلے نہ تجھ پہ تمنائے دلکی میری بات
رہی زمانہ مین اک یہ بھی ایکبار گرہ

فلک کو پہونچے سر گرد باد مجھ دل کا
جو ساتھ آہ کے پیچش کے ہو غبار گرہ

طرح ہلال کے ہوتا ہے ناخن تدبیر
کشادہ کار ہمارے مین بدردار گرہ

گیا ہے چھوڑ کے یون دلمین عقدہ غم تیرا
کہ بند یار مین دیجائے جیسے یار گرہ

جہان مین جو ہی گرہ اسکو پائداری ہے
نہین جو بستگیٔ دل کی پائدار گرہ

کھلے نہ اب جرس دلکے نالہ کرنے کو
ہمارے اشک کے ہو قافلہ مین یار گرہ

برنگ شیشۂ رمے وقت اشک ریزی کے
گلے سے پڑتی ہے دل تک ہزار بار گرہ

سوائے ناخن دست فنا میرے دل سے
کھلی نہ بحر جہان مین حباب وار گرہ

علاج قتل ہی واشد کا اب میری کہ زندان
پہونچتی ہے بدم تیغ استوار گرہ

کرو رمرتبہ فصل بہار مین کھولی
صبا نے غنچوں کی جاسے لالہ زار گرہ

ق

ہزار حیف کہ یہ میرے دلکے رشتہ کی
کھلی نہ اے نفس سرد ایکبار گرہ

غلط ہے تو جو زمانہ مین سمجھے یہ سودا
کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ

بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی
کسیکے کام کی کھولین نہ زینہار گرہ

غضب کے پنجہ سے جسکے برنگ دانۂ شک
نہ آسمان کی ہو جائے تار تار گرہ

ثبات چرخ پہ اسکے نہیب کے آگے
کہ جون دھوئیں کی نہین رکھتی اعتبار گرہ

جو ضرب گرز کی پشت فلک پہ اسکے آئے
تو کہکشان وہین ہو جائے شکل مار گرہ

جو اسکے عدل مین خس منھ پہ موج کی آجائے
تو ہو سمٹ کے وہین بحر بے کنار گرہ

کیا ہے دلمین خیال اُسکے وصف گلگون کا
ہوئی ہے غنچہ مین اب باد نو بہار گرہ

ثنا مین اسکے وے کیونکہ اب بندھے ہے مضمون
ہوا کو دے نہ سکے کوئی زینہار گرہ

ہر ایک اپنے مولی کے کیون نہ خاطر سے
کھولے روز نبرد اوسکی ذوالفقار گرہ

رکھے ہے جسکی برش آکے کوئی چرخ پہ حکم
کہ جیسے پیش دم تیغ آبدار گرہ

کیا مین فرض کہ اتنا ہے سر عدو کا تڑے
کہ جسکے جوف مین گردون سے آئین چار گرہ

پر او سپہ تیر جو بیٹھے تیرا تو یون پھوٹے
کہ جیسے ہوتی ہے منکی کے وارپار گرہ

دغا کے روز عدو کو جو تو اوٹھا لیوے
سنان پہ بھالے کے سینہ سے کر دو چار گرہ

تو نیزہ باز کبوتر کی طرح سے ہر دم
لگی وہ کرنے ہوا پیچ بار بار گرہ

زبس رواج تیرے عہد مین ہے بخشش کا
برنگ آبلہ دل ہے یہ ناگوار گرہ

گدائے در نے تیرے مہر کے تئین زر سرخ
دیا ہے کھول کے دامن سے اپنے بار گرہ

شہا مین کیا کہون انگشت دست کے اُسکے
جنھون گھس گئی گنتے ہوئے شمار گرہ

کبھو نہ کھل سکے مرضی سوا ترے تقدیر
کسیکے کام سے کھولے اگر ہزار گرہ

خصوص مین کہ معقد ہے یہ میری خاطر
کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ

پس اب بتا کہ اس و بکھیڑے کی سوا ترے
کھلاوے کس کنے جاکر وہ خاکسار گرہ

وہ تیری ذات ہے مشکل کشا کہ جو کھولے
جہان کے کام سے کیا لیل و کیا نہار گرہ

امید مجھکو بھی ہے تیرے حرف قوت سے
نکر سکے میری خاطر مین اب قرار گرہ

سپند گرمیِ آتش سے جون گریزان ہو
میرے بھی دل سے کرے اسطرح فرار گرہ

کرون ہون ختم دعائیہ پر سخن کہ ادب
زبان کو دے ہے خموشی سے شعلہ وار گرہ

موالیانکی دلون کی شگفتگی کے ساتھ
ہمیشہ گل کیطرح دیوے روزگار گرہ

برائے خاطر اعدا زمانہ ہر ایک آن
طلب کیا کرے غنچون سے مستعار گرہ

قصیدہ در منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

یار و مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک
مین کتان بلبل و پروانہ یہ ہم چارون ایک

ہے مجھے ابر و ہوا شیشۂ و جام اب کے ہولی،
یار اگر کلبۂ احزان مین نہو دے تو ہمین
آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے
باد تند و شرر و برق و خس و خار اسے یار
نازا سکو ہے جسے تجھ سے رضا و تسلیم
جسکے تو پاس نہووے تو اوسے عالم مین
سبزۂ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون یک جا
اون کے نزدیک جو ہین خاک نشین دربار
زاہد و پیر مغان برہمن و شیخ اے یار
کروے پلمین کرشمہ نے تیرے آنکھون کے
خرد و ہوش دل و دین کرین ہین پیدا
کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا
شاہ مردان تیری خلقت جو نہوتی منظور
دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ،
ماہ نو پشت فلک قوس قزح تیر شہاب
خلق سمجھے ہے کہ ہین نزد ترے بخشش کے
یہ غلط فہمی ہے ہین ورنہ تیری ہمت پاس
طبع انسان مین تیرے عدل سے رکھتے ہین اثر
ستم و ظلم و تعدی و جفا عالم سے،
آفت و قہر و بلا و غضب آفاق کے بیچ
در پے عدل ہے اتنی جو لگے وہ دو پر
حکم رکھتے ہین بمیدان سخن تیرے پاس
شیر و پیل و نبرد و ردبا تیرے آگے سے
رنگ عشاق و ہوا برق زمانے کے بیچ
وہم و اندیشہ خیال اور وہ معشوق نژاد

گریہ و نالہ دل و دیدۂ نم چارون ایک
خلوت و شمع دل و داغ الم چارون ایک
غمزۂ و ناز و ادا عشوۂ صنم چارون ایک
خو تیری خلق ہوئی ہوگئے ہم چارون ایک
لطف و اشفاق ترا جور و ستم چارون ایک
مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک
ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چارون ایک
مسند و روے زمین تخت و کلم چارون ایک
ولمین رکھتے ہین تیرے ہاتھ سے غم چارون ایک
مسجد و میکدۂ و دیر و حرم چارون ایک
دیکھکر یار تجھے صورت رم چارون ایک
ہوگئے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک
ہوتے عنصر نہ کبھو مل کے بہم چارون ایک
حکم رکھتے ہین تیرے پیش کرم چارون ایک
بار احسان سے تیرے رکھتے ہین خم چارون ایک
اشرفی روپیہ اور دام و درم چارون ایک
در مکنون و خزف قطرۂ و یم چارون ایک
حنظل و آب بقا شربت و سم چارون ایک
ہوگئے ایسے مین گم رستے عدم چارون ایک
ہوگئے ابشین ترے تیغ کا دم چارون ایک
نا سپے اونکو تو نے بیش و نہ کم چارون ایک
نیزۂ و تیر قضا سیف و قلم چارون ایک
بھاگ جاتے ہین دم کرکے علم چارون ایک
تیرے توسن کے ہوئے مل کے قدم چارون ایک
رکھتے ہین قطع مسافت مین یہ دم چارون ایک

انوری سعدی و خاقانی و مدّاح ترا انا
رتبهٔ شعر و سخن مین ہین بہم چارون ایک

ایک ڈنکا ہے اب اقلیم سخن مین انکا
رکھتے ہین زیر فلک طبل و علم چارون ایک

سخن و نطق زبان اور فصاحت اُنکی
سنکے سحبان کہے یہ لا و نعم چارون ایک

عیب بین ہو کے جو دیکھے کوئی اُنکے اشعار
آنکھین اُس شخص کی اور گوش اصم چارون ایک

جوہری ہووے جو بازار سخن کا سو کہے
قدر و قیمت مین ہین باہم یہ قسم چارون ایک

ہجوگران کی ہو منظور کسی شاعر کو
کر جدا ایک کو اسنے کہے ہم چارون ایک

کر دعائیہ یہ سودا تو سخن ختم کہ ہین
اثر و وقت زبان دست بہم چارون ایک

یا الٰہی طرب و جشن و نشاط و ممدوح
رہین آفاق مین تا حشر کے دم چارون ایک

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہ

زخمی ہین ترا اور گلستان ہے برابر
سر خرمن گل گنج شہیدان ہے برابر

کہتے ہین جسے سرو گلشن کی ہے وہ آہ
نرگس لب جو دیدهٔ گریان ہے برابر

فریاد کنان بلبل و دیوار چمن مین
جو رخنہ ہے سو چاک گریبان ہے برابر

ہے سینۂ تفسیدہ ہر اک تختۂ گلزار
جو غنچہ ہے سو وہ دل سوزان ہے برابر

سوز دل عشاق تماشا جو ہو تجھ کو ن
یہ سینہ پُر از داغ چراغان ہے برابر

دریا میری آنکھون سے یہ بہتا ہے لہو کا
مژگان سے مرے پنجۂ مرجان ہے برابر

آنسو نہ تھمے تجھ سے کبھو میرے کہ تجھ پاس
لخت دل و گلبرگ بد امان ہے برابر

یکسان ہے وجود و عدم انسان کا ترے پاس
یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہے برابر

خونریزی مین تیر کو لنے ترے چشم ہین ہمسر
خنجر سے آنکھون کی صف مژگان ہی برابر

آنکھون سے مروت تری اور دل سے ترے رحم
قسمت سے یہ اپنی کہ گریزان ہے برابر

پڑتے ہین جو ہے تیر اجل یار سوا وسکے
تیر نگہ دیدن پنہان ہے برابر

حیران ہون ترے سامنے کس طرح مین ٹھہرا
جانے مین ترے آگے دل و جان ہے برابر

کیا درد بیان تجھ سے کرون مین کہ ترے پاس
میرا سخن اور کذب رقیبان ہے برابر

سنتا ہی نہین بات میری تو جو سنے بھی
وہ بات پھر اور طائر پرّان ہے برابر

تو نے وہ کہا کیا کہ جسے مین نے نہ مانا
یان حکم قضا اور ترا فرمان ہے برابر

دلداری سے تجھے کرنی کسو کی نہین آتی
تو سب کے دل و جان کا خواہان ہے برابر

ظالم مین نواحی مین ترے گھر کے جو دیکھا
ہر سمت صفِ گورِ غریبان ہے برابر

یونہین ہے جو خاطر مین ترے مین بھی ہون حاضر
یہ زندگی اور روح کا سوہان ہے برابر

آزاد منش مجھسے کا اسے یار شب و روز
دل مرغ گرفتار کے نالان ہے برابر

لے شام سے اور صبح تلک صبح سے تا شام
اشک آنکھو نسے میرے در غلطان ہے برابر

رہتی ہے تپ غم یہ سدا مجکو ن کہ میری
آہ سحر و شمع شبستان ہے برابر

اعضا مرے جسطرح جسے جلتے ہین کہون کیا
وہ سوزش و آتش بہ نیستان ہے برابر

عزت کی کہون اپنی سو کاہے کو کسیکی
عزت ترے در کی سگ و دربان ہے برابر

کیا درد کہے سامنے تیرے کوئی اپنا
یان زخم دہان ولب خندان ہے برابر

فریاد کرون کس سے کہ رہداری کی تیرے
کہنے کے لیے گبر و مسلمان ہے برابر

ثالث کرون اب وان کہ جہان حق بطرفین
مور و ملخ و دیو سلیمان ہے برابر

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا
اور ہے بھی جو کوئی شہِ مردان ہی برابر

ہے علم الٰہی سے وہ اُمّی لقب آگہ
وان عقل کل و طفل دبستان ہے برابر

دونون کا نہین امر کم از امر الٰہی
دونون کی حدیث آیۂ قرآن ہے برابر

یکقطرہ جو ہو ابر سے رحمت کے اُنھون کے
وہ نار سقر کے لیے طوفان ہے برابر

ہے وزن مساوی اُنھونکین حلم خدا کا
خالق کے وہ دو پلۂ میزان ہے برابر

اس حرف مین جو شبہ رکھے ہوکے مسلمان
اُس شخص کا الحاد سے ایمان ہی برابر

سودا بدوئی بول مت آگے کہ نبی سے
اس مرتبہ وہ اشرف الانسان ہے برابر

جسطرح تجلی کو خدا کے نہین انکار
حیدر بھی محمدؐ سے بدنیسان ہے برابر

اے خامہ چل اب جلد مدینہ سے نجف کو
منظور سعادت ہے تو یان وان ہے برابر

شاہا در درگاہ کا تیرے جو ہے قندیل
کب جلوے سے اوسکے مہ تابان ہے برابر

جو خاک ہو اور کے تیرے خاک کا اُسکے
جو ذرّہ ہے سو مہر درخشان ہے برابر

ناقہ ترے مشتاق زیارت کا برفتار
صرصر سے سحر کی بہ بیابان ہے برابر

دان مرتبہ رکھتا ہے جرس خضر کے دل کا — داؤد کے رتبہ سے حدی خوان ہے برابر
جو صاحب تحقیق ہین اون سے نہین مخفی — چشم اوسکے مین تو ظاہر و پنہان ہے برابر
یا زہر کی اور زہر کی شاہا بہ نباتات — جون کی پرورش موسم باران ہے برابر
تیرا بھی اسی طرح سے خلقت مین خدا کے — ہم دشمن و ہم دوست پہ احسان ہے برابر
لنگر جو تیرے حلم کا جاری ہو زمین پر — پانی پہ زمین کشتی پہ طوفان ہے برابر
بیشہ مین عدالت کے تیرے گرگ سے تا شیر — گلہ کی نگہبانی کو چوپان سے ہے برابر
ہر خاک مین ذرہ کے صبا عہد مین تیرے — گلشن مین ترشح کے نگہبان سے ہے برابر
شاہا تو وہ عادل ہے کہ شمشیر سے تیرے — دو حصہ عدو ہو تو میزان ہے برابر
جون مہر ترے رخش فلک سیر کے آگے — ہندوعربستان و صفاہان ہے برابر
تو راز الٰہی ہے کرون کیا تری تقریر — گو منھ مین زبان ابر در افشان ہے برابر
شایان ہے تیرے وصف کے قرآن کی فصاحت — یان اسکے سوا طوطی و سحبان ہے برابر
جس جا چمن وصف نے گل تیرے کیا ہے — سوسن کی زبان سے یہ زبان دان ہی برابر
سودا بدعا ختم کرے ہے اسے شاہا — تجھ مدح مین یہ نظم ہزیان سے ہے برابر
یارب یہ سدا گوش زد اپنے ہو کہ باہم — دل دوستون کا خرم و شادان ہے برابر
کہتے پھرین دشمن کہ تب غم سے ہمارے — آتشکدہ و سینہ سوزان سے ہے برابر

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ

اوٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل — تیغ اردی نے کیا ملک خزان مستاصل
سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک — دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل
قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض — ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل
واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ — آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل
بسکہ تھی ہر گل نورستہ کی رنگ آمیزی — پوشش چھیپٹ قلمکار ہر دشت و جبل
عکس گلبن یہ زمین پر ہے کہ جسکے آگے — کارنقاشی مانی ہے دوم وہ اول

تار بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بارسے آب روان عکس ہجوم گل کے لوٹتے ہے سبزہ پہ ازبسکہ ہوا ہے بیکل
شاخ مین گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہے شمع سان گرمی نظارہ سے جاتی ہے پگل
جوش روئیدگی خاک سے کچھ دور نہین شاخ ہین گاؤزمین کے ہے جو پھوٹے کونپل
دم عیسی سے فزون فیض ہوا ہے یان تک دین مین قسم جمادات سے شاید ہو خلل
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زبان سے اپنے کہین دعواے خدائی نکرین لات و ہبل
حد ایام کی پیش ازمدد نامیہ سے بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل
سبز ہوتا ہے تفصیح کے سبب سے ہر بار جو زبان سے سخن اب طوطی کے آتا ہے نکل
وست گل خوردہ و شاخ گل و گلزار بہم بجہان نشو و نما کرتے ہین ہین ضرب مثل
غنچہ پہ کچھ نہین موقوف عجب فصل ہے یہ گل بہم پہونچے ہے عقدہ ہو کسی طرحکا حل
آوے ہے ان کے نظر لاکھ طرحکا وہ پہول ادن گلون چھپٹ جو نکہہ کے ہین سدا مستعمل
یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا چاہتی ہے لبہا جبت کرے سبزے سے بدل
چشم نرگس کی بصارت کی زبس ہے دریے غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہے مکحل
اسقدر محو تماشا ہے کہ نرگس کی طرح چشم سیار گلستان مین جھپکتی نہین پل
آب جو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پہ ساغر لعل مین جون کیجئے زمرد کو حل
سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل
برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیابان مین نسیم پانون رکھتی ہے صبا صحن مین گلشن کی سنبھل
اتنی ہے کثرت لغزش بزمین ہر باغ جو ثمر شاخ سے اوترا سو گرا سر کے بل
فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل
دانہ جس شور زمین سے نہ بھلا دہقان سے سبز وان دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل
کشت کرتے ہین ہر ایک تخم سے از فیض ہوا گرتے گرتے بزمین برگ بر آتا ہے نکل
سبز فام اندنون آتا ہے نظر ہر گل رو خواہ ہو شیخ پسر خواہ ہو فرزند مغل
جوہری کو چمنستان جہا نہین اس فصل آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل

تا کجا شرح کرون مین کہ بقول عرفی — اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل
نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے — ہے فضا اُسکے تو دو چار ہی دن مین فیصل
اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام — رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل
تا ابد طرز سخن کی ہے میری رنگینی — جلوۂ رنگ چمن جاویگا اک آن مین ڈھل
تام تلخی نہین مجھ نطق مین جز شیرینی — یک طرف نار گلستان مین ہے گیسو حنظل
ہین برد مند سخنور مرے ہر مصرع سے — مصرع سرو سے پایا ہے کسینے بھی پھل
ہو جہان کے شعرا کا مرے آگے سر سبز — نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل
ہے مجھے فیض سخن اسکے ہی مداحی کا — ذات پر جسکے میسر ہین کئی عز و جل
مہر سے جسکے منور رہے دل جون خورشید — رو سیہ کینے سے جسکے رہے مانند زحل
بغض جسکا کرے جون مور سلیمان کو ضعیف — مور کو حب سے ملے جسکے فیلونکا سا بل
جاے وصلت بہ نبی جسکو نہ دے غیر از عرش — فرش گلزار زمین حق نے سمجھ مستعمل
شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر — وصی ختم رسل اور امام اوّل
خاک نعلین کی جسکی مدد طالع سے — ہو پہنچے اُس شخص کو جو شخص ہو اعماے ازل
وہ نظر آئے اُسے دہر کی بینائی سے — رہ گیا اور رہیگا جو ابد تک احول
مدح غایب سے کھلے اوسکے نہ مداح کا دل — رو برو مطلع ثانی سے یہ ہو عقدہ حل
دید تیرا بدوئی حق سے نگہ کا ہے خلل — ایک شے دو نظر آتی ہے بچشم احول
تیری قدرت بجہان قدرت حق کے خاطر — خلق کے وہم غلط کار مین ٹھہرے ہے مثل
مرضی حق تری مرضی سے ہے جون تا جو ہر فرد — اس یقین مین نہ گمان کر سکے زنہار خلل
علم تیرا نہین کچھ علم خدا سے باہر — ہے عمل بھی وہی تیرا جو خدا کا ہے عمل
راے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ — کرے تا حشر نہ عیسے کا مداوا یہ کسل
سر کے پیکان نہ قبضے سے کمان کے سر ہو — ہو اشارہ جو ترا تیر قضا کو کہ نچل
ٹک تری مرضی سے باہر جو کرے کام جہان — ہاتھ سے کام زمانے کے دو ہین جانے نکل
معنی علت غائی جو نہ ہو تو اون کا — خانہ ہر دو جہان پھر ہون دو بیت مہمل
سایہ ہین دست کرم کے ترے ہر صبح و مسا — دولت ہر دو جہان سے ہو غنی عبد اقل
دین و دنیا کی ہے اشیا سے کہین وہ اعلی — ہو وے جو شے ترے اشیا مین سبھو سے اسفل

جو گدا ہے بجہان تیرے گدائے در کا — اسکی درگاہ و گدا کہیے جسے اہل دول

ایسی بخشش نہوئی تجھسے کہ جسکی لشمار — حدِ تعداد ہے جتنی نہوئی ہو مفصل

وصف تجھ تیغ دو سر کا مین کرون کیا شعر مین — دل مجنونکی جو میدان مین کرے ہے صیقل

اُسکے قبضہ پہ جو ہو دست مبارک تیرا — نرہین دین محمدؐ کے سوا اور ملل

کھینچ اُسے گر تو عدو پر کرے میدان نہیب — استقامت کا زمانیکے قدم جاے نکل

عرض مین سے دو طرف ہوکے لگے بہنے طول — پڑے دریا مین جو وہ تفرقہ انداز او گل

جمع کب رہ سکین اعدا کے حواس خمسہ — دیکھکر اُسکو علم ہاتھ مین تیرے یک پل

تو ام اجزا جو موالید کے ہین یکدیگر — منجمد رہنے مین اُنکے وہین آجاے خلل

نرم اور سخت مساوی ہے کسو پر آدے — خواہ بر روے قمر خواہ وہ بر پشت جبل

اسکو آسیب نہین صورت شمشیر قضا — نہ ٹھہرے وہ نہ مرے وہ نہ پڑے اسمین بل

زیر ران ہے جو ترے رخش فلک سیر شہا — ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل

شکل کیا اُسکی بتاؤن کہ جسے شوخی سے — دائرہ بیچ تصور کے نہیں پڑتی کل

اُسکی سرعت کا مین حسن کہون کیا جسکے — زلف معشوق کا دیکھے سے نکلجاوے بل

پرغہ و گام سے باہر ہے کچھ اُسکی رفتار — ہے چھلاوے کیطرح چال مین اُسکے چھل بل

پلۂ ہاتھ سے شاطر کے اگر ہو جاوے — پڑ سکے تیجھے نہ اُسکے کوئی جز اُسکے کفل

جست و خیز اُسکی بیان کیجیے گر پیش حکیم — اعتقادات حکیمانہ مین آجاے خلل

فاش سے زین کے ذرہ جو اُچپک جاے عنان — مارے جون رشتے زمین پشت فلک کو وہ کھنڈل

میخ سے نعل کے اُسکے مین اگر دون تشبیہ — کرے دوری کو تمام اپنے ببک آن زحل

اُسکی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ — نسبت اُسکی فرس ایسا کہ جسے کہیے اجل

توسن وہم کو دوڑاے جو ساتھ اُسکے تو ہو — بازگشت اُسکا تمام اُسکے بگام اول

خانۂ زین کب اُسکا ہے کم از بیت اللہ — تجھسے معنی کی نشست آ اسمین ہو جب روز ازل

ہیبت عدل یہ تیری ہی کہ ہر دشت مین شیر — واسطے درد سر آہو کے گھسے ہے صندل

سامنے نرکے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز — گرگ کے پوست کو منڈھوا کے بجائین جو دہل

مور د سنگ ہو شیشہ تو غضب سے کر دے — کوہ کو ہر دو کف دست مین ملکر خردل

ذکر و اذکار ترے حفظ کا گر آجاوے — کسی محفل مین تبرک بزبان پر یک پل

شعلۂ شمع کی گرمی سے یقین ہے دل پر
شب سے تا صبح قیامت نہ سکے موم پگل

معدلت کیش تری ذات ہے ایسی شاہا
آنچ سے آگ کے ٹک خس مین جو آ جاوے بل

کرۂ نار تجھ آتش سے غضب کے جل کر
چشم لولی فلک کے لیے ہووے کاجل

مرغ زرین فلک عہد مین تیرے شاید
بوجھ کر دانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل

تار تار اُسکے جو یہ بال و پر آتے ہین نظر
باز قدرت نے ترے پنجہ سے ڈالا ہے مسل

امر سے نہی کے تیرے یہ جہان یا شہ دین
کام پہونچا ہے مناہی کا بھی یانتک بدل

کہ حیا سے بچمن غنچہ سر اپنا کیا داخل
نسبت شکل صراحی سے اُٹھا دے یک پل

جب سے گل بوتے بلبل نے قماری کو سنا
عشق گل تب سے دھویا کرتی ہے دل سے مل مل

جوش مین آوے یہ کیا معنی خم لالے شراب
چشمے سے مین یہ ڈرون ہون نہ سکے آ ابل

رقص بیدخل کچھ اب ردی مین پڑی ہی نہین
تیجھے لولی فلک کے بھی نہ بلجے منڈل

کیونکہ آواز مغنی ہو گلے سے باہر
شرم سے ساز کے پردوئین سدا ہے اوجھل

امر حق سے جو ملائک نے یہ چاہا سو نہین
علم کا بار ترے کوہ و فلک کو بہ ازل

عرض دونون نے کیا یون بجناب اقدس
بوجھ اسمین ہے بہت ہم ہین گرفتار کسل

آخرش تجکو ہی پایا متحمل اوس کا
جب یہ دیکھا کسی سے نہین سکتا ہے سنبھل

دشت ارزن مین جو سلمان کو ملے تجھسے نجات
کچھ ترے وصف سے نسبت نہین رکھتا یہ عمل

گر اسے کر کے بیان سمجھون ثنا کی مین نے
خلق سمجھے گی دماغ اُسکا ہوا ہے مختل

جسم سا جو کوئی در کا اسد اللہ کی ہے
کلۂ شیر کو روبہ کے نہ سمجھے پیشکل

محرم کنہ جو تیرا ہو کرے تیری مدح
سو تو جز علم خدا علم ہے سب کا مہمل

وصف تیری کی ہے شایان زبان تیری ہی
سمجھے تو آپ کون یا تجکو خداوند اجل

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کیا مین اس سے
رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن ہے اسفل

عرض احوال ہے اپنا ہی مجھے اس سے غرض
تا بآخر جو یہ موزون مین کیا از اوّل

سو تو وہ کیا ہے رہا ہووے جو تجھسے مخفی
سادہ لوحی یہ مرے سمجھیے یہ نظم حمل

سب کا احوال ترے پیش ضمیر روشن
ایک سے دونون مین کیا ماضی کیا مستقبل

پر کرون کیا مین کہ ہے آٹھ پہر دل میرا
گردش چرخ سے جون شیشۂ ساعت بیکل

نہ تو روزانہ مجھے اس سے خورش کا آرام
نہ میری چشم مین خواب اس سے شبانہ یک پل

کہی جاتی نہین وہ مجھسے جو اُس ظالم نے
لا اٹھایا مجھے گھر بار چھڑا لشکر مین
اس ستمگار سے جب زور مرا کچھ نچلا
داد کو کسکے فلک پہونچے کہ از روز ازل
سامنے اسکے اُٹھے دست تظلم اُسکا
خود یہ ظالم ہے تظلم پہ کرے اُسکے نظر
راست کیشون سے کجی اتنی ہو اس ملعون کو
سات یہ فتنہ ہین کہتے ہین جسے ہفت فلک
مین جو دیکھا نہ کہ از نخل حیات انسان
ہے کہین مہر کہین کین جو اُسے عالم سے
اس ستمگر کے تلون سے یہ عالم ہرگز
سینہ کوٹے ہے نکلتی ہے وہ دروازے پر
حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیط عالم
فی الحقیقت ہیں یہ سب آبلے اختر نہ سمجھ
زہر اپنے کو جو ہیبت سے تری یا حیدر
کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولا
یہ نکو مجھ پہ گوارا کہ گزندا اسکے سے
جلد پہونچا بزمین نجف اس عاصی کون
یان معاش اپنی نہ سمجھون ہون مین اپنی معاد
تجھسے جز راستی کیا عرض کیا جاتا ہے
تجکو کچھ عذر نہین اسمین ترا ہون مین غلام
مدعا اتنی عرائض کا مرے ہے یہ عرض
میری قسمت کے موافق تو معین کردے
ہاتھ پھیلائیے جا زیر فلک کسکے حضور
لیکن اس امر مین ہے حق بطرف خلقت کے

جسطرح چلکے مری اوقات مین ڈالے مین خلل
پال بے چوب تلے اپنے بغیر از بر تل
تب مین ناچار کہی شکوہ مین اسکے یہ غزل
صبح جو نکلے ہے خورشید تو لیکر مشعل
جوہر عقل مین جس شخص کے آجاے خلل
آسیا کب کرے فریاد یہ دانہ کو ہل
کہ دیا سرو کو ان نے نہ کبھو پھول نہ پھل
ایک سے ایک بڑا ایک کے اک زیر بغل
بر لے آوے عمل اوسکا کبھو امید اہل
علم اس کا ہے عجب عقدۂ مالا ینحل
شادی و غم مین نہ دیکھا مین تفاوت اک پل
گر کسی گھر مین کوئی جا کے بجاتا ہے دہل
زہر کا جسکے نہین ہے کوئی پازہر بدل
اُسکے اندام پہ مہتاب سے لیتا نہ زحل
آپ پتیا ہے گیا ہے بدن اسکا سنبھل
تجھسے یون عرض کرے ہے یہ ترا عبد اقل
ہند کی خاک مین اجزاے بدن جاوین گل
گراسے عمر ابد ہے وہ جو وان آئے اجل
اخذ و جر مین ہون بد و نیک سے بالکل دو غل
علم میرا ہے یہ علم اور عمل ہے یہ عمل
خواہ تعذیر کر اب اسکی پہ مجھے خواہ ہل
سر فرو ہو نہ مرا یان بدر اہل دول
اپنی سرکار سے وان ما تحلل کا بدل
دست ہمت نظر آتا ہے جہان کا یہ بغل
کرکے جب دیدۂ قسمت سے سبھو نکلے اچھل

جوہرِ جود و کرم تھا جو بروزِ تقسیم
لکھ گیا ہووے ترے نام بہ نسخیِ ازل

طاقتِ طولِ سخن آگے بھی ٹک سودا کو
بخش لے قوتِ بازوے بنی مرسل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر
نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلامِ اول

برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال
پھوٹے تا نامیہ سے شاخِ شجر میں کونپل

تا ملے خلعتِ نوروز بہ بستانِ جہان
پاوے تا نیرِ اعظم شرف از برجِ حمل

خوشہ روئیدگی خاک سے تا پہونچے بہم
دانہ کو جب تئین کھینچا کرے خرمن سے کل

تا کرے سبزہ برخسارِ گلِ اندام نمود
تا پڑے سنبلِ پیچیدۂ محبوب مین بل

تا رہے داغِ دلِ سوختۂ عاشق گون
پھولتا لالۂ خودرو رہے جب تک جنگل

بحر میں قطرۂ نیسان سے ہو جب تک گوہر
کڑکے تا وقتِ ترشح کے ہوا مین بادل

لبِ معشوق کو تا شہرہ دین شاعر بہ شفا
چشمِ نرگس کے تئین تا کرین نسبت بہ کسل

بوی گل مست کرے باغ مین تا بلبل کو
تا کرے بادِ سحر عقدے کو غنچے کے حل

موج ہو آب کے تا سرو کے پائین زنجیر
جب تلک طوق رہے گردنِ قمری کا مجل

تا لبِ جو پہ کرے خیمہ کو استادہ حباب
تا بچھاوے بروشِ سبزہ فرشِ مخمل

شاخ کے ہاتھ مین تا ہو بہ چمن ساغرِ گل
گل کے جبتک رہے غنچے کے صراحی بہ بغل

تا بہ میخانہ پئین بادہ گلگون مے خوار
ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ و دہل

بچھے تا باغ میں ہر ایک روش پر سرخوش
راہ چلتے مین قدم مست کا تا جاوے پھسل

مہ کے پرتو سے ہو تا چاک گریبانِ کتان
گلِ خورشید سے تا عشق رکھے اہلِ طلل

قدر ہو عود کی تا مجمرۂ آتش سے فزون
لطف بو تا رہے عالم مین بخورِ صندل

تا مسلّم رہے یہ نظمِ بباب الجنت
جب تلک اس سے بر آوے مری امید واہل

نخلِ امید سے اپنے ہون بر و مند محب
ہو محبت نہ تری جنکو نپاوے وہ پھل

درمناقبِ حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب صلوٰت اللہ علیہ

سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے بانی آسمان
منھ پہ لاوے آرسی تا عیب دیکھی مردمان

مستعد اتنا ہے یہ انعی گزند خلق پر
پیچ اسکی چال کا دیکھو تو ہے شکلِ دہان

خوان پر اس روسیہ کے مت سمجھ تارونکی نقل — چمکین ہین تو دیکھین خاکستر کے یہ چنگاریان
ختم اسپر ہو چکی بدخلقی و بدخصلتی — پھر نہ آیا اسکے گھر اسکا گیا جو میہمان
کام عالم کا بسان جو ہے تصویر اُسکے ہاتھ — بند رہتا ہے یہ معنی گو بصورت ہو روان
کھولتا ہرگز نہین ہے کار بستہ سے گرہ — تانہ باندھا چاہے محکم کر اُسے یہ بدگمان
تنگی اوقات کرتا ہے نصیب حسن و لطف — غنچہ گل اس سبب سے رنگ و بو کا ہے مکان
ناتوان کو دے توانائی اگر اُسکی مدد — خار ہو جاوین دو ہین زنجیر پاے رہروان
دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ — نام پیدا گر کرے کوئی تو مٹتا ہے نشان
درپے رنج و تعب رہتا ہے اہل درد کے — دُکھ دہندہ کی ہوا خواہی مین دے ہے اپنی جان
پا برہنہ دربدر مجلو پھراوے دھوپ مین — خار کے سر پر کرے دامان گل کا سائبان
سیل کھینچے دیدۂ بینا مین یہ باریک عقل — پر کرے کحل الجواہر لیکے چشم سرمہ دان
ابر دریا بار کو برساوے دشت یاس پر — خشک رکھے مزرع امید ہر پیر و جوان
ہنس کو موتی چُگاتا ہے سدا یہ بے تمیز — پوست کھینچے ہے ہما کا دیکے مشت استخوان
رشتہ کے خاطر کرے سوراخ گوہر کا جگر — بہر سودا کسان اس سے کسانکا ہو زیان
گر اسے منظور موتی کی کسیکی پرورش — فائدہ اسکو نہین کچھ بلکہ ہو نقصان جان
چشم مطلب یہ دے روشن دیکھکر قصاب کو — فربہی سے نزار گر ہو جاوے مثل پہلوان
دور ہین اس روسیہ کے اب بجز بخل و حسد — دوستی کا تو نہین ہرگز کہین نام و نشان
نور سہ پہ شمع کے دیکھے تو جلتا ہے پتنگ — دشمنی معشوق و عاشق تک ہے اتنی درمیان
ہاتھ سے خست سے اُسکے چکین مثل خاص و عام — حال روشن دل کرے اب مطلع ثانی بیان

ماہ کے خاطر مقرر وقت شب ہے ایک نان
پھر جو یہ بھا ہے سدا ساری وہ ہوے سو کہان

ایک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر — مثل ماہ نو ترے پھرتے ہین عالی ہمتان
کیا کرون اسکی طبیعت کے تادون کہین نقل — کیا کرون نیرنگی گردش کا اب اسکے بیان
آن مین اوج حسب کو پہونچے مجہول النسب — خاک ذلت پر گرے ملین فلان ابن الفلان
چتر ہیتا کا سر نقر اکثر آیا ہے نظر — بار ہا تختہ پہ دیکھا صاحب تخت روان
تا کجا کہیے غرض لوں سفلہ و دونکے مزاج — یک و تیرہ پر نہیں گا ہے چنین گا ہے چنان

پس حجابِ ساہو سن اے دل تو نہ کیجے اسکا ذکر
آشنا گر اب غزل خوانی سے تو اپنی زبان

گر شمیم زلف کا تیرے چمن مین ہو بیان
نکہتِ گل سے پریشان ہو دماغ بلبلان

طوطی تصویر اسکی روبرو کرتی ہے نطق
محو جو دیدار کا تیرے ہو آئینہ سان

مشربِ عشاق پر تنہا نہین ہے دست برد
نازنے تیرے کیا پامال زہد زاہدان

عشوہ کرتا ہے ترا جو کچھ جہان کے سر بسر
چاہیے ہو تربیت اُس سے جفائے آسمان

جس سے پوچھو ہون تو کیون نالاں ہے سو کہتا ہے یہ
ہاتھ سے ان کا فریدون کے نام جنکا ہے نشان

دل مرا دکھیا رہا ہے کاسۂ چینی کی طرح
مو برابر ٹھیس لگتی ہے تو کرتا ہون فغان

نازِ معشوقان جو دیکھو جور گردون سے زیاد
ہے عجب احوال دنیا مین کوئی جاوے کہان

منہ کرو جیدھر کو تو ہوتی ہے آفت روبرو
جسطرف جاؤن تو ہے درپے بلائے ناگہان

اب کہین عالم مین اے سودا نظر آتا نہین
جز پناہ اس آستان کے موضع امن و امان

جسکا پایہ قدر ایسا ہے کہ دیکھین ہین جسے
تھام کر دستار اپنی عرش کے باشندگان

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھتے ہے قدر و منزلت
دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کہان

سطح پر اُسکے ملک پھرتے ہین با ذوق تمام
صحن مین کرتا ہے روح القدس مج اجالے وان

اُسکے قندیل و چراغ آگے یہ خورشیدِ فلک
جون چراغ مضطرب یک قمقمہ کے درمیان

شعلہ کوہِ طور سے کیا کم ہے اس روضہ کی شمع
دونون آپس مین ہین گویا خلقت یک دودمان

عالم لاہوت ہو اسکی نگہ کا سیرگاہ
دیوین جس آدمی کو گرد اُسکے سے کر سیر دان

ہے عنایات و کرم کا مبدع عالم مین وہ
دستِ فیض جود اسکے سقف کا ہے نردبان

ملتجی اُس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی
ملتمس ہر شام دربان سے گدا و خسروان

کیا بتاؤن ہے جو کچھ اسکی کتابہ کو شرف
جسکو سمجھے وہم رشکِ سرنوشت مرسلان

کھولے یک ناخن سے وہ کارِ دو عالم کی گرہ
معجزہ محراب سے اس در کے ہوتا ہے عیان

ایکدن پوچھا مرے دل نے یہ پیرِ عقل سے
کس مکین سے یہ شرف رکھتا ہے کہ تو وہ مکان

یہ کہا سنکر معاذ اللہ اے نادان خموش
کیون کٹایا چاہتا ہے خلق سے میری زبان

مطلق اس معنی سے آگاہی نہین میرے تئین
مجھ پہ اس تحقیق پر مت رکھ یقین بلکہ گمان

واقفِ اسرار اُسکا کون چھٹ اسرار حق
راز کا اُسکے نہین جز راز حق کے رازدان

لیکن اتنا تجھسے کہتا ہون اگر ہے تجکو ہوش
سنکے یہ کر لے اسی سے اپنی تو خاطر نشان

کعبہ کو بتخانہ سے ہرگز نکرتا کوئی فرق
گر نہوتا اُسکا وان پائے تولد درمیان

یہ سخن نکلا زبان سے جو ہین پیر عقل کے
سنتے ہی اس حرف کے دل نے کہا اُس سے کہ ہان

پس یداسد بیشک ولاریب بازوے نبی
قوت ہر یک ضعیف و طاقت ہر ناتوان

گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت
نور چہل اسکان چشم و چراغ قدسیان

اُسکے شمع راے سے روشن ہو جس جا گر چراغ
عقل کل گرد اُسکے بال افشان پھرے پروانہ سان

اُسکے چشم فہم کے آگے سدا اپنے تئین
ہے دو عالم مین جو کچھ مخفی سو رکھتا ہے عیان

گر حقیقت کے چلے پردے کی سمت اُسکی نگاہ
نکلے ہے ادھر سے استقبال کو راز نہان

بار جب کرتے ہین بخشش اسکے سائل کیلئے
اسقدر ہوتا ہے تب طول قطار بختیان

قصد جانے کا کیا چاہے اگر اُس طول کے
اس سرے سے اُس سرے تک پیک وہم فرطان

اسقدر راندہ ہو پہونچے اسکے گر عشر عشیر
تا ابد چاہے کہ ادھر سے پھرے طاقت کہان

لا چکی ہووے عمل مین وہ منہیات خلق
حکم اسکا بازگشت اُسکے پہ گر ہووے روان

کان کے پردے تلک پہونچی ہوئی صوت غنا
پھر کے ادھر سے چلی سوے دہان مطربان

کھینچ کر اپنی مشیمہ اُن سے شراب خورد کو
دانۂ انگور کے شیشہ مین کردین میکشان

اُسکے حفظ عدل مین ہو کس توانا کی مجال
دیکھ سکتا ہو حقارت سے جو ہووے ناتوان

بندوبست ایسا ہے عالم مین کہ تار عنکبوت
کرگدن کیواسطے رکھتا ہے حکم ریسمان

اسقدر رکھتی ہے صولت اُسکی شمشیر دو سر
گر صف اعدا مین جا کر کیجیے اوسکا بیان

ڈالدین رو مین تراُس ہنگام میدانین سپر
موے باریک اپنی گردن کو بتادین سرکشان

کب ہو چلا دے فلک مین اوس گھڑی یاراے نطق
ہونٹ لاگے چاٹنے لکنت کرے منہ مین زبان

اونگلیان اوڑجاوین دم پر اُسکے دست وہم کی
آبداری اوسکی گر کیجے قیاساً امتحان

کس مین یہ قدرت جو کوئی منہ پہ اُسکے آسکے
آشنا ہووے گر اُسکے عکس سے آب روان

دھار پانی کی دو رین لیٹے زمین کے قعر کو
کاٹ کر ادھر کو نکلے پردۂ نہ آسمان

صور اسرافیل سے کچھ کم نہین اوسکا نیام
نکلے وہ اسمین سے تو شور قیامت ہو عیان

جتنی ہے جمعیت افلاک ہووے منتشر
تاب کیا باہم رہین اجزاے ارضی توامان

کیا بتاؤن جسقدر اُسکی برش کا ہے صفا
کیا کرون مین زور بازوے اپنے مولا کا بیان

زور میدان سامنے آوے گر اُس تن کا عدو
کوئی نہ گردون سا جسکے سر کا ہووے استخوان

جب کمر سے کھینچ کر مارے وہ اسکے فرق پر ... موے سر سے ناخن پا تک نہ ٹھہرے درمیان
ہے غرض جوہر تو یہ اسکا جو کچھ تمنے سُنا ... شکل و نام اسکا بتاؤن کیا نہین اہدستان
ہے دو انگشت قضائے مبرم اعدا کے لیے ... ذو الفقار اسکے تئین کہتے ہین لیکن مردمان
اسکے توسن کا جو پوچھا خامے سے وصف جمال ... پڑھ کے یہ مطلع کیا معذور ہون اے مہربان
حسن و لطف و شفتگی کا جسکے کانون کا بیان ... بالون باغ مین سوسن نہین کر سکتی با چندین زبان
دین خراج آنکھون کو جسکے چشم خوبانِ عرب ... باج دیوین بال و دم کو زلف و جعد مہوشان
اسکے بیٹھنے کو سمجھکر قہقہا کہتی ہے خلق ... کیا یہ چرتا ہے بجائے کاہ کشت زعفران
خوش کمر اتنا کہ جون پیوستہ ابرو مین ہو خال ... جانے زین ہے یہ گریبان و کفل کے درمیان
خوش بدن از بس کہ ہو جون خنجر چرخ کبود ... جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہے عیان
نقش سم جس دشت ہو اسکے پر جیسے ذخیر کا ... دین غزالان حرم تک نعلبندی آکے وان
گرم ہووے وہ پری پیکر تو اسکا حسن و لطف ... دیکھے سو جانے سنے سے کسکی ہو خاطر نشان
ہر گلِ رنگِ حنا پر یون عرق دے ہے بہار ... لالہ زار اوپر ہو شبنم جسطرح گوہر فشان
ہے جلا دے مین یہ اس گلگونہ کے دم وار لطف ... جون پون بہنے سے لہراتا ہو سرو بوستان
جب قدم رکھتا ہے وہ محبوب تب ہر گام پر ... صدقے کرتے ہین خرام ناز اپنا دلبران
ٹک اگر جھٹکے عنان جو مثل قاش زین سے ... اسطرح اڑ جائے جون چہرے سے رنگ عاشقان
گر صفِ اعدا پہ سیدھا ہو تو جون تیر تفنگ ... ڈانٹیے اسکو تو پہونچے پیش از آواز تا ہان
پر غلط ہے یہ کوئی اسکو ڈھٹاوے کس جگہ ... صفحۂ روے زمین کا اسقدر عرصہ کہان
ہو اگر یہ شرق مین اور سامنے ہو اسکے غرب ... ٹک اُسے اک کہے اتنا ہی منھ سے لیک ہان
پہونچنے پا دے ہوا ہے ہان تہ منھ کے تا لب ... پہونچے ہے یہ بادپا پاؤنسے وان اور انسے یان
پس جو ایسا ہو تو کر سکتا ہے کوئی اسکا وصف ... جز درود اُسکی ثنا مین کیا کہے میری زبان
سُن چکا سودا زبانسے میری اس مرکب کا وصف ... اسکے لائق ہے ثنا و مدح اور تیرا دہان
ہو کر دوڑون کوس شعر و شاعری سے اوسکی مدح ... دیکھیو کرتا ہے اب زور طبیعت امتحان
مرتبہ ہے جس جگہ اسکا خیال عقل کل ... پہونچنے کا قصد ان سکتے تو ڈھونڈھے نردبان
وہ جناب عالی ایسا ہے کہ جسکی مدح مین ... ہو سکے آدم کی خلقت سے کوئی رطب اللسان
انما کی آیہ نازل ہونے سے پیدا ہے یہ ... مدح مین اسکے ہے خلاق زمین و آسمان

یہ سخن سنکر کہا مین نے کہ یا نتک اے قلم
ہے یہ میرا ہی خیال اب مختصر مین کرتا ہون مدح
ہے غرض اس نظم سے اتنی کہ تا کچھ کیجیے
یا ولی اللہ ہے مجھپہ تیقن گرچہ یہ
لیکن از بس جور گردون نے کیا ہے مجکو تنگ
آفت نوگر بہم پہونچے کسیکے واسطے
خانۂ چشم خلائق سے اٹھا کر خواب کو
ہر کسیکے بھیجے ہے اوج سعادت کیلیے
گلشن امید سے لیکر نسیم صبح دم
گوش زد میرے کی اُن نے کبھو آواز خوش
بانگ جغد دشت کر دیتا ہے اُسکا انقلاب
کب تلک بے امتیازی کیجیے اس ملعونکا ذکر
ڈالتا ہون جسطرف بنیاد اپنے گھر کی مین
گرچہ ہون بے خانمان اُسکی عداوت سے دلے
پر مجھے ہے دغدغہ اتنا کہ یہ ظالم کہین
اے شہ دنیا و دین تجھسے ہے میرا اک سوال
تجھ ہمم سے نفع کو پہونچے زمین و آسمان
کچھ عنایات و کرم سے اپنے مجکو بھی دلا
خواہش دلکے موافق اپنے جو چاہون سو لون
مانگے جو زریکا دانہ پاوے وہ کرمانکا ملک
ایسی بخشش کی کہین عہد سے برآتا ہون مین
ہان مگر یون ہو کہ تیرا پنجۂ معجز طراز
اور بعد از مرگ ہو یا شاہ دین مشت عبیر
پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہے کہ تیرے در سوا
اس سوا اور کیا تمنا ہے کہ کردن مین جسکو عرض

دور عقل و ہوش سے میرے تئین ہے ست گرگمان
مدح سے ہیہات کب وصف سلیمان ہو بیان
عرض اپنے حال کا نزد شہ ہر دو جہان
ہے وہ کیا مخفی جہان مین جو نہین تجھپر عیان
مضطرب ہو کر مین اپنا حال کرتا ہون بیان
بھیجتا ہے اُسکو یہ مجھپہ برائے امتحان
ہین جہان طالع میرے اُس گھر مین دیتا ہے مکان
مژدہ دینے کہہ ہما کو میرے مشت استخوان
دے چراغ بخت کو میرے ہمیشہ ارمغان
جب سے مینے آکے دیکھا ہے جہان کا گلستان
سمع تک پہونچے اگر میرے نوائے بلبلان
تا کجا اُسکے جفا و جور سے کیجے بیان
اُسطرف کرتا ہے یہ سیل خرابی کو روان
خوش ہون مین نہ رنج درکا ہے نہ فکر پاسبان
سر زمین ہند کو سونپے نہ میرے استخوان
مطلع پنجم سے ہے اس نظم مین جسکا بیان
مہر و مہ لیکن سیم و زر یا در لعل و گوہر بحر و کان
لیکن اس داد و ستد کی شرط ہے یہ درمیان
ورنہ جو ہمت ہے تیری کیا کرون اُسکا بیان
چاہے جو طوطی کا پر اُسکو ملے ہندوستان
تیری ہمت کے موافق لون تو مین رکھون کہان
ایک مٹھی بیچ کر دلوے مجھے دونون جہان
واسطے جیب و کفن کے تیری خاک آستان
سر فرو لاؤن نہ مین پیش در نواب و خان
چیز کیا ہے مایۂ دنیا بہ پیش عاقلان

کر تو سودا اب قصیدہ کو دعائیہ پہ ختم
گو خطاب اسکو دیا ہے تو نے بحر بیکران

تاکہ ہیئت کو زمانے کی ہے یا مولا قرار
منجمد جب تک ہے اجزائے زمین و آسمان

دوستون کو تیرے نت اوج سعادت ہو نصیب
خاک ذلّت مین رہین یکسان ہمیشہ دشمنان

قصیدہ در منقبت گل گلزار انّما نور دیدۂ رسول خدا سرور سینہ علی مرتضیٰ ابا عبداللہ الحسین صلواۃ اللہ علیہ

سوائے خاک نہ کھینچون گا منت دستار
کہ سرنوشت لکھی ہے میری بخط غبار

چمن زمانہ کا شبنم سے بھی رہے محروم
اگر نہ رو دے میرے روزگار پہ شب تار

کرون ہون تیز مین دندان اشتہا ہر صبح
زمانہ سنگ ملامت سے توڑتا ہے نہار

عجب نہین ہے کہ جاتی رہی ہو دنیا سے
زبس خوشی نے میرے دلسے اب کیا ہی کنار

شراب خون جگر ہے مجھے گزک دل خویش
صدائے نالۂ دل ہے مجھے ترانۂ یار

رہی نہ شیشۂ صحبت کے بیچ کیفیت
نت اُٹھ کے سنگ سے اس سر کا توڑتا ہی خمار

زمانہ دل کو میرا اور عہد یار کو اب
شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار

زبسکہ دل ہے مکدّر میرا زمانہ سے
بجائے اشک مین آنکھو نسے پونچھتا ہون غبار

کہان تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ
کہ جسکے بخت کی سوگند کھائے ہو ادبار

دلا تو اپنے غم دل کو اب غنیمت جان
بدل خوشی سے اسے دور مین بحر زنہار

کسو ہی سے غم دل یون نہ لیگیا دوران
کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اسکو آخر کار

جو گوش ہوش تو رکھتا ہے تو برابر ہے
صدائے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

تو سادہ لوحی سے ایدل جہانکے ہی کج فہم
کرے ہے راستی اپنی سے ہر زبان گفتار

مین حرف حق کو سنا ہے زبانی منصور
کہ راست گو کو زمانہ مین کھینچتے ہین دار

عجب نہین کہ ہے ابلیس اس سبب مخفی
کہ ہوجیے گا عبث مردم جہانسے دوچار

شب گذشتہ بیٹھ ور وسے مین تھا بیتاب
گذر گیا چمن فکر کی طرف ناچار

سنی مین ایک غزل بلبل طبیعت سے
کہ لخت دل گرے آنکھو نسے اب ہزار ہزار

نہ پوچھ مجھسے کدھر ہے خزان کہان ہی بہار
کہ بلبل قفسی کو ہے گل سے کیا سروکار

عجب نہین ہے کہ بادسموم ہو جاوے
نسیم گر کرے یکدم مرے چمن سے گذار

نہین ہے شادی ہنگام چمن مین دنیا کے
کہ گل ہنسے ہے گریبان پیرہن کو پہاڑ

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہے شراب
کہان مغنی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار

فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہے نہ رہے
کہ خوب بیٹھیے دل کھول کر پکار پکار

شکستگی سے مجھے دل کے یون ہوا معلوم
فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار

پڑا پھرے ہے اسی فکر مین سدا ظالم
کسو طرح سے کسو دل کو دیجیے آزار

رکھے ہے مجھ سے خصوصًا عداوتِ قلبی
خیال خام کو یون دیکھے اپنے دل مین قرار

کہ خاک کرکے اسے ہند مین بناؤن گا
چراغ بتکدہ وحشت خانۂ زنار

کدھر خیال کو اب لیگیا ہے یہ بے مغز
زبس پھرا ہے سر اسکا ہوا ہے کج رفتار

دکھاؤن گا اسے اب مردیون کرین ہین عزم
مشیّت ازلی بھی جو ہووے ہم سے برار

تو روسیاہ کر اس ہند کا کوئی دن مین
اُسی دیار کے گلیون کا ہو جیے گا غبار

جہانکی خاک کو ہے یہ شرف عجب کیا ہے
کہ فخر عرش ہے گر ہووے اُسکے قرب جوار

جہانکے مرگ کو کہتا ہے خضر عمر ابد
خدا نصیب کرے مجکو زندگی یکبار

جو لیجیے کہ مجھسے سُنے صدق سے تو باور کر
محمدی سے فرنگی ہو جو کرے انکار

خدانخواستہ گر آسمان کی گردش سے
قضا طبیب ہوئی گر مسیح ہو بیمار

فلک سے اسکو ملائک کے آگے وان ہو دین
جب اُس دیار کے جاروب کش سے منت دار

اگر وہ خاک دے اسکو شفا کی نیت سے
قضا قضا ہی کرے ٹک اگر کرے تکرار

ہے اسقدر وہ زمین نور سے ہے مالامال
کہ جسکی رات کے آگے نہین ہے دنکو قرار

اسی ہی غم سے جہانمین ظہور کرتی صبح
ہمیشہ پنجۂ خورشید سے گریبان تار

ہوا کے وصف مین اوسکا کے کر لکھونین غزل
مرا سخن رہے سرسبز تا بروز شمار

زبس ہوا کو طراوت نے وان کیا ہے نثار
شرار سنگ مین ہے رشک دانہ ہائے انار

گر اُسطرف سے ہو جاوے صبا چمن کیطرف
نہو سوا ہے زمرد عقیق وان زنہار

جو نخل خشک کی تصویر کھینچے وان نقاش
ہر ایک شاخ دو ہین سبز ہو کے لاوے بار

عجب نہین ہے کہ ہون اس ہوا سے دانۂ سبز
اگر زمین پہ گرے ٹوٹ سبحۂ زنار

عرض مین کیا کہون یار و چمن مین قدرت کے
عجب لطف کی اُس قطعۂ زمین پہ بہار

یقین ہے دل کو اگر ساکنان جنت سے
جو کوئی سیر کرے اس دیار کا گلزار

زبس تماشے سے آنکھون کو وان نہو سیری
پلک کو موندنا نرگس کی طرح ہو دشوار

انھون کی نظرون مین ہوگی بہشت کی کیا قدر
جنھین ہے مسکن و ماوا کیواسطے وہ دیار

بہشت عرض کرین یہ جناب اقدس مین
عجب نہین کہ اسی شرم سے بروز شمار

جو کربلا کے ہین ساکن اُنھون کو ہو یہ امر
سواے عرش نبھیجے کسی طرف کو گذار

تری تو ذات پہ روشن ہے جزو کل کا حال
بھلا ہے پردے ہی مین رکھیے جلوتونکا وقار

غرضکہ دیکھکر اس جا کے مرتبہ کے تئین
لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفسار

خبر دے سکی مجھے اے زمین کہ تجھ مین سے
ہوا ہے کس لیے اُس خاک کو یہ عز و وقار

دیا جواب زمین نے کہ اے فلک ہیہات
نہ دیکھ مجھسے تناسب اسے تو دیگر بار

نہین ہے خاک وہ ہے آبروے آبحیات
نہین وہ خاک ہے کحل الجواہر ابصار

اگر نہ چشم کواکب کو پہونچے اسمین سے
نکر سکے شب تاریک بیچ تو رفتار

مجھے ہے نسبت اُس خاک سے کہان جسمین
ابو تراب کے فرزند نے کیا ہو قرار

امام مشرق و مغرب شہ زمین و زمن
رموز دان خداوند لجۂ اسرار

زہے امام کہ جز خاک در سے یہ جسکے
قبول ہو نہ کبھو سجدۂ نماز گذار

اگر نہو قلم صنع ہاتھ مین اوس کے
تو لوح دفتر قدرت مین فرد ہو بیکار

مہندسان قضا اپنے ہندسون سے اگر
سواے مشورت اُسکے جسے لکھین یکبار

عجب نہین ہے کہ نکلے نہ تا دم محشر
زبان خامہ سے کچھ لفظ غیر استغفار

خدا نخواستہ دیوے چہار عنصر مین
گر اُسکی راے بدلنا طبیعتون کا قرار

ابھی فنا کرے منفذ ہوا کا ذرّۂ خاک
نچھوڑے پانی کا قطرہ جہان مین ایک شرار

گر اُسکا حکم اٹھا دے جہان سے رشتۂ کفر
مجال کیا جو سلیمانی مین رہے زنار

یقین تو جان کہ میزان عدل مین اُسکے
ہوا ہے دانۂ خردل برابر کہسار

اوسکے عدل مین ہے یہ کہ چیونٹیونکے حضور
مجال کیا ہے کہ دم مارے اژدر خونخوار

شکوہ خیمہ کا اُسکے بیان کرون لیکن
کہان خیال کو ہے پہونچنے کا دانتک بار

کہ جسکی دیکھکے رفعت فلک ہے چکر مین
اوسیکے بوجھ سے ہے صفحۂ زمین کو قرار

نہین ستارہ ہین یہ بلکہ لوٹتا ہے گا
کرے ہے عرش اُسے اپنی جبہہ چندل
کمیت خامہ نے اب اُسکے وصف گلگون مین
چمن مین صنع کے جسکے سبکروی آگے
غرض وہ گرم عنان ہو کے جب حمکتا ہے
بیان جلدی کا اُسکے کہا نہ لک مین گردن
چڑھا براق کے راکب نے دوش پر اپنے
امیدوار ہون غلبیت سے اب بلا تجلون
کہے ہے اشہد ان لا الہ الا اللہ
مقابلہ سے کمان کے ترے عدو تیرا
جہان نہ پہونچے ہے تیر خیال کا پیکان
ترے دیار سے جیونٹی کے زور سے شاہا
امور سلطنت اُسکے بغیر مرضی کے
نمط حباب کے قالب تہی کرین دریا
بیان حلم کا ترے مین کیا کرون ہیہات
کرین ہین نہ ورق آسمان کو تا ہی
بھرا زبس کہ شکم حرص جو نے تیرے
گہر نہون جو ترے ابر فیض کے آگے
نگاہ فیض تیری کیمیا اثر اتنی
نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز
شہا ہمیشہ ترے بندگان عالی کے
بہار عرض سے اب عرض او لیکن یہ ہے
صدف نعال میں اپنے بلا کے دے جا گہ
سوائے خاک در اپنے سے اسکو یا مولا
سیتم اگرچہ سراپا ہے جوہر ذاتی

اسی حسد سے انگار دن یہ چرخ لیل و نہار
گر اُسکے فرش کا جاروب سے اٹھے ہے غبار
کیا ہے صفحۂ کاغذ کو تختۂ گلزار
کبھو نہ ایک قدم چل سکی نسیم بہار
نہین پہونچتی ہے برق اسکے گرد کو زنہار
ملک کو جسکی سواری کا عزم ہو دشوار
سکھائی جسکو سواری وہی ہوا و سپہ سوار
حضور یا خلف الصدق حیدر کرار
عدم میں کفر سدا یاد کر تیری تلوار
کبھو نہ بندھ سکے روز نبرد کے قرار
کرے ہے وان سے گذر ترے تیر کا سوفار
کہان زبان کو ہے طاقت جو کیجیے گفتار
جو ہوویں لاکھ سلیمان نکر سکیں زنہار
گرین جو اوس پہ ترے آتش غضب سے شرار
تو ہے گواہ جو کچھ تجھ سے ہو چکا ہموار
شہا اگر تری بخشش کا کیجیے طومار
نہین اب اسکے تئین درد امتلا سے قرار
کرے نہ گر عرق انفعال ابر بہار
اگر وہ ہو کرۂ خاک کی طرف بیچار
عجب نہیں ہے بغیر از طلائے دست افشار
جناب میں یہی سودا رکھے ہے عرض چہار
کہ ہند بیچ پریشان نہو یہ مشت غبار
کہ نور معرفت اس کے تئین ہو شمع مزار
دوئم ہے یہ تو کسی در سے اب نہ دے سروکار
وسے ہمیشہ تہی دست ہے برنگ چنار

چہارم آنکہ ہمہ دوستان بہرہ و جہان | قبول ہو وین بحق الیسر اظہار
رہے فلک پہ مہ و مہر جب تلک قایم | ہمیشہ دیکھے اسیطرح چشم لیل و نہار
موالیان کے قدم سے لگا رہے اقبال | جدا نہو سر اعدا سے چنگل ادبار

قصیدہ در منقبت قرۃ العیون الحسنین اعنی حضرت امام کاظمین صلوٰۃ اللہ علیہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک | جون شمع زندگانی ہے میری زبان تلک
خاموشی آئینہ کی کہے حال روبے خلق | روشندلون کا کام نہ پہونچے بیان تلک
ہے ظالمون کو سختی دوران مدد کہ تیغ | کاٹے وو چند پہونچ جو سنگ فسان تلک
بے ماتم اس چمن مین نہین خندۂ طرب | ہے کسوت کبود گل زعفران تلک
افتادگان نہ لین مدد غیر سے بہیچ | سایہ کو احتیاج نہین نردبان تلک
گرداب تک پہونچ کے شناور ہوئے ہین غرق | ٹک رہ ادب سے آن کے سرگشتگان تلک
سیدھون سے منحرف ہو سو اپنا ہے وہ عدو | بھٹکا جو راستے سے گیا رہزنان تلک
کیا اسکی قدر ہو جو سپاہی نہو نجیب | شمشیر ناصیل کی قیمت کہان تلک
لاف سپہ گری نہ بکے مرد راست باز | پاوے نہ راہ حرف زبان سنان تلک
پابوس پر کسو کے نہ پیدا کرین غرور | پہونچاوے یہ سخن کوئی گردن کشان تلک
رکھین وہ ایک شب تو سر شمع پر نگاہ | پہونچے ہے تا سحر دہن شمعدان تلک
بارگران تلے ہے سبکروح روز و شب | تن کا اٹھائے پھرنا ہے موقوف جان تلک
رہتی ہے پاک طبع بزرگون کی زنگ سے | کیا کام تیغ کوہ کو صیقل گران تلک
راحت انھین کہان ہے جنھین شوکت و شکوہ | پھرتے ہی دیکھتا ہون سدا آسمان تلک
گر ہن کجی ہو راستی دنیا مین پیش رفت | وابستہ ہو نہ تیر کا چلنا کمان تلک
سختی سے گذری اہل سعادت کی یان معاش | ہے منحصر غذاے ہما استخوان تلک
ہرچند گریہ عشق مین نقصان چشم ہے | لیکن یہ سمجھے ناصح نادان یہان تلک
آتش بلند ہووے تو غیر از تلاش آب | ہووے غرض کسو کو نہ سود و زیان تلک

تہا نہ سبز ہو یہ قصیدہ ہے جون چمن — ایسی غزل کہون کہ پڑھیں بلبلان تلک
کیفیت بہار ہے گلشن مین یان تلک — بلبل سے مست ہو گئے اب باغبان تلک
صحن چمن میں پھرتے ہیں مستی سے لوٹتے — لیکر ہوا کی موج سے آب روان تلک
نشو و نمائے سبزۂ و ریحان و یاسمن — ہے طعنہ زن نمود خطِ گلرخان تلک
سوسن پہ اس نمک سے ہے شبنم کہ جون عرق — آتا ہے عارضِ بت ہندوستان تلک
ساقی اٹھا لے شیشہ و ساغر کو لا بیاض — ٹک اس غزل کو پڑھتے چلیں گلستان تلک
آیا نہ ایک گل کبھو اس بوستان تلک — جسکی بہار پہونچی نہووے خزان تلک
وہ مرغ ناتوان ہون کہ صحن چمن سے مین — بے نردبان پہونچ نہ سکون آشیان تلک
کیفیت اپنی سے مین لگون ہون بتا لگے منھ — ورنہ نہ پہونچے ساغر لیے مے لبان تلک
روشن ہوا کے چراغ سے جون نخل شمعدان — پہونچا ہے داغ دل کا مرے استخوان تلک
میٹھا لگے ہے منھ کو میرے زہر دشمنی — پہونچے ہے شہد دوستی جب امتحان تلک
مشکل بہت ہے امر قناعت جہان کے بیچ — لیکر زمین سے چرخ کے باشندگان تلک
ہفتے زیادہ تا شبِ ہفتم سے ماہ کون — قانع نہ رہتے دیکھا کبھو نیم نان تلک
تھا محو رات کنج قناعت مین فکر شعر — تا کہ طمع کو حرص نے جنبش دی یان تلک
گذرا دہن یہ دل مین کہ اس فن کی راہ سے — جا پہونچون مین اگر کسی نواب خان تلک
تو چند بیت مدح مین اس کے قصیدہ طرح — ایسی ہی کہہ کے لاؤن قلم کی زبان تلک
تا ہو یقین کہ صفحۂ ہستی سے اسکا نام — اٹھے کسو ہی طرح نہ دورِ جہان تلک
چھوڑون نہ اس کنے کچھ اس ابیات کا صلا — لے کھود کر زمین کو گنج نہان تلک
القصہ گذری تھی مجھے شب اس خیال مین — ناگاہ پیر عقل نے آ دس مکان تلک
ایسا ہی مارا ایک طمانچہ کہ تا ہنوز — پہونچے ہے رنگ چہرۂ گل ارغوان تلک
کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف — اخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک
یہ قصد ہو ترا کہ مین لیکر بیاض ہاتھ — پہونچا کرون گا ہر در و دربان تلک
بہرِ فلاح دامنِ ہمت نچھوڑیئے — تنگی سے گر ہو چاک گریبان جان تلک
عزت کی گر ہو گوشۂ دامن پہ نیم نان — دستار خوان گو نہ بچھے پانسے وان تلک
روزی کو مضطرب نہو ٹک آئینہ کو دیکھ — تا نان آبرو سے پہونچے ہے روشندان تلک

پس فرض کیا گیا ہے کہ اشعار رتبہ دار
لیجاکے تو پڑھا کرے اُن ناکسان تلک

جو نخوت و غرور سے تحسین کے محل
ابر و سوا سخن کو نلا دین زبان تلک

نزدیک جنکے ہے وہ بڑا صاحب کمال
منصب کی جسکے رتبہ ہو فیل و نشان تلک

گر بو علی سلام کرے آن کر او نھین
سینہ ہی پر وہ ہاتھ رکھین ہین جہان تلک

چاہین کہ ہم کلام ہون اس سے تو یہ کہین
پہونچے ہے تیرا سلسلہ کیش خاندان تلک

آدم تلک اُنکے پاس غرض آدمی نہین
پہونچا دے تا نسب کہ نہ شایستہ خان تلک

سودا تو اُنکی مدح کریگا کہ جسنے دروغ
یک حرف راست لے نہ پہونچے زبان تلک

حیران ہون مین کہ مثل نگین بہر نام غیر
اپنا تو رو سیاہ کرے گا کہان تلک

رکھیے قلم کو مدح مین ایسون کے سرنگون
سجدہ کرین ہین جنکو زمین و زمان تلک

کرتے ہین جنکے امر سے عالم مین زندگی
لیکر کے جن و انس سے کروبیان تلک

گر ہو نہ اُنکے پرتوۂ حفظ کے تلے
پہونچے نہ خضر زندگی جاودان تلک

روضہ مین جنکے حلقۂ چشم ملک سوا
پہونچا نہ پاسے شمع کبھو شمعدان تلک

خاک مزار اون کی سدا بہر توتیا
پہونچی ہے روم و شام سے لے اصفہان تلک

لیکن اُنھون کے دیدۂ اعدا کیواسطے
آتش سوا نہ میل گئی سرمہ دان تلک

ہنگام طوف بسکہ ملائک تیمناً
لیتے ہین خاک آنکے اُس آستان تلک

خادم کہین ہین دانکے منھ آستین دیکھیے
پہونچے ہے کوئی ذکر زمین آسمان تلک

از بس اب اُنکے عدل سے معمور ہے جہان
پہونچا ہے کار خلق اس امن و امان تلک

بچہ جو گوسپند کا گم ہو تو گرگ و شیر
پہونچا دین تا نہ ڈھونڈھ کے اسکو جہان تلک

دہشت سے اس خیال کے زہرہ ہو انکا آب
پہونچین نہ ہم مباد کسیکے گمان تلک

رہنے کو جگ مین صورت افسوس کے تئین
احکام خرمی نے کیا منع یان تلک

انگشت چوسنے کے تئین طفل شیرخوار
ممکن نہین کہ لا سکے اپنے دہان تلک

جب سے ہوئی ہے گلشن دنیا مین یہ بہار
کچھ کام بلبلون کو نہین ہے فغان تلک

گلچین کی کیا مجال جو توڑے چمن مین پھول
صورت سے گل کے لرزے ہے باد خزان تلک

ہرگز نہین اس عہد مبارک مین یہ مجال
پہونچے کسیکا زور کسی ناتوان تلک

بہ جائے ایک خس کبھو ریلے مین موج کے
زنجیر سے بندھا پھرے آب روان تلک

قوت سے اُنکے عدل کے اب نے یر آسمان — ناطاقتی ہے آفت ارضی کو یان تلک
مار سے لیتے ہین وہ کام اندنون — وابستہ جانتے ہین جسے ریسمان تلک
کب اُنکے ابلقون کی ثنا مجھسے ہوسکے — ق — مین کیا کہون کہ جلدی ہے اونکی کہان تلک
باندھے اُنھونکے پانؤنسے گر مہر و ماہ کو — تو روز و شب کے پھر نہین سرعت ہو یان تلک
پھر نوبت شمار مہ و سال زیر چرخ — آوے نہ انکو مین یہ منجم جہان تلک
ہیبت کی اُنکے تیغ کا مین کیا کرون بیان — کانٹا ہے کوہ کفر کو آب جن سنے یان تلک
ہذیان خواب مین جو پڑھے پدھی برہمن — کلمہ جگا کے اسکو پڑھا دین یہان تلک
پس جو کوئی کہ ایسے ہون اُنکا حضور چھوڑ — ہذیان بکنے جائے تو نواب دخان تلک
جسوقت یہ سخن ذہن پیر عقل سے — پہونچا گھری کی طرح مرے گوش جان تلک
آیا یہ دل مین جاؤن مین کیا لے کے بہر نذر — کب دست رس مجھے ہے کسی ارمغان تلک
ناگہ اُنھین کے ذرہ خورشید فضل نے — پہونچا دیا یہ مطلع انور زبان تلک
موقوف تھا ظہور خدا تم پہ یان تلک — جون بن حروف معنی نہ آوین زبان تلک
جا گہ جو کفش کن کے لیے حق نے دی تھین — رخصت خیال عرش نے پایا وہان تلک
جیسا کہ مرغ قدر تمھارا ہے بال زن — جبریل کا نہ وہم گیا اُس مکان تلک
محراب نقش پا کے تمھاری ہے جس جگہ — وہ سرزمین پہونچی ہے اس عز و شان تلک
سجدہ گر اُسطرف کرے ابلیس ایکبار — بخشش کو پھر نہ کام رہے لعین آن تلک
ہم ضی شریعت تقضا گر کرے کچھ امر — جاری کسو طرح نہو اُسکی زبان تلک
ذرہ ہو گر رسائیکا مانع تمھارا امر — پہونچے نہ نور مہر کبھو خاکدان تلک
شوکت کا بارگاہ تمھاری کا اب بیان — کیا ہو سکے ہے مجھسے کرون مین کہانتک
انجم تگرگ وار زمین پر ٹپک پڑین — صدمہ جو پہونچے اُس سے یہ ہفت آسمان تلک
لکھے ثنائے جود تمھاری تو جز گہر — نقطہ نہ پاوے راہ قلم کی زبان تلک
اسکی غرض ستائش ہمت نہو سکی — جسکا کہ ایک رتبہ بخشش ہو یان تلک
تب لرزہ پیچ پھر کو رکھتا ہے یہ خیال — قوت ہو جسکی بازوے ہمت میہان تلک
پل مارنے مین چاہیے تو ذرہ کو بخش دے — ایسے کا ہاتھ پہونچے کبھو آسمان تلک
بس جبکہ تم سے آقا ہون وہ پھر احتیاج — جائے کہو تو کس در و کس دربان تلک

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے
پہونچی ہی کار د آ کے میرے استخوان تلک

سد رمق نہ مجھے ہو تمھاری جناب سے
محتاج تا نجاؤن کسی ناکسان تلک

اس چرخ دون پرست تلے بہشت جہ
مانند آسیا کے پھرون اب کہان تلک

لیکن جو یہ قصیدہ کو وہ دو سپیکر آپ
چاہے صلے مین ہندسی ہے اصفہان تلک

ہرگز نہ لینے دون اسے جز ایک مشت خاک
سودا کو دو بلا کے گر اس آستان تلک

تا ہے فراخ دامنی چرخ منحصر
جون مہر دست ارج رہے دوستان تلک

تا شکل کہکشان رہے اژدر سے یہ شبیہ
پہونچا کرے گزند و حسد دشمنان تلک

قصیدہ در مدح قرۃ العین رسول زمان حضرت امام ضامن علی موسی رضا شاہ خراسان

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کو لے کر گہر نہو پیدا

نہین ہین طالب رزق آسمان سے کہ مجھے
یقین ہے کاسہ واژ دنین کچھ نہین ہوتا

نکل وطن سے ہے غربت مین زور کیفیت
کہ آب تحت ہی جبتک ہے تاک مین صہبا

ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہین کہ نہین
چنار کو تہیدستی سے نقص جوہر کا

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف
ہلال عید ہو عالم کا کیونکر روزہ کشا

ہو ناتوان نکرین دست گیری دشمن
تو خار و خس نکرے شعلہ کو کبھو برپا

فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش
کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما

نہو سکین میرے اشکون کی سد رہ مژگان
پکڑ نرکھ سکے خاشاک دامن دریا

ہوا ہون بزم جہان مین ہلاک غیرت شمع
کہ زیر تیغ عزیز اون نے خم نکیا

نکوئی جو کرے دنیا مین ہووے وہ پامال
بسان جادہ سکھو تو راہ مت بتلا

بنے گی زینت دنیا سے نخل شکل تری
لباس زر کو پہنکر نہو تو بوم طلا

کلام شیرین یہ مت جا تو اہل دنیا کے
نیام زہر ہلاہل بھی ہووے ہے میٹھا

کشندہ تر ہے مرض سے مجھے عیادت غیر
بھلی ہے اون سے تو بالین یہ صورت مینا

خفا کرے ہے دل بنا مین بیٹھنا مل کر
وسلے مین کیا کرون ہے تنگ عرصہ دنیا

جہان کے باغ مین جون شاخ بے ثمر مینے — کسیکی دوستی سے نفع جز ضرر نہ لیا
لیا عزیز بہت جنہنے دیکھکر مجکو — اُٹھاکے تیغ ستم کے تلے ادسی نے دیا
جنون مین کب بر امید نخل دہر سے لے — نہ خوش کیا مری ہمت نے قد کو خم نکیا
جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل — بنے ہے شیشہ جہان مین گداز ہو خارا
مرے سخن کی مرے بعد زیادہ ہووے قدر — گہر یتیم جو ہو دے تو ہو فزون دبہا
نہین ہے کام مجھے شعر و شاعری سے ولے — خرد نے مجکو نصایح سے بارہا یہ کہا
زبان پہ لا سخن خوب تو ترکھ دل مین — کہ اُس گہر کی نہین قدر جو صدف مین رہا
برنگ عکس سبکبار بحر دنیا مین — تو رہ کہ موج حوادث نہ دیوے تجکو بہا
کسیکی دل شکنی سے جو خوش کرین دل کو — وہ کون لوگ ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا
یقین تو جان گیا ٹوٹ دل میرا وہ ہین — جو خار چبھ کے میرے پاؤن مین ذرا ٹوٹا
ولے شکست یہی اس فقیر کو بھاوے — قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا
ضرر کی اپنے مکافات نفع گردون سے — طلب نکر کہ ہوا ایک بام پر دو ہوا
چمن مین دہر کے خوش ہوکے جو ہنسا دو یا — برنگ گل اُسے گردون نے شادی مرگ کیا
رکھی فلک نے مرے سر پہ منتِ دستار — جو زخم سنگ بلا کے سبب یہ سر باندھا
غرض مین دیکھ کے یہ تنگ چشمی گردون — شبِ گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا
کدھر کو جاؤن مین تا دل کرے مرادا شد — دو ہین خیال مین قدسی کا یہ سخن گذرا
دمے بہ بزم حریفان شگفتہ شو چون قدح — کہ جان براے تو دارد ور آستین مینا
یہ سنکے مژدۂ جان بخش میکدہ کیطرف — چلا مین گھر سے جھپٹ خوش ہو یہ غزل پڑھتا

مطلع

نہ سنگ پا ہے یہ دل اسے خدا نہین ہے حنا — تبان کرین ہین اسے پائمال کیون اتنا
شکست وعدۂ ساقی سے دل ہوا اتنا چور — کہ جاے اشک نکلتے ہین ریزۂ مینا
جو درد دل کے مزے سے ہو آشنا بیدرد — عجب کہ ہر بن مو پر نہ دل کرے پیدا
بجاے سرمہ کرون میل گرم مین آئین — نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا چکھا
گرہ مین غنچہ صفت زر کرے دنی گو جمع — ولے سخی ہی اوڑا دینگے اوسکو مثل صبا

کرے نہ چاک گریبان صبح پنجۂ مہر
جو شور عشق نہووے بعالم بالا

تصور اب کسی زلفون کا چشم و اشک مرے
عجب ہے لطف کہ جون موج کشتی دریا

ہے سخت تنگ زمانیسے دل مین حیران ہون
کہ مہر سنگدلان کیونکہ یان گئی ہے سما

گداز عشق ہون اتنا کہ چند قطرۂ اشک
نمط ہے شمع کے ہر بند استخوان میرا

غرض کہ میکدہ آیا شغف سے اتنے مین
بتان کی چشم مین جون آئے نشۂ صہبا

ولے نگاہ جو کرتا ہون میکدہ کی طرف
گئے حواس مرے مجھسے دیکھتا ہون کیا

کہ مست چاک گریبان و جام چشم پُر آب
ہے آہ و نالہ مین نَے گریہ در گلو مینا

یہ حال دیکھکے وان کا خرد سے پوچھا مین
جگہ طرب کی مین آیا ہون یا کہ جائے عزا

دیا جواب خرد نے مجھے کہ اے نادان
خوشی ہے دہر مین یہ غم سے پوچھتا ہے کیا

نہین ہے امن کہین زیر آسمان ہرگز
بجز زمین خراسان کہ ہے وہ عرش آسا

زہے زمین کہ شاداب اسقدر جسمین،
ہمیشہ سبز ہے کشت امید شاہ و گدا

شرف یہ کیون نہ دے اُس سرزمین کو رب کریم
تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کسکا

رضا ہے جسکی وہی ہے جو کچھ رضائے حق
رضائے حق بھی وہی ہے جو کچھ ہے اسکی رضا

جدی ہو موج بھی پانی سے جوہر آئینہ سے
اگر خلاف ہو معمول کے جو حکم اوسکا

عجب نکر تو اسی در طبیب سرّ و علن
کرے ہے جب مرض الموت کی یکی دوا

شفا کو برطرف اسطرح سے کرے نہ اجل
اجل کو برطرف اسطرح سے کرے ہے شفا

جو طشت شمع نہو اُسکے روضہ مین جاکر
تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

زہے وہ گنبد زرین کہ جسکا ہے یہ شکوہ
فلک نے دیکھ جسے دلمین پیچ کھاکے کہا

کہ کہنہ جانکے مجکو جناب اقدس نے
نیا کیا ہے سر نو سے آسمان طلا

شعاع نور سے خورشید جسکے ستے کی،
پلک جھپکنے سے یک ذرّہ بھی نہین رہتا

زبس کیا ہے مرصّع اوسے جواہر سے
ہے کان لعل سے خالی گہر سے ہے دریا

اگر نہووے یہ کمیاب ان کے مصرف سے
نپاوے لعل یہ قیمت نہ در کو ہو یہ بہا

جبین آئینہ مہر و مہ نہو روشن
غبار در سے یہ اُسکے اگر نپاوے جلا

ہر ایک حلقۂ زنجیر سقف مین اُسکے
عجب ہی لطف سے ہے ملتقے کو نصب کیا

بیان مین کیا کرون اس لطف کے تئین جس سے
پھنسا ہو زلف مین محبوب کے دل عاشق کا

بسان دیدۂ پُر آب عاشقان جاری
ہے اُسکے صحن مین ایک حوض فخر کوثر کا

دکھاؤن کسکو مین اس گنبد طلا کا عکس
کہ جسطرح ہے پانی مین اُسکے جلوہ نما

ہوا ہے دل کو یقین یہ کہ حوض کوثر مین
کرے ہے آن کے گرداب آفتاب شنا

نہ ہے وہ حوض کہ خجلت سے جسکے چشمۂ خضر
ہمیشہ پردۂ ظلمات مین رہے ہے چھپا

ولا طویل نکر مدح عتبانہ کو
نیاز لیکے یہ مطلع حضور مین تو آ

مطلع

ثنا کرون تری ہر وجہ مین قلم آسا
جو سر کٹے تو گریبان سے کر زبان پیدا

نہون ثنا مین جو تیری زمین کے آسودے
تو سبزہ شکل زبان ہو نہ خاک سے اوگتا

کہان زبان کو ہے طاقت اگر بیان کیجے
ترے دیار کے چیونٹے کا حد استغنا

وہ اپنے مردمک چشم کے برابر کب
خیال ملک سلیمان کو گر کرے شاہا

جو کچھ لکھا نہو تقدیر مین اگر اُس کے
ہو کوئی در پہ ترے آکے مانگتا ہے دعا

نہ دل سے حرف زبان تک ابھی پہنچنے پایا ہے
کہ ہو چکے ہے وہ مطلب قبول یا مولا

بجھ ابر فیض سے قطرہ اگر زمین پہ گرے
بجاے دانہ زراعت سے ہو گہر پیدا

گداے در کا ترے نقش پا ہے جس جاگہ
کرے ہے اوج سعادت کو وانسے قرض ہما

چراغ راہ خضر مین اگرچہ یا شہ دین
نہو دے نور کبھو تیرے شمع بنیش کا

کہان سے پردۂ ظلمات بیچ جا کر خضر
شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا

گئی نہاے تعدی جہان سے اب اتنی
بتان کے ناز و ادا مین رہا نہ ظلم و جفا

سواے عشق ترے عہد مین تعدی سے
کٹا وہ ہاتھ کسی جیب تک اگر پہونچا

شہا سحر کا گریبان چاک کرتے تو وقت
اسی ہی خوف سے کانپے ہے دست مہر سدا

ہے جس جگہ مین ترا حفظ ناتوانون پر
ہٹے ہے دیکھ کے خاشاک اس جگہ دریا

زبسکہ عہد مین تیرے ہے رسم دادرسی
جرس کی بھی کوئی فریاد سن نہین سکتا

بہشت ہے ترے بستان مہر کا یک گل
سقر شرار ہے تیرے غضب کے آتش کا

سموم قہر تیرے بر و بحر پر جو چلے
پگھل کے آب ہون کہسار خشک ہو دریا

زبسکہ خوف ہے اسباب منع کے ولین
شہا اس عہد مین تیرے غضب کے صولت کا

شراب پینۂ مینا سے چاہتی ہے نمک
صدائی نغمہ سے کہتی ہے نے کہ آ چھپ جا

تیری کمان کے آگے حریف روز نبرد
کہاں سے لائے یہ طاقت جو ہو سکے سیدھا

کہ جھکے تیر کی ہیبت سے آسمان نے کبھو
بغیر خم کیے پشت اپنی سر اُٹھا نہ چلا

ق
کہ آسمان کو اٹھا کر سپر کرے منھ پر
ترے عدو میں یہ قوت ہے میں نے فرض کیا

جو روز رزم مقابل ترے کمان کے ہو
صفائے شست ترا اوسکو دیجیے دکھلا

کہ جس صفا سے نگہ پار نکلے شیشہ سے
اُسی صفا سے نکل جاے تیر بھی تیرا

شہا عجب ہے وہ شمشیر جسکی صولت سے
ترے عدو کو نہیب سے شوق ہو اتنا

گر اُسکے بعد مصور جو کھینچے اُسکی شبیہ
تو رنج اوسکی پکارے کہ پہلے پانوں بنا

ترے سمند کے میدان میں نقش پا جو پڑے
کرے وہ خون میں اعدا کے روز رزم شنا

شرار قطرۂ خون ہوں ٹپک پڑیں دہیں
سلے جو کوہ کو گر پنجۂ غضب تیرا

ہے عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری
بجاے ہر بن مو ہو زبان نہو وے ادا

نہیں ہوں گر کسی لایق دلے بشرم مجھے
کہ دو جہاں میں حامی رکھوں ہوں میں تجھسا

کیا ہو دہر نے عرصہ کو مجھپر اتنا تنگ
کہ جان لب پہ ہوں دیے جی نہیں نکل سکتا

نہ اپنی کی رگ و پے کسو کے تن میں جگر
جو گھر کرے ہے مرے تن کے بیچ تیر بلا

ہیں آنکھیں خنجر دیوار سیل اشک لیے
غبار غم مرے چہرہ پہ اسقدر چھپایا

یہ عرض حال ہے سودا کا جو سنا تونے
تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام رضا

در مدح حضرت امام ثامن ضامن علی موسی الرضا شاہ خراسان صلوات اللہ علیہ و کنایہ و طعن بر شاعر فاخر مکین و اکسیر اوستاد دو

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر
معدن ہیں جہاں سونے کا وان خاک ہے اکسیر

لبریز ہے کیسہ دُرِ مکنوں سے جن کا
کب شبہ فروشوں کو حضور اُنکے ہی توقیر

ہے لعل سے نسبت نگہ چشم کو جنکے
جاتی ہے دو پلکے پہ نظر اُنکی بہ تحقیر

ہیں وہ دُر یکتا بجہاں جنکے زبان کی
لڑتی ہے سدا ابر گہر بار سے تقریر

یوں صفحہ پہ بوسے ہے صریر اُنکے قلم کی
تعلیم ہے منشی فلک کو میری تحریر

ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا
تیرا ون کے کرے فہم رسا کا اُسے عنال
معنی کے جو ہو نام سے مشہور موکل
اون سا نہو کوئی کبھو آفاق کے اندر
روکش ہو وہ ایسون کے جنھین حق نے دیا فہم
یہ بات جُدی ہے کہ وہ پھر آپ کو سمجھے
پکڑی جو لٹورے نے کہین جھیتی سے چڑیا
یا شب کو بیا گھونسلے مین جگنون کو لاکر
صاحب سخن اس طبقۂ شعرا مین کئی ہین
مصرعہ مین اگر پشۂ معنی ہو فیلبند
نقارہ کا مضمون بدرستی جو بیا ندھین
سمجھین ہین کلام اپنا یہ از سورۂ یوسف
کرتے ہین مجالس مین پھر اُسکو بہ بدی یاد
اس خبط کے عہد سے وے وہ نہ برآوین
اوستاد کی انکے ہے اُنھون کو یہ نصیحت
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن
چہرہ کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو
ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین
اوستاد کی اس پند پہ کی اور یہ ترقی
مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے
پھر کہتے ہین یون ہے کسی اُستاد کا یہ شعر
اور اون کا کوئی فضل و کمال آکے جو دیکھے

پرواز کو معنی کے جو کھینچی ہے وہ تصویر
مضمون جو چھپے کو وہ مین ہو صورت نخچیر
اُسکو بھی نچھوڑین وہ کبھو بن کیے تسخیر
تا فیض سخن اُسکی نہ طینت مین ہو تخمیر
نادانی سے کب کرتے ہین اپنے تئین تشہیر
دُم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر
سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر
جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر
ہم بزم سخندان کو نہ انسے کرے تقریر
زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر
کوس لمن الملک کے ٹھونکین جو بم و زیر
معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر
سامع کرے تحسین مین انکے جو کبھو دیر
جو ملک سخن کے ہین مہنتون مین مشاہیر
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دود کو تم شیر
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
بولو نگہ یار کو یا رو نہ کبھو تیر
تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر
مرجع ہو مونث تو ضمیر اُسکی ہو تذکیر
شیوہ وہ لیا غیر کی جس مین کہ ہو تحقیر
کرتے ہین اُسے فارسی مین باندھکے تشہیر
سرقہ یہ کیا جن نے بُرا ہے کوئی بے پیر
ہین طرفہ وہ معجون جو ہو خبط سے تخمیر

سرقہ کو نہ سمجھین نہ توارد کو گران سے
پوچھے جو کوئی کیا ہین یہ دونون کرو تقریر

پھر بعد تامل بجواب اسکے یہ ذی ہوش
رو بہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر

محسود نشانہ ہے تخیل مین اونھون کے
ہووے نہ کمان حسد انکی سے جدا تیر

اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہان مین
حاصل نہین ہوتی ہے کچھ ان باتون سے توقیر

سر رشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر

قطرہ دو ہی پانیکا ہے قسمت کی ہے تفریق
ہوا ایک تگرگ ایک گہر ہوکے گرہ گیر

انکا ہو اگر بوعلی سینا بھی معلم
تعلیم کرے کس روش اسکی نہین تاثیر

نسبت سے فلزات کے مس ہووے ہے سونا
پتھر کی جو ہو جنس تو وان کیا کرے اکسیر

ہے جنبۂ اوستادی و شاگردی مین لازم
یہ ہو نہ تو وہ لون مین کسو کی نہین تقصیر

بلبل کو جو بھر عمر سنی پرورش اوسکے
ہرگز نہ کرے زمزمہ کستوری کشمیر

صحبت سے نہو فائدہ ناجنس کو ہرگز
یہ بات ہے بر صفحۂ دل قابل تحریر

شمشیر مین کیسی ہی اصالت ہو یقین جان
پیدا نہ غلاف اسکا کرے جوہر شمشیر

شیرین نہ کبھو وے وہ ثمر باغ جہان مین
حنظل جو کرے نشو و نما پہلوے انجیر

سودا تجھے کیا سو جو انباے زمان کے
نافہمی و بے ربطی سے کرتا ہے تو تقریر

کر اسکی عوض مدح شہ ہر دو جہان کی
تا عفو جرایم تیرے طالع مین ہون تحریر

وہ شاہ خراسان نگہ فیض سے جسکے
ہوتے ہوئے اکسیر نہ ماٹی کو لگے دیر

جسکے در مسجود کا معمار ازل نے
پارس کے عوض سنگ کیا مصرف تعمیر

مانگا کرے ہے ہاتھ کو پھیلا کے فلک پر
مہر اسکے سدا قبۂ درگاہ سے تنویر

کیا تاب جو صیاد اجل منھ کرے اوس سمت
لیجاے پناہ اسکے اگر سایہ مین نخچیر

سجدے کو دو عالم کے وہ محراب ہے اوسکی
زایر کا جہان نقش قدم ہووے زمین گیر

مومن بہ تصور جو نہو مقتدی اوسکا
مقبول نہ اسکے ہو صلوٰۃ اور نہ تکبیر

عدل اسکے سے لرزے ہے خس خار سے شعلہ
عہد اسکے مین سم رکھے ہے تریاق کی تاثیر

جس دشت میں باجے دہل حرم بز اکبار
ہیبت سے ادھر آنکلے جہا مکے نہ کبھو شیر

مفقود عداوت یہ عدالت سے ہوئی ہر
ضدین کو ہے ربط بہم جیون شکر و شیر

شاہا تو وہ ہے عالم و آگاہ کہ جسکے
تدبیر کے ایا سے نہ باہر ہوئی تقدیر

جسجا تیرے ایما سے خداوند جہان نے
بخشی ہے اگر ایک گنہگار کی تقصیر

وہ جانے ہے بلاشبہہ و شک عفو گر اوسکی
جو خلق ہے نزدیک خدا واجب تعزیر

وہ جز دکہ کہتے ہین جسے لایتجزیٰ سے
تو اور خدا ہے جو نمانون تو ہے تکفیر

راندہ جو ہو درگاہ کا تیرے تو وہ یان تک
آنکھون مین خلایق کے نظر آوے بہ تحقیر

سایہ تلک اُسکا نکرے ہمرہی اُس کی
ہمرہ اُسے لینے مین کرے کیسی ہی تدبیر

اشجع تو نہین آپ ہے پشتین سے تیرے
ہوتے ہی سب آئے ہین شجاعت مین مشاہیر

اثبات ہوا جوہر فرد اس سے بہ تقسیم
سیف دو زبان ہے جو تیرے جد کی وہ شمشیر

وہ ٹکڑے پلک مارتے ہووے مگر کوہ
تجھ تیغ غضب کے جو ہو سایہ کے سرازیر

جون مردمک چشم مین چیونٹے کے پڑے گل
چھیدے ہے تیرا نقطۂ موہوم کو یون تیر

تو بار نہ حلم اپنے کا گر آپ اوٹھاوے
ہو چرخ کے جھولے مین زمین خاک کا اک ڈھیر

خوبی کا تو مذکور تیرے رخش کا کیسو
کیا منھ جو کرون گردسم اُس کے سے مین تقریر

وہ گرد ہے آنکھون کو محبون کے تو سرمہ
ہو جسکو محبت نہ تری اُسکے گا ڈھیر

شاہا وہ تیری ذات منزہ ہے کہ گویا
مخصوص تیری شان مین ہے آیۂ تطہیر

شہباز تیرے رتبہ کا ہاسے ہی جہان پر
اوہام ملائک کو ہے وان حکم عصافیر

جس قصر مین شوکت ہے تیری پہونچے تو پہونچے
باصد تگ و دو عرش کا وہم اُسکے سرازیر

تیرا ہے جو کچھ مرتبہ سو عقل کل اُسکے
ہر مو ہو زبان تن پہ تو کب کر سکے تقریر

جو کچھ یہ لکھا مین نہ سمجھ اپنی اسے مدح
کیا مین ہون میری کیا ہے قلم کیا مری تحریر

تجھسے کی کرے مدح جو مجھسا کوئی نادان
ہوتا ہے وہ نزدیک خدا واجب تعزیر

کرتا ہون سخن کو مین دعائیہ یہ اب ختم
امید کرم سے ہے کہ ہو عفو یہ تقصیر

یارب جو تیرے دوست ہین از قلزم ہستی
ہوتے ہوئے پار اونکی نہ کشتی کو لگے دیر

اور اونمین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق
موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانو مین زنجیر

قصیدہ در منقبت فخر دودمان نبوی خلاصۂ خاندان مرتضوی امام عسکری صلوات اللہ علیہ

عیب پوشی ہو لباس حرص سے کیا ننگ ہے
مان اسے آئینہ بہتر اس صفا سے زنگ ہے

وضع سے کم مایہ اپنی کیا ترقی کر سکے
چاہیے دریا ہو یہ کب اب گہر میں ڈھنگ ہے

غش ہم ہو بچا نہ محروم تجلی دل کو رکھ
صیقل اس آئینہ کی گرد شکست زنگ ہے

مردہ اپنی ہنر پوشی سے جو مارے ہے دم
فی الحقیقت تیغ کو جوہر سے بہتر زنگ ہے

اپنے بھی مرہون منت ہوں نہ عالی ہمتان
کوہ کی شمشیر کو کب احتیاج سنگ ہے

ٹک پرے رکھنا قدم اس آستانے گردباد
خاکساری کو ہمارے سرکشی سے ننگ ہے

ابروان نے کھینچی ہے شمشیر مژگاں نے چھری
حسن کی خوبی میں تیرے ان سے باہم جنگ ہے

آہ کس منھ سے کہوں تجکو کہ ٹک ایدھر تو دیکھ
مشکل سے میری سدا بیزار ہیرا رنگ ہے

محو حیرت کے تئیں ہے دوست اور دشمن کیا
آئینہ تصویر کا دور از غبار و سنگ ہے

صبحدم سودا چمن میں مجکو آیا تھا نظر
اندنوں شاید وہ کچھ شور جنوں سے تنگ ہے

پاے گلبن بید ما غا نہ سا کچھ بیٹھا ہوا
اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جسکے ڈھنگ ہے

مطلع

شمع کا میرے صداے خندۂ گل تنگ ہے
ٹک پرے جا یوں البلبل کو تو سیر آہنگ ہے

ہو سکیں نازک دلاں کب روکش حرف درشت
عکس بال طوطی اپنی آئینہ پر سنگ ہے

یاں سموم عشق سے کسکو ہے جوشش کا دماغ
شعلہ آتش مرے کانٹے پہ گل کا رنگ ہے

گرد ہوں میں تو نہیں خاطر نشینی کا دماغ
آئینہ ہوں تو صفائی میری مجھپر زنگ ہے

ٹک پرے گلشن سے میرے شور کر ابر بہار
یاں صداے رعد آواز شکست سنگ ہے

اسمیں جرأت سے میں اسکا قطع کر طول کلام
یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہے

گوشۂ خاطر سے کرتا ہے عوض اس قصر کو
سر اوٹھا دیکھا تو ٹک اتنا ہی بولا تنگ ہے

ناگہاں اتنا میں اک منعم نے آ اس سے کہا
بندہ خانہ کیا کہیں تشریف لانا ننگ ہے

ہر مکان میں مسند و ہر ایک جا فرش سمور
ہر طرف مطرب پسر ہر سو رباب و چنگ ہے

نوش کرنے کو کباب اور پینے کی خاطر شراب
دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہے

یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کرتے ہیں مجھے
اسکو باور کیجیے گا یہ خیال ننگ ہے

ناز پروردہ جو استغنا کے ہیں انکے تئیں
ایک قدم راہ طلب طے کرنی سو فرسنگ ہے

دیکھنا راہ اجل ان کو تماشا رقص کا
درد دل سننا کسی کا انکو عود و چنگ ہے

غم کسی دل سوختہ پر ادن کو کھانا ہے کباب — نت انھین خون جگر پینا ہے گا رنگ ہے،
خاک در ایک ایسے کے ہین وہ تیری سنگ کیا — عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو انکا ننگ ہے،
قبلۂ دنیا و دین یعنے **امام عسکری** — جسکی میزان عدالت اتنی بے پاسنگ ہے،
ایک پلہ مین ہو کاہ اور دوسرے پلے مین کوہ — کاہ کو باور تو کرنا کوہ سے ہمسنگ ہے،
پشت خار آہوی صحرا ہووے پنجہ شیر کا — باز کا چڑیا کی خاطر آشیانہ چنگ ہے،
ہے حباب اور اب شرر مین ربط فانوس و چراغ — گلشن انصاف پر اسکے یہ آب و رنگ ہے،
روے کار حشر سے پردہ کا اوٹھنا ہے محال — پردہ پوشی پر جو اوسکے حلم کا آہنگ ہے،
ہی سموم قہر کا جس بر و بحر او پر خیال — خشک دامان دریا مین پانی کوہ سے پاسنگ ہے،
نہی سے تجھ امر کے اب یا امام المتقین — بسکہ منہیات پر عرصہ جہان کا تنگ ہے،
چشم خوبان مین شراب آتی ہے لینے کو پناہ — گر خان کے خط نہین آتش کے اوپر زنگ ہے،
مطرب اپنی آخرت کو یاد نالان ہے سدا — روز و شب ہر ایک ڈھولک کے تئین سر چنگ ہے،
استخوان و پوست سے کھینچے ہی رکھتا ہے رباب — زیر چوب سنگ نت اٹھ روسیہ مردنگ ہے،
مین گدا اون کا ترے در کے کہون ہمت سو کیا — اسکی ہی یہ گفتگو جو ادن مین لنج و لنگ ہے،
کہہ سلیمان سے نگین اپنے پہ تو نازان نہو — پیش ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہے،
اس زمین کو جس پہ اسکا دست ہو سایہ فگن — کچھ سوا گل اشرفی کے سبز کرنا ننگ ہے،
منھ پہ تیغ برق دم الماس پیکر کے ترے — ایک قدم آنا عدو کو راہ سو فرسنگ ہے،
گر سر دشمن پہ ہو میدان مین وہ سایہ فگن — خود وہ قاش زین و وہ حصہ تابجد سے تنگ ہے،
پر نہین یہ وصف اسکے جو بیان مینے کئے — بلکہ یہ تعریف تو اوسکی برش کا ننگ ہے،
آسمان سے تا زمین اور گاو سے ماہی تلک — امتحان گر کیجئے اسکو تو اک چورنگ ہے،
لیتی ہے تسلیم وان ہر روز آکر گرد باد — جس جگہ سر گرم کاوے پر ترا شبرنگ ہے،
گرد جولانگاہ کو اوسکے کہون مین کیا دماغ — عارض خوبان کے خط ہونے سے جسکو ننگ ہے،
بھا گئی ہے ہفت آسمان کو جلدی اسکی قدم — بسکہ عرصہ شش جہت کا اسکے اوپر تنگ ہے،
بگڑا ہی جاتا ہے باتون مین جلو لینے کو وقت — نکلا ہی پڑتا ہے رانون سے یہ اسکا رنگ ہے،
اسمین بھی ٹک گرم ہو آیا تو بس پھر اوڑ گیا — ہے تو گھوڑا ہی پہ کچھ سیماب کا سا ڈھنگ ہے،
ہمت پرواز تیرے باز کی مین کیا کہون — اسمین گر سیمرغ بندھا او ترے تو اسکا ننگ ہے،

طرۂ محبوب مین ہو جسطرح عاشق کا دل | مرغ دور از دہم یون اُسکے میان چنگ ہے
گر قصیدہ کے تئین سودا دعائیہ پہ ختم | قافیہ کو وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے
مانگ لے جو مانگتا ہے تو صلہ اُسکا یہان | نہ خراج روم مالیت نہ باج زنگ ہے
سر گل امید سے محروم تیرے دوست کا | ہو نہ جب تک گلشن دنیا مین آب و رنگ ہے
لالہ سان ہو غرق آتشمین عدو سر تا قدم | پر شرر جسوقت تک دامان کوہ و سنگ ہے

قصیدہ در منقبت خلیفۃ الرحمن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوٰۃ اللہ علیہ

جون غنچہ آسمان نے مجھے بہر عرض حال | دین سو زبان دہن مین ولیکن سبھی ہین لال
ہرگز کسی گرہ کے لیے جز خراش دل | مارا نہ آسمان نے کبھو ناخن ہلال
اجزائے کاربند ہے عالم کا اُسکے ہاتھ | جز چشم عاشقان کے ہین جاری بالاتصال
روشن ہے شمع کشتہ کے پھر کر جلانے سے | یعنے کہ بعد مرگ بھی آرام ہے محال
روشن طبیعتون سے بُرا ہے یہ تیرہ عقل | کرتا ہے نور مہر کو سایہ سے کے پایمال
رکھتا ہے پرغرور کو جون نیزہ سربلند | جون جادہ خاکسار کو دے ہے زمین پہ ڈال
یک تن نوالہ خوار نہوا اس سے تا ابد | ہے سرنگون ازل سے یہ ابکا سہ سفال
ہر روز نعمتون سے کرے سفلہ کو غنی | محتاج نان شب ہو سدا صاحب کمال
پارے کو دے ہے رتبۂ اکسیر بعد مرگ | دولت کبھی کسو کو نہ دی اون نے بیزوال
گر پائے سوختن نہ ہے اُنکے درمیان | ہرگز کرے نہ شمع سے پروانہ کا وصال
سو پردہ مین رکھے بوئے گل کو یہ بے تمیز | پھاڑے نقاب روئے حیا کی یہ بدخصال
ڈھانپے ہے جانماز تلے زاہدونکا عیب | دیتا ہے راز عشق کو پردہ سے یہ نکال
ہم پر سدا رکھے ہے گلا رنگ کو حرام | خون بہار تیغ خزان پر کرے حلال
ہر روز ادھر کے غنچۂ گل کو کرے ہے تنگ | ہر شب رکھے ہے خاطر بلبل کو پر ملال
بوجھ اُسکے ہاتھ سے دل ہر دشت خار خار | گر لخت لخت ہے جگر کوہ کو خیال

اےدل غرض کسیکو نہ دے چین آسمان — شکوہ نکر تو اس سے کہ ناحق ہے یہ جدال
حاصل نہو سوائے مشقت کے اور کچھ — آہن کو سر و کوٹیے گر تا ہزار سال
ہم پست فطرتون پہ چلی کب نہ تیغ چرخ — دوڑے ادھر ہی آب کہ جدھر ہو زمین ڈھال
گر ہو شعور اس سے نہ چاہین کشاد کار — اس مطلع دوم کو پڑھین جسکے حسب حال
گردون سے کار بستہ کھلے کیونکہ ہو محال — ہرگز نہین ہے عقدہ کشا ناخن ہلال
پس کیا ضرور تھا جو کیا شکوۂ سپہر — اےدل تو ہرزہ گوئی سے اپنی زبان سنبھال
خواہش ہے دو جہان کی اگر تو زبان سے — جز مدح شاہ سرّ و علن مت سخن نکال
مہدی ہادی وہ کہ گر اسکا نہووے حفظ — مرکز کہ خاک کے تو قوی ہے یہ احتمال
کھلجاے سب زمین کی گرہ آب مین ابھی — لے شرق تا بغرب جنوب اور تا شمال
جسکے قدم سے گلشن دنیا نے یہ شرف — پایا کہ وہ سما نہ سکے عرش کا خیال
شبنم نہین کہ چہرۂ گل پہ ہر ایک رات — کرتا ہے عرش سے عرق شرم انفعال
مین قدم سے اسکے جہان مین خوشی کے ہاتھ — زائل ہوئی ہے اسقدر اب صورت ملال
ممکن نہین کہ رات کو شاخ درخت پر — رکھتا ہو مرغ سر کے تئین اپنے زیر بال
اسکا قدم نہووے جہان کے جو درمیان — کب چار عنصرون مین رہے حد اعتدال
اس خاکدان اوپر جو نہو اوسکا بار حلم — اہل جہان کے آئے سر اوپر عجب وبال
ہووے زمین زیر و زبر آسمان کے ساتھ — مانند ریگ شیشۂ ساعت باتصال
کھینچے خدا نکردہ طرف آسمان کے سر — اسکا اگرچہ ایک شرر آتش جلال
کروے فتیلہ کاہکشان کا وہ مشتعل — گردون کف ہوا سے یہ اوڑجاے مثل رال
ہم نسبتی سے مے کے جدا انگور کی طرف — گر ٹک وہ اعتراض کو کرتا ہے احتمال
یک آن پیچ خوشۂ پروین کے واسطے — تاک فلک پہ آئے خدا جانے کیا زوال
جسدن سے اسکے عہد نے جگ کو دیا شرف — ہر خم کے پیچ تب سے تو مے پر ہے یہ بال
اوس آب کے نمط کہ جو کائی کے ہو تلے — چھپتا ہے نیچے درد کے اک مشت سے زلال
بعد از بہار رہے خزان پر طپانچہ زن — گلشن مین اسکے عدل سے ہر برگ ہے نہال
گر اسکو تو یقین کہ درندو گزند کے — یہ خوف اسکے عدل نے دلمین دیا ہے ڈال
آہو کی دشت مین جو سنی ہے صدائے پا — چھپنے کو پھر ڈھونڈتے ہین خانۂ شغال

اژدر ہوئے ہین سہم کے یا نتک ضعیف و خشک ۔ کرتے ہین ان سے منھ مین سدا مور رحیہ خلال

جو کچھ لکھو نہین اسکی سخاوت مین ہے بجا ۔ یہ مطلع حضور مری بات پر ہے دال

مطلع
چاہے اگر کوئی دو جہان کا متاع و مال ۔ تیرے گدا سے درسے کرے آکے وہ سوال

برسے ترا جو ابر کرامت زمین پر ۔ پیدا بجاے دانہ گہر ہون ہر ایک سال

مرضی مین گر چلے نہ ترے ایکدم سپہر ۔ دست قضا بٹھا دے اوسے دیکے گوشمال

جون موم تفتہ آن مین ہو جاے مضمحل ۔ گر تجھ فشار پنجہ سے آگاہ ہون جبال

شمشیر گر علم ہو تری جن و انس کا ۔ ہیبت سے آب ہو جگر و زہرۂ ولیجال

ہر پُر غرور کے رگ گردن مین خوف سے ۔ ہو جاے خشک خون رگ یا قوت کی مثال

مارے اگر تو برکمر آسمان اوسے ۔ گاو زمین کے تن سے نہ لاگا رہے دوال

شاہا ترے جو نشتر خنجر سے ایک دم ۔ دشمن کے دلمین سہو سے گذرے اگر خیال

ہے کیا عجب کہ خوف سے ہر عضو کی گین ۔ جا مغز استخوان مین چھپین شمع کے مثال

تیرے سمند کی مین ستایش نکر سکون ۔ تعریف نقش سُم کی ہے اسکے بہت محال

آئینۂ سپہر مین پڑتا ہے اُس کا عکس ۔ نادان جانتے ہین کہ نکلا ہے یہ ہلال

سرعت مین اُسکے راہ سے یہ کرکے ہمسری ۔ ساتھ اُسکے دوڑے گر نگہ دیدۂ غزال

جب تک وہ مردمک سے نہ پہونچے مژہ کے پاس ۔ پہونچے وہ اس جگہ کہ نہ پہونچے جہان خیال

یکپایہ اسکو تخت سلیمان سے کم نجان ۔ ہو وے جو تو سوار عدو کے لیے قتال

سب جن و انس و دیو پری اور وحش و طیر ۔ حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

شاہا ترا بیان شجاعت مین کیا کرون ۔ ہیہات اس زبان کے تئین کب ہے یہ مجال

دعواے بندگی ہو جسے اوس جناب مین ۔ اُسکے تئین ہے فن شجاعت مین یہ کمال

مستک مین فیل مست کے مارے اگر وہ تیر ۔ گردن مین استخوان کے کچھو بند ہوئے بحال

سوفار اسطرح سے نمودار ہو رہے ۔ جون اژدہا پہاڑ سے جھانکے ہے سر نکال

پس جسکے ہر غلام مین قدرت ہو اسقدر ۔ خالق چھٹ اوسکی مدح ہے مخلوق کو محال

تیری ثنا و مدح کوئی مجھ سے ہو سکے ۔ ہے کیا لب و دہن مجھے کیا فضل و کیا کمال

دریاے طبع سے یہ گئی گوہر سخن ۔ تیرے نیاز کے لیے پہونچے مجھے رسال

اے شاہ دین پناہ شتابی سے کر ظہور ۔ تا دوست ہو دین شاد تو دشمن ہون پائمال

اگرچہ اختلاف ہین دین نبی کے بیچ / اس مجملے کا تجھسے ہے موقوف انفصال
سودا کو آرزو ہے کہ جب تو کرے ظہور / اسکی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعال
تیرے ہر ایک دوست کا مانند صبح عید / صفحے مین روزگار کے روشن رہے جمال
جون شام سلخ ماہ محرم تمام عمر / ظلمت ہی مین بسر کرین اعدای بدخصال

در منقبت خلیفۃ الرحمن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوات اللہ علیہ السلام و طعن بر شاعر کہ ایراد بر شعر میرزا گرفتہ بود

منکر خلا سے کیون نہ حکیمون کی ہو زبان / جب شہرہ سے مرے ہو ملا اسقدر جہان
ممکن نہین کہ اب سخن غیر کون ملے / راہ اسقدر جو پہونچے وہ تا گوش سامعان
نام آوری کیواسطے حاسد بحر تلاش / جا گہ کسیکے نام کو اس عہد مین کہان
گر یہان سکے ہے تو ریختہ ایران مین فارسی / جا ہے جگہ جو شہرہ کو ہو تو نہ یہان نہ وہان
عالم کی السنہ پہ مرا اسقدر ہے شعر / گویا ورق بیاض کا ہر منھ مین ہی زبان
سینے سنا کہ تجکو مرے ایک شعر پر / دزدی کا اپنے معنی کے ہے وہم مہربان
شاید باتفاق توارد ہو پر مجھے / لفظون کا اپنے غم کہ ہوے کیسہ رائگان
گوزشت کو نبھاوے کسی رنگ کا لباس / خو بو نہین اسکے جا نہین جز پہلوے بدان
ازراہ دوستی مین کہون تجھسے ایک بات / طبع شریف پر جو نہ آوے ترے گران
زنہار ہمسری کا مرے تو نکر خیال / ہوگا غریب مضحکہ نزدیک شاعران
ایسی نہین بندھی ہے سخن کی مرے ہوا / کھلنے کا جسکے زیر فلک دل کو ہو گمان
اسکو یقین تو جان کہ حیران ہے اب تلک / عیسی سے لے معالجہ نفخ آسمان
منشی نہ فلک مری تحریر دیکھکر / سمجھے بغیر گر غلطی کا کرے بیان
پاوے مرے قلم سے وہ فی الفور یہ جواب / بیچارہ کہ وہان سمجھے غلطی سے تری نشان
حک کردہ سطر ہے وہ ترے ہاتھ کی لکھی / کہتے ہین جسکا اہل زمین نام کہکشان
دفتر سے فن شعر کے تجکو ہے کیا خبر / تو جلد آسمان کا محرر حساب دان
روشن جہان ہے نظم طبیعی کی میری شمع / پروانہ دان ہے طائر روح سخنوران

مضمون تازہ یون چمن فکر سے مجھے
پہونچا دے ہے ہمیشہ طبیعت کا باغبان

جو گل سر بہار کوئی جا کے سوئے باغ
لاتا ہے بہر گوشۂ دستار دوستان

رنگینی سخن ہے مری اسقدر کہ گل
عاشق ہے میرے نظم سخن کا بہ گلستان

موج نسیم گل کی جو زنجیر پا نہ ہو
شوق سخن مرا اُسے لا دے کشان کشان

سعدی کی روح پاک کی خاطر ہے شیرگاہ
دیوان کا ہر ورق یہ مرے بہ ز بوستان

ہر سطر اسکی معنی رنگین سے شاخ گل
سمجھا کرے ہے بلبل طبع سخنوران

نام اپنے سے کوئی جو مرے شعر کو پڑھے
بولے فصاحت اُسکا نہین یہ لب و دہان

اُسکا یہ شعر ہے کہ قلم جسکی روز و شب
ایسے جناب کی ہے ثنا مین گہر فشان

جسکا جناب حق سے یہ نسبت کہ جسطرح
نظم سخن مین لفظ و معنی ہین توامان

حاضر حرم مین دل کے وہ مانند ذات حق
غائب ز چشم خلق و لے ہے جہان تہان

مطلع کہہ اور اے قلم اب لائق حضور
تا دو جہان صلہ دے مجھے شاہ خسروان

مطلع

اے وہ کہ کار جن و بشر تجھ سے ہے روان
تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہے کامران

تجھ خاکپا سے فیض جو اکسیر کو ہو
مس کو طلا نہ کر سکین اُس سے مہوسان

شاہا علو مرتبہ تیرا جو کچھ کہ ہے
جز عالم الغیوب بشر پر ہے وہ نہان

اپنی نگاہ چشم کو قاصد جو کر کے وہم
بھجوائے طول راہ کی کرنیکو امتحان

پاے نگہ مین اول منزل ہو آبلہ
پہونچے نہ وان تلک ہے تیری منزل جہان

قربان مین خاندان کے ترے شاہ دین پناہ
جس عزت و شرف سے کہ تیرا ہے خاندان

جبرئیل کی جگہ وہ نہین جس مقام مین
پشتین سے دیا ہے تجھے حق نے عز و شان

جو امر کارخانۂ ایزد مین ہو ترا
کیا تاب عقل کل کرے کچھ اسمین اِن و آن

ناقون کیواسطے ہو جب مرسلون کا دل
نکلے جو تجھ قدم کی زیارت کو کاروان

اس مرتبہ کا سرمہ ہے اُس کاروان کی گرد
جسکے لیے ہو چشم ملائک کی سرمہ دان

پہونچے فلک کو موج گہر ابر فیض سے
تیرے گرے جو قطرے بدریاے بیکران

ہیبت سے تیرے عدل کے شاہا بہ زیر چرخ
خلقت کو اب زمانہ ہے اس امن کا مکان

آتا ہے جس گھڑی کہ تمازت پہ آفتاب
بال عقاب ہے سرِ گنجشک کا سائبان

نشو و نما بکوہ کرے جس طرح سے کاہ
سرکوب یون قوی پہ جہانمین ہی ناتوان

آتش کو آب سے یہ ترے عہد مین ہی قدر
جون لعل آبداری سے قیمت مین ہو گران

سوزن ہو چاک دامن شعلہ کے واسطے
وہ خار جسکو حفظ ترا ہوگا سائبان

اس دہر سبک کی ہے خلائق مین گر ترا
ہووے نہ بار حلم تو اے شاہ انس و جان

دل پر مرے یقین ہے کہ بحر محیط کا
لطمہ اولٹ دے موج کا کشتی خاکدان

خوگر تو خلق و علم و حیا سے اگر نہو
اور ہو تری نگاہ بر اعمال عاصیان

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے
باروت کا ہے تو وہ زمین اور آسمان

کھینچا قضا نے تسمہ سنگ فسان کہ جب
شمشیر تیری چرخ چڑھی بہر دشمنان

اسکی برش کرے ملک الموت جب خیال
بے اختیار ہوکے پکارے کہ الامان

شمشیر تو یہ کچھ ہے کہ جسکو کیا مین عرض
گلگون ترا سو ہے بہ جمال پری فشان

رکھتا ہے یہ قدم کہ نہ پہونچے رکاب تک
باد بہار بوسہ کوتا آمد خزان

بطلان شے ہو آگے سے حق کے فنا کہ جب
وہ تیغ ہو یہ اسپ ہوا در تجھسا ہو جوان

جن بن کے سنگریزہ ترے جلوہ گاہ سے
طایر ہین جتنے سدرہ نشین عرش آشیان

وان کرکے فرش آنکھون کو اپنے منتظر
تیرے قدم کے رہتے ہین یا صاحب الزمان

سودا بجز دعا کے تری کیا ثنا کرے
الکن ہے اس مقام مین جبرئیل ع کی زبان

یارب ترا ظہور رشتابی ہو تا بدہر
روشن ترے جمال سے ہون چشم مومنان

در ستایش مدح ابو العدل عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بادشاہ غازی

رکھے ہمیشہ تری تیغ کار کفر تباہ
بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

فلک پہ سبعہ سیارہ تا قیام جہان
پھرا کرین تری مرضی شریف کے ہمراہ

ترا چراغ رہے تجھسے اسطرح روشن
کہ جیسے پرتو خورشید سے ہو مشعل ماہ

سجود در سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین
کہ ہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتا

بسان رشتہ کہ دانہ مین سبحہ کے ہووے
تیری دلا کو رہے اسطرح دلون مین راہ

یہ نام پاک کہ کہتے ہین جسکو عالمگیر
خدا ہمیشہ رکھے زیب و زینت افزاہ

بجا ہے تجھکو سلیمان جلال گر کہیے
کہ ہے وزیر کا تیرے خطاب آصف جاہ

علو مرتبہ تیرا نظر کرے جو کوئی
یہ ہے فلک ہی کو اُسکے برنگ شمع نگاہ

شہا نسب جو تیرا آفتاب کو پہو نچا
ہر آسمان نے پھینکی ہے آسمان پہ کلاہ

نہین کلف یہ فلک سیر کا ترے لیکر
بغل مین غاشیہ اپنے چلے ہے ہر شب ماہ

کہے جب آنیکا تو عزم پشت پر اُسکے
رکاب داب کے اقبال بولے بسم اللہ

جدھر کو ہو تو جلو ریز پھر ترے آگے
ظفر جو طرقوا بولے تو فتح پیش نگاہ

جہان پناہ ترے درگہ عدالت مین
کسیکو ہووے اذیت کوئی معاذ اللہ

جلے جو شام کو پروانہ بزم مین تیرے
تو صبح شمع کے آتا ہے سر پہ روز سیاہ

شرار سنگ سے خاشاک کو جو پہونچے ضرر
لے آوے کھینچ کے دیوان کوہ کو پر کاہ

کرم بھی اتنا ہی تیرا ہے خلق کے او پر
کہ اب دوفور سے خالق ہی جسکے ہے آگاہ

امید عفو ترا گر نہ بیچ ضامن ہو
کوئی نہ کر سکے ہر گز کسی طرح کا گناہ

جو دست فیض تو کھولے کسی پہ مثل صدف
تو موج آب گہر سے وہ نکلے کر کے شناہ

کرے ہے عرض یہ سودا جناب اقدس مین
زمانہ چاہے تھا مجکو رکھے بحال تباہ

بتجھ آستان پہ دلے اب مدد سے طالع کے
ہوا ہے آن کے حاضر یہ بندۂ درگاہ

بس اب جہان مین کوئی خوش نصیب ہے مجھ سا
امید جسکی بر آئی ہو اتنی خاطر خواہ

کیا مین عرض کہ آنے سے زیر بال ہما
جنھین حصول ہو جمشید کی سی شوکت و جاہ

پر انکو اوج سعادت سے میرے کیا نسبت
وہ پہونچے ظل ہما تک مین تا بظل اللہ

غرض کرون ہون دعائیہ پر مین ختم سخن
ادب کی مرضی ہے طول کلام ہو کوتاہ

الٰہی تا ہو جہان تو ہو اور دنیا ہو
جہان خرابی ہے تو اسے جہانیون کے پناہ

قصیدہ در ثنای شاہ جم جاہ خسرو فلک بارگاہ عالی گوہر محمد شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی

ہے اشتہار تجھسے مرا اے فلک جناب
رخشندگی ذرہ ہے از فیض آفتاب

یک تخم ہون مین خاک نشین زمین شور | نشو و نما دے مجکو ن کرم کا ترے سحاب
ہے یہ جہان مین وہ در دولت سرا کہ یان | ناکام مجھسا آن کے ہوتا ہے کامیاب
قطرہ تجھ ابر فیض سے پہونچے جو سوئے بحر | جاوے رگڑ نے چرخ کو موج دُرخوش آب
دریا کو سیر کشتی سے تیرے ہو یہ شرف | لاوے عجب نہین جو ہُما بیضۂ حباب
روشن دلون کو گر نہو مسجود در ترا | رکھے نشان سجدہ جبین پر نہ ماہتاب
معراج وہ نبی کی جو ہو عرش کے پرے | معراج امت اسمین جو اسجا ہو باریاب
یہ عدل ہے ترا کہ قوی کو ضعیف پر | کرنیسے اب تعدی کے اتنا ہے اجتناب
کنجشک کے چلے نہ وہ تیر آشیان تلک | پرگیری مین لگائیے جسکے پر عقاب
پہونچا نہ تیرے عہد مبارک مین ایک روز | از دست محتسب کبھی تا پای احتساب
ہیبت سے کانپتی ہے مناہی اب اسقدر | ہو جاے کیا عجب عرق بید گر شراب
سامان تیرہ روزی ہے بہر سر عدو | تیری وہ تیغ قبضہ ہو جسکا سیاہ تاب
کیا تاب ہے عدو کی جو ٹھہرے ترے حضور | سنکر نہیب قہر کو تیرے کہ گر عتاب
ہر پرت پرت کوہ کا یون اوڑ چلے کہ جون | کھل جاوے باد تند سے شیرازۂ کتاب
جز ماہ نو قرینہ نہین تجھ کمان کا | ترکش کا چھٹ خطوط شعاعی نہین جواب
اس رخش برق وش کی ترے وصف مین شہا | مینے کیا ہے مطلع روشن یہ انتخاب

مطلع

رانون مین اُسکو صورت سیماب اضطراب | چالاک تر خیال سے اور وہم سے شتاب
گلگون بھی اسکو کہیئے تو ہے یہ سخن بجا | آتی ہے باس جسکے عرق سے بہ از گلاب
ٹک رہ عنان کشیدہ تو اوسپر کرے خرام | ہے آرزو صبا کو کہ بوسہ دے بر رکاب
بخشی جو تجکو حق نے جو آنے مین سلطنت | شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب
نزدیک شام کچھ یہ شفق پھولتی نہین | کرتا ہے چرخ پیر حنا باندھکر خضاب
اس بارگہ کو کیون نہ فلک مرتبت کہون | جسکی بلند کاہکشان سے بھی ہو طناب
استاد ہونے مین ہے یہ کچھ اُسکی عظم و شان | اوٹھتا ہے جسطرح شفقی رنگ ہو سحاب
رفعت سے ہر ایک چوب کی بر تر خیال سے | کولی مین قطر وہم کے آوے یہ کیا حساب

خوبی مین باد ریسو نہی اُسکے کہون سو کیا
جون معجز نبی سے ہو دو حصہ ماہتاب

اس اس روش کی قالین گلگون ہے آمین فرش
دیکھی نہو گی موسم گل نے جسے بخواب

برج حمل کیطرح سے ہے اُسکے بیچ تخت
تو اُسمین یون شرف کے ہو جون گھر مین آفتاب

سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن
اسجا نہین ہے طول سخن مقتضائی داب

اُس تخت پر بمسند اقبال بیٹھ کر
کرتا رہے تو شادی نوروز اے جناب

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر غازی الدنخان

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی دو ہین آکے خوشی نے در دل پر دستک

پوچھا مین کون ہے بولی کہ وہ مین ہون غافل صبح
نہ لگے شوق مین جسکے کبھو شائق کی پلک

ہے خوشی نام مرا ہون مین عزیز دلہا
زندگانی کی حلاوت ہے جہان مین مجھ تک

کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی نادان
پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلاوے فلک

سنکے یہ مژدۂ جان بخش جو مین کھولی آنکھ
اشعۂ نور کی سی مجکو نظر آئی جھلک

آنکھین ملکر کے جو دیکھون ہون تو اک بادلہ پوش
سر سے لے غرق جواہر مین وہ ہے پانون تلک

حسن ایسا کہ جسے ماہ شب چاردہم
یک بیک دیکھے تو تحیر ہی رہجاے ٹھٹھک

چہرے مین ایسی ہے گرمی کہ شب و روز جسے
باؤ کرتی ہی رہے دامن مژگان کی جھپک

زلفین یون چہرے پہ بکھری ہوئی ناگین تھی لیے
جسطرح ایک کھلونے پہ ہٹین دو بالک

جعد وہ تھر کہ گھٹنے مین ہو جسکے ہر لہر
ٹھرٹو دبا دینے کو عشاق کے دریاے اٹک

ناگنی بیچ مین آوے نکے نہ مانگے پانی
کھیل جاوے دو ہین کالا جو ڈسے اُسکی لٹک

جبین ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جاوے داغ
اُسکی تشبیہ سے جب اسکو تجاوز دے فلک

قتل کرنیکا یہ جوہر نہو شمشیر کے بیچ
اُسکے ابرو سے مشابہ نہ بنادین جبتک

ڈھیٹ وہ تیر کہ عالم مین نہین جسکی پناہ
چشم وہ ترک کہ ہو قوم جنھون کا اُزبک

فتنہ اُس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار
متصل جو نکتے پا کر دیا کرتے ہین تھپک

حسن سے کان کے آویزہ مین یہ لطف کہ جون
مستعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک

بحر خوبی کی گویا مچھلی ہے قلاب کے بیچ
تھر کے حلقے مین جو دیکھے کوئی تھنے کی پھڑک

نظر آیا نہ دہن بینی کو تنگی کے سبب
منخرین اپنی سے گو اون نے تراشی عینک

مسی آلودہ لب اخگر تھے تہ حنا کستر
کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کو جلتے تھے دہک

سلک گوہر کی صفا وام لے اُن دانتون سے
برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک

دونون عارض گویا شیشے ہین مے گلگون کے
زنخ اون دونون مین یون جیسے نمکدان گزک

وصف مین اُسکی ملاحت کے پڑھون اک مطلع
جسکے آگے نہ رکھے مطلع خورشید نمک

مطلع

رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک
آگے غبغب کے خجالت زدہ سونیکی ڈلک

ڈھیلے پیچ اُسکے لئے گردن کا بڑھایا یہ حسن
جلوہ گر شمع ہو جیسے تہ داماں شبک

ساعد و دست حنا بستہ کی ایسی حرکات
شاخ مین گل کے پون بہنے سے جون آوے لچک

دیکھے جو اُسکے کچون کو یہ تیقن ہوا وسے
تمبو یہ تان کے یان کام کا اوترا ہے کنک

یا وہ معجون بہی کی ہین ڈبیان ایسی
آوے ہیجان مین چھیڑ لیسے جنھین لوح ملک

پیاری پیاری وہ لگین نظر ہین ایسی کہ نگاہ
یہی چاہے ہے کہ کبھو پاس سے اُسکے نہ سرک

لیج یہ قصد رکھے ڈال دے تو ہاتھ ان پر
لنگ کے دل مین بھی آجاے کہ لے بھاگ اُچک

ناف کے حسن کو اُسکے جو کیا مینے قیاس
دلنشین یون ہوا میرے کہ بلا شبہ و شک

نرگسی چشم کوئی ہو گا کہ جس کی یہ آنکھ
لگ کے چھاتی سے صفا کے سبب آ لی ہے ڈھلک

کمر اُسکی مین نہ دیکھی کہ کرون اوسکا وصف
تھی وہ اک آہوے دل کے لیے چیتے کی لپک

آگے تو کہہ نہین سکتا مین کچھ اُسکی تعریف
یون حیا کہتی ہے مجھسے کہ بس اب زیادہ نہ بک

بس مین زانو کو کہون کیا کہ وہ ہین آئینہ
اُس سے بھی چھوٹے نہ آنکھ اُنسے اگر جاے اٹک

آوے جس بزم مین اُس ساق بلورین کا ذکر
جلوۂ شمع کا پامال حسد ہووے تمک

پشت پا چھینے رووے لیلی سے مجنوں کا دل
خون فرہاد سدا شیرین سے چاہے وہ کفک

وقت نظارہ مری جب نگہ دیدۂ غور
سر سے لے اُس قد رعنا کے گئی پانون تلک

فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہو گا
سرو کی بیخ سے پھولا گل اور نگ اتبک

قامت ایسا ہے کہ ہنگام خرام اُسکے اگر
آگے آجاے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

قدم اس ڈھج سے رکھے ہے کہ سر عالم کا — موجب شور ہو خلخال کی پائون کی چھنک

کج وکج چلے جسطرح وہ اٹکھیلی سے — موج دریا بھی اُسے دیکھے تو رہجائے ٹھٹک

زرق برق ایسی ہی پوشاک مین اُسکے کہ جیسے — کوند بجلی کی کہون یا کہون شعلے کی چمک

جلیسی سج سے تھی گلے بیچ حمائل گل کی — ویسی ہی عطر کی بو ویسی ہی سوندھی کی مہک

کیفی یان تک کہ یہ انداز سخن مین اُسکے — کیسکو ہمت کہ اُٹھا سکے کو دیتا پلک

بات اس لطف سے بہکے تھی دہن سے اُسکے — بادہ جون ساغر لبریز سے جاتا ہے چھلک

غرض اس شکل سے آئی جو نظر وہ کافر — کہا مین دل کی طرف دیکھکے اللہ معک

ناگہ اُس شوخ نے مجھسے یہ کہا اے سودا — اسپہ شیشہ مے اندوہ کا پتھر سے ٹپک

یہ بھی کوئی طرز ہے رہنے کا زمین پر ناداں — یہ کوئی طور ہے جینے کا ترے زیر فلک

نہ ترے گھر مین کبھو ناچ مین ہوتے دیکھا — نہ ترے در پہ سنی آکے پکھاوج کی گمک

آدمی کے تئین کچھ گرمی صحبت ہی شرط — وہ بھی انسان ہے دنیا مین جو اتنا ہو تنک

گو ترا وضع زمانہ سے ہے دل افسردہ — پر ہم آئے ہین ترے گھر مین ادھر دیکھ تنک

ایسے مہمان کی تو لازم ہے کہ خاطر ہو عزیز — بادہ بھر شیشے مین رکھ لاکے نمکدان گزک

بزم آراستہ بلوا کے کر ارباب نشاط — پاس لے بیٹھ ہمین سب کو جھکا آپ بھی جھک

آج وہ دن ہی کہ جس گھر مین تو دیکھے اوسمین — کہین ہوتی ہے بھگت اور کہین ہے اولک

یان تلک شیخ و برہمن ہین طرب کے مصروف — دیر مین بجتی ہے مردنگ حرم مین ڈھولک

تار تنبور نہین رشتہ زنار فقط — لگے سر سانچ مین تسبیح کے بھی دانون تک

بادہ کو ہاتھ سے زاہد کے نہ ہیوے ملا — پر یہ راضی ہے کہ کیڑون پہ جو چھڑکے تو چھڑک

محتسب سے چلے ہے مست رگڑ کر کاندھا — مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے بدھڑک

سنکے مینے یہ کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز — خیر ہے بات سمجھکر تو کہا اتنا نہ بہک

بے سبب کیونکہ مین اندوہ کی لفت چھوڑون — کسطرح دوستی غم کر دون دل سے منفک

وجہ کچھ ہووے تو کر مجھ سے تو اُسکا اظہار — کچھ جہت ہو تو بیان کر کہ سنون مین بھی تنک

کرکے دریافت یہ مجھسے کہا اُسنے کہ مگر — سمع مین تیرے یہ مژدہ نہین پہونچا ابتک

آج اُس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی — کہ بصورت ہے وہ انسان و بسیرت ہے ملک

یعنی نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ — عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ کو چاک

کسکے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا دخل
مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولّد کودک

عدل یہ عصر مین اُسکی ہے کہ ہر ایک طبیب
شعلۂ تپ کو بھی تبرید لکھے خار خسک

کرنے دیوے نہ رفو چاک کتان کو انصاف
تا نہ رشتہ کے لیے ماہ کی کھودے پیچک

رائج اتنی ہے مروت کہ غزالون کو پلنگ
اسطرح سمجھے ہے فرزند گو یا لے پالک

دور مین اُسکے یہان تک تو ہے منہیات ذلیل
کشمکش سے یہ نت اُٹھ بنگ سدا از سر تک

ہمت اسکی پہ نظر کیجیے تو اک آن کے بیچ
دل سے پہونچے ہے دو صد بار یہ مطلع لب تک

مطلع

تجھسے ممنون نہ فقط ارض زمین پر ہر یک
بار احسان سے تیرے ہے دوتا پشت فلک

ہو گہربار تجھ آگے جو سحاب نیسان
برق ہو کر تبسم اُسے مارے چشمک

آگے تجھ بحر کرم کے صدف پر گوہر
مٹھی اُسکی ہے جسے نکلے بشدت چیچک

چل سکے ہے نہ کسی امر مین تدبیر حکیم
مہر سے رائے کے تیرے وہ نہ لے تا دینک

حلم تیرے کے جو ہو وزن فلک سے کچھ شے
ڈال دیوے زرہ سہو و خطا کوئی ملک

بار تجھ حلم مین ہے یہ کہ ترے وقت خرام
ہووے ذرہ بھی اگر مرکز خاکی کو دھمک

صدمہ ایسا مگر گاو زمین کو پہونچے
شاخین ہر چند وہ کھجوائے تو نکلے نہ کسک

دست دوران سے موالید کا سر رشتۂ کار
نعرۂ قہر کی ہیبت سے ترے جاوے ٹھٹک

ہیل دنیا نہین کچھ ہیل کا پیشہ کو کام
ہول قوت سے ترے چاہیے ٹک اوسکو لک

تجکو للکار کے میدان مین صف مردان کے
سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک

وہ جوان تو ہے کہ آگے سے ترے رستم بھی
گاو سر مار بغل جاوے دبے پانون کھسک

اور ٹھہرے بھی کوئی آن تو حق نے دی ہے
دست و بازو مین ترے قوت و قدرت اتنک

اسکے مرکب سے ملا کر دو ہین مرکب اپنا
ہاتھ ٹپکے مین دبے اور زین کے خانہ سے اچک

مارے جب زور سے دے چرخ زمین پر تو اُسے
کر دائرہ خاک مین آ دوے سیہ لچک

کوہ ہر ایک اچھل کر جو زمین پر بیٹھے
توڑ کر رو دے سما چور کرے پشت سمک

کیون نہ کوس لمن الملک تو مارے ہر دم
جب تری تیغ مین ہو جوہر بُرش یا تنک

کھینچکر اپنی کمر سے جو تو مارے اک ہاتھ
شکل نقارہ کی جوڑی کے دو حصہ ہو فلک

نہ چلے خامہ اب آگے نہ سیاہی ہو زبان　　باد پاکا ترے کچھ وصف نہ کیجے جب تک
چڑھ کے اُسپر جو ترے طبع مین گذرے خیال　　قاش سے زین کے ٹک لیجے اگر باگ اُچک
گاہ آجاوے نظر گاہ نظر سے غائب　　پھر ہوا بیچ وہ شبرنگ ہے جگنون کی چمک
رو بر وسے اگر آئینہ کے اس گلگون کو　　پھینک دے چڑھ کے جو تو شرق سے لے غرب تلک
اتنے عرصے مین پھر آوے کہ اسے باور کر　　عکس بھی آئینہ سے ہونے نہ پاوے منفک
شوکت وشان کہون کیا مین ترے ہاتھی کی　　چرخ پر جون مہ نو ماتھے پہ یون اسکے گجک
وصف مین اُسکی بزرگی کے پڑھون اک مطلع　　گوش دل سے جو سخن رس متوجہ ہو تنک

مطلع

اسکے گجگاہ کی اللہ رے چہرے پہ لٹک　　کہکشان جون شب یلدا مین نمایان فلک
بیٹھنے مین ہے وہ کوہ اُٹھنے مین ہے ابر سیاہ　　عرش رفعت مین وہ اور چلنے مین جون چرخ اتھک
شجر طور کا چہرہ پہ ہوا اُسکے جلوہ　　رنگین تر زین کیلیے جسگھڑی اوسکی مستک
جھول پر اُسکے ستارونکا کہون کیا مین حسن　　تارے جسطرح رہین رات اندھیری مین چھٹک
لیکے خرطوم مین زنجیر پھر آوے وہ اگر　　اُسکے دانتون کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک
لیلی نے ہاتھ نکالے ہین سیہ خیمہ سے　　ملنے کو مجنون سے سن سلسلۂ پاکی جھنک
روز میدان اُسے دیکھو تو دلاور اتنا　　سر کے وانسے نہ جانسے کہ زمین جائے سرک
سامنے اُسکے وہ چھوٹے ہے پٹاخونکی لڑی　　داغین اک مرتبہ سو توپ جو ہم سنگ اٹک
چرخی کیا چیز ہے لادے وہ جسے خاطر مین　　بان بجلی کی کڑک کا کبھو پہونچے اس تک
چاہے وہ توڑ کے جون نیشکر اوسکی جڑکو　　پانون کھجلانے لگے سونڈھ مین لیکر پولک
بے تکان اسقدر اوسکا ہے چلاوا جیسے　　مہر مین ابر کے آنے سے ہو سایہ کی ڈھلک
اسقدر ہے وہ سبکرو کہ کبھو چلتے وقت　　پانو نہی اُسکے دل مور کو پہونچے نہ دھمک
اُسکے ہودج پہ تجھے دیکھکے سمجھے یہ خلق　　کرسی پر عرش کے ہے صورت انسانکا ملک
خیمۂ جاہ کا تیرے سو کرون کیا مذکور　　ہو وے استادہ جہان تیرے جلو کی اسپک
آسمان کو نہ کرین اُسکے تلے بے جو بپا　　کہ سپٹ کہنہ ہے یہ اور نہایت کوچک
اللہ اللہ ترے مطبخ کا تجمل جس کا　　طبق رکھے نہ زمین سے ہے بڑا خوان چنگ

کافی دہان زیرے کو محصول نہو کر انکا — حاصل ہند سے پورا نہ پڑے ہین تمک
چرخ د کہسار کو مصرف سے ہی دہشت وانکے — آپ کو پا کے مشابہ بہ پیاز وا درک
اُسکے مصرف کے جو دہیات ہین بس اُنہین سے — اپنے مداح کو بھی کر دے مقرر صحنک
تو ہی اب دل مین کر آپ عرض مریکا انصاف — جاے کس در پہ کہو پہونچ کے ایسے در تک
جبہہ سائی ہے پر کھریان زر انسان کے لیے — آستان کا ہے ترے سنگ یہ از سنگ محک
ختم کر اب تو دعا یئہ پہ سودا یہ کلام — آمین کہنے کو گئے باب اجابت پہ ملک
یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغ دولت — تا ابد اُس سے منور رہے قندیل فلک
تا قیامت رہے مسجود خلائق وہ جگہ — مسند جاہ کی تیرے بچھے جس پر تو شک
جو ترا دوست ہو اب آئینہ گیتی پہ — اُسکی تمثال کبھی ہو نے نہ پاوے منفک
کاتب دست قضا شکل عدو کی تیری — صفحہ ہستی سے جون حرف غلط کر دے حک

ایضاً قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر

لکھے ہے کاتب دوران سے منشی تقدیر — سمجھ کے دفتر قسمت کیا کر اب تحریر
یہ روز و شب تو بنائیگا تا کجا اسطرح — کہ جام مہر مین آتش دے مہ کو کاسہ شیر
گمان وعدہ نہ کر اب تو بحر دنیا سے — گہر نکالے تو عریان حباب پہنے حریر
رہائی اسمین ہے تیری کہ کاغذ سابق — درست کر لے عطارد کو کر کے اپنا مشیر
وہ سلطنت کہ نمونہ جسے خدائی کا — کہین ہین شرق سے تا غرب ہر صغیر و کبیر
سنا نہین ہے کہ غازی دین عماد الملک — جو میر بخشی تھا دا نکا سو اب ہوا ہے وزیر
اگر طلب کرے کاغذ وہ تجھسے اے نادان — تو کر سکیگا پھر اُسوقت اُسکی کچھ تدبیر
دیا جواب یہ اُن نے کہ میرے کاغذ مین — حضور اُسکی کسی وجہ کی جو ہو تقصیر
یقین ہے خامہ دست کرم سے اُسکے مجھے — سواے عفو مرے حق مین کچھ نہو تحریر
مری خطا بھی ہے کچھ چیز اُسکے ہمت پاس — ہر ایک لحظہ جو بخشا کرے ہے گنج خطیر
گہر فشان ہے سدا دست فیض کا اُسکے — تگرگ بار نہو جسکے ابر شمشیر

غنی ہوا ہے یہ اُسکے کرم سے ہر محتاج
کہ فرق ہو نہین سکتا بہم امیر و فقیر

تمیز کیا کہون اجرائے کار کی اُسکے
کہ جسکے رمز کو پہونچے نہ آسمان کا دبیر

دوام زلف بتان سے کرے اُسے تنخواہ
جو مانگے فرقۂ عشاق سے کوئی جاگیر

بیان مین کیا کرون اُسکی شجاعت اب جسکو
یہ کہتے ہین صف مردانین کیا جوان کیا پیر

عجب نہین ہے کہ قالب تہی کرے مریخ
اگر وہ چرخ پہ چڑھتے سنے تری شمشیر

برش کی اُسکے جو دہشت نہو زمانے کو
تو ہو وے رنگ نہ اُسکا ہر ایک دم تغییر

جہان کے باغ مین نقاش تیرے گلگونکے
جو جا ہین شکل بنا دین تو کیا کرین تدبیر

کہا مصور باد بہار نے جسکو
اگر قیاس مین ٹھہرے تو کھینچیے تصویر

نہ دونگا اسکو مین تشبیہ برق و آتش سے
ترے حضور کرون جست و خیز کی تقریر

نہین ہے مرکز خاکی پہ اُسکے جاری کا
بجز طبیعت معشوق کچھ عدیل و نظیر

رکھا کرے ہے سدا اُسکے گرد جو لانگاہ
دماغ آہوے تاتار پر ز بوی عبیر

تری رکاب کے بوسے کی آرزو تھی ولے
نہ آیا اپنے تئین ماہ نو سمجھ کے حقیر

ثنا مین صفحۂ کاغذ پہ تیرے ہاتھی کی
قلم کو ہاتھ مین لے کیا بیان کرون تحریر

صف عدو کے لیے رزم مین ہر روز سیاہ
ہے شمع بزم محبان کیواسطے شب قیر

بجا ہے گر کہون اُسکو اندھیری ساونکی
جو وے ہے مستی سے اسطرح جون سحاب مطیر

نکان پاکے صدا اُسکی جو سنے سو کہے
سیاہ خیمۂ لیلی مین قیس ہے زنجیر

برہمن اُسکو تو گنیش دیوتا بولے
کہین ہین شیخ ہوا کعبہ روان تعمیر

غرض ہے بات علی قدر فہم انسان کے
چنانچہ مجھ سے جو پوچھو تو یون کرون تقریر

زمین کی چھاتی کو دابا ہے آسیاہی نے
زبان خلق اُسے کچھ کیا کرو تعبیر

مآل پر یہی اس گفتگو سے ہے سب کا
جہان تک اُسکے ہین طرح یہ صغیر و کبیر

کہ جسدن اُس پہ عماری تو باندھکر ہو سوار
تو گویا برج حمل مین ہے آفتاب منیر

بیان مین کیا کرون سامان تیرے لشکر کا
کرے ہے کوچ کسی سمت جب وہ جمع کثیر

گمان مین خلق کے آتا ہے دیکھکر یہ نگاہ
زمین پہ ابر یہ چھایا ہے یا چلی ہے بہیر

ستم جہان سے ترا عدل یون کرے معدوم
کہ جیسے خاصۂ تریاق زہر کی تاثیر

یہ پرورش ہے جہانکی تری عدالت سے
کہ شیر کا بچۂ گوسپند سے ہے ہمشیر

جو کھینچے یاد مین تجھ خلق کے چمن نقاش | تو بو مشام مین عالم کے دے گل تصویر
نہیب قہر ترا ہو جو بحر و بر او پر | جگر نہنگ کا تیرے ہو آب زہرۂ شیر
وہ کنہ کونسی ہے پردۂ عادم کے بیچ | کہ تیرا مدرکہ اُسکا ہوا نہووے مشیر
مدبری کی تری کیا ثنا کرے کوئی | کہ جسکے حق مین یہ مطلع ہے مثل مہر منیر

مطلع

نہین ہے معجز عیسی سے کم تری تدبیر | کیا ہے زندہ سر نو سے جسنے عالمگیر
رواج دین بنی کا یہ عہد مین تیرے | کہ شکل انس پہ عائد نہووے اب تکفیر
شکست دے ہے تو بُتکو جو سومنات کے بیچ | صدا انکلتی جرس سے ہے کیا ہے تکبیر
اگرچہ فتح دکن بیچ جاکے اکبر نے | کیا ہے بھاگ نگر او قلعۂ آمیر
عزیمت اسم کو تیرے اگر پڑھے کوئی | کرے وہ ہند مین بیٹھا ستارے کو تسخیر
جو تیری ذات سے ہر نیک تُنے اپنا کام | کیا درست سواد سکو مین کیا کرون تقریر
کہ جیسے اہل مذاہب نے جلد قرآن سے | لکھی ہر ایک نے اپنے طریق پر تفسیر
غرض نہ خلق ہو دنیا مین آدمی تجھ سا | کرین جو خاک کو آدم کے لاکھ بار خمیر
پس اسطرح کے بشر کی کوئی ثنا مجھ سا | اگر کرے تو وہ ہوتا ہے واجب التعذیر
اگرچہ مین یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن | تری ثنا کی مصنف ہو یہ زبان تقصیر
کرے ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا | رہے ہے تو کارکشا اسے اسیر بن اسیر
گرہ جو کام مین اعدا کے تیری ہو اسکی | پڑے ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع الدولہ

مینے دُر سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ | تھا ورنہ اس قلم مین کب اس رنگ رنگ ڈھنگ
میزان جہاں ہو نہم کی وان کسکے حرف کا | پہونچے مرے سخن کے بیا سنگ رنگ ڈھنگ
ٹک دیکھون اپنے مصرع موزون کو مین بغور | تیغ سخن بھی رکھتی ہے کیا انگ رنگ ڈھنگ
کسکو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری | قطرہ بنا دے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

بلبل کے زمزمے کا چمن بیچ کیا مجال
پیدا کرے کلاغ بد آہنگ رنگ ڈھنگ

سمجھے ہے مرغ معنے عرش آشیان اوسے
رکھتا ہے باز کا جو مرے چنگ رنگ ڈھنگ

نقاش مین تو وہ ہون سخن کا کہ سیکھتا
شاعر ہو مجھ سے مانی ارژنگ رنگ ڈھنگ

میرا وہ مرتبہ ہے کہ خلقت کے شعر کا،
رکھتا ہے شاعری کا مرے ننگ رنگ ڈھنگ

جس گلزمین پہ ہو نہین تو اشعار کا مرے
پہونچے ہو واسے لاکھون ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ

اصلاح ہو نہ میری تو اوروں کے شعر کا
پھر وان سے نہ نکلے کسی ڈھنگ رنگ ڈھنگ

پیدا کیا ہے معنے بیرنگ خلق نے
کھا کھا میری ہی خامہ سے سرچنگ رنگ ڈھنگ

کردو نین اُس زبان کو روان جس زبان کا
مارا ہوا ازل سے ہوا دھرنگ رنگ ڈھنگ

لقمان شاعرون مین اگر ہو تو شعر کا
یان سیکھنے کا اُسکو ہو آہنگ رنگ ڈھنگ

فیضان نفس ناطقہ میرے سے دہر مین
پایا سخن نے جون گل ازرنگ رنگ ڈھنگ

جس جا کہ مین لغات فراہم کرون تو وان
ذرّہ رکھے نہ صاحب فرہنگ رنگ ڈھنگ

آئینۂ سخن پہ معانی کے شکل کا
رکھتے ہین جنکے لفظ تہ زنگ رنگ ڈھنگ

ژنہار اوس سے یہ نہ پھرین اسنے جسطرح
کہتے سخن کا وسوسۂ ننگ رنگ ڈھنگ

صنعت مین شعر کی غزل پنج بیت کا
کرتا ہے ان پہ قافیہ کو تنگ رنگ ڈھنگ

مجکو نہنگ بحر معانی سے کام ہے
سمجھے سخن کو کیا کوئی خرچنگ رنگ ڈھنگ

یعنی شجاع الدولہ بہادر کے فیض کا
پہونچا ہے جسکے لاکھون ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ

کر اس غزل کو غور کہ تیری جناب مین،
داد اسکا چاہتا ہے بہرنگ رنگ ڈھنگ

غزل

دیکھا جو دیر و کعبۂ ہمسنگ رنگ ڈھنگ
کچھ ایک سا رکھین ہین بہم سنگ رنگ ڈھنگ

کرنا پرستش انکی جو پایا تا انھون کے بیچ
یار رو و قار دکھے مین ہمسنگ رنگ ڈھنگ

کیا تجھ لبون سے لعل کو نسبت کہ انکی طرح
پہونچا سکے ہے کوئی بہم سنگ رنگ ڈھنگ

ساقی نے بھر کے جام زمرد کو یہ کہا
ہم بادہ آہن خوب ہے ہمسنگ رنگ ڈھنگ

سودا مین کیا کہون در و دیوار باغ کا،
رکھتا ہے یار بن غم و ہم سنگ رنگ ڈھنگ

بس مجکو منتنم ہے کہ میرے سخن کے بیچ
اتنا بھی دہر کا جو رکھے ڈھنگ رنگ ڈھنگ

تیری تو وہ زبان ہے کہ جسپر ہر آن نطق
جون گلستان رکھے ہے بہر رنگ رنگ ڈھنگ

مریخ تک ہے لیکے عطارد سے چرخ پر
سیف و قلم کا دیکھ ترے دنگ رنگ ڈھنگ

لیکر قلم جو ہاتھ کرے کوہ پر نگاہ
یاقوت کو تو بخشے ہے سنگ رنگ ڈھنگ

جلتا کبھو عدو کے تئین تیرے سیف کا
جانے نہ دے ز دائرۂ جنگ رنگ ڈھنگ

اک سیل و اک نہنگ ہوا اور دو ہون کر گدن
دیکھ اسکی پھر برش کی بجور نگ رنگ ڈھنگ

چنچل یہ باد پا ہے کہ جسکا طویلے بیچ
سیماب سا ہو کھینچنے مین تنگ رنگ ڈھنگ

جون حلقہ ہوشان کے بیچ عارض پیچ زلف کا
کاوے مین یہ رکھے ہے وہ شبرنگ رنگ ڈھنگ

عاشق کا رنگ بولون کہ معشوق کی مزاج
جلدی کا اُسکے دیکھ کے ہون دنگ رنگ ڈھنگ

اسکی کمان کا وصف کرون کیا مین اب کہی
مشہور جسکا روم سے تا زنگ رنگ ڈھنگ

تیر اس سے یون چلے ہے کہ ارجن سے کتنونکو
کردے ہے جسکے توڑ کا جیت ننگ رنگ ڈھنگ

مطلع یہ جا حضور پڑھون گر دقار کا
پیدا کرون مین کوہ کے ہمسنگ رنگ ڈھنگ

مطلع

دریاے فیض کا ہے ترے ننگ رنگ ڈھنگ
پاوین کہان ترا جمن و گنگ رنگ ڈھنگ

دامن کشادا بر گہر بار جیب کرے
بخشش کا تیرے کردے اُسے تنگ رنگ ڈھنگ

یہ عدل ہے ترا کہ زمانے مین اب نہین
فریاد کا بجز جرس و زنگ رنگ ڈھنگ

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع زمان شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

مرغ معنی کے اگر صید پہ اپنا ہو خیال
عرش پرواز ہو تو کھل نہ سکین اُسکے بال

نہ بچے طائر مضمون نظر انداز مرا
فکر عالی کی ہے شاہین میری راہ نوال

آوے ہے شعر و سخن پر جو طبیعت میری
معنی پردے سے عدم کے کرے ہین استقبال

کچھ مجھے تازہ مضامین کی نہین سعی و تلاش
پھرتے ہین ناطقہ میرکیے سدا وہ دنبال

شست و شو دون ہو نہین الفاظ کو جس پانی سے
دُر دہے آب گہر سامنے اُسکے وہ زلال

نورِ خورشید ہو شب گھر سے فلک کے زائل
نورِ معنی سے مری بیت کے ہو دورِ زوال

جس زمین پر مین کرون بیٹھ کے مصرع موزون
وان بجز سرو ہے روئیدگیِ نخل محال

جو زباندان سخن ہو زبان کا میری
بہرہ ہونیکی نصیبی کو نہیں اُس سے مجال

خامہ کہتا ہے مرا ہے جو فصاحت اک چیز
سو زبان کی ہے مری خادمۂ بے زر و مال

یہ زبان مجھسے کی خامہ کو عطا کرنے سے
مین سمجھتا ہون جو منشیِ ازل کا ہے مآل

کہ زہے مدح مین ایسے کی جسے تا با بد
پرورش کرتے نہین گذرے کہ و مہ کی سہ سال

یعنی نواب فلک رتبہ شجاع الدولہ
قائم اُسکا رہے تا حشر یونہی جاہ و جلال

مطلعِ تازہ کرائے خامہ رقم اب ایسا
کہ بہ از مطلعِ انوار کیا جاوے خیال

مطلع

تمنائے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال
بسکہ یان سجدے کے مشتاق ہین اہلِ کمال

یہ وہ در ہے کہ جہان آکے ہما پہونچا دے
رتبۂ بالِ ہما ہر مگس بے پر و بال

آستان ہے یہ وہ عالم مین کہ جسکے در پر
جتنے ہین خاک نشین باغِ کرم کے ہین نہال

کرم انسان پہ جوہر ہے طبیعی تیرا
خواہ ہو نیک کوئی خواہ کوئی بد اعمال

کام کرنے کا اگر یہ تغافل فرمائے
سایہ تیرا اگر اوٹھے عوض یہ تجھسے کہ سنبھال

جس جگہ تیری مروت کا زبان پر ہو ذکر
شعلہ وان خس کی اذیت کو سمجھتا ہو وبال

پدری کی ہے اُنھونکی جو ترے دامن تک
مادرِ گیتی کی بھری سے پہونچے اطفال

مفلسی سے نہ مکدر کوئی خاطر پائی
آبِ زر سے جو دھوئی تو نے زبس گردِ ملال

قول پر اونکے نہولتی تری ہمت جو دلیل
پوچھتا مین حکما سے ہے خلا کیونکہ محال

ہاتھ تیرے کا اگر عکس پڑے دریا پر
دُرِ مکنون سے ہو مشتِ صدف مالامال

چاہیے ابرِ گہربار بسارے دامن
پونچھ چہرے سے عرق جھٹکے جو تو اپنا رومال

جس گھڑی دہر مین تیرا ہو کفِ جود بلند
اور اسوقت کوئی تجھسے کرے آکے سوال

جو یہ انبارِ طلا دست تلے سائل کے
کہ جسے پنجۂ خورشید کا پہونچے نہ خیال

نطق نے تیس حروف سے ترے عہد کے بیچ
سین و واو و الف و لام کو ہے ڈالا نکال

تو وہ عادل ہے جہانین کہ قلمرو میں ترے
چیونٹی دستِ تعدی سے نہووے پامال

اسقدر سنگ نہ بوجھل ہو زمانہ نہین اگر ارمغان حلم ترا بار نہ پہونچے یہ جبال

صولت و قہر کے آگے ترے یون دیو سیاہ آنچ سے آگ کی جون تاب مین آجاوے بال

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہے کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

شرق سے غرب تلک رعب ترے نیزے کا دھاک ہے تیغ جنوبی کی تری تا بہ شمال

اُسکی خونریزی سے یون فوج عدو گھٹ گھٹ کھلے جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال

کافر حربی و موذی و منافق ملحد ایک جو رنگ ہے چارونکا اسے استیصال

کیا بیان تجھسے کرون وصف سپر کا تیرے سایۂ مہر نبوت ہے تری پیٹھ پہ ڈھال

شصت اندازی سے تیرے ہو عدو کب جانبر دائم انگشت قضا تیر کے تیرے ہے بحال

تیرے شبرنگ کے جلوے کے تئین جو دیکھے سکے وہ اُسکو کنہیا زرہ حسن و جمال

پہونچے کب اسکے چلاوے کے تئین وہم و گمان سالہا گر وہ کرین دوڑنے کا استعمال

دیکھے اُسیر جو تجھے وقت کمانداری کے رہے حیران نشانیکی طرح چشم غزال

تیرے پیکر مین جو دیکھا ہو مین اُسکا تہا برق کے ابر و ہوا مین نظر آئی تمثال

روز میدان وہ اگر فوج عدو پر کڑکے بدتر از صاعقہ لاوے صف اعدا پہ زوال

تیرے ہاتھی کا بیان تجھسے کرون نہین لیکن چھوٹا منہہ اور بڑی بات نہین اپنا قال

رفعت و شان بزرگی مین کہون کیا اُسکی مرتفع جسکے سر و جہر سے ہو دین گھنٹال

اسطرح مستک رنگین پہ ہے اُسکی جھباگ جون فلک پر شفق شام مین نکلے ہے ہلال

جلوہ گر ہین شب دیجور مین گویا دو شمع حسن کو دانتون کے اُسکے جو کیا مینے خیال

پائل اُتنا وہ چلے ہے کہ اسے باور کر بخشے دشمن کے تئین عمر ابد جسکی چال

باندھ دین پاؤن سے اسکے جو عدو کو تیرے پھر اجل چاہے کہ پہونچے اُسے ہے امر محال

اُسکی خوبی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ وصف مین اُسکے رزائل کی زبان میری ہے لال

کوئی کہتا ہے سمیٹے کھڑی ہے آپ کو رات کوئی بولے ہے نہین چہرے پہ دیکھے ہے خال

فی الحقیقت وہ جو ہے ایک پون نام نشان اکٹھی کر اسنے گرہ دے رکھے ہین اپنے بال

مالکی حق نے عطا کی تجھے ایسی جس سے ہند کے تخت کو تا حشر رہے استقلال

تو ہے خورشید جہان تاب کی صورت اور وہ بے تصنع نظر برج حمل کی ہے مثال

خلق کو شادی نوروز سدا ہوتی ہے دیکھ مسند پہ تجھے اُسمین بدوش اقبال

غرض انسان نہ کبھو پہونچے بہم تجھ جیسا
آسمان گر کرے خلقت کو جہان کے غربال

کون ایسا ہے مین تشبیہ نجھے دون جس سے
توہی آئینۂ ہستی مین ہے اپنی تمثال

تو ہے جون مہر جہانتاب بذرات جہان
مہر کو ذرّہ سے تشبیہ ہے تحمیق پہ دال

ختم کرتا ہے دعائیہ پہ سودا یہ کلام
دوست ہون شاد ترے اور رہون دشمن پامال

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

اشجار کا بستان جہان کے ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہے چنار اُس سے رُخ گل پہ جو ہو رنگ

بیمہری مین سیّار گلستان کے کہون کیا
پھل دے نہین جو نخل اُسے مارین ہین یہ سنگ

جتنا ہے انھین بخل و حسد اس سے ہو افزود
چشم انکی ہو جون غنچۂ گل انسے بھی کچھ تنگ

ہو جام طمع کو قدح چشم سے ان کے
بادۂ مروت کے طلب وسوسۂ ننگ

اظہار کرین گو رسے دین چشم مین سر سے
وان اوٹھ کے لگین دوڑنے بیٹھا ہو جہان لنگ

اُبھرتے ہوئے انکے دل و دیدہ کے اطراف
نت مہر و وفا عار کرین شرم و حیا ننگ

مہمان سے گرفت اتنی ہو یہ ماحضر اوپر
دل مرغ کے سینے پہ گویا باز کا ہے چنگ

ہے انسے غلط چاہیے صہبائے ترحّم
شیشے کا اُنھونکے ہے ٹھکانا جگر سنگ

دنیا مین توقع نہین انسان کو کسو سے
چھٹ اُسکے وزیراب ہے جسے ہند او رنگ

کیا منہ مرا اور کیا لب لہجہ ہے کہ اوسکا
لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

اس بحر مین وہ نام بزرگ آوے سو کیونکر
جلو مین سمندر نہین آتا ہے کسی تنگ

ان بیتون کے ہر حرف سر مصرع نظر کر
جو اسم شریف اُسکے سمجھنے کا ہے آہنگ

شمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے
جو خوبی ہے دنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ

الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرو نہین
عاری رہین امواج کو گنکر لب گنگ

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہو کہ فریاد
لائے نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ یہ مین حوصلہ جز اوسکے بشر کا
وسعت بھی زمانے کی حضور اُسکے ہے کچھ تنگ

لعل اُسکے تئین بخشنے کنکر سے مین کمتر
ہمت کا جہان بیچ بھلا کسکی ہے یہ ڈھنگ

بازو کا اُسے زور شہ ہند کا کہیے — ہیبت سے جہان اُسکے ہے صاحب اورنگ
آمد کی خبر اُسکی جو ہووے طرف روم — دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ
روجب کرے میدان مین تو کیا تاب کہ اعدا — دکھلائیں نہ پشت اپنی وہ در معرکہ جنگ
لکھ وصف شجاعت مین قلم مطلع ثانی — دل مدح سے غائب کے مرا اب ہے بہت تنگ

مطلع ثانی

رستم کو خبر ہو کہ ترا اُس پہ ہے آہنگ — جیوے بھی جو یہ سنکے تو کھایا نہ لگے انگ
بل جیونٹی کا پاوے تو کرے چھپنے کا وان قصد — بہمن یہ تجھے دیکھ کے عرصہ ہو نپٹ تنگ
طائر کے جو تو صید پہ لے تیر و کمان ہاتھ — ارجن کے وہین چہرے سے پرواز کرے رنگ
حربے سے یہ دہشت پڑے سادنت کو لیکن — بچ جاوے اگر جان سے کھاکر ترا سرجنگ
ہاتھ اُسکے مین دیکھ کبھو شمشیر برہنہ — اک آئنہ دکھلاؤ تو بھاگے وہ دو فرسنگ
چار آئنہ گردون ہو اگر تن پہ عدو کے — آگے تری شمشیر کے ہے بھیڑ کا جو رنگ
عرصہ ترے گھوڑے کے جو سرپٹ کا ہی آئین — پاوے فرس باد سحر کرنے لگے لنگ
کچھ برق سی تڑپے ہے سدا ابر سیہ مین — تیہا جو کہوں سو نہیں رکھتا ہے وہ شبرنگ
جس وقت تبرزین کو رکھ ٹیکے مین اپنے — اُس رخش فلک سیر کا تو آنکے لے تنگ
آہن کا کہین گدھ ہو تو دروازون پہ اُسکے — قالب ہتی سنتے ہی کرین جتنے ہین سرہنگ
ہموزن ترے علم کا ہے وقر ہی تیرا — کہسار تو دونون مین نہین ایک کی ہمسنگ
خاطر یہ خلائق کی ہے تجھکو کہ سوے باغ — بے رخصت بلبل نکرے سیر کا آہنگ
دل تجھسے ہو میلا کسی طوطی کا یہ کیا دخل — آئینہ تلک عہد مین تیرے نہ لگے زنگ
کھینچا ہے زبس سر بفلک عدل نے تیرے — میزان کی طرف دیکھ کہ ذرہ نہیں پاسنگ
آتش لبے ہے یون آب مین انصاف سے تیرے — آئینے مین جس شکل ہو عکس رخ گلرنگ
کچھ چشم کا ہے نرگس شہلا چمنستان — پاتا ہون مروت کے تئین اُنہین بصد رنگ
دل بھر نہ گیا شیوۂ احسان سے تیرے — خالی ہو کوئی ڈر عدن سے جمن و گنگ
بس جو کوئی سمجھا ہو ثنا اُسکی ہو نہ مجھسے — ہرگز نہ اسے مانو کب مجھ مین ہین ڈھنگ
جس مرتبہ مین تجکو سمجھتا ہوں مین ممدوح — یہ مدح تو وان عار ہے مداح سو ہی ننگ

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین
خواہ انکو کہہ تجھے تو اب خواہ انھین سنگ

سودا نہ چل آب گے کہ یہ جاے اوبے
کر قطع سخن کا تو دعائیہ یہ آہنگ

قبضے مین ترے قوت شمشیر سے تیرے
لے شام سے تا روم رہے روم سے تا زنگ

پرواز ہما جب ہو سوے اوج سعادت
شہباز کا طالع کی ترے اُسپہ رہے چنگ

در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر ہزبر جنگ

خون مرے دلمین نہین تشنہ ہو گویا ترا ناز
شرم سے خو کی تری ہو چکی ہے آتش گداز

گردش دہران آنکھونکی بلا گردان ہے
بخت برگشتہ کا مژگان کے تصدق انداز

جنبش لب بسخن آبروے چشمۂ خضر
دم عیسیٰ کے لیے موج تبسم دمساز

ہے سرِ دہر مین تجھ زلف سے سودا کہ ہوا
پا بزنجیر اُسے سلسلۂ عمر دراز

نذر ہنگام ادا ایک جہان کا دل و دین
ناز کے وقت گریبان دو عالم ہے نیاز

تیوری کی گانٹھ کا کب ہمپہ کھلے ہے عقدہ
ہو دیگی کوئی گرہ زہر کی یان محرم راز

رخصت آفت نہو تقدیر سے جبتک تیری
گر نہ لے گوشۂ ابرو کے اشارے سے ساز

نگاہ نرگس نظر آوین گیے آہو گے ترک
انکھڑیان مین تری ظالم کہ کوئی شعبدہ باز

کینہ جوئی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
مہربانی کا ترے جور فلک پا انداز

تو جو کہتا ہے نہین دلکو ترے صبر و شکیب
اس سخن سے تو ہے انصاف رہِ دور و دراز

عہد مین حسن کے تیرے جو میسر ہو کوئی
معجزات اسکے مین ہے صبر بڑا ہی اعجاز

کون وہ دن تھے کہ جب تب مری نظارے کو
تیرے آئینہ مین پریشان نظر کا تھا جواز

سو وہ صحبت ہے یہ بالعکس کہ پیش آئی ہے تو
مجھسے ہر روز بہ ناز اور سے ہر شب بہ نیاز

نالہ و آہ سے میرے یہ جہان رات کو خواب
لیے ہے چشم خلائق سے رہ دور و دراز

ایک طالع کی تو اپنے نہ کہون مین ورنہ
اُٹھ کے جب دیکھیے تا دیدۂ مہتاب ہو باز

امتحان میری وفا تا بہ کجا کیجیے گا
صف عشاق مین سب جانتے ہین ای طناز

یون خم تیغ جفا سے ہون ترے سر بسجود
آگے محراب کے جسطرح سے ہو پیش نماز

کوئی سنکتا نہین فریاد کو میری ورنہ
آہ کی طرح مین ہو جاؤن سراپا آواز

دل کی گو کہہ نہین سکتا مین دراندازدن سے — کس لیے مین کہون کچھ تجھسے کہے کچھ غماز
مال و زر تھا سو دیا عشق مین تیرے برباد — نقد جان پر نہین راضی جو کرون اُسکو نیاز
کسطرح سے یہ ستم جا ہیگا انصاف اُسکا — استخوان کو ہو مرے جور ترا توتیا ساز
دہر مین داد رس خلق ہے اب جسکی جناب — اور انبائے جہان مین ہے سبھون سے ممتاز
یعنی موسوم بہ نواب **شجاع الدولہ** — ذات سے جسکے زمانیکو ہے فخر یہ و ناز
کیا بیان اسکی عدالت کا زبان پر لاؤن — سحر ہے صولت عدل اُسکے تئین کر اعجاز
باز و کنجشک کی کھینچے جو مصور تصویر — رعب کنجشک سے پرواز کرے صورت باز
پیش خس تاب نہ آتش کو بجز خاموشی — نہ یہ طاقت کہ زبان اپنی کرے شعلہ دراز
عدل جسکا یہ ہو لازم ہے کہ اب اُسکے حضور — جاؤن اس مطلع ثانی کے مین کرنے کو نیاز

مطلع ثانی

دُر نہو قطرے سے اے بحر سخا کے ممتاز — گر ترا دست کرم ابر سے ہووے نا ساز
ہمت عام نے تیری یہ جہان انبا کو — ہاتھ پھیلانے سے باہم کے رکھا یا تنک باز
سیر چشمی ہے اب اتنی کہ کسی باغ کے بیچ — شاخ ہانا نہ پڑے نخل کے با دست دراز
یہ مسلم ہے کہہ و مہ پہ کہ آفاق کے بیچ — زندگی بخش مسیحا کا ہے لاشک اعجاز
لیکن انجام کو پہونچا ہے ترا کار شفا — مفلسی کی جو مرض کا ہو کسیکو آغاز
عہد مین اپنے شجاعون کے وہ اشجع ہے تو — کہ تہور کو ہے تجھ دل کے شجاعت پہ ناز
نعرۂ قہر کو تیرے جو سُنے رو مین تن — استخوان اُنکی طرح شمع کی ہو جائین گداز
شعلہ پیرا وہ تری تیغ ہے جسکی ہیبت — کوہ کی تیغ ملک رکھتے ہین جلنے سے باز
لاکھ پانی سے بجھائے ہے وہ آتش لیکن — شعلۂ برق سے اب تک ہے زبان اُنکی دراز
اطلس ہفت فلک ہو جو عدو کی جلتہ — کٹے اسطرح وہ اس سے کہ چھریے جون پیاز
کام صحت سے نہین اُسکے جراحت کو مگر — عیسیٰ کا رد یہ بھی لاوے تو لاوے اعجاز
ورنہ جراح کی کب بخیہ و مرہم کے ساتھ — ناخن شیر اجل کی ہو نہٹے کو ساز
حکم انداز ہے وہ تو کہ کمان کا قبضہ — ہاتھ اپنے مین کیا جسگھڑی جون چنگل باز
چشم نے دہر کے دیکھا نہ ہوا مین ہرگز — طائر روح سوا مرغ کو کرتے پرواز

زیر ران ہے وہ ترے رخش صراحی گردن — شور قلقل سے بہ از شیہہ کے جسکی آواز
جلد پر اسکی صفا سے ہے یہ کچھ کیفیت — دیکھکر جسکے تئین جھک رہے صد آئنہ ساز
بوی خوش باد سحر یال سے اوسکے تحفہ — لیکے جاتی ہے سوے زلف بتان بہر نیاز
گوش سے تا بدم اوسکے ہین گل خوبی سے — صد چمن جسکے طویلے کا نہو با انداز
اچپلاہٹ سے تو پڑتی ہین یہ اوسکی آنکھین — رشک سے دل ہو جسے دیکھ چکا ریکا گداز
پور یہ اوسکی بہ از غنچۂ سوسن کہ جسے — کسی گلرو کا لگے لب دہن خندہ طراز
سولد اوسکا ہے مگر بخید کہ رکھتا وہ ہے — ستیہے مین غمزۂ خوبان عرب کا انداز
اس سکرو کو جو پھینکے تو روے دریا پر — ٹوٹے ہرگز نہ حباب اوسکے بزیر تگ و تاز
خندق و قلعہ نہوا اوسکے ڈپٹ کے حائل — جون ہوا اسکو مساوی ہے نشیب اور فراز
کڑک اسکی مین کہون کیا ہے جو کچھ سرپٹ مین — باج وہ جسکے تئین صاعقہ کی ہے آواز
اوڑکے رہجاے جہان اسکے تگاپو کی گرد — طائر وہم کو پہونچاے نہ وان تک پرواز
کیا کرون وصف ترے فیل فلک پیکر کا — تا بلند اپنی زبانسے نہ سخن ہو آغاز
یون مہاوت کی ہے اس مست رنگین پہ گجک — ماہ نو جون شفق شام مین ہو جلوہ طراز
حسن مین سیاہ قلم کی ہے وہ تصویر اس سے — خامۂ صنعت حق کی نظر آوے پرداز
اسطرح دانتون مین خرطوم ہے اوسکے جیسے — موسم دے کے ہون کوتاہ دن اور رات دراز
پایل ایسا کہ عجب کیا ہے بوقت رفتار — سایہ اپنے کو رکھے ہمرہی اپنے سے باز
بے تکان پیرے ہے دریا مین وہ اسطور سے — رشک کھاتے ہین جسے دیکھ سواران حجاز
اسقدر ہے وہ دلاور کہ بروز ہیجا — استقامت کرے اوسکی جگر کوہ گداز
لاکھہ گر توپ دغے اوسکے محاذی تو وہ — سمجھے پشہ کی طنین اونکی دغا مین آواز
غرض اس نظم سے تو یہ نہ سمجھیو ممدوح — کہ طمع پر ترے مداح کی ہو عرض نیاز
خلعت و اسپ و گہر تیرے ثنا آگے کچھ چیز — نہ وہ ہین اسلیے تجھ پاس کرون دست دراز
ہے تصدق جو مقرر میری خاطر اوسمین — تمکین شیرین کو ہے ذائقہ سے سیری ساز
بہر پوشش مجھے ملتا ہے وہ جامہ جسکا — دامن آلودہ گی کو حرص سے رہتا ہے باز
مجکو کچھ کام نہین تونے مجھے جو چاہے رکھہ — مین ہون بندہ ترا اور تو ہے مرا بندہ نواز
مطلب اس سے یہ جو سودا ہے ترا پیر غلام — اور کیا ہو سکے جز یہ کہ دعا بعد نماز

تیرے اعدا رہین نظر دنیں زمانیکے ذلیل / حق دو عالم مین رکھے تجکو سدا باعزاز

ایضاً قصیدہ در تعریف تیر و کمان و صفائی شست و اصابہ تیر بہدف نواب وزیر الممالک

احکام پر ترے نہ کرے کیونکہ کام تیر / ہے یان کمان حلقہ بگوش و غلام تیر

اتنا ہی چست بیٹھے ہے جتنی کمان ہو سست / خوبی کا حق کرے ہے ادا یان تمام تیر

قربان چاہیے لب معشوق او سپہ ہو / اس پیچ سے تجھ کمانکا پڑے ہے دوام تیر

تو دے پہ تیرے ہاتھ سے بوسے لیتی کہ جب / پہونچے ترے عدو کو اجل کا پیام تیر

پہونچا دے سکے ہاتھ سے جز ہاتھ کے ترے / کار صفائی شست باین انصرام تیر

جزن میل کھینچتا چلے سرمہ بجسپ مور / ہے تیر کے سوا ترے ایسا کدام تیر

پلہ کرے کمان تری تیر جس جگہ / پہونچے نہ وان قیاس کا باصد مقام تیر

چشم قضا کا حلقہ ہے لاشک تری کمان / اس چشم کی نگہ کو کہے ہے عوام تیر

چھوٹے ہے تجھسے یہ کہ نکل کر کمان سے / جس جا زمین کے تودہ مین پاوے قیام تیر

کھودا کرے جو واہمۂ خلق جس جگہ / نکلے تو نکلے صبح سے لے تا بہ شام تیر

ہمسر ہے کس کا تیر ترے تیر سے کہ یہ / انگشت ہے قضا کی کہین ہین بنام تیر

جا تیری تیرخوردہ کی ہے اسلئے سقر / حربے ہین تیرے جتنے ہین انمین امام تیر

نکتے بچھڑکے صید چھپے گر پہاڑ مین / لو چھانکر پہاڑ کو کر دے تو دام تیر

لیکر کمان کرے جو تو عزم شکار مرغ / ہرگز رکھے ہوا مین نہ طائر کا نام تیر

اُڑتے کہین نہ دیکھ سکے ملک ہندسے / جز اپنے اک پرند کو تا روم و شام تیر

سودا کی یہ دعا ہے کہ تیرے مراد کا / بیٹھا کرے نشانے پہ یارب مدام تیر

در مدح نواب وزیر الممالک جلال الدین حیدر شجاع الدولہ بہادر ہزبر جنگ در فتح کردن بحافظ رحمت خان

آیا عمل مین تیغ سے تیرے وہ کارزار
دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بروزگار

بے سر ہوئے ہین آج یہ سرکش کہ گر نہال
خاک انکی پر ہو تو نہ ثمر لاوے شاخسار

سر جنگ اسطرح کی نہ کھائے کہ تا بہ حشر
مدفون ہون جس زمین پہ تو وان اُٹھے نکے غبار

آتش غضب کی تو نے یہ اُنکی فسردہ کی
تن مین نہین ہے قطرۂ خون صورت شرار

نام اسکا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا
نہ عف کرے ہے سگ ہی نہ قان زاغ کوہسار

اک خُم تھا دل انھونکا پر از بادۂ غرور
تین اُسمین کر دیا نمک تیغ آبدار

تھا عزم یہ ہر ایک کا گا دینگے بیٹھ ہم
تانون کو کھینچ کھینچ کے قلقاری بار بار

آئے تھے وہ چنانچہ اسیطرح روز جنگ
پایا تھا جون دلو نمین خیال اُنکے نے قرار

گاتے بجاتے نلچتے اور کودتے ہوئے
سائے مین جھنڈیون کے صفین باندھ بیشمار

وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح
گا ذر بچھا دین پارچہ جون نہر کے کنار

برحق بجانب انکے ہی تھا کچھ اس امر مین
تیرے دلاورونکا نہ دیکھا تھا کارزار

جو غول تیرے سامنے آیا تو سمجھے یہ
اک کھیت روبرو ہے ہمارے پر از خیار

جیسی ہی اُس گروہ نے پی تھی شراب کبر
کھینچا ہے اُسکے نشہ نے ویسا ہی کچھ خمار

اسباب پر حریف کے آپسمین لگتے داؤن
لشکر مین اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار

حق ناشناس قوم یہ تھی غرہ اسقدر
غارت پہ ہر بنرد کے لیتے تھے سب اُدھار

لیکن خدا کے فضل سے یان ناگرفتہ قرض
جو لائے تھے سو دیگئے رکھا نہ ایک تار

شمشیر و دست و بازو کے ہین یہ بہت بلی
اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہین شعار

پر وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے
آگے قدم اُنھون کے نہین اُنکا استوار

جرأت مین اُنکے حرف نہین پر یہ کیا کرین
صحبت نہ دلسا ونکی تہورنے کی برار

اونمین سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا — مینے کہا انھون سے کہ تم جیسے جانگسار
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے — ہو سامنے حریف کے بیجد و بیشمار
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ مین تم — فتح و شکست مردون کو ہے پر یہ اضطرار
اونمین سے ایک نے بدم سرد یہ کہا — خواہش خدا کی یون تھی نہ تھا اپنا اختیار
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہین — آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہر اول — ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہین اب ہر ایک سے اُس فوج کی ہی — سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار
محبوب اور لبنت و لطافت تھی نکیطرف — یکسو تھا میر سید علی مستعد کار
لیکن اُنھونکو آدمی کہیے کہ دیو دد — اُنکا قدم وغا مین یہ پایا ہم استوار
ادہر سے بان ور ہکلہ و توپ متصل — پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگذار
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپین داغنے — اس پلے پر جہان سے جزائر کے ہوے نار
لیکن مین تجھسے کیا کہون اے یار اسگھڑی — دکھلائی تھی اجل نے عجب طرحکی بہار
تھی کرتیان تلنگون کی مانند لالہ زار — تھا دود توپ ابر سیاہ تگرگ بار
توپین جو داغتے تھے فتیلو لئے آن آن — رنجک مثال برق چمکتی تھی باربار
گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم — آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار
باروو و گولہ توپ مین تھا یا وہ باد تھی — جن نے کہ قوم عاد اوڑائی تھی جون غبار
فرصت کسو نے اتنی نپائی کہ وہ کرے — بندوق و تیر و تیغ سے جا اونمین کارزار
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو — گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار
اوڑتے تھے یون پیادہ کہ تو دیکھو روئی کے — نداف کا کمانچہ جون دے ہے انتشار
تھے ہاتھیو نپہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشین — ساتھ اُسکے ہم پیالہ و باہم نوالہ خوار
وہ بھاگے اسطرح کہ یہ کہتی تھی نکو خلق — بھاگا وہ دیکھو جاوے ہے میدان سے کوہسار
نے لڑنیکے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش — نے سوچ مرنیکا ہے نہ جینے کا کچھ بچار
باور ہی کیجو اسکو تو اسے یار اوسگھڑی — آیا جو کچھ عمل مین نہ تھا اسمین اختیار
جیدھر کو اُسکا منھ اُٹھا اودھر کو وہ چلا — سونبھے بغیر یہ کہ فلان جا کرون قرار
ہو بہ غضب تو لاش کی حافظ کے ذکر کیا — بیٹا سکے نہ چھوڑ کیا باپ نے فرار

حافظ کی لاش ہمسے نہ اُٹھی تو نزد فہم — جاگہ نہین ہے طعن و تعرض کی ہمیہ یار
لازم نہ تھا اسے کہ ہوا ایسے کے سامنے — ہمت مین اور کرم مین جو ہے طاق روزگار
لے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل — جسکے ہمکے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار
نہ رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت — نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار
خلعت کسیکو اسپ کسیکو فیل — بخشے کسیکو لاکھ کسیکو دیے ہزار
حافظ یہ چاہیے عہدہ سے اُسکے بر آ ہین — پیادے کو دیکے تین روپے نو روپے سوار
کیا کیا کرون مین اُسکی شجاعت کا بیان — ہمت کا اُسکے کیا کرون اظہار بار بار
حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ — تاریخ اُسکے فوت کی کر کے عدد شمار
تاریخ فتح عرض کی سودا نے یون کہہ — یہ فتح نو مبارک نواب نامدار

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ یحییٰ خان بہادر رستم جنگ

گر فلک اب یہ مہربان ہووے — جون تگرگ ابر دُرفشان ہووے
دخل کیا ہے کہ اُسکے چلنے کا — کسی انسان پر گمان ہووے
خلق کو اسقدر رہے استغنا — نہین ممکن کہ وہ بیان ہووے
رہرو آگے اگر پڑا ہو گہر — دور ٹھوکر سے کر روان ہووے
کبھو دیکھا نہ یون کہ زر بے قدر — اسقدر زیر آسمان ہووے
رہ نوردون کی نظرون مین اکسیر — بدتر از گرد کاروان ہووے
در گنجینہ پر نہین اب رسم — کنجی اور قفل پاسبان ہووے
متمول یہ خلق ہے جسکی — تا صراب کہنے مین زبان ہووے
جو گدا روز و شب کہ سائل تھا — چاہیے رشک خسروان ہووے
در و دروازہ یون ہے اب کسکا — کہ نہ دان بیل و پیلبان ہووے
کون ہے جسکے تازی و بختی — نہ پھر ٹکتا بزیر ران ہووے

نہین برہین کسیکے اب وُہ لباس | کہ نہ قیمت مین جو گران ہووے
نہ کوئی باندھے جب تلک ہتیار | نہ طلا یا نہ تہ نشان ہووے
خوان نعمت نہین ہے ایک کا یون | جس پہ تا سو نہ میہمان ہووے
عیش و عشرت سے ہے سدا دمساز | پیر ہو کوئی یا جوان ہووے
ہے جو کچھ جس کنے ہے اُسکی عطا | آصف الدولہ اوس جہان ہووے
دیکھکر جسکو خلق بولے ہے | تو ہوا اور عمر جاودان ہووے
پرورش کسکو یون ضعیفون کی | تجھ سوا زیر آسمان ہووے
در دولت سرا تلک تیرے | پہونچے پشہ تو پہلوان ہووے
کم بغل جو نظر پڑی تیری | وہ بذیل تونگران ہووے
ہے خلا تو محال ہے یہ سخن | حکما کا غلط گمان ہووے
سب جگہ ہے ملا مگر خالی | تیری بخشش سے بحر و کان ہووے
کین سے گردون کے عمر بھر رہے دو | جس پہ یکدم تو مہربان ہووے
چیز بے قدر کو جو دے تو قدر | قدردانون مین ارمغان ہووے
کیا عجب ہے تری مروت کا | جس جگہ ذکر اور بیان ہووے
لعل و یاقوت کی طرح اُس جا | آب و آتش کے تن مین جان ہووے
دہر مین حسن خلق سے تیرے | خلق رطب اللسان جہان ہووے
ہو سے مذکور خلق کے فی الفور | دہن خلق عطر دان ہووے
جا سے بیجا تیرے قلمرو مین | کب توانا سے ناتوان ہووے
ذرۂ خاک کی حفاظت کون | باد تند آکے پاسبان ہووے
سنگ اس عہد مین ہو وان پانی | شیشہ گر کی جہان دکان ہووے
آگے تجھ تیغ کے عدو کا اگر | دل پہاڑ آہن استخوان ہووے
کاٹ اوسکا سپہ گری اُسکی | روز میدان سب امتحان ہووے
کوئی اُسکا نہین جو رونے کو | دیدۂ زخم خون چکان ہووے
تیر تیرا نگاہ چشم قضا | اُسکو دیدار دشمنان ہووے
بادشہیا ترا تعالے اللہ | جلوہ گر آکے وہ جہان ہووے

زیر ران دیکھکر تڑپ اوسکی — خلق کا اوسپہ یون گمان ہووے
کیا عجب ہے کہ برق کا شعلہ — اسکے تہہ کے درمیان ہووے
صرصر اُسکے قدم کو پھر نہ لگے — تک کشادہ اوسکی گر عنان ہووے
جہد کرنے کا دل مین ہو جو خیال — مجھ سے آگے تو کیا بیان ہووے
اُس جگہ تک جہان مین جسکا بعد — دور از وہم انس و جان ہووے
لاکھ بار ایک پل کے عرصے مین — پہونچے جسجا سے پھر یہ وان ہووے
فوج کا تیرے کر سکے نہ شمار — گو عطارد حساب دان ہووے
کثرت اوسکی ہے جب تو ہووے سوار — بسکہ پر گرد آسمان ہووے
آنکھیں مل مل یہ مہر ہووے نور — جیسے شیشہ بتابدان ہووے
دود ہو یہ بلند توپون کا — آتش انگیز جب دہان ہووے
سقف حمام جس طرح ٹپکے — قطرہ زن چشم اختران ہووے
اُنکی آواز سے بدشت و کوہ — زلزلہ یہ جہان تہان ہووے
بکف دست جسطرح سیماب — حالت کوہ یون عیان ہووے
دی ہے جو حق نے تجکو حشمت و جاہ — فہم دان تک رسا کہان ہووے
تیرے خیمے کی ایک ہو جو طناب — نصف اوسکی نہ کہکشان ہووے
بچھی اس بارگہ مین جب مسند — رشک صد تخت خسروان ہووے
قالین اُسکے ہر ایک پا انداز — بہتر از باغ و بوستان ہووے
دیکھیے تب بجھے کہ تو جس دم — بیٹھکر اُسپہ حکمران ہووے
اور سرکردہ جتنے ہین اونین — کوئی نواب کوئی خان ہووے
دست بستہ مطیع فرمان کا — روبرو زیر سائبان ہووے
تجھسا آفاق مین ہو جب ممدوح — اور سودا سا مدح خوان ہووے
نہین شایان کہ عرض مطلب کی — اسکی ہر بار پر زبان ہووے
اب دعا دم کرون ہون سنکے جسے — آمین آمین بجا حاضران ہووے

شادی و عیش خرمی ہر روز
آ کے تجھ دل سے توامان ہووے

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا قلم کو رقم سے ہے منظور　کہ صریر اوسکے سے ہے دل کو سرور
نور صبح بہار کاغذ پر　خط خط گلعذار کا دستور
زلف خوبان چین سے خوبی مین　کھینچے ہر سطر جسکی آپ کو دور
ہے تبسم قلم کے منہ پر مشق　قلم اتنی رقم سے ہے مسرور
خامہ بخشش از گیاہ کیا ہے جیسے　ہو رقم سے یہ خوشدلی کا وفور
مگر اس امر پیچ کرتا ہے　اُس طرف انتقال ذہن شعور
کہ لکھا چاہتا ہے اسکی مدح　خلق مین جسکے خلق ہے مشہور
یعنے نواب آصف الدولہ　ہو سلیمان پہونچکے جس تک مور
ہے توان بخش ناتوان کا وہ　شاہد اسکا ہے متفق جمہور
لیگیا پیل پیل کو پشتہ　اُسکے آگے کیا جو باہم زور
شعلہ پیدا ہو جسدم اسکی تیغ　ہو وے خاک سیہ عدم مین تنور
اسکی تیرش کا وصف کیا مین کرون　سخت اور نرم پر باین دستور
سخت پر جلیے تار صابن مین　نرم پر جون ہوا مین بال طیور
یاد مین اُسکے باندھیے جو کمر　رن سے پھر لیے مظفر و منصور
مدح غائب سے دل ہے اپنا تنگ　ہو ٹک اے خامہ باریاب حضور
وہ جو تیری کمان کی سیر ہے　کسکو اُسکے اٹھانے کا مقدور
وصف شوخی مین باد پائی ترے　کرتی ہے اب زبان برق قصور
ہے فرس کسکے زیر ران ایسا　جسکے جلوے کا ہووے یہ مذکور
کرے پل مین تمام روے زمین　سینہ باز نقش نعل ستور
اگر ایسی ہی تیرے ہاتھی کے　جسکا پروردہ نمک ہے غرور

دیکھ او سپر تجھے یہ بولی خلق
ہے تجلّی حق بکوہ طور

فتنۂ دہر مین سنق سے ترے
کون ہووے ممد کیا مقدور

خس و آتش ہو جس جگہ وان سے
راہ جیب کردہ جاے باد سحور

ٹانک دے عدل دیدۂ شاہین
پھر نظر دیکھے گر سوے عصفور

گر ہو آتش پہ تجھ غضب کی نگاہ
ہو حرارت کا اوسمین بھی یہ دفور

زندگی کے لیے سمندر بھی
چاہیے مسکن بہ معدن کافور

تیری فیض نگاہ کو پر کاہ
پہونچ کر چاہیے نہو مغرور

کوہ ہو جاوے شکل شیشہ کے
گر کے نظرون سے تیری چکنا چور

تو وہ دریاے فیض ہے جس سے
واہمہ کرسکے کبھو نہ عبور

تیری بخشش ہے یہ کہ گوہر سے
جون صدف مشت خلق ہے معمور

مطلب اس نظم سے ترے آگے
کچھ خوشامد نہ مجھے نہین منظور

بسکہ ہے لائق ثنا یہ جناب
مدح کرنی ہوئی مجھے بھی ضرور

میری ہی اعتقاد ہے یہ مدح
ورنہ رتبہ ترا ہے اتنا دور

کہ جو چاہے خیال وان جائے
پہونچنے کا اُسے کہان مقدور

کہکشان خامہ آسمان کاغذ
ہو مرکب اگر شب دیجور

اتنے سامان پہ تیرے سب نصاف
آوین تحریر مین یہ کیا مقدور

ختم سودا کرے سخن بدعا
آمین سب بولین بندگان حضور

فضل سے حق کے تو بہ حشمت و جاہ
رہے تا حشر خرم و مسرور

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

سودا یہ جب جنون نے کیا خواب و خور حرام
لائے گھر اُس طبیب کے ہے عقل جسکا نام

احوال اُسکا دیکھ کے کہنے لگا طبیب
اب فصد و مسہل اسکے لیے ہی ہمیشہ تمام

کہنے لگا سن اسکو وہ دیوانہ در جواب ۔۔۔ مجھ مین لہو کہان یہ ترا ہے خیال خام
جو کچھ کہ میرے تن مین لہو تھا سو ایکی سال ۔۔۔ عامل نے خیر آباد کے پی کر کیا تمام
مسہل طلب کرے ہے غذا کی زیادتی ۔۔۔ مجکو سو ماہ عید بھی گذرا مہ صیام
کیا سودا اس علاج سے کہہ اُسکے ماسوا ۔۔۔ تا اپنی مین دوا کرون اب کر کے قرض دام
تب اُن نے یون کہا کہ بتاؤں مین وہ علاج ۔۔۔ اس درد سے تو پاکے شفا ہو جو شاد کام
اُسکے حضور عرض یہ کر جسکے سایہ مین ۔۔۔ مور ضعیف پیل سے لے اپنا انتقام

سنتے ہی یہ نوید قصیدہ برائے نذر
لیکر اب اس جناب مین حاضر ہوا غلام

اے وہ کہ تیرے عدل کی نسبت بخاص و عام ۔۔۔ نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام
دیتا ہے تیرے عصر مین اے عادل زمان ۔۔۔ زخم جگر کو سودۂ الماس التیام
کیا کیا ہی خوبیون سے کیا حق نے تجکو خلق ۔۔۔ ابنائے روزگار کے اے فخر و احترام
مذکور حلم کا مین کرون یا بیان خلق ۔۔۔ یا مین تری شجاعت و ہمت سے اب کلام
تیرا ہی بار حلم ہے اے صاحب وقار ۔۔۔ کشتی خاکدان کا جو پانی پہ ہے قیام
آدے نسیم اگر چمن خلق سے ترے ۔۔۔ خوشبو جہانو نکا ابد تک رہے مشام
تجھ نعرۂ غضب کی یہ صولت ہی گر سنین ۔۔۔ فیصل ہون بر و بحر کے باشندگان تمام
زہرہ ہو آب سینہ مین ہیبت سے شیر کا ۔۔۔ تڑپے نہنگ پیاس سے ماہی ہو جون بدام
اشجع ترا اسقدر ہے کہ میدان مین روز جنگ ۔۔۔ کیا تاب رو برو ہون ترے رستم اور سام
قالب تہی کرین وہ قلم اوسکی دیکھکر ۔۔۔ تصویر تیری تیغ کی کھینچے جو بے نیام
تیغ سخا بھی ایسی ہے جس سے ہلاک دل ۔۔۔ پاتے ہین گرد ہر غمون کی بیک ساعت انہدام
سائل کے گھر مین کب تری بخشش سما سکے ۔۔۔ تا اُسکے گھر کا تا بفلک ہو نہ پشت بام
باغ جہا مین آج تو وہ نخل سبز ہے ۔۔۔ پہونچی ہے چار فصل ثمر تجھسے روم و شام
تیرا ہی اب بروی زمین اے فلک جناب ۔۔۔ بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام
پیدا خواص سایہ مین اُسکے ہما کا ہو ۔۔۔ تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر حمام
مین رخش باد پا کی ترے شکل کیا کہون ۔۔۔ بھیجا تو حور کا ہے ولیکن فرس بنام
اوٹھتے غبار سم سے نہ دیکھا کہ جب عنان ۔۔۔ اُچکے جو قاش زین سے زمین پر لگا نہ گام

پہونچا نہ اسکا سایہ بھی اُسکے قدم تلک
تا اُسکی تو نے رد مین عنان کو لیا نہ تھام

اعداے بدخصال کی تنبیہ کے لیے
اس برق وش کی پشت پہ تیرا ہو جب قیام

ہو طرفِ کنان تیرا اقبال پیش پیش
نصرت کرے جلو تری اور فتح اہتمام

کچھ کم نہین جہان مین سلیمان سے تیرا جاہ
گو اسنہ پہ آصف دولہ ہے تیرا نام

تو وہ وزیر ہند کہ حیران ہو رہین
شاہان عصر دیکھ کے تیرا یہ احتشام

مطبخ کا ایک خرچ ترے گر بیان کرون
اس ذکر کو کفاف نہو صد زبان بکام

فیض اُسکا اسقدر ہے جو اُسکے ہین ریزہ چین
خوان کرم پہ اپنے وہ دے ہین صلاے عام

رتبہ ترا ہے وہ جو کرے قصد اودھر کو وہم
پہونچے نہ ماندگی سے بیک کوچ دو مقام

ذرہ کرے ہے خاک کا اُسکی فلک پہ ناز
جس گلزمین پہ سیر مین کرتا ہے تو خرام

تجھسے کی کوئی مدح و ثنا مجھسے ہو سکے
مین کیا ہون کیا زبان مری اور کیا مرا کلام

اس نظم سے غرض ہے مجھے عرض مدعا
مقصد مرا قلیل ہے پہونچے بانصرام

اپنی تری جناب مین اتنی ہی عرض ہے
کس کس کا ملتجی ہون کہا کر ترا غلام

انصاف ہے کہ ہو وہ عطا اس جناب کی
اور انکی مین سماجت و منت کرون مدام

دیہات جو ہین مصرف مطبخ کے اسمین سے
اس نقدی کے عوض ہو مجھے صحنکِ طعام

اے گنج بخش خلق مرا ہے جو مدعا
کرنا روا حضور ترے کسقدر ہے کام

سودا بس اب خموش کہ جاے ادب ہے یہ
اس نظم کا تو کر بدعائیہ اختتام

تابندہ جب تلک بفلک ہو دین مہر و ماہ
تا جلوہ گر رہین بجہان صبح اور شام

دنیا ہو اور تو ہو الٰہی بخور رمی
تیرے نصیب جام مے عیش ہو مدام

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

تیرے سایہ تلے ہے تو وہ بہنت
پشہ کر جاے دیو دد سے لڑنت

نام سن بیل کو وہ بیکر کے
بہ چلین جو سے شیر ہو کر دنت

سحر صولت کے سامنے تیرے
سامری بھول جاے اپنی جھنت

تیری ہیبت سے نہ فلک کے تلے
کانپتی ہے زمین کے بیچ گرنت

تکلے کی طرح بل نکل جاوے
تیرے آگے جو وہ کرے اکڑنت

دیکھ میدان مین تجکو روز نبرد
منھ پہ راون کے پھول جاے سنت

کمتک پا اگر سنے تیری
داب کر دم کھسک چلے ہنونت

آوے بالفرض سامنے تیرے
روز ہیجا کے سورما ساونت

تن کا انکے زرہ مین ہو یون حال
مرغ کی دام مین ہو جون پھڑکنت

شعلہ پیرا اگر ہو تیری تیغ
کاہ سے کوہ تک ہو سب بھسمنت

فرق پر جب عدو کے وہ بیٹھے
زہ فلک بولے اور ملک حسنت

گرے تجھ تیر کا جہان پیکان
قوت بازو سے ترے سر کنت

ہاتھ سوفار تک نہ پہونچے کبھو
کرے بھر عمر د ان کوئی جو کلفت

زہرۂ برق آب ہو جاوے
تیرے توسن کی گر سنے کڑکنت

وہم آسا ہے اس پری وش کی
شرق سے تا بہ غرب رکیا ڈپٹنت

بیشۂ عدل مین ترے ہر موش
سامنے ببر کے رہے جو دنت

کوئی کیسا ہی ہو قوی اُس سے
نہین دل کو ضعیف کے دبکنت

وہ بھی روباہ جسکو ہو خارشت
سمجھے ہے شیر کو ہے کیا لشمنت

حلم کا بار گر نہو تیرا
ارض شکل سما ہے نہ تخینت

دست زر بخش کا ترے خورشید
ڈھنڈھے بھر عمر تو نپاوے انت

آگے سائل کے تو کرے بزمین
اشرفی اور روپے کی یون کھڑنت

جلوہ نظر نہین اسطرح وہ دے
جون فلک پر ہو تارون کی چھٹکنت

ختم سودا دعا پہ کرتا ہے
وصف کا تیرے کون پاوے انت

رہے نواب آصف الدولہ
دل سے تیرے خوشی کو نت لپٹنت

حال یون روسیہ عدو کا ہو
جاہ و دولت کی تیرے دیکھ برھنت

مہر کے جون حمل مین آ بیسے،
شب کو آفاق مین لگے ہے گھٹنت

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا تجھکو سجی مسند دیوان وزارت — مین شوکت شاہی کہون یا شان وزارت
اس مرتبہ کے چار تب آنکو ہی پھبھی ہے — پشتین سے جو ہوتے ہین شایان وزارت
دادے سے ترے تجھ تئین تقدیر نے زنہار — توڑا نہین ما بین مین پیمان وزارت
شاہی پہ مدلل ہے جو منشی ازل نے — لکھا ہے ترے واسطے فرمان وزارت
یہ جاہ ہے تیری کہ سدا خسرو خاور — ہے دنگ ترا دیکھ کے سامان وزارت
ہم چشم عطارد کو نہ سمجھے کبھو اپنا — تیرا جو اٹھاتا ہو قلمدان وزارت
آصف ہے ترا نام سلیمان سے بڑی جاہ — بخشین ہین کروڑون ترے ارکان وزارت
دیکھین جو ترا خرچ سلاطین جہان کے — لکھین وزرا مین تجھے سلطان وزارت
سودا کی ترے حق مین دعا ہے یہ شب روز — اے باعث سرسبزی بستان وزارت
سر سے نہ خلائق کے جدا ہووے الٰہی — تا حشر ترا سایۂ دامان وزارت

در مبارکباد عید رمضان نواب وزیر الممالک آصف الدولہ

صباح عید ہے دل ہے خوشی سے مالامال — سے طرب سے ہین مست اپنے اپنے حال
جو کوئی خلقت انسان سے ہی بزیر فلک — مصمم آچکے دن دلمین اسکے ہے خیال
کہ پہونچے اس در دولتسرا پہ لیکر نذر — جو تجھ جناب مین مقبول ہو خوشا احوال
کوئی تو سیم کوئی زر کوئی گہر کوئی لعل — ہر ایک ہے شرف اندوز یان بدینموال
ہوا ہے بندہ بھی حاضر دُرِ سخن لیکر — پے حصول سعادت بدرگہ اقبال
اگرچہ تو ہے مسمی بہ آصف الدولہ — ترا فزود سلیمان سے بھی ہے جاہ وجلال
تری تجلی طالع ہے وہ کہ جسے چرخ اوپر — غلام داعی ہے اختر کا بہر سے بدر کمال

عُلو جاہ کی آگے ترے نہین کچھ قدر
کسو طرح کا کوئی نذر یان کرے زر و مال

مگر یہ نذر ہے شایان اس آستانے کے
نشاط عید جو لایا ہے غرۂ شوال

یہی جناب مین حق کے دعا ہے سودا کی
جہان ہو جب تئین اے میرے قبلۂ آمال

رہے محبون پہ سایہ ترا سپھر کی طرح
سدا بخون عدد تیغ جون شفق مین ہلال

قصیدہ در مدح حکیم میر محمد کاظم

علم ظنی ہے طبابت تو یہ سن رکھ ہمدم
متفق اسپہ اطبا ہین جہان مین باہم

قاعدہ فن طبابت کا بیان تجھسے کرون
فہم کی گوش جو اپنی تو نہ رکھتا ہو اصم

کام اس فن مین رکھے سب سے ہے تشخیص مرض
یہ نہو جسمین تو پھر سینت سمجھ اُسکی قلم

فی الحقیقت ہی اطبا مین وہی شخص طبیب
جو کما ینبغی ان چیزون کا ہووے اعلم

جنبش نبض سے اور لون سے قارورہ کے
ہوئی فی الفور جسے اصل مرض مستفہم

ادویہ مین کرے تنقیح خواص مفرد
ہووے ترکیب مرکب کے وزن سے محرم

سن بیمار پہ کر غور مداوادہ کرے
اور ملحوظ رکھے آب و ہوا اور موسم

چار چیزون سے مرکب بدن انسان کا ہی
دم و سوداے ہر اک جسم مین صفرا بلغم

حد سین اُن چارونمین ہووے متجاوز جو چیز
حکما کرتے ہین انسان کا مزاج اس سے ضم

ہے یہ لازم کہ کسل کا سبب ان مین ڈھونڈین
ٹھہرے جو خلط کرین اُسکا تدارک پیہم

بعد تشخیص دوا کیجئے مرض کی بالضد
حفظ صحت کے لیے نسخہ ہو بالمثل رقم

غور اخلاط و کیفیت و کمیت پہ
ہو نہ منظور جسے اُسکی دوا ہوتی ہے سم

زیادتی چارونمین جسکی ہو مرض کا موجب
عقل کی رو سے یہ تدبیر ہے اُسکی سُدم

رکھ کے منظور طبیعت کی مرض پر قوت
تنقیہ کرکے مناسب کرین اُس خلط کو کم

قاعدہ یون ہے پھر آگے ہے شفا اُسکے ہاتھ
جسکے ہے قبضۂ قدرت مین علاج عالم

سو توان باتون مین ہی خوض طبیبونمین کسے
اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم

خالق اُنکے تئین دنیا مین سلامت رکھے
ایسے انسان خلائق مین بہت ہوتے ہین کم

شرف اُسکو ہے سیادت سے نہ اس فن کا فخر
اُسکا اک گوشہ نشینی مین ہے یہ فیض قلم

حق تعالیٰ نے دیا اپنے کرم سے اُسکے
دست تدبیر مین دامان شفا مستحکم

دفتر عمر طبیعی مین بحالی کی سند
ہے وہ نسخہ قلم اُسکی جسے کرتی ہے رقم

وصف مین اُسکی طبابت کی کسی شاعر کی
فکر عالی سے ہوا مطلع تازہ یہ رقم

مطلع

نسخۂ میر نہین نقش سے عالم کے کم
گر مرض جن ہو تو اُسکا نہ کہین ٹھہرے قدم

یہ عجب کیا ہے جو اچھا وہ کرے موتیٰ کو
نامے مین اُسکے قلم کے ہے مسیحا کا دم

چلتی ہے عہد مین اُسکے رہ ہر شہر و دیار
ہے جو مسدود جہانین تو رہ شہر عدم

گھر تک آتے کرے پیدا وہ خواص تریاق
اُسکے کوچہ سے مرے بانڈ جو لے آئے سم

بولین ہین جسکو کہ تشخیص دکھین ہین تدبیر
دو کنیزین ہین گھر اُسکے مین بہ بیدام درم

ہوش اس فن مین تو یہ ہے یہ حواس خمسہ
ہین نصیبو نکی علاج اپنے مین درہم برہم

عہد مین اُسکے ہے وہ خوان کرم پر جسکے
ریزہ چین ہند مین ہے لاکھ طرح کا عالم

اسم پاک اُسکا ہے نواب شجاع الدولہ
منبع جود و سخا یعنی وزیر اعظم

قصیدہ در مدح نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح در روزہ حرام

پھرا ہے آج بمقصود بادہ خواران چرخ
ہے اب بروی زمین دور درد و ساقی و جام

بعیش گاہ جہان خوش ہو خرمی نے آج
کئے بدل بمباحت مناہی کے احکام

معانقہ بجہان آج مے پرستون سے
کرے ہے محتسب آکر بانبساط تمام

نشہ نے مے کے یہ سرخوش کیا کہ کاغذ باد
خیال بادہ کشان مین ہے قاضی کا اعلام

سرور ہے یہ جہانین کہ شیخ و زاہد و رند
یہ ترہات و ظرافت بہم کرین ہین کلام

وہ اُسکو غنچۂ گل سمجھے ہے جو زاہد کے
دھرا ہو سامنے مینائے بادۂ گلفام

یون آج ہین بہم اطفال دیکھے ہے ملّا
کہ جیون رعایا پہ عامل تغیّر کا احکام

نہ دل مین یاد سبق ہے نہ خطرۂ آخوند
بہم ہر ایک ہے مشغول لعبت اقسام

ہر ایک گھر مین صدائے مغنی و مطرب ز شام تا بسحر اور سحر سے لے تا شام
دلون مین سب کے خوشی نے جگہ کی تنی کہ آج عدم سوا کہین اندوہ کو رہا نہ مقام
ہین عطر مال بناکر لباس رنگا رنگ زبس خواص سے لیکر جہا تین تا بعوام
نظر بن گل کی طرح یکدگر ہین اہل زمین زمین تمام چمن زیر چرخ نیلی فام
ہر ایک دست نگارین مین یون ہے دست حنا شفق مین پنجۂ خورشید جون قریب شام
کچھ آج اور ہی بو ہے دماغ خلقت مین ز عطر خرمی از بسکہ پر ہوئے ہین مشام
فقط نہ شہ کی ہے سر ہی ملا سوے دیہیم رکھی گدا نے کلہ تاج رکھکے اسکا نام
ہر ایک چلنے کا ہے عیدگاہ کے مصروف پہن لباس نو آقا لباس شستہ غلام
جدھر کو سینئے ہے آواز شادیانۂ عید جدھر کو دیکھئے طبل و دہل بہر در و بام
خوشی نے جوش یہ مارا ہر ایک دل مین کہ اب نہین قبا مین سماتا ہے خلق کا اندام
عجب نہین ہے کہ بالیدہ وہ بھی ہو جاوے کرین جو کندہ نگین پر کسو بشر کا نام
نہ دیکھی ہوگی خوشی ایسی خلق نے جب سے ہلال عید کو دیکھے ہے بعد ماہ صیام
اُنکی عید مبارک کا ہے مگر یہ سبب جبل افتخار زمان کا حسن رضا خان نام
زہے وہ خان رفیع المکان عالی قدر زہے وہ خان فلک مرتبت ذوی الاکرام
کہ جسکی ذات فیوضات سے کہاتی ہے جہان مین صاحب فرزند مادر ایام
پہونچکے ہو در دولتسرا تلک اوسکے وہ کامیاب جو ہو سرنوشت کا ناکام
جو وہ کیا نہ کرے دستگیری نجبا قدم کا ایک کے اُس سرزمین پہ ہو نہ قیام
ہے چشم کان مروت دل اُسکا معدن مہر ذخائر کرم و جود دست فیض مدام
ہے خلق واسطے خلقت کے اُسکے گویا خلق حیا و شرم ہوئی ختم اُسپہ حلم تمام
وہ اُسکا خوان نعم ہے کہ جسکے مطبخ مین صدا کھڑکنے کی ہے دیگ کی صدائے عام
یہ قصد خامہ ہے اب اُسکی مدح غائب سے کرے یہ مطلع انور حضور مین ارقام

مطلع

ترا وہ عدل ہے اے ملجاء تمام انام کہ باز بچہ نکالے ہے سب کے تخم حمام
کرے نظر جو سوے صید عہد مین تیرے جو کور دیدۂ صیاد شکل دیدۂ دام

بروز جمعہ سدا ہاتھ لے کے ناخنگیر
اسی امید پہ تا قصر کرکے ناخن شیر
بیان ہو کب تلک انصاف و عدل کا تیرے
کہ تار و پود سے اسکے ہے دیو بھی لٹکا
سخا مین حاتم طائی کو تجھسے نسبت کیا
بزیر سقف فلک شہرۂ سخا اوسکا
تری وہ تیغ کہ فتنہ کا رو ہو سوے عدم
اگر وہ ہو دے علم اسکے سایہ کے آگے
جو تیرے تیر کے ہوتا وہ توڑ سے آگہ
گردون مین وصف سپر کیا کہ تیری پشت پناہ
ترا سمند سبک دے اسقدر کہ نہین
نہ پہونچے موج ہوا اسکے لطف خوبی کو
حضور اسکے کڑک برق کی بھر پانی
تنا مین ہاتھی کے تیرے کہا تو ہی یہ سخن
پر اپنی بات کی کرتا ہون آپ ہی تکذیب
ہے عکس اسکے کلاوہ کا کہکشان بہ فلک
رگڑ یہ رکھتی ہے زنجیر پا کہ چلتے وقت
کرہ زمین کا طرح آسمان کے پھرتا ہے
زمانیکی ہے زبس دوستی تری منظور
کہ لیوے چھچھوندی سے کار کفچۂ مار
نہ عدل و عمل کا تیرے صفت ہو کچھ مجھ سے
سوائے وصف کے تیرے مجھے نہ بھاوے کچھ
مرا ہمیشہ یہ مقصد بدل نہفتہ ہے
ترے مخالف مذہب ہین کیسے ہی عابد
خدا کو انکی عبادت سے ہے یہی منظور

پھرے ہے شیر کو بیشے مین ڈھونڈھتا حجام
برائے ہیکل اطفال دیکھے لے انعام
یہ معدلت کا تری جز رسی سے پہونچا کام
بجرم خون مگس عنکبوت کو ایام
مرے سخن کو یقین کر وہ ہے زبان زد عام
طنین پشہ صدائے فیل کی ہے در حمام
سنے جو جو کے اسکو بخواب گاہ نیام
عجب نہین سپر افگن ہون آکے رستم و سام
کمان کے گوشے سے آتا ترے کھنچا بہرام
علی بہر صف میدان ہے جسکا ہے تو غلام
بغیر خانۂ زین اوسکے حنانہ آرام
سوار ہو کے جو ہانکے تو ایک پا گام
عنان اُچک سکا اُسے جب کرے تو گرم خرام
کہ مارتا ہے دم پہلو بچرخ نیلی فام
خدا نکردہ جو یون ہو پنٹ ہر کہنہ یہ بام
نظر جو آوے ہے اہل جہان کو بعد از شام
درا پہاڑ مین ہر مور ہو نہ بے آرام
پر اسکی عظمت بھونا س نے رکھا ہے تھام
یہ فکر قتل مین دشمن کے تیری ہو وہ مدام
اگر تو خلق سے شربت کا دے عدو کو جام
کہ عزت و شان تیری بڑھے مین خوش فرجام
خدا ہمیشہ رکھے اسکو باعز و اکرام
رہین بحلقۂ طاعت یہ بندگان و غلام
نہ سمجھیو کہ انھون کا بخیر ہو انجام
ثواب روز جزا انکا آوے تیرے کام

ہے اسقدر ترا آلودگی سے دامن پاک
کرین طواف حرم اُسکو باندھکر احرام

یقین ہے یہ کہ دمہ کے تئین کہ نزد خدا
نہین جو دوست ترا ہے وہ دشمن اسلام

بس اب جہا نین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ
ہے زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

ہمیشہ حق کی طرف سے وہ مورد لعنت
زبان خلق سے دائم ہے مورد دشنام

عروس دولت دنیا نے کا نصیبا اپنا
کیا ہے تجھپہ ہو عاشق باشتیاق تمام

اگر ہزار طلاق اسکو دیوے تو لیکن
نجا و گی ترے دل سے یہ تا بروز قیام

غرض کہ آسا ئے تیری یہ مین نہین کی مدح
کہ چاہون تجھسے مین اسکے صلے مین درہم و دام

عوض مین اسکے صلہ کے کرو تئین تجھسے عرض
قبول ہو جو مرا حرف اے ذوی الاکرام

مجھے تو گوشۂ خاطر مین اپنے دے جا گہ
کہ تا بسر کرون لیل و نہار با آرام

کرے ہے ختم دعائیہ پہ سخن سودا
ادب سے دور ہے خدمتمین تیرے طول کلام

الٰہی باغ جہا نمین ہو جب تلک ما نا
شبیہ غنچہ صراحی سے شکل گل سے جام

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساغر گلفام

قصیدہ در مدح سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

عزیز عقل کو سودا کی تھی جدائی شاق
سوادِ سن کنے وہ پھر آیا ہے بسکہ تھا مشتاق

وہ پوچھتا ہے کیا تو نے کہ تو کیا حاصل
با تفاق جنون کر کے یار مجھسے نفاق

یہی نہ تجکو ملا نفع اُسکی صحبت سے
کہین ہین سب تجھے دیوانہ زیر کہنہ رواق

مگر ثنا مین جنجون کی وہ شعر لکھ لکھکر
برنگ نامہ کے اپنے سیہ کیئے اوراق

ملی نہ دولت دین اس سے تجکو نے دنیا
ہو آبروے زمین کو تو شہرۂ آفاق

اسی ہی وضع سے پیدا جو تو نے کی شاید
کیا ہے مادر گیتی نے سب مین تجکو طاق

جواب دے ہے یہ سودا کہ وضع پر میری
سخن ترے کا نہین ہے کسو طرح مصداق

جو کچھ کہ دولت دنیا تھی میرے حصے کی
ازل سے منشی دہر اوسپہ لکھ گیا ہے طلاق

مین از قبیل جواہر ہون با نزہیر فلک
ولیک سختی طالع مری ہے سنگ سحاق

کرون ہون کشت مین جس گلزمین پہ تخم امید
تو چرخ نیلو فری کو بھی سبز کرنا شاق

کہا یہ سنکے اُسی پیر عقل نے اے یار — اگر زمانیکو اسطرح سے ہی تجھسے نفاق
دلون کے درد کا سامع حسن رضا خان ہے — جہانمین اہل جہان جسکے مورد اشفاق
چنانچہ کرتا ہے تعلیم پیر عقل یہ عرض — زبان پر ہے مرے سن لیگا نہ آفاق
دیا ہے قوت اعضا نے دلکو میرے جواب — سبب ضعیفی کے طاقت ہوئی ہے میری طاق
سپہ گری مین تو گذرا شباب کا عالم — نہین وہ عمر کہ اب آؤن مین بکار سیاق
جو باندھون اسپہ کمر اب تو بندھے اسطرح — کہ جون کمان کا قبضہ بندھے مقابل فاق
جو دست دیا مین نہ اسکے رہی ذرا طاقت — لیا مین فن سخن کھول کر کمر سے یراق
سو اب مین تیغ زبان سے لڑون ہو بخت کی ساتھ — ہون فتحیاب عدو کی جو ہوے تیس مری قاق
سلامتی مین تو اپنے روا نہ رکھ مجھ پر — ذلیل و خوار رہون مین بچشم اہل نفاق
پھرا کرون مین لیے مشت استخوان اپنے — میانہ مین پے اعمال زیر کہنہ رواق
سو اب تو اس سے بھی نوبت گذر گئی ہے مگر — گلے مین کرتہ ہا کفش ہاتھ مین ہو چماق
سپرد تجکو ہے سر رشتہ سب کی حرمت کا — کیا ہے اتنی وہ مخلوق کا ہے جو خلّاق
سو طالب اتنے مین حرمت کا اب نہین جس سے — کرون معاش بسر اپنا مین بہ طمطراق
عوض مین دے مجھے اس نقد کے تو ایسا گانون — بسر ہو عمر مری جس سے زیر کہنہ رواق
نہ ایسا گانون کہ جس سے برے دسترخوان — ہزار طرح کی نعمت ہو نان خشک رقاق
نہ شکل نور علیخان ہون کھا کے مین فربہ — نہ سوکھکر ہون طرح میرزا رفیع کے قاق
نہان دوال مین سازش کر ایک گوشے مین — مدام مدح مین تیری لکھا کرون اوراق
دعا پہ ختم کرے ہے یہ عرض منظوم — ہے اس زمانے مین سودا جو فن شعر مین طاق
ترا قیام حکومت رہے قیامت تک — مطیع خلق کو تیرا سدا رکھے خلّاق
کرے در عید کی شادی نصیب ہو تیرے — ہمیشہ نذر تری دیوین ساکن آفاق
بسر کرے جو ترا دوست ہو بعشرت عیش — عدو ترا ہو زمانے کا مورد شلّاق

قصیدہ در مدح نواب سیف الدولہ احمد علیخان بہادر پسر سید صلابت خان

برج حمل مین بیٹھ کے خاور کا تاجدار — کھینچے ہے اب خزان پہ صف لشکر بہار

کہتے ہین یون زبانی پیک صبا یہ حکم — پہونچا حضور سے طرف باغ روزگار
مرکب جو شاخسار کے ہین اُنپہ اب شتاب — پہونچین سوار ہوکے جوانان برگ و بار
ہین بخشی دو وزیر جو مریخ و ماہتاب — انکو یہ امر ہے کہ امیدہ ان نامدار
منھ کھولدو خزانۂ گل اشرفی کے تم — پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار
چہرہ لکھا کے سرخ نگہداشت اکے وا — تعداد پوچھتے ہو تو بیحد و بیشمار
کردو یہ حکم پیر فلک کو کہ اے دبیر — ہووے محررونکا تغافل اگر شعار
اہل قلم جو دفتر بخشی گری کے ہین — اونسے کہین براے تعقید یہ بار بار
گلگون لالہ گر کہین بیداغ رہگیا — چیرین سگے بیٹ ہر متصدی کا غنچہ وار
لینا ہے کام مجکو جوانان باغ سے — بھر بھر سپر گلون کے تئین وو زر عیار
ابلاغ خانسامان کو ہووے اس امر کا — تا یہ کہے بلاکے وہ اپنے بھی پیشکار
معمول سے زیادہ مقید ہون ایکی سال — جسطرح چاہیے کرین اس فوج کا سنگار
پس اہلکار لالۂ خودرو سے یہ کہین — رنگین شتاب مستک فیلان کوہسار
دگلے ہزار رنگ کے پہنادین ابر کو — موج ہوا ملک ہو زرہ پوش ایکی بار
تقسیم کردین فرقۂ غنچون مین جلتہین — دین دوپٹے رسالۂ گل ہو امیدوار
کہدین کہ چار نہر سے گلشن کے صحن باغ — چار آئینہ کو سج کے رہین مستعد کار
بارود گولی پیر مغان میکدہ کے بیچ — رکھین نہ اب سواے کمر کیسۂ پتہار
بندوقین بدلے شیشونکے بھر بھر کے مینچے — آکر شتاب صحن چمن مین کرین گزار
جلتے ہین نے نواز جہان بیچ اب کرین — پیشہ وہ کرناے بجانے کا اختیار

باورا گر نہین تو اسے آن دیکھ لو — پایا ہے امر مطلع ترنے یہ اشتہار

ترکش لگا کے دینے کو نصیحۂ بہار — گلگون پہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار
لازم ہے تجکو پیکے شراب طرب کا جام — گر مرد ہے تو سیر گلستان کرا بکی بار
یک گلہ مین نہین کہ جہان آب تیسرے — کرتا نہووے کھینچ کے شمشیر آبدار
غصے سے یکدگر کے کٹے مرتے ہین یہ کہ موج — گرداب ڈھال و کے ہی مارے ہے جب کنار
ہین خود ایکدم نہین رہتا سر حباب — ڈالے رہے ہے منھ پہ جھلم سنگ آبشار

اندام جو نبار ہر اب عکس تاک سے
بکتر سجا ہی دیکھون ہون کیا لیل کیا نہار

جاتا ہے نیستان کے جو روئیدگی پہ وہم
ہوتا ہے اس یقین کا دلمین وہین گذار

نخلین ہین باندھ باندھ کمر ہو کے مستعد
لیکر پھریرے بانون کے سر پرسنے مدار

رنجک ہی بہر مشق اوڑایا کرے ہے برق
گولے ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ بار

آواز توپ در ہکلہ و رعد روز و شب
کرتے ہین یہ سپہر سے جا اسطرف گذار

گر بار چہ بھی ابر سیہ کا ہوا مین ہے
گجنال کی طرح سے چنگھاڑے ہی بار بار

تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ سدا
سنکر زمین سے چونک اُٹھا ہو کے بیقرار

آسودگان خواب عدم بھی ہی عنقریب
اُٹھکر کے خاکدان سے کرین حشر آشکار

کرتے ہین طائران چمن اب یہ زمزمہ
یارب یہ ابکی سال قیامت ہی یا بہار

طاؤس نام رن جو ہین اُس فوج کے نقیب
کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ زار

باہم سے دستہ دستہ جدے ہو کھڑے رہو
جلدی سے باندھکر کمر کینہ استوار

میدان صاف کرتی ہے جاروب باد تند
تا وقت کار دامن گل سے نہ اُلجھے خار

صد برگ و جعفری و گل اشرفی نے اب
کیسے سے بانی کر کے یہ باہم کیا قرار

سنمکھ صف قشون خزان آکے جب کھڑی
ہو کر او تارے کیجیے میدان مین کارزار

استاد ہے جہان علف سبز خاک پر
پانی کی جسطرف کو زمین پر چلے ہے دھار

بھالا ہے اور برچھی ہے بلم ہے اور سیل
خنجر ہے اور تیغ ہے دشنہ ہی اور کٹار

ہر آن ہین ترانۂ بلبل کے واسطے
ہے اندنون یہ شعر تجلی کا روبکار

از سایہ ہائے بید مولہ بہر طرف
دار و زمین کمان سیہ تو زدر کنار

ترک صبا کہے ہے مرا تیر بازگشت
ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر سے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم
مانگے ہے برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

دامن کو باندھ باندھ ہوئے مستعد سرو
قمری ہر ایک کہتی ہے یون نعرہ مار مار

ایسا نہو کہ طعن کرین ہمکو بلبلان
لڑیو قدم کو گاڑکے یاران طرحدار

نرگس کہ باوجود ہے بیماری شدید
بستر چمن مین آن کے وہ ناتوان نزار

للکارتی ہے یہ کہ دو تہیان ہو جو کوئی
ٹانکے تو بارے آن کے میرے عصا کا وار

کمر کھو کے ہر درخت سے یون سنگترہ کا نخل
کہتا ہے گرچہ ہاتھ مین شیشہ ہے تیری یار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے — کتنون کا سر مین توڑ دیگا پتھر ہی بار بار
گو اون کے ہر درخت کو غصہ نے اندنون — کچھ آگ سی لگادی ہے کیجو تم اعتبار
دلمین غرض ہر ایک کے مین کیا بیان کرون — پایا ہے آتش غضب دکین سے نے یہ قرار
نکلین بجاے دانہ شرر کچھ عجب نہین — دیجے اگر انار کو غنچہ مین سے فشار
القصہ آج پیک صبا سے مین صبحدم — پوچھا کہ سن تو کس لیے خاور کا تاجدار
قتل خزان پہ مستعد اتنا کہ جس لیے — کی جمع فوج قاہرہ اتنی کہ بے شمار
ایسا تو اس سے آج تلک کچھ نہین ہوا — ہان امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار
یہ سنکے دیکھ دیکھ مرے منھ کو یون کہا — سنتا ہے اے عزیز تو کافر کا دنیدار
دین نبی مین ہے تو ابھی باندھ کر کمر — گلدستہ کی طرح سے تو ہو جا شریک کار
اب جرم کو خزانکی جو پوچھے تو پیش خلق — بعد از یزید کے ہے خزان ہی گناہگار
تک چشم منصفی سے تو اعمال اسکے دیکھ — کسکے لیے وہ گلشن دولت ہوا ہے دوچار
نانا کو جسکے پوچھو تو راکب براق کا — دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا شہسوار
بدخواہ دولت ایسی کا ہووے جو کوئی شخص — اسپر نہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار
آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہے زر خرید — پس کیون نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار
ایسا یہ خاندان ہے کہ نہ پشت سے فلک — کرتا ہے جس جگہ کی غلامی کا افتخار
رکھے جہان کے داغ غلامی جبین ماہ — ماہی کے دلمین جسکی اطاعت کا خار خار
اثبات تجھ پہ جرم نہین اُسکا اتبلاک — اپنی تو اعتقاد سے ہے اتنی گناہگار
یکبار لعن گر کرے طوطی یزید پر — بے اختیار ہو کے کرے اسپہ صد ہزار
لیکن یہ دیکھیو کوئی دنکو بضرب کفش — گلشن سے اُسکو کھینچ نکالے مین کرکے خوار
سنکر غرض یہ پیک صبا سے مین یون کہا — ہے کون تک بتا تو مجھے وہ بزرگوار
کہنے لگا کہ تجھسے تعجب ہے یہ سخن — اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار
یہ رمز اب تلک نہین سمجھا ہزار حیف — ہے یہ وہ جسکے خوان کرم کا تو ریزہ خوار
یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جسکی تیغ — کرتی رہی سدا سر اعدا پہ کارزار
جب مین سنا زبان صبا سے یہ نام پاک — وہ مین پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار
دلوے نہ تیرے نام سے گلشن کو گر بہار — کچھ لوگو آب و رنگ کا اپنا ہو ناگوار

تیری سخا کے یاد سوا خاک پر نہال ۔ بتلا دے باغبان تو ثمر دے نہ شاخسار
ناخن بغیر غنچون کے گانٹھین نہ کھل سکین ۔ تیری سخا جو باد سحر کی نہووے یار
میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین ۔ کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار
برسا ترا سحاب کرم یان تئین کہ اب ۔ ہوتا ہے رنگ آتش یاقوت آبدار
جو کچھ کہا مین اسکو خوشامد نہ بوجھیو ۔ یان ارث ہے شجاع و سخی ہونیکا شعار
وادا ترے کا دست کرم کیا بیان کرون ۔ سائل کو نان حلوے کی اوٹھونکی دی قطار
رکھیو اب آگے مطلع تازہ پہ گوش جان ۔ خورشید کی تمنا کوئی کرتا ہے ذرہ وار

مطلع

موج گہر سپہر سے اودھر کرے گذار ۔ گر اپنے ابر فیض سے اتنا کہے بیار
اور اسکے پوچھتے ہو شجاعت یہ سن رکھو ۔ اژدر کی چیرے جبڑے کہ جب تھا یہ شیرخوار
یکدم جو اسکی تیغ کی برش ز راہ سہو ۔ دلمین اگر خیال کرے اپنے کوہسار
اجزا منجمد ہین جمادات کے یہ سب ۔ پا جاوین جون حواس جہان مین انتشار
جس تودے پر کہ تیر قضا کارگر نہو ۔ ٹاکے کو اپنے آپمین سے پھوڑے ہو دہ دوار
تیری ہی تیغ و تیر کی دہشت ہے یان تلک ۔ تا وحش و طیر نے کی سلح پوشی اختیار
دراج کونسا ہے کہ پہنے نہین زرہ ۔ ہر ایک کرگدن کے بدن پر سپر ہین چار
ارجن کے ہے کمان کو ترنی دیکھ بھیم سے ۔ اپنے تئین تو کھینچتا ہے اسکا سخت کار
جس سمت رخ کرینگے تو میدان ہو وسیع ۔ گر زندگی عزیز ہے بھیا تو کر فرار
رو مین تن اسکے آگے پس و پیش تن کھڑے ۔ لے شرق تا بغرب اگر باندھ کر قطار
سوفار تیر بولی کہ سینہ پہ انگلی سے ۔ پیکان کو رکھکے جاؤ نہین پھلکے کی پشت پار
دلمین مرے یقین ہے کہ میدان مین جس گھڑی ۔ للکارے تو ملون کے تئین کھینچ کر کٹار
گو ہے کرے اس آئین رستم کا گاؤسر ۔ بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار
مرمٹنے کا جو بہمن و برزو دغا کے روز ۔ ہو جائین تیرے سامنے آپسمین کر قرار
تپلا زیادہ پانی سے ہو کر ترے حضور ۔ ڈالے ہر ایک اپنی سپر کو حباب وار
ہو جسم سے علیحدہ پا دے سر ۔ نیزے پہ تیرے گر کہین رزم مین قرار

ٹھری ہر ایک بول اوٹھی یون کہ ابکی سال
لایا ہے کسکے مین قدم سے یہ سرو ہار

یون ہر عدو کے سینے مین اسکو پرودے تو
جون سیخ مین کباب کے ٹکڑ ے کو بادہ خوار

وصف سپر تو کیا کرون اسکا ہر ایک پھول
ہوجاوے روز رزم عدو کے گلے کا ہار

گلگون ترے کی وصف مین کیا کیا بیان کرون
گرد اسکے کھینچے جب گل رنگ حنا حصار

اس حصر مین کرے ہے وہ اسطرح شوخیان
ترطپے ہے جون نسیم چمن مین ہو بیقرار

رانو نمین یہ سبک جو پھرے سطح آب پر
ٹوٹے حباب سم تلے آکر نہ زینہار

مشرق کی سرزمین سے مغرب کی سمت کو
اس برق وش کو پھینک دے گر ہو کے تو سوار

اس عرصے مین پھر آوے کہ شاید نہ بجھنے پاوے
گر پھینکنے مین نعل سے اسکی جھڑے شرار

پر ہونین پیتر ذنکا عدو کے ترے غلام
سیدا اسکے روز نہ تجھسے جو ہو جاوے دوچار

ڈپٹے اسے تو اسپہ تو جاتا وہ یون رہے
اوڑ جائے باد تند کے آگے سے جون غبار

رتبہ کی تیرے جاہ کی مین کیا بیان کرون
جسکے تئین نہ وہم فلک کر سکے حصار

ہوتا نہ رنگ اطلس گردون جو ماتمی
خیمہ کے استر ونکو ترے تھا یہ جامہ دار

شہتیر کہکشان کے تئین بھی براے چوب
دو کرتے چیر کر تو نہ بنتی وہ استوار

تھے مہر و مہ بھی خوب ہی کچھ بادریسہ کو
پر بند رسن مین برسون کے اتنے کہ بیشمار

لیکر مگر خطوط شعاعی کو اسمین سے
بٹوائیے طنابین سو کتنا یہ پود و تار

سرکار عالم فلکی مین تو کچھ نہین
میخون کیواسطے ہین زمین پر یہ کوہسار

قالی کا اسکے فرش کا اتنا ہی عرض طول
صد فصل گل نہو سکین جسکے نمونہ دار

جلتا ہے سطح روے زمین اسپہ گر اسے
جس فصل مین بچھاؤ تو ہے موسم بہار

جس آن تو قدم رکھے اسپر براے جشن
کھلجاے دیکھتے ہی تجھے چشم روزگار

اور ہوویگا بھی یون ہی تو خاطر کو جمع رکھ
صدقے سے پنجتن کے تبائید کردگار

سودا کرے ہی عرض کہ تیرے خزانہ سے
پھر بھر سپر ہی لینا ہے مجکو زر عیار

بالفعل اس قصیدے کا مانگے ہے یہ صلا
اسکے تئین خطاب ہو رزمیہ بہار

کیسے مین دوستون کے ترے شکل ماہ و مہر
ہر سیم و زر سہر آن مین کیا لیل کیا نہار

ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدو
مفلس ہون کچھ دلا مجھے تو اب نامدار

ایضاً در مدح سیف الدولہ احمد علی خان بہادر

ہمچوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تبنگ
بادر نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہے زنگ

فرزند کی رکھے نہ یہ دلمین پدر کی ہمد
ہے درپے شکست سدا آئینہ کے سنگ

کردے بسان شیشۂ ساعت عجب نہین
اک پل مین تل کے ماٹی کو اوپر جوہیر کو ڈہنگ

آمادہ مہر کین یہ سدا اُسکے دل کی لہر
ہے مستعد لطف و غضب اسکی ہر ترنگ

قطرے لیسے کرتے دانہ گوہر اسے ہے دیر
یا برق کو ہی پہونچے ہے خرمن پہ کچھ درنگ

ٹک دیکھ چشم دل سے تو اسکے یہ کروٹین
ہر اک مین شکل بوقلمون ہے ہزار رنگ

شاکی تو ہون زمانہ سے ہر چند پر مجھے
اہل جہانکے بخل و حسد نے کیا ہی تنگ

سمجھین اسے نگین سلیمان یہ تنگ چشم
دیکھے کسیکا ہاتھ گر آپس مین زیر سنگ

اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ نور
منھ پہ جو ہو چراغ کے تو جل مرے تپنگ

مہر و وفا سے دلکو ہے انکے ہمیشہ عار
نت چشم سے اُنہون کے مروت رکھے ہے ننگ

احسان کوئی کسیکا جہا نمین تمام عمر
دکھا کبھو نہ خواب مین جون محمل فرنگ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر
نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑلے حنا کا رنگ

ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو اک خلف
کھاجاتی زہر مادر ایام آکے تنگ

یعنے وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سوا
یاد رہے کوئی نہ لطف و کرم کا کسیمین ڈھنگ

ہمت کی عظم و شان کو جسکے دُر یتیم
تعداد موج بحر تلک بخشتا ہے ننگ

تو اب مدح حاضر و غائب اگر تری
بولے نہ جو زبان ہی وہ گویا دہن مین سنگ

بیضے سے اُسکے نسل کے نکلا کرے ہما
تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر کلنگ

جس دشت کیطرف ہو تری یک نگاہ مہر
اے بوستان چشم مروت کے آئے رنگ

پائے غزالہ دام مین وان بند ہو اگر
ناخن سے اپنے کھولدے جا کر گرہ پلنگ

حکم صلاح سے ترے اے صالح زمان
عرصہ اب اسقدر منہیات پر ہے تنگ

ہے کشمکش شراب کو جب کیجیے نظر
جسوقت دیکھیئے تو ہے خُنکو نکے شیشے بنگ

سید مین کیا بیان کرون تیری کمانکا زور
سینہ عدو کا توڑکے نکلے ہے جب خدنگ

بیٹھے زمین پر تو اُسے پھر نہ پائیے
گر سو کروڑ کوس تلک کھودیے سرنگ

خلقت کا بر و بحر کی ہیبت سی ہو یہ حال
شمشیر گر علم کرے اپنی تو روز جنگ

مانگے پناہ پشہ سے اُس آن فیل مست
بہ جائے آب ہو کے وہین زہرۂ نہنگ

رہنے نہ دے صفائے برش اُسکی تیغ کی
باقی کسو ہی طرح سے ضارب کے دلمین زنگ

گر پشت آسمان پہ وہ آئے تو بہر حکم
ہو خرق و التیام فلک دیکھکے درنگ

ہے دلکو یہ یقین کہ ہنگام کارزار
روئین تنونکی صف پہ اگر ڈانٹ کر ترنگ

مارے تو جسکے خود پرا وسکو تو کیا عجب
ٹھہرے نہ قاش زین مین اور کاٹ کرے تنگ

لیتی ہوئی زمین کو تحت الثرا تلک
چھوڑے نہ کچھ جو منھ پہ چڑھے کوہ خوانگ

تصویر کھینچنے کی تئین رخش کے ترے
دلمین ہو آوے گر کسی نقاش کی اُمنگ

گذری تمام عمر اسی سوچ مین اوسے
سبزہ سمند بوز نبا ؤنہین یا سُرنگ

آخر قلم کو ہاتھ سے رکھ دیکے یہ کہے
کس سے بجز خدا نہ بنے صورت ہوا کا رنگ

افواج قاہرہ کا ترے کیا بیان کرون
لرزے صداے پاشنہ سے جسکے روم و زنگ

شادیکی نقل سمجھے ہین جسکی دلاوری
ہنگام کارزار سدا گو نہ و تفنگ

اتنے وہ جان نثار ہین تیرے کہ تجھ طرف
آسیب کیا مجال کرے منھ جو روز جنگ

ہو جاے کوٹ گرد ترے گر وہ بیٹھ جاے
صف باندھکر کھڑے ہون تو ہو قلعے کے النگ

اتنا ہر ایک مین ہے ترے پرورش کا زور
لپکے کسی پہ اونہین اگر ببر یا پلنگ

ہو جاوے ایک مشت سے اسکے زمین پہ فرش
جون شیر قالی پھر نہ رہے طاقت شلنگ

پس جو کوئی کہ تجھسا ہو اسکی ثنا و مدح
چاہون کہ مین تمام کرون مجھ مین ہے یہ ڈھنگ

اوراق آسمان پہ کبھو لکھیے تیرے وصف
ہے دلکو یہ یقین کہ ہو لفظونکی جاے تنگ

لیکن قسم ہے خاک قدم کی ترے اگر
اس گفتگو سے دلمین ہے سودا کی یہ اُمنگ

دنیا ہے سرخ لیجیے یا درہم سفید
یا خلعت و جواہر و یا فیل و یا زرنگ

شائستہ ہے تو اتنا ہے اسکا کام مرے
کہیے نہ یون تجھے تو ہو شہد زبان شرنگ

شہباز بخت کے ترے اپنے تئین سدا
دیکھے ہماے اوج سعادت میان جنگ

قصیدہ در مدح نواب احمد علیخان سیف الدولہ پسر سید صلابت خان بہادر

ہے سخن سنج اک جوان متین
فخر صائب جو وہ کرے تحسین

رات جا کر مین اوسکی خدمت مین
اُسے دیکھا تو تھا نپٹ غمگین

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ
خبث کرنا کسو کا خوب نہین

نہ کچھ اس سے حصول دنیا کا
نہ کچھ اس سے برآوے مطلب دین

لیکن اے یار تجھسے کہتا ہون
نکلے گو تجھپہ سب کرین نفرین

داغ ہون ان سے اب زمانے مین
بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین

یعنی سودا و میر و قائم و درد
لے ہدایت سے تا کلیم و حزین

کیا غرور و دماغ کیا نخوت
کونسا کبر ہے جو اونمین نہین

مثل شیرازۂ کتاب اللہ
سمجھے ہر ایک اپنی چین جبین

تنگ جانین جو بزم کا اونکے
بوعلی ہو صف نعال نشین

بعد صد منت و سماجت کے
جا دین گر یہ مشاعرے مین کہین

سیر مجلس کی تاب و طاقت کیا
کرے تکلیف شعرا ونکے تئین

شعر اپنا پڑھین جو انکے حضور
کر کے سرگوشی یکدگر و ہین

ایک کہتا ہے یہ توارد ہے
دوسرا بولے اوف ری تمکین

خلق کو انتظار کش کر کے
یکدو مصرع پڑھین جو آپ کہین

ورد کس کس طرح ملاتے ہین
کر کے آواز منحنی و حزین

اور جو احمق اونکے سامع ہین
دمبدم انکو یون کرین تحسین

جیسے سبحان من یرانی پر
لڑکے مکتب کے کہتے ہین آمین

کوئی جو پوچھتا ہے عالم مین
فخر کس چیز کا ہے انکے تئین

شعر و تقطیع انکے دیوان کی
جمع ہووے تو جیسے نقش نگین

اسمین بھی دیکھیے تو آخر کار — یا توارد ہوا ہے یا تضمین
اتنی کچھ شاعری پہ کرتے ہین — ہیچ درکون آسمان و زمین
غرض اس خبث کے تئین سنکر — ہوکے بے اختیار بولے وہین
کہا سودا کو ان بزرگون نے — مت گنو اسکا ہے یہ کیا آئین
اور جو ہووے بھی تو لائق ہے — فخر کرنا بجا ہے اسکے تئین
ہے وہ مداح ایک ایسے کا — مسند جاہ جسکی عرش قرین
یعنے نواب سیف دولہ سدا — جسکی شمشیر و فرق دشمن دین
رفعت جود و دست سے جسکے — دامن خلق کا ہے یہ آئین
پنجۂ آفتاب سے جس طرح — بہرہ در ہو ہمیشہ روے زمین
گلشن دہر مین چہار طرف — ایک مفلس جو ڈھونڈھیے تو نہین
غنچہ کی بھی گرہ مین بند کیا — اسکی بخشش نے مشت زر کی تئین
ہوٹک اے خامہ باریاب حضور — مدح غائب سے کسکو ہو تسکین
اس چمن مین غرض ترا محتاج — ہے تونگر سے لیکے تا مسکین
لالہ سان گر ہے پیالہ میرے ہاتھ — کف نرگس پہ کاسۂ زرین
دست و پا اپنے گم کرے ہے عدو — یاد کر تیرے تیغ و خنجر و کین
پوچھتا ہے ہر ایک سے سچ کہہ — سر مرا تنگر یونہین ہے کہ نہین
فکر مین قہر کے ترے ہر شب — حالت نزع سے زبس ہو قرین
نیند اوسکو نہ آوے تا نہ پڑھین — جاے افسانہ سورۂ یٰسین
تیرے شبرنگ کا کرون کیا وصف — تو ہے جسکا چراغ خانۂ زین
جون پتنگ اسپہ تجھکو دیکھ سوار — جلکے بھسمنت ہو عدوے لعین
غرض اس گفتگو سے اے نواب — نہین ہے اسپ و خلعت سنگین
کیا کرونگا مین تو سلامت رہ — تیرے دروازہ کا ہون خاک نشین
خوان نعمت سے تیرے مجکو سدا — صبح شیرین ملے ہے شب نمکین
سنگ تجھ آستان کا بعد از بوس — خواب کرنے کو ہے مجھے بالین
جامہ پہنے ہون جسکے دامن کو — ذرہ آلودگی کہین سے نہین

تو ہی اب دل مین اپنے کر انصاف — کمی کس چیز کی ہے میرے تئین
یا کچھ اظہار شاعری تجھ پاس، — سو تو لازم کسی طرح نہین
متصل تجھ زبان پہ ہے جاری — خوبی لفظ و معنی رنگین
اس سوا کچھ نہین مجھے منظور — ذکر تیرے سے ہو زبان شیرین
جز دعائیہ اس قصیدے سے — نہین کچھ مطلب اور اپنے تئین
ہر زبردست زیردست تیرا — رہے جب تک ہے آسمان و زمین
تا قبول دعا ہو سودا کی، — تو بھی اپنی زبان سے کہہ آمین

قصیدہ در مدح نوّاب بسنت خان خواجہ سرا محمدّشاہی

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو — بولا نصیب تیری سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین — ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینہ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا — مصرف کے بیچ تیری اشیائے بحر و کان ہو
عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیری — مور و ملخ سے زیادہ خیل ملازمان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ — جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
گر ملک چاہتا ہو تو تخت بیچ تیری — ہندوستان سے لیکر اور تا باصفہان ہو
آگے تو کیا کہون نہین دل چاہتا ہے تیرے — قبضے مین لے زمین سے اور تا باسمان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ — کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلان ہے
یہ تو برے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکا — کیسہ سے دور کیجے کام اپنا تب روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی، — رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو
عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جسکے — اہل کمال آگے دنیا مین عز و شان ہو
نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے — وہ بھی کوئی نشان ہے جو فیل پر روان ہو
ملکون کے سر زمین سے حاصل یہی ہے آخر — دو مشت خاک جسمین اک مشت استخوان ہو
ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے — بے دعوی خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
مجھ کو جو کہا ہے تو نے یہ تجکو سب مبارک — مین اور میرے سر پر بسنت خان ہو

دیکھے ہے جبکا جلوہ پاکیزہ طینتون کی
آنکھونکو امن ہووے جی کے تئین امان ہو
جو مرتبہ جہان مین ہو بے نیازیون کا
سمجھے ہو وہ کوئی جو اُسکا مزا جدان ہو
یہ وضع لاابالی رکھتا ہے وہ کہ جبکا
اشعار مین غزل کے ممکن نہین بیان ہو

مطلع

بلبل کو گاہ سنکر انعام بوستان ہو
پھولونکی بو سے گاہے گلشن مین سرگران ہو
لاکھون دے جس جگہ مین وہ گرگ کو حریدے
بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وان گران ہو
جسقدر مرتبہ مین ہو بید ماغی اُسکی
پروا ز اغنیا کی قدرت کہان کہ وان ہو
رخصت نہ دیوے خاطر یان گوشہ نگہ کو
عالم کا گو کہ اسمین بربا دخانمان ہو
گر معدلت پہ آوے وہ گلشن جہان مین
آنکھون مین باغبان کے بلبل کا آشیان ہو
مشت حباب جوسے مرغ ہوا نچھوٹے
شبنم کے دانون مین سے دانہ کا گر زیان ہو
جب ناتوان کی اُسکو منظور پرورش ہو
سوراُ اوسکے سایہ نیچے آوے تو پہلوان ہو
خورشید اُسکے خو کا ذرہ جو ہو معاتب
ہیبت سے دن بدن وہ جون مہ ناتوان ہو
میدان مین جب کھڑا ہو استادے وہ اپنے
حلقہ بگوش اُسکے ہر چند وان کمان ہو
بندہ ہون لیک اُسکے مین تیر کے وفا کا
بیٹھے ہے خاک خونمین اُس سے جدا جہان ہو
جوہر کا کیا تباؤن شمشیر کا مین اُسکے
جسکی برش سے اس سے دانا کو امتحان ہو
کرتا ہون ذکر جس سے اُسکا وہ یون کہے ہے
چپ رہ کسیلے جسکو یو نہین کہین امان ہو
سنکر وہ شخص بولا ہم بھی ملین گے اُس سے
یا سود دل ہو اسمین یا جان کا زیان ہو
یہ حرف اُسکے منہ سے نکلا تو سنکے سودا
کہنے لگا غلط ہے اے یار یہ کہان ہو
گر دل مین گاہ جمین گہ چشم مین بسی ہے
ملنا ہو تب معین اوسکا اگر مکان ہو
ہووے بھی گر معین اُسکا مکان تو سکے
وان پہونچنے کا نا دان دل کے تئین گمان ہو
مجلس کے داب سے وان یہ دور ہے کہ وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمعدان ہو
طاقت ہو یہ کہ باہم حضار ہون مخاطب
جون غنچہ گو دہن مین ہر اک کے سو زبان ہو
ایسا ہون ایک مین ہی جا کر حضور اُسکے
مطلع اگر پڑھون یہ دل اُسکا شادمان ہو

مطلع

صحن چمن مین گلگون گر تیرے زیر ران ہو
ہر گل پیادہ ہو کر وان طرح تواکنان ہو

ٹک چھیڑیے روش پر اسکو تو آب جو تک
جس جسطرف وہ پہنچے اُس اُسطرف رَوان ہو

انداز چھیڑنے کا یہ کچھ ہے جو کہا مین
ٹک وہ ہم ڈاٹنے کا دل کے جو درمیان ہو

اس سرعتون سے تڑپے تنگی سے اُسکے اوپر
عرصہ یہ شش جہت کا دام کبوتران ہو

کہتا ہی وہ جو دیکھے اُسپر سوار تجھ کو
یارب ہمیشہ حکمین یہ اسپ و یہ جوان ہو

شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہون مین
چرخی بجا ہے اسکی گر چرخ آسمان ہو

ہے سر بلند اتنا یہ بھی عجب نہین ہے
آنکس پہ ماہ نو کے گر دست پیلبان ہو

مستک پہ رنگ اُسکے جسطرح جلوہ گر ہے
گو سانجھ لاکھ پھولے یہ لطف پر کہان ہو

دانتون کے بیچ اُسکے ہی جسقدر بھسونڈا
وصف زخامت اُسکا کیجے تو کیا بیان ہو

اس دانت سے تو ہم اس دانت تک جو گذرے
پہونچے نہ اکدن مین تا شب درمیان ہو

ابر سیہ ٹپکتا آوے ہے جس طرح سے
مستی مین حسن اُسکے چلنے کا یون عیان ہو

اس قد و قامت اور یہ حسن ہی کہ اُسکے
زنجیر پا بجا ہے گر زلف مہوشان ہو

پائل نجھول سایہ کیا کہون مین خوبی
اصلا کہین جو اوسمین شوخی ہو یا تکان ہو

گر ٹک تکبر عادت چھیڑے تو یون چلے ہی
عاشق کی وصل کی شب جسطرح سے روان ہو

ہاتھی مین یہ چلاو اگر ہو سوائے اوسکے
تشبیہ پاے جس سے رفتار خوش قدان ہو

رکھے خدا جہان مین اُسکو بہت وگرنہ
تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعران ہو

جسوقت تھان پر سے کھولے اُسے مہاوت
ہمت سے تیرے اُسکو خطرہ یہ ہر زمان ہو

دیوینگے بخش مجکو ناحق کہین صلے مین
یارب حضور جاؤن تو وان نہ مدح خوان ہو

اور دیکھیے تو سچ ہے خطرہ یہ اُسکے دل کا
کسطرح سے کہو تو اُسکو نہ یہ گمان ہو

ادنیٰ جو مرتبہ ہے ہمت ترے کا اوسکو
پہونچے نہ وہم حاتم جب تک نہ نردبان ہو

آب ہم سے تیرے گر بخشش گہر پہ
یک قطرہ جوش مارے تو بحر بیکران ہو

خورشید دست سائل ہو جاوے آسمان پر
تیری علو ہمت جسوقت زر فشان ہو

لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز
منظور مجکو تیری ہمت کا امتحان ہو

کس واسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے
جامہ ہو ایک برمین کھانیکو نیم نان ہو

سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھ پر
کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زبان ہو

اتنی ہی آرزو ہے کچھ عمر ہو جو باقی
مصرف جبہانین اُسکا تیرے قدم کو یان ہو

کب جا سکے ہے کوئی دروازے تیرے آگے
بیٹھے جو تیرے در پر وہ سنگ آستان ہو

تا مہر و مہ فلک پر یارب یہ ہے درخشان
یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

قصیدہ در مدح بسنت خان محمد شاہی

تاثیر گردش آج کواکب کی صبح کو
اکٹھے تھے دو جہان کی خوبی کی روبرو

دل چاہتا ہے یون کہ بنا کیجے ایک باغ
وہ گل زمین زیر فلک کرکے جستجو

فیض دم مسیح کا جسکے ہوا ہو خمیر
آب اُس جگہ کا آب خضر کی ہو آبرو

لاوے نہ اُس زمین کی درختونکی ایک شاخ
غیر از برا امید خلائق ثمر کبھو

ہووے ازل سے تا ابد ہر چمن کے بیچ
سرسبز وانکی خاک سے صد تخم آرزو

مانا فراغ خاطر آسودہ سے ہو گل
جمعیت دلی سے بڑے غنچہ ہو بہو

بینائی و مشام کو عیسیٰ کی تقویت
دیوے ہمیشہ وانکی گلستانکا رنگ و بو

مرغ اس چمن کے بیچ ہون ایسے غزلسرا
مطلع یہ جنکے حق مین سخن کی ہے آبرو

مطلع

بلبل ہو وانکی بلبل آمل سے دوبدو
طوطی کرے ہمیشہ فصیحی سے گفتگو

یون منعکس صفائے عمارت مین ہو چمن
جو اُسکے رو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو

آئینہ خانہ اُسمین ہوا ایسا کہ ایک بیت
موزون نہ اس صفا سے گلستانمین ہو کبھو

ایسا ہو سطح کرسی پہ اُس گھر کے ایک حوض
کوثر ہو آب شرم سے وان جسکے روبرو

چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار
جبین بر جبین نقاب تلے جون رخ نکو

پاکیزگی سے جاری ہو ایسی ہی ایک نہر
خوبی کا جسکے ذکر نکر سکیے بے وضو

جو بیچ ہر چمن کے روان یون ہو اُسکا آب
جون روح دوڑتی ہو رگ جانکی سمت کو

کنکر ہر ایک جو مین جھکو لتے آب کے
شفاف یان تلک ہین کھا کھلکے شست و شو

جلوہ انھون نمین ہو جو رگ گل کے عکس کا
آوے نظر وہ جون رگ یاقوت ہو بہو

یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جسطرح،
کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

موسم بہار فصل کا اتنا بہار رکھے
کیفیت بہار سے نرگس کے غنچہ کو

یون ہو کٹوری اوسمین کہ جون منکے ہاتھ سے
مستی مین چھٹ کے جا رہے ساغر تہ سبو

پی پی شراب سرخ جوانان سبز فام
وان موسم بہار مین آوین جو سیر کو

باہم گلے مین ڈال کے باہین برنگ تاک
مستی سے وہ چلین کج و واکج ہر ایک سو

القصہ سنکے خوبی نے تاثیر سے کہا
جو مدعا ہو باغ سے کرا وسکی گفتگو

بولے کہ مدعا تو یہی ہے کہ تا ابد
اوسمین بسنت خان بہادر ہو اور تو

اس میکدہ مین فیض سے جسکے شکستہ حال
غیر از خمار و توبہ نہ دیکھا کوئی کبھو

مطلب کو اسطرح سے وہ پہونچے نہ خلق کے
تاثیر جون دوا کی پہونچتی ہو درد کو

کیسے سے گر نکالے تھا حاتم گہر تو کیا
عالم کے دل کی اُس سے نکلتی ہی آرزو

دل مدح غائبانہ سے کیونکر کھلے مرا
تا اس غزل کو پڑھیے نجا اُس کے روبرو

غزل

طرہ کی تیرے نکہت سنبل مین دیکے بو
پہونچے تھی ہمکو باد شمالی کبھو کبھو

پانی بہت چمن مین وے اپنی تشنگی
چاہے کہ آب رفتہ ہی آوے لبجوے جو

اپنا جنون نہ باد بہاری سے ہو برابر
ہم آتشی مزاج وہ بسیار تند خو

جس دشت مین ہی اندنون سودا کی بود و باش
دیکھا جو مین تو ہے وہ عجب اک مقام ہو

اور اُس جگہ وہ یون نظر آیا کہ کیا کہون،
نے طاقت شنود ہے نے تاب گفتگو

گذرا ہے سر سے پانون کے اُسکے ہر ایک خار
اور پانون سے گذر گیا اُسکا ہر ایک مو

ہمصحبتان بزم سے اُسکے اگر کوئی،
وان جا کے پوچھتا ہے کبھو اُسکے حال کو

مانند شیشۂ مے گلگون دہن کو کھول
چاہے کہ کچھ کہے تو لہو کہے ہے وہ لہو

احوال تو یہ کچھ ہے جو مینے کیا بیان
اسمین حواس اُسکو جو آجائین ہین کبھو

اوڑتا ہے جو کچھیرو تو کہتا ہے اُس سے یہ — جاوے بسنت خان بہادر کنے جو تو
بعد از سلام شوق یہ کہیو ہمارے دوست — اے بوستان دل کی تمنا کی رنگ و بو
پر تو نہین کہ پہونچیے دو پانون ہین مگر — گوڑے رگڑ نیکی ہے سدا جنکو آرزو
جلسے ترے قدم سے جدا ہو کے رہ گئے — نے دین کی ہے تلاش نہ دنیا کی جستجو
مانند برگ خشک کہ ہو نخل سے جدا — کرتے پھرے ہین دشت مین نالے ہر ایکسو
اب آرزو یہی ہے کہ آوے جو باد تند — جون شعلہ آگ اپنے تئین دین زپشت رو
تقصیر عفو کی ہے ترے یا مرا گناہ — انصاف یہ نہین مجھے مجرم جو سمجھے تو
تیرے کرم نے مجکو بد آموز کر دیا — تھی ورنہ معصیت کی کب اس روسیہ کو خو
تیری ہی ذات سے متعلق ہے جرم و عفو — آنکھون مین دلمین چشم مین ہر جا ہے تو ہی تو
لیکن غلط یہ حرف کیا بندگی مین عرض — کس طرح سے محیط سمندر ریہ ہو سبو
مولا یہ سچ کہو نہین ہوئی مجھسے کیون خطا — مدت سے دل مین تھی مرے بخشش کی آرزو
اے دل تو بعد ختم غزل کر حضور مین — پاکیزگی سے اسکی طبیعت کی گفتگو

مطلع

ابر بہار باغ کو تا دے یہ شست و شو — مقبول تجھ مشام کو ہووے نہ گل کی بو
پاکیزہ طینت اسقدر انسان نہووے خلق — دھو دھو کرین خمیر جو آدم کی خاک کو
شبرنگ کی ترے کوئی کیا کیا ثنا کرے — جسکا چراغ خانہ زین تا ابد ہو تو
اس بادپا کے وصف مین مطلع پڑھین ہم ایک — گر سرسری نہ سمجھے ہماری تو گفتگو

مطلع

شرمندہ ہو جمال مین حور اوسکے روبرو — جلدی مین وہ طبیعت محبوب تندخو
جوہر مین تیری تیغ کے کیا کیا بیان کرون — کہتے ہین جسکو ہے وہ تہور کی آبرو
اکثر ہوا ہے یون سر اعدا کو کاٹ کر — میدان مین کارزار سے تینے لیا ہی گو
القصہ جب کسی کا سر عافیت کھجاے — آتے ہے روز رزم وہی تیرے روبرو
ور یاد اسقدر ہے کہ جگ مین تمام خلق — ہم سخا کی سمجھے ہے تجکو ہی آبرو

حرف سوال پہونچنے پاوے نہ لب تلک ۔۔۔ موج گہر پہونچتی ہین سائل کے تا گلو
یان شعر و شاعری سے ادا ہو نہ حق مدح ۔۔۔ تن پر اگر زبان ہو بجاے ہر ایک مو
اس نظم سے غرض نہین مدح و ثنا ہمین ۔۔۔ ہے تیرے ذکر خیر کی اپنی زبان کو خو
سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن ۔۔۔ لائق تری ثنا کے نہین ہے یہ گفتگو
تا زیر آسمان ہو زمانے مین صبح و شام ۔۔۔ اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو
روشن ہو تیرے دوست کا ہر شب چراغ عیش ۔۔۔ بدخواہ کے نصیب نہو روز خوش کبھو

قصیدہ در نصائح فن شعر و طعن بر شاعری و در مدح مہربان خان

جب کہے مورد تحسین مین اکثر اشعار ۔۔۔ کہا اوستاد نے مجھسے مرے سنکر اشعار
اے پسر چار نصائح مین کرون ہون ادنکو ۔۔۔ کرکے تحویل دل اپنے تو کہا کر اشعار
ہین جو خاقانی و فردوسی و سعدی مشہور ۔۔۔ کیا عجب ہے کہے انکے جو برابر اشعار
اولاً یہ کہ مجالس مین زبان والون کے ۔۔۔ تیرے آگے جو پڑھے کوئی سخنور اشعار
سخن ایسا نہو سرزد کہ دل اُسکا ہو دو نیم ۔۔۔ گو ہوا تیغ زبان کا ترا جوہر اشعار
دومی یہ جو تو چاہے کہ نہ مجھسا ہو کوئی ۔۔۔ شعر سے میرے کسیکے نہون برتر اشعار
شعر تحسین پہ بھی نادان کے نہ پڑھیو یکبار ۔۔۔ پڑھیو دانا کی تو نفرین پہ مکرر اشعار
سومی گر کہے تجھسے کوئی نادان کہ ہین ۔۔۔ تیرے دیوان مین دو ا نین کے افسر اشعار
شعرا مین تو نہ پڑھیو جز امید صلاح ۔۔۔ ہوئین بالفرض ترے اُنسے بھی بہتر اشعار
چار مین بال زن اُنکو نہ سمجھیو یہ فلک ۔۔۔ مرغ معنی سے ترے پاوین جو شہپر اشعار
بوجھ کر اپنی ترقی کو تنزل تیری ۔۔۔ عرش پر ہون تو سمجھ فرش کے اوپر اشعار
اس نصائح کی سند پھر ز کلام عرفی ۔۔۔ لاکے وہ میرے لیے یہ ز جواہر اشعار
لگے فرمانے کہ اوستاد انھونکا سنکر ۔۔۔ ویسے شعرون کو کہے تھا نہ کہا کر اشعار
مرتبہ شعر کا زنہار نہ سمجھے گا تو ۔۔۔ فائدہ کیا جو کرے داخل دفتر اشعار
اسطرح کی جو سنی طعن و تعرض اُن نے ۔۔۔ اور کے نام سے اپنے پڑھے اکثر اشعار
آفرین آفرین ہر شعر پہ دیگر اوستاد ۔۔۔ بولا یہ خوب پڑھے تو نے سراسر اشعار

سنکے تحسین یہ عرفی نے کی اوستادسی عرض
میرے ہی گذرے تھے یہ میری زبان پر اشعار

پڑھکے نام اپنے سے تھا سورد نفرین ورنہ
کسی دیوانین نہین اسنے تو بہتر اشعار

یہ سخن سنکے تامل سے دیا اسکو جواب
یون جو سمجھے تو کہان شاعری کیدھر اشعار

ہم تو چاہا تھا کہ ہو وین ترے آفاق کے بیچ
نور معنے مین یہ از خسرو خاور اشعار

پہ ہوئی جلتی کہ ہونی تھی ترقی نہ کرین
اب جو چاہو تو سر موکے برابر اشعار

غرض اس نقل و نصایح سے مرا ہے یہ مآل
ٹیک تو سب ہین ہون اور تجھسے نکوتر اشعار

بزم ارباب سخن مین جو کبھو حاضر ہو
پڑھیو وان بیٹھ کے تو سب سے فروتر اشعار

یہ نہ ہووے کہ مسلح کئی اشنج لے ساتھ
پھرے پڑھتا ہوا اس وضع سے گھر گھر اشعار

آتے ہی چشم تو لے موند دہن کو دے کھول
باد جون چلتی ہو پڑھتے چلے فر فر اشعار

اور لشکرے سنے یہ پیدا جو کرے حرف کوئی
توڑتے ہین بار لشمشیر و سخنجر اشعار

دل مین لاحول ہے سامع کی زبان پر تحسین
جی مین یون جلد اٹھے یا سنے یہ پڑھکر اشعار

اہل مجلس تو دعا کرتے ہون چپ رہنیکی
صاحب خانہ جو ہو سنکے مکدر اشعار

بولے کیا آپ مین صنعت ہے کہ سبحان اللہ
لب چپکتے نہین اسپر کہ ہین شکر اشعار

یہ کنایا نہ سمجھکر جو پڑھا سب دیوان
آئے دو چار ہی فہمید مین مر مر اشعار

مطلب اس وضع سے پاتا نہین شاعر شہرت
بلکہ اس سے تو ہون رسوائی یہ منجر اشعار

نطق کے باغ کا پھل نام نکلتا ہے سو یہ
خاکسارون کو ہین دین ہین ثمر و بر اشعار

عجز ہو تو بجہان پاوے سخن حسن قبول
یون نہون نقش دل کہتر و مہتر اشعار

خزف دل کو کہا گو کہ صدف کا موتی
کب مصنف کے کہے سے ہوئے گوہر اشعار

نہین آفاق مین دلکش سخن بے تاثیر
گر اثر ہو تو کرین دل کو مسخر اشعار

بے اثر جسکے سخن ہوئین وہ شہرے کے لئے
پڑھے گو ملک بملک اپنے مکرر اشعار

آوے جو منھ مین نکالے وہ کسیکے حق مین
پر نہ نکلین کبھو جز دان کے باہر اشعار

حق کی امداد ہے مقبول سخن کا ہونا
یون تو کہتے ہین سبھی بہتر و بدتر اشعار

آدمیت ہے بڑی شے نہ کہا شعر تو کیا
کس پہ واجب ہے ز ارشاد پیمبر اشعار

شاعری سے نہ طلب کیجے یہ فوقیت
خلق کی نظر وہین کر دین ہین جو جوہر اشعار

مہربان خان بہادر مین ہو کیا خوبی خلق
جسکے ہین بحر معانی کے شنا ور اشعار

اس کمال اپنے پہ آگے وہ سخن سنجون کے | ڈرتے ڈرتے بزبان لائے ہے اکثر اشعار
یون کہے فہم کا غواص کہ دلمین اپنے | رکھے موتی کی جگہ اوسکے صدف بھر اشعار
کس زبان دان سے کہون اوسکی مین تاثیر کلام | عاشقون کے ہین رگ جان کو نشتر اشعار
شیوہ جور کرے ترک دو ہین گر اوسکے | سنے عشاق سے معشوق ستمگر اشعار
اوسکے دیوان کے خوبی مین کہون کیا جسمین | دلکش از خلق کی ہین صورت دلبر اشعار
کون خوش قد ہے نہین جسکی زبان پر دل پر | اوسکے تو پہونچے ہین تا سرو صنوبر اشعار
کیا تعجب ہے زبانسے جو سنے طوطی کی | پڑھتی ہے اوسکے تو بلبل چمن اندر اشعار
ہو کے مصروف دل و جانسے کہے ہین اون نے | بسکہ در منقبت حیدر صفدر اشعار
نظم اوسکا رکھے ہے حکم دعاے جوشن | پھر حرز اوسکے پڑھین عازم لشکر اشعار
اوسکی ہمت نے کیا ایک جہانکو شاعر | کہتے ہین اب سب ہی لینے کے لیے زر اشعار
سیم و زر ہی پہ فقط کچھ نہین موقوف صلا | لینے کو لعل و گہر کہتے ہین گھر گھر اشعار
وصف شمشیر کیا چاہے تو صورت نہ بندھی | ہو کے دو ٹوک کہے تا نہ سخن ور اشعار
جمع ہووے نہ کبھو یاد مین اوسکے دیوان | رہین تا حشر خیال اوسکے مین ابتر اشعار
اوسکے توسن کا جلادا ہے یہ موزون جیسے | طبع شاعر کی چلی کہنے کو ہر پھر اشعار
شرق سے غرب تلک آنہین پہونچین یہ جہان | وصف مین اوسکے اگر پھینکدون کہکر اشعار

مثنوی در تعریف شکار کردن نواب آصف الدولہ بہادر

سر صفحہ پر آج یون صبح دم | لگا دست سودا مین کہنے قلم
جو اس عہد مین ہند کا ہے وزیر | بہمت جوان و بتدبیر پیر
بدہر آصف الدولہ جسکا ہے نام | سلیمان شکوہ و ذوی الاحتشام
جہان تولے وہ اپنی شمشیر کو | تو رد باہ سمجھے ہے وہ شیر کو
کیا اون نے تا گہ لعزم شکار | قدم رنجہ اپنا سوے کوہسار
گیا اسطرح سے سوے صیدگاہ | بچا کر گر صید کی وہ نگاہ
بجز زیر تیغ اوسکے پائے نہ ادر | ہرن پاڑھے چیتل چکارے نے ٹھور

نہ تھا چارپائے کو ہرگز بچاؤ
کیا قصد جس دم سوئے نیل گاؤ

نہ دیکھا جو گاؤ زمین نے پناہ
قدم نیچے لے اُس کے اپنی پناہ

اگر ار نہ تھا وان دگر گرگ دن
چھلین اوسکا کیا سر کے کوٹیسے تن

پھر اُس دشت مین جتنے کچھ تھے درند
کمند اجل سے کیے پاے بند

جہان تک تھے روباہ و گرگ و شغال
شکاری سگ اُنکے جنھونکے تھی کال

سنی جسطرف کو خبر شیر کی
پہونچنے مین ہرگز نہ وان دیر کی

جو کیسا ہی دہان شیر تھا منگرا
تو کھال اُسکی بھی کھینچکر بھس بھرا

ہوئے شیر بیشون مین اتنے شکار
کہ باہر پڑے تھے ز حد بے شمار

کیا دشت و بیشہ جو شیرون سے پاک
پڑی شیر کے مارنے کی یہ دھاک

رکھا نام پھیر اون نے از خوف جان
کہ جس شخص کا نام تھا شیر خان

درندون سے جب صاف جنگل کیا
تو خیمے مین تشریف فرما ہوا

رہے دیکھ حیران صغیر و کبیر
جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالی کے شیر

زمین سے فلک تک جو پہونچا یہ ذکر
پڑی اپنی برج اسد کو بھی فکر

نہ تھا صید بری ہی پر عرصہ تنگ
نہ ماہی بچے بحر مین نہ نہنگ

گزندون کے حالات کیا مین کہون
کہے بن بھی پر کس طرح سے رہون

جدھر آب شمشیر اوسکا بہا
نہ اژدر بچا ہے نہ وان اژدہا

پچھوڑا ہوا جب چرندو سے سیر
پرندون مین لے تعذری تا بٹیر

پرندہ نظر مین جو ان پیر کے
نہ آیا ہوا مین بجز تیر کے

اگر دیو دو دوان جو آیا نظر
پچھوڑا غرض صید اوسے بوجھکر

نگروان سے جتنے کئی پیل لائے
سو حلقہ بگوش اُسکے وہ ہو کے آئے

سبھی پیل ہر چند محبوب ہین
سواری کے خاطر بہت خوب ہین

پر اک پیل کا عین ایسا جمال
زبان وصف مین جسکے میری ہو لال

کبھو پیل ایسا بچشم جہان
نہ آیا نظر زیر نہ آسمان

وہ ہے قد و قامت مین اتنا بلند
لگا کہنے دیکھ اُسکو ہر ہوشمند

بدانست اپنے یہ ہاتھی نہین
ہوا دیکھ اسکو مجھے بالیقین

رہے جب نہ وان صید سو سو گرہ
تو زنجیر کر کھینچ لائے ہین کوہ

نہین اسکی خوبی مین ذرّہ قصور
خدا چشم بد سے رکھے اسکو دور

ترے سایے مین یہ جیے تا ابد
تجھے پرورش کی رہے اسکے کد

مثنوی در تعریف دیوان و اشعار مہربانخان

صبا جا بسیر کے ہین یہ ابیات
فکر عالی کی آپ کی کیا بات

یہ سفینہ ہے رشک ابر بہار
ہر ورق اس مین قطعۂ گلزار

اسکی ہدلی نہ گر چمن پہ نظر
شعر اس مین ہین گل سے رنگین تر

اسکے پٹھون پہ جلد کی یہ بہار
در باغ بہشت کے ہین کوار

صرف شیرازہ جو ہوا تیار
ہے رگ جان عاشقان زار

نہ کرے سیر اسکی دل کو اداس
منتشر ہون تو جمع کر دے حواس

نہین ایسا جو دیکھو ہفت اقلیم
دردمندون کی خاطر اور ندیم

دیکھے اسکو جو کوئی فردا فرد
تا دم مرگ کھینچے آہ سرد

ہے عبارت مین اسکی بسکہ صفا
آئنہ ہے عروس معنی کا

اسکے کیا کیا کرون مین وصف بیان
خط ہے خوبی مین یہ زخط بتان

نکتہ رس کی نظر مین ہے یہ بحال
اسکے لفظون کو پہونچے اسکے خیال

اس سے ہے گوش کو بھی دلکو سود
معنی مین اس سے یہ کہین افزود

لعل سفتہ لب و دہن تیرا
در شہوار ہے سخن تیرا

تجھ دہن مین زبان سحر طراز
ناطقہ کی ہے تکیہ گاہ ناز

چاہیے یون کہ طوطی رضوان
ہو زبان پر ترے بلا گردان

تیرے خامہ کی کیا کہون مین صریر
بلبل باغ عشق کی ہے صفیر

شعر ناخن بدل ترا ہے جہان
زیادہ از بیت ابروے خوبان

ورد ابیات کا ترے مضمون
جو ہے مصرع سو نالۂ موزون

ہر غزل ہے تری کمال سخن
اک شوخی غزال سخن

پڑھے ڈنگل مین جب رباعی تو — پوکڑی بھول جاے شاعر کو
ہین جو مصرع ترے مخمس کے — پنجہ زن جیب ناکس وکس کے
نہ بچا تجھ سے اے مرے شہباز — مرغ معنی آسمان پرواز
شعر کی بحر مین ترا استاد — کشتی ذہن کو ہے باد مراد
لیک خدمت مین تیری اتنی عرض — کرنی اس خیر خواہ کو ہے فرض
اسکو ہر طرح تو غنیمت جان — پھر ملے گا نہ سوز سا انسان
کیسی ہی رام ہون کسیکے ساتھ — پنچھی بھڑکے ہوے نہ آوین ہاتھ
یون تو صید آکے اے گرم گستر — دام الفت سے تیرے جاے کدھر
تجکو بخشی ہے خلق کی خوبی — حق نے ایسی کی بہ ز محبوبی
حسن کے باہم تری وفاداری — بخشے ہے عمر خضر مین یاری
دستگیری کا تیری دیکھ نباہ — ہو نہ مژگان سے طفل اشک تباہ
گر مروت سے تیری کچھ مذکور — کیجیئے تو نہین یہ عقل سے دور
کردے تحلیل سنتے ہی وہ ذکر — شعلہ کو خس کی دوستی کا فکر
جز جو یہ تجھ مین ہے سخاوت کا — انتہا اسکی ہے سکون مین کیا
وہ کوئی تجھسے عرض ہمت لے — جو ترے آگے دو جہان رکھدے
تجھ شجاعت پہ متفق ہے گروہ — تو سراپا جگر ہے صورت کوہ
رزم اور بزم مین علم ہے تو — صاحب سیف اور قلم ہے تو
صف اعدا مین یون ترا سرجنگ — جاے ہے بیٹھ جیسے تیر و تفنگ
لیکن اس نظم سے نہ سمجھیو تو — کچھ صلہ سے غرض ہے سودا کو
اس سے رکھتا ہے یہ دل مہجور — مہربان دوستی تری منظور
کر چکا مین دعا پہ ختم کلام — پہونچے رخصت کا میرے تجکو سلام
حشر تک زیر سایہ نواب — رہیو جون آفتاب عالمتاب

مثنوی در تعریف چاہ مومن خان

رہ کے دنیا مین کیجئے وہ فکر — بعد کوئی کرے بخوبی ذکر

یہ لباس حیات فانی ہے
نقش بر آب زندگانی ہے

آگے کرتے تھے آدمی وہ کام
جسکے باعث رہے ہمیشہ نام

کرتے تعمیر اہل کنت و جاہ
پل و ہمانسراے و مسجد و چاہ

اب نہ وہ دن ہین اور نہ وہ راتین
رہ گئین یادگار یہ باتین

وہ جو تھا کوئی شخص موسن خان
غور گر کیجیے تو اب ہے کہان

لیک وہ کر گیا ہے ایسا کام
کہ سدا باجتا ہے اسکا نام

نزد اہل خرد کبھی نہ ہوا
جسکا نکلا ہے اسطرح کا کنوا

کیا کنوا ہے کہ جسکی سکے تنا
جسکے آوے ہے دیکھنے دریا

نالے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین
شرم سے ڈبرے آب ہوتے ہین

جلتے روے زمین پہ ہین تالاب
ہو گیا ہے بھونکا زہرہ آب

ڈگ ڈگا کر اگر کوئی پیوے
تا نہ اوڑھے لحاف کب جیوے

شور شوربے کا اوٹھ گیا یکبار
ہو گیا سرد برف کا بازار

برف والے جہان تلک ہین اب
گرد پیش اس کنوئین کے آکر سب

کہتے ہین ہاے چاہ موسن خان
گھر ہمارے کو کر دیا ویران

کیا سقون کا خانمان آباد
تیرے ہاتھوں نے اے کنوئین فریاد

روز مین سے تمام اب کو دے
چینی بھر پانی لیکے ڈوب مرے

جن نے یکبار بھی پیا وہ آب
حشر تک زیر خاک ہے سیراب

مثنوی در مدح

کھدا تیرے خاتم پہ جب تیرا نام
سند اس سے پانے لگے خاص عام

ہوا ایک عالم کو کاغذ سے فیض
لگی جب سے ہونے تری مہر بیض

جہان خلائق کا ہو مہربان
کیا کام مہر اپنی سے ہین رواں

سراپا تو فیاض ہے اے جناب
نہین اپنی قسمت سے ہین کامیاب

زبونی مرے بخت کی اس ہین ہے
دگر نہ تری مہر تو ہے وہ شے

نگین سلیمان کہ تابندہ بود	ہمین اسم اعظم در و کندہ بود
بہت ان دونوں نا توان ہو ہلال	تعقل سے کر اپنے بدر کمال

قطعہ در مدح نواب عماد الملک آصف جاہ

مدار کار دو عالم حصول ہر مامول	مراد اہل دعا مدح سرور مسئول
اساس طارم عالم عماد ملک مدام	ملوک دہر ورا کردہ ورد کرم محمول
امام عالم و کامل عدد دل حارس ملک	سر آمد رؤسا سرور ملک معدل
کہ المحی مدا احصا ہا علی الا دوام	ھو الدلائل للدہر علمہ مدلول
وہ مراحم اعطاے او مراد سوال	کہ داد للہ اکرم ورا ہم محصول
دوا ر ورد ممالک در اہمہ معلوم	رسد عطا و کرم در مصحح و معلول
طعام او ہمہ کس را مراد دل دادہ	کلام او ہمہ دم روح را دہد ماکول
مہ عطارد و مہر و سماک دہم رامح	وگر سہا و سما در مراد او محلول
سرور روح ہمہ در دل او محصور	ودود را ہمہ سور و عدو را مسلول
حسام ہر ساطع او مہر ساد ہر ہر دم	ہلال معرکہ ہا کرد رمح را مسلول
ہوا و حرص و ہوس ہر سہ را ہلاک کردہ	ورد و ورد مع الصوم عمر ورا معمول
دعا ر او کہ سہام دعا ورد ملک	سداد او کہ صلاح محمدؐ مرسول

مخمس تضمین غزل حافظ در تعریف پادشاہ زمان

خسروا تجھ سا کوئی دوران بھی ہو سکتا ہے تو	یاب تخت سلطنت ایسا ہمیں دکھلائے تو
تجھ در دولت پہ یوں بولے سلیمان آئے تو	اے قبائے پادشاہی راست بر بالائے تو

زینت تاج و نگین از گوہر والائے تو

دیکھ تجھ شاد بلند اختر کو بولیں نیک و بد	آسمان جا با رہے تیری یہ شوکت تا ابد
ذات سے ہے تیری فوائی نسبت کی مدد	آفتاب فتح را ہر دم فروغی میدہد

از کلاہ خسروی رخسارہ سیمای تو

آسمان تک گر کوئی پہونچے زمین کی کرکے جست — گر درہ تیرے کے آگے مرتبہ اُسکا ہی پست
فیض کو تیرے قدم کو کسکا پہونچے فیض دست — گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم ست

روشنائی بخش چشم اوست خاک پای تو

مردمک ہی چشم تیرے کی مہوس خسروا — خاک کو جسکی نگہ کردے طلائی کیمیا
اوج دولت کو نہ پہونچا کوئی بن تیری عطا — جلوہ گاہ طائر اقبال باشد ہر کجا

سایہ انداز د ہمای چتر گردوں سای تو

علم کی بحث مین ماہیات جو کی تونے صاف — اُس سے رکھ سکتا ہی کب منقول و معقول انحراف
حاشیہ تصنیف کا تیرے نہ لکھین بر خلاف — در علوم شرع و حکمت باہر اران اختلاف

نکتۂ ہرگاہے نشد فوت از دل دانای تو

عالم علم لدنی نطق کا تیرے مدد — بو علی بحث مین لے تقریر سے تیری سند
زندگی خوانندہ تحریر کی ہو تا ابد — آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد

طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خای تو

تھی سکندر کے زمانہ سے زلبس صحبت برآر — سیم و زر جاہ و حشم مال و منال و اقتدار
جو غرض چاہا دل اُسکے نے دیا وہ بیشمار — آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار

جرعۂ بود از زلال جام جان افزای تو

کچھ ہو بندے پر خداوند اپنے کا جیسے کرم — شکر ہر حالت مین لازم ہے بجال بیش و کم
تن ہو گر صرف زبان مانند شمع صبحدم — عرض حاجت در حریم حضرت چون آورم

راز کس مخفی نماند بر فروغ رای تو

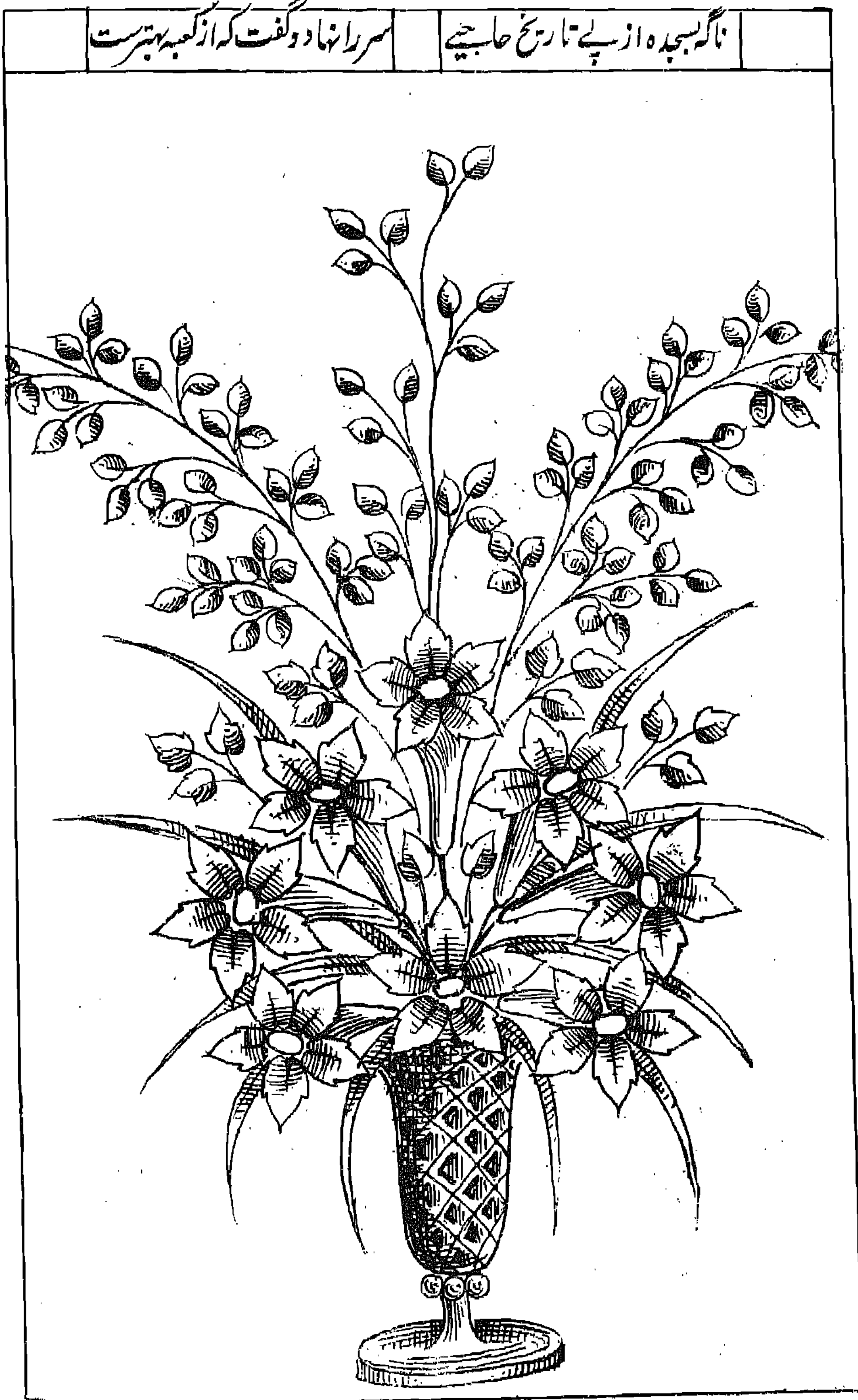
قصیدہ فارسی در تعریف مسجد نو

با عندلیب گلشن ایمان برابرست — گل بانگ مرغ خامہ ام اللہ اکبرست
دارم من از لباس حرم صوف در رداء — ہر سو کلاہ ور دان شود اسلام رہبرست
بر صفحہ ہای خامہ من نالہ نمی فتد — گر زرشتہ محبت حق تار مسطرست

بین السطور او که بهر صفحه نقش زد — از چاک جیب صبح سعادت منورست
حرف زبان کلک من از کثرت جلای — نحوی‌ست هر ورق چو بر آئینه جوهرست
هرگه رسد چو شاهد معنی بخاطرم — بی‌بینمش که جامهٔ احرام دربرست
چشمم اگر به سبزهٔ خط بتان فتد — بی آهوی حرم بنظر نوک نشترست
باد و می شنا هبا زخیالم که در هواست — بر مرغ ره بقبله نشین سایه گسترست
از استماع نظم کلامم درین مقام — هر رند جبه در بر و عمامه بر سرست
زاهد چنانست تشنهٔ حرفم بقول کس — چون گوش روزه دار برالله اکبرست
چون محتسب سوار شود در رکاب او — سنگی برای شیشه بدست قلندرست
شادی غرهٔ رمضان زیر آسمان — نزد مغان زغرهٔ شوال خوشترست
یعنی بزیر ابروی پیوستهٔ بتان — در چشم خلق جلوهٔ محراب و منبرست
تا بشنود ز مدرسه بانگ صلوٰة را — شد در پی معالجه گر برهمن کراست
خواهان سبحه بسکه بود خلق دانه‌اش — از ذرّ شاهوار به قیمت گران ترست
در فکر بوریاست گدا از پی نماز — مصروف بر عمارت مسجد توانگرست
دیدیم تازه مسجد نورانی گرد — در اقتباس نور مه و مهر اخترست
آبی که ریخته‌اند به تعمیر آن مکان — پیداست از صفاش که او آب گوهرست
هر سنگ او زعکس کواکب بوقت شب — در چشم روزگار ز ترصیع بهترست
یارب چه مسجدیست که گرد حریم او — ارواح اولیای مکمل کبوترست
فرمان روا مسیح بمعماران بناست — دل را فضای او که جبین روح پرورست
آید صدا ز گنبدش از جنبش نسیم — بنگر که شان رفعتم از عرش برترست
دل در تعجب است که گلدستهای او — هم در بهار و هم بخزان تازه و ترست
وصف کتابه‌اش چه نویسم که در نظر — چون سرنوشت صاحب ایمان منورست
حاجت در آن حرم بفروغ چراغ نیست — شب تا سحر تجلی حق شمع منبرست
فی الفور میرسد بدر خانهٔ قبول — آنجا برای مرغ دعا فیض شهپرست
بر سطح او مقابل محراب حوض نیست — چشمم بر آب جانب ابروی دلبرست
دیدم چو عکس قبهٔ زرین او در آب — پنداشتم که مهر بجو شر شناورست

کرسی او ز مرتبهٔ انبیا بلند   صحنش بوسعت کرم حق برابرست
جاروب صحن شکل خطوط شعاعی ست   جاروب کش بصورت سلطان خاورست
هرچند جای رفته بسی دیده ام ولی   دل را ازان صفا که برو دید یاورست
آیینه در شمار نظر ذره های خاک   عکسی اگر درون ز هوای مکدرست
چاهی باین لطافت و خوبی بکنج اوست   آبش چنان قریب که بالب برابرست
مردم بگرد او همه وقت از پی وضو   چون صورت صف مژهٔ دیدهٔ ترست
نقاشی عمارت آن سجده گاه خلق   در تازگی ز باغ جنان هم فزونترست
نقاش او که رنگ طراز ست چون بهار   گلشن بهر گلی که ز دیوار تا درست
نوعی کشیده کرده موج نسیم صبح   بر عارض نگار چو زلف معطرست
بیرون ز حد وصف او دست کارکش   هر دم بکلک صنعت او صنع دیگرست
از بس دران احاطه صفا را بکار برد   مطلع بوصف او ز گهر هم صفاترست
یک سمت نقش لاله و یک سو صنوبرست   از عکس یکدگر بقرائن برابرست
اینجا کسی که پیش نماز ست صف او   در گوش هوش از همه اوصاف بهترست
در فرض صبح و شام ز هر سوره خواندنش   سحوی بدل صدای قرأت مؤثرست
هر کس که بود منکر قرآن شنید و گفت   لاشک کلام حق بزبان پیمبرست
گویند عرشیان که صدای حزینش   در گوش ما ز نغمهٔ داود خوشترست
خوش بلبل ست او که سحرگه ترانه اش   در باغ دین بمدح خدا و پیمبرست
خوش لهجه او خطیب ست خطیبش که نطق او   بهر ضیافت صلحا شیر و شکرست
واعظ چه واعظ ست که تاثیر حرف او   سد ره صعوبت فردای محشرست
لاریب هیچ خانه بود خانهٔ خدا   کانجا گدا و شاه بیک سجده همسرست
هر کس دران مقام دو رکعت نماز خواند   فردا باو ثواب دو صد حج اکبرست
هر که رو بکعبه گشت کند رو کدام سو   زین وجه مرغ قبله نما سخت مضطرست
سودا اگر کسی بقسم گو باین سخن   در رتبه آن سگان ز حرم پایه کمترست
شخصی که واقف ست ز شان بزرگیش   اوراکی از زبان کسی این حرف باورست
بودم درین خیال در آنجا که ظاهرا   با کعبه این رواق مقدس برابرست

	سر را نہاد و گفت کہ از کعبہ بہتر ست		ناگہ بسجدہ از پے تاریخ حاجیے	



ہجویات

مثنوی در ہجو میر ضاحک

ہے عجیب و غریب زیر سما
اک یہان صورت آشنا اپنا

کہیے اُسکے تئین قسم کھا کر
امت دانیال پیغمبر

نہین دین نبی کا اُسمین اصول
اور دنیا کے ہین چلن مین اکول

شاہ قانع اگر ولی ہو فقیر
اُسکو مانے کبھو نہ یہ بے پیر

کیا حریص طعام ہے یہ پلید
حارث سنگدل کا ہے وہ مرید

دہر نے یہ بڑی حماقت کی
اپنے گھر اسکی لا ضیافت کی

لاکر ایسا ہی ایک دسترخوان
طول و عرض اُسکا کیا کرون مین بیان

شرق سے تا بغرب بچھوا یا
اُسپہ تنہا اُسکو بٹھلایا

اُسپہ نعمات حق جہانتک تھے
بان سے آگئے وہ اسکے دانتک تھے

اسمین کچھ اُس سے ہو گئی ان بن
اُسکو اٹھوا دیا پکڑ گردن

ہاتھ بھی یہ نہ ڈالنے پایا
چاٹتا ہونٹھ اپنے گھر آیا

پھر گیا اوس سے تو زمانۂ شوم
کھانے کا بچنا اسکے گھر معلوم

کنکری چننے پر ہے اب گذران
معدہ اُسکا ہے مرغ کا سنگدان

سنگریزے تلک نہ اس سے بچے
معدے مین اسکے تو پہاڑ پچے

آدھ سیر آٹے کا خدا ہے کفیل
پیٹ اسکا ہے عمرو کی زنبیل

گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے
در پہ اُسکے یہ بیٹھے یون اڑکے

گو رسے پھر جو رستم اُٹھکر آئے
ہمت اسکی اُٹھائے یا نہ اُٹھائے

خوردنی کی ہو جسکی زمین پر باس
جمع وان کرکے اپنے ہوش و حواس

بیٹھے مکھی کی طرح لے درپے
دونون ہاتھون سے سر کو پیٹے ہے

آگ لگ کر کسی کے گھر سے دود
ایک ذرہ بھی گر کرے ہے نمود

لوگ تو دوڑے ہین بجھانے کو
دوڑے یہ لے رکابی کھانے کو

ہر کسی بنیے کی دکان پر جا
اپنی باتون مین اُسکو لیتے لگا

کام ہر صبح اپنا کر لیوے — گلے بندر کی طرح بھر لیوے
توڑ کھاتا ہے جا کے پاخانے — یہ بواسیر اپنی کے دانے
اسلئے ہجو خلق کرتا ہے — گالیان کھانے تک بھی مرتا ہے
شادی مین گر کسی کے گھر یہ جاے — صاحب خانہ رنڈیان بُلوالے
کیا طمع اسکی اس گھڑی مین بتاؤن — کھچڑی یہ چاہے بھرتین ہین لیجاؤن
راگ گر ہو کلاونتون کا وہان — اس جگہ گا رہا ہو جیون خان
اور پکھاوج بجاے دیبی داس — سرون کی بند ہو رہی ہو باہم آس
کیسی ہی دیبی داس پر نے لے — نہ سنے آپ یہ نہ سننے دے
یہی پوچھے ہر ایک سے بے شرم — کھچڑی کا آٹا سخت ہے یا نرم
صاحب خانہ اسمین گر جھنجھلاے — اپنے نفرون سے جوتیان لگواے
اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ — جاے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ
نان بائی محلہ یون فریاد — کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
جاتے ہے چوری سے رفیدے کو — مارڈالون گا اس ندیدے کو
جوروا اپنی یہ جب کرے ہے نظر — اس سے کہتا ہے تب یہ گیدی خر
کچھ ترے پاس اے حمیدہ ہے — تیری انگیا مین گاؤدیدہ ہے
یا چھپائے ہین تو نے قرص پنیر — سچ ہی کہہ ورنہ ہو نگا مین دلگیر
اسکی باتون سے اسپہ یہ عذاب — کہ دل اس نیک بخت کا ہے کباب
غرض اسکو یہ گھبر آتا ہے — حاضری خلق کی بناتا ہے
جو اسے میہمان بلاوے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
یہی کہتا پھر اسکے گھر بیٹھے — اور کوئی نہ کھانے پر بیٹھے
بولتا آوے ہے قدم بقدم — کہو کھانے کو جلد دیوین دم
نہ سلام علیک نہ کچھ بات — صاحب خانہ سے کرے بدذات
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر — پیٹ کی میرے کچھ تمھیں ہے فکر
بھوک کچھ کم ہے اندنون میری — روٹیان سو پچاس ادھ سیری
نان باکو کہو یہ بلوا کر — جلد ان کو تنور لگوا کر

جب تلک کھانے پک چکین سارے
ان ہی کو لاکے پیرے سارے

جتنے دنیا کے بیچ ہین اشکال
اشتہا اُن مین تھامنا ہے محال

جب تلک کھانا آوے ہی آوے
اسی تک تک مین جان کھا جاوے

کھانا آوے تو اسطرح لوٹے
جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے

مارے لقمے تو اسطرح بدذات
جیسے جھاڑے کوئی پٹے کے ہات

وہ جو نوکر کھڑے ہون جس لن کے
مُنھ کو حیران ہو تک رہین اسکے

ڈیکچی جب یہ چاٹ کر چھوڑے
مُنھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

کھانا کھانے مین ایک دن ناگاہ
پڑگئی اسکی آئینے پہ نگاہ

بولا دیکھ اپنے عکس کو وہ لئیم
کب سے اے بھڑوے تو مرا ہے ندیم

غرض اس طرح کا جو ہووے بخیل
کب زمانہ کرے نہ اسکو ذلیل

ایک تھا اس کا آشنا دلسوز
وارد اوسکے یہ گھر ہوا اک روز

ظاہری اُسکے گھر تھی کچھ شادی
سر مجلس بُلا اُسے جا دی

بیٹھے باہم سکے آشنا بے تمیز
صاحب خانہ کا ہر ایک عزیز

اور وہان ہو رہا تھا راگ و رنگ
ناچ ہوتا تھا باجے تھی مردنگ

نہ تھی اسکو کسی سے بات اور چیت
بھوک سے اسکی لگ رہی تھی پیت

گاہ چونکے تھا گاہ اونگھے تھا
گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا

اسمین یہ سو گیا تو دیکھا خواب
گویا بیٹھا ہوا ہے بر سر قاب

ناگہ اوس قاب پر اک اور آیا
تب یہ بے اختیار بڑبڑایا

جگ مین کھانا ہے اور سیر اُسکے مُنھ
گیدی یہ قاب اور تیرا مُنھ

کہکے یہ نیند مین جو مارا ہاتھ
پاس والے کی پگڑی ہاتھ کے ساتھ

اوڑ گئی سر سے آگرے پاس کہون
تھا یہ نزدیک ہووے کشت و خون

صاحب خانہ درمیان مین آ
پوچھا اس سے یہ تمھین ہوا ہے کیا

تمنے کیون اسکے سر پہ ماری دھول
تپہ شیطان چڑھا پڑھو لاحول

خواب کو اپنے کرکے تب تقریر
کہا اسمین ہے کیا مری تقصیر

سنکے یہ خواب اس سے جو کہ صاف
سب نے ہنس کر کہا کہ تم ہو معاف

گھر کے صاحب نے دیکھکر یہ طور / ہو کے مجبور یہ کہا فی الفور
حرکت تم سے یہ نپٹ تھی بعید / کی ہے کھانے کی مین ابھی تاکید
تب یہ ہنسکر زبان پر لایا / بارے کیا کیا کہو تو پکوایا
کہا قلیہ پلاؤ بریانی / ہے یہ سب صاحبون کی مہمانی
یہ سخن سن کے مثل تیر شہاب / دوڑا مطبخ کی سمت ہو بیتاب
جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح / مین بیان اسکا اب کرون کسطرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان / کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان
گوشت چاول مصالح ترکاری / سب سمیٹ اسنے ایک ہی باری
مطلق اسنے نہ مانی ڈانٹ ڈپٹ / رکھکے کلّے مین کر گیا سب چٹ
خرچ کر یہ سلوک دوست کے ساتھ / مانگے پھر یہ دعا اٹھا کر ہاتھ
یارب اتنی تو اب مری سن لے / مجکو اک آسمان سا کلا دے
وہ بھی یون ہی چلا کرے دن رات / جو ہم پہونچے دان جماد و نبات
چاٹ کر اسکو اپنا پیٹ بھرون / تف نہ جا کر کسی کے در پہ کرون
قصہ مہمانی کا سنا تم سب / پڑے اس بھوک پر خدا کا غضب
جاوے بازار کو اگر وہ لئیم / خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم
نان بانیے کنجڑے حلوائی / کہین آفت کدھر سے یہ آئی
جو ہے دکان مین سوا دسکو پکے / جان یارب ہماری اس سے بچے
بھوک مین جب ادھر یہ آتا ہے / لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے
جن ہے یا آدمی ہے یا کیا ہے / یا کوئی دیو بے کھلایا ہے
نہین ڈرتا یہ لاٹھی پاٹھی سے / کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی سے
آوے جو کھینچ سامنے تلوار / جب تلک یہ پہونچے اسکا اس تک وار
مورچے کی طرح یہ اسپر آئے / کہتے سے پیلی تلک کھا جاے
بھوک کدی کی جھانجھ گر ہے یک پہر / آوے پھر منڈیون کے سر پر ٹھہر
سیر یون بھی نہ ہو تو جنگل کو بڑ / تول لیجاے بھوک کے بل کو
کھا چکے کشت جب اوکھاڑ اوکھاڑ / پھر تو نگلے ہے بھڑ و اجھاڑ کے جھاڑ

غرض اس بھوک پر کہتے ہو روکھ / تس پر اس فکر مین گیا ہے سوکھ
چار کے کاندھے جب یہ جاویگا / توشے کی روٹی کو کبھی کھاوے گا
ایسے بھوکے پہ لعن کیجے مدام / شام سے صبح صبح سے تا شام

ترجیع بند در ہجو ضاحک

جا صبا ضاحک سے کہہ بعد از سلام / کیون کیا کرتا ہے ہجو خاص و عام
آپ کو کہتا ہے تو سیّد ہون مین / جد مرا پوچھو تو ہے خیر الانام
بس دکھا تو اب کسیکی ہجو مین / ہو اگر ختم رسالت کا کلام
انکی تو امت پہ اوقات شریف / گذرے ہے خلق و کرم ہی مین مدام
کون ہے تیری سیادت کا مقر / جانتے ہین خاص سے لے تا عوام
تیرے والد کو ہوئی تپ اک سال / تب حکیمون نے بہ تشخیص تمام
نق سمجھکر یہ دوا تجویز کی / شیر خر با قرص کافور اک دام
مول لے اک مادہ خر پینے لگا / ہر سحر اس شیر کا اک بھر کے جام
عمر باقی تھی غرض پائی شفا / پھر ہوا سوزاک ہو بند احتلام
آخرکار اس مرض کی بھی دوا / وہ جو مادہ خر تھی اسکے آئی کام

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو سیر

سن تو ٹک اے اضعف انسان ضعیف / ہمنے کیا سید نہین دیکھے مگر
ہے ٹک حرمت پہ خدا کی خلق کے / کب کسی سید نے باندھی ہے کمر
ریزہ چین جس جس کے ہو تو خوان کا / ہجو کر اس اس کی ہر شام و سحر
رات دن پڑھتا پھرے ہی اے لعین / اسکی اسکے گھر مین اسکی اسکے گھر
پیش کم بخت مین نہ دیکھا عقل و حمق / نطفے کی ترکیب کا ہے یہ اثر
گھر سے اپنے کھا کے جاوے جسکے ہان / جاتے ہی مانگے ہے اس سے ماحضر
شکل کہتی ہے کہ کھائے پر نہ کھا / حمق کہتا ہے کہ بیٹھے سے نہ ٹر

سیّد اے میر مثلث آپ کو — کہنا اتنا ہو کے بے خوف و خطر

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

تال سُر سے ہے ترا گانا بری — تجھ سے ہے مت گا بلجن مادری
دخل ٹک صوت پدر کو بھی تو دے — تا یہ سمجھے ہے للت یا گوجری
لعن تیرے سر پہ کرتے ہیں مدام — لے رباب و بین سے تا کینگری
تال پر ٹھپکار دے ہے ہر زمان — از پکھاوج تا بڑھولک خنجری
تف اُسے جن نے سکھانے کو ترے — ڈنڈی کاندھے پر طنبورے کی دھری
برزخ انسان و حیوان میں سدا — ہے جو تیری زیر چرخ چنبری
اُس سے نے دعویٰ مصاحب خانکو ہے — ہے نہ ہو خان کو ذرّہ ہمسری
بس تنا باعث انھون کی ہجو کا — بد عبث کہتا تو ہے بد گوہری
دیکھکر خلقت میں تیری شکل کو — شکر خالق کرتے ہین دیو و پری
سُن چکا اپنی سیادت کا نشان — تہمت اپنے پر نہ کر اے مفتری

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

پہونچے گر شعر اب ترے دفتر تلک — پہونچے ہے کہتر سے لے مہتر تلک
مجکو یہ ڈر ہے نہ پہونچین آج کل — انکی نعلین بھی تیرے سر تلک
ہاجی تو جسکی زن و دختر کا ہے — ہے سخن انکا بھی تیرے گھر تلک
بھیجے تو ناموس جن کا تا بہ آب — دے بھی تیرا بھیجین فیل و خر تلک
خشک تنکا نہین سماوے جس جگہ — وان گھسیڑے خلق چوب تر تلک
جس گھر میں ہو نہ رشتے کی جگہ — تار کش کھینچے گا اُس کو سر تلک
یہ بڑا موتی کا ہے قیمت شکن — پھر بہا کب اسکا سیم و زر تلک
مرغ ہو وے حیدرآبادی تو خلق — دیکھ لے ہے اُسکے بال و پر تلک
گر اصالت کے نشان ہوں برملا — پہونچے ہے وہ کودکش کے در تلک
اب نسب تیرا جو ہے اس وضع پر — پہونچے کب پیغمبرؐ و حیدرؑ تلک

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

تو نہین سید کیا مین امتحان
آل پیغمبر کی کب ہے یہ زبان

جگ مین اب تیری سیادت کا نسب
سمجھے ہین نیو کے تلک پیر و جوان

دفع کو تیری نہین اب فائدہ
سمجھے گر قصد بے تیر و کمان

بل اگر پاتے بر آمد کا ترے
ایک گز کے پیچ پھر تو تھا کہان

اے سنی ینول ترا روز ازل
خاک آدم مین اگر ہوتا نشان

ہجو کرتا کیون تو ان اشخاص کی
وہ جو ہین ممتاز زیر آسمان

کونسا سید بنا ہے مسخرا
گھر تجھ بھر پنیر و قرمساق نان

اک نشان تجھ مین نہین ان کا کہ جو
روز محشر ہین شفیع انس و جان

نسل مین اُنکے گنے ہے آپکو
کچھ بھی تجھ مین عقل ہے اے قلتبان

میرزہ تو جانے ہین جن کا نسب
ڈر خدا سے تو کہان اور وہ کہان

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

اس احبنہ کو بھی اکثر اے لئیم
کہتے ہین سید کہ گھر جسکا ہو شمیم

موری کے مطبخ کا اک بھتنا ہے تو
گو تجھے سمجھین ہین سید نافہیم

کہہ تو کس سید کو بر بوے طعام
گھر بگھر دوڑاتی پھرتی ہے نسیم

کون سا سید بنا عاشورے مین
تجھ سوا حارص بہ مشقاب حلیم

فی الحقیقت ہے تو مضحک ضاحکا
پر تو سمجھے تب جو ہو ذہن سلیم

وہ تو ہے ضاحک ہنسے جو غیر پر
تو ہنسا دے اسکو جس کا ہو ندیم

مسخرے سید گنے تو آپ کو
سرد سمجھا ہے مگر نار جحیم

ہے وہی سید کہ جو پشتین سے
تا بہ پیغمبر گنا جاوے کریم

برخلاف اسکے تو با تیغ زبان
دل خلائق کا کرے ہے تو دونیم

اس عمل پر تو کہے سید ہون مین
لعنت اے بھڑوے جہنم کے مقیم

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

گر تو ہو آل نبی اے مسخرے / مومنوں کی ہجو تو ناحق کرے
جو تو سید ہووے تو دیویں نہ تجھے / خمس کے پیسے تو ہین گھر مین دھرے
یہ روپے تو وہ نہین جیسے کہ تو / رنڈیاں لیجا کے لے کھوٹے کھرے
کہ معالج خان نے تیرا کیا ایسا / تو جو اُنکا منھ مین اپنے گُہ بھرے
میر نواب اور اُنکے بھائی کی / ہجو تو کرتا ہے وہ ہین منکرے
مین یہ سمجھوں ہوں کہ تو اس وضع سے / آج اگر جیتا بچے تو کل مرے
میرزا پہلو سے تا مرزا رفیع / نظم مین آئے ترے سب پرے
اور نام انکا تو لے سکتا نہین / جلتے ہین یہ شخص رتبہ مین ورے
تجھ سوا کس میر کی ایسی ہے شکل / جسکی صورت دیکھکر شیطان ڈرے
تو جتاوے اپنی میری جس گھڑی / گو بدیت این حرف ہر دانشورے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

یہ تو ہے ممکن یہاں سے تو اُٹھے / دود اُٹھے جس گھر نہ والنے تو اُٹھے
جس زمین پر بو ہو کھانے کی تو کب / گردش ہفت آسمان سے تو اُٹھے
مثل سگ ہے جوع سے تیرے محال / گوشت کھا کر استخوان سے تو اُٹھے
ہاتھ سے کہنے مین ہے اُٹھنے سی حرف / یہ تو کیا معنے زبان سے تو اُٹھے
سامنے تیرے اگر لا رکھے توپ / ذکر کیا ہے خوف جان سے تو اُٹھے
گولے سے اُٹھے تو اُٹھے یہ نہو / ہیبت عالم ستان سے تو اُٹھے
بولین یون انفار اسکے جسکے گھر / کھانا کھانے کو جہان سے تو اُٹھے
کھانا تو تھوڑا سا دسترخوان پہ ہے / دیکھیے کسطرح یان سے تو اُٹھے
منڈیون مین گو ہے تجھ پر یار دیا / یہ نہو خالی وہان سے تو اُٹھے
ہو تجھے غیرت تو دسترخوان ہی کیا / سنکے یہ ہندوستان سے تو اُٹھے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

کیجو میری ہجو تو اے بھڑوے نٹ / تو سہی دو دن بانس سے تجھکو اُلٹ

جو ترے دل میں ہو کہ تو شوق سے　　دیکھ تو ٹک یار بھی ہیں کیا اکٹ
ہجو کی ہے تونے انکی آج تک　　جون کبھی جنسے مر نہیں سکتی ہے چپٹ
عیب دنیا کیا ہے جو مجھ میں نہیں　　جو تو چاہے کہ نہیں اُسمیں کپٹ
بات کیا ہے وہ کہ اب میرے تئین　　جسکے ظاہر ہونے سے لاگے ہے چپٹ
مولوی صاحب کو جو پھر کچھ کہا　　دیکھیو کیسا کر دن گا چپت ڈپٹ
آوے جو خاطر میں تیرے مجکو کہہ　　اے دنی شان اسمین کیا جاویگی گھٹ
پھر نہ کہیو میر ہرگز آپ کو　　یون زبان خلق کو لاگے گی رٹ

رحم سو نہ اک پدر سے ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

مخمس در ہجو اہلیہ میر ضاحک

ضاحک کی اہلیہ نے جب ڈھول گھر دھرایا　　بے وجہ رات ساری ہمسایوں کو جگایا
ٹھٹھک میں بیٹھ بوڑھے جونڈے کو جب بلایا　　تب شیخ سدو اُس پر اسا کہ کھا کے آیا
بولا کہ کیون سبے ضاحک بکرا کوئی منگایا

ضاحک یہ سُنکے بولا تمنے زبان نکالی　　سب آج کو کہا ہے کل دوگے مجکو گالی
بکرے کی شکل یان تو نے گوری ہے نکالی　　بی بی کو اور تم کو گھر کر دیا ہے خالی
بکرا وہ دیگی تمکو جن نے کہ سر چڑھایا

میران یہ سنکے بولے پھر کہیو کیا کہا جی　　مین آپ سو نہ تمنا کچھ اور حرف جانتا جی
بکرا اگر نہ آیا چھوڑدن کا کر تجا جی　　گالی تو اک طرف ہے یہ سُن رکھو سچا جی
آنگے ہے ڈھول ڈھٹیا مین تمکو کہہ سنایا

ضاحک نے تب کہا یون مجھ پاس ہین گوڑے　　گڑ کے تو لگ گئے ہین اور تیل کے بگوڑے
بیٹھا کر وجہ منہ کو ڈھیلے کے ہین گندوڑے　　تب شیخ سدو بولا سنتا ہے دہی گے...
بھینسا ہی لیکے چھوڑ دن خاطر مین کیا تو لایا

دمڑی میں منہ کو میٹھا تجکو ہمارے کرنا　　دو تیل کے بگوڑے آ گئے ہمارے دھرنا

گاے اپنے پرنہ دیکھا بھُس کا ہمارے بھرنا	بھڑا نہ لون نہ بھینسا لون مجھسے کر توا رنا
تب جانیگا تو بچھڑو سے پیرون کو مین منایا	

مثنوی درہجو فدوی متوطن پنجاب کہ در اصل بقال بچہ بود

یاروخدا ایک ہے دوسرے برحق نبی ۔ صورت لوح و قلم جسکے لیے خلق کی

راست ہی ٹک بولیو انکی ہی سوگند ہے ۔ آج زبان سے بھلی کل کے تئین بند ہے

سننے سمجھنے کو بات حق نے دیا گوش و ہوش ۔ حق بطرف جسکے ہو آج نرہنا خموش

مردکو سچ بولنا جزو ہے ایمان کا ۔ جھوٹ کرے ہے عدم دین مسلمان کا

وارد احمد نگر ایک ہین مرد عزیز ۔ فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز

شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض ۔ جامی کے دیوان سے خوش جانین ہین انکی بیاض

سب کہے ہی وہ طعن جتنے کہ استاد ہین ۔ شعر پہ میرے بھی اب انکے یہ ایراد ہین

شعر وہ میرا سنا جاکے انھون نے کہین ۔ شیخ و برہمن کو ہے جسمین کہ نسبت بدین

اپنی سخن فہمی پر کہتے ہین یہ ہوکے گرم ۔ دین تو ہے شیخ کے اور برہمن کے دھرم

اسکا سخن پوچ ہے آپ وہ ہے پوچ تر ۔ شاعری و شعر پر کچھ نہین رکھتا خبر

سنکے غرض مین یہ بات بولون جن جل بھنکے آب ۔ کھولکے ٹک گوش فہم سن لین یہ احباب سب

میری زبانی انھین یہ جو ہین قرآن خوان ۔ پوچھے تو اتنا کوئی تم ہین کسے اے مہربان

آیۂ قرآن کو کیون دھولے ڈالو ہو تم ۔ کافر دینکو ہے خطاب جسمین لکم و لیکم

دونو نپٹ طلاق دین ازرے قرآن ہے ۔ خواہ برہمن کوئی خواہ مسلمان ہے

شیخ ہی سے سمجھے ہو دین کی نسبت فقط ۔ اپنی زلیخائی پر کہتے ہو پر خود غلط

دین اگر ہووے ایک جمع نہ ادیان ہو ۔ وہ ہی نہ سمجھے اسے اُنسا جو نادان ہو

انکا غرض اعتراض کچھ تو معقول ہے ۔ بات جو معروف ہے انپہ وہ مجہول ہے

شعر کی انکے سند دیکھ لین حق کا کلام ۔ اپنی غلط فہمی پر طعن کرے ہے مدام

سن چکے اے منصفو یہ تو سوال و جواب ۔ آگے انھین دیکھو ہوتے ہین کیا کیا خراب

لیک یقین جانیو حق ہی ہے اسکا گواہ ۔ ہوا گر اس امر مین ذرہ بھر اپنا گناہ

انکو یہ لازم نہ تھا آنکلے اس شہر مین
ہمسے الجھکے یہ طاق بنے دہر مین

پھرتے کسو ساتھ یہ اپنے ہی یارونکے بیچ
انکو بھی گنتا کوئی پانچ سوارونکے بیچ

حد سے یہ اپنی پرے پانون رکھین اسقدر
فخر یہ شعر اپنے پر کرتے پھرین گھر بہ گھر

اتنے لیے صاحبو آنکے یہ ہمسے اڑے
تا انھین جانے کوئی یہ بھی ہین شاعر بڑے

ہوتے ہین وہ ہی بڑے جنکو بڑا حق کرے
اپنے کیے سے بڑا آپ کو احمق کرے

اپنی زلیخا اگر اس لیے لائے ہین یان
شاعرون کے زور کو اسپہ کرین امتحان

حسن معانی کے یہ دیکھکر اسکی بساط
اسکے بموجب کرین شاعرون سے اختلاط

اور زلیخا جو وہ خلق مین مشہور ہے
فہم و شعور انکے سے سو تو بہت دور ہے

ہووے جسے تم مین سے مولوی جامی کا درد
پوچھے انھونسے کوئی زن ہے زلیخا کہ مرد

کہتے ہین فخریہ مین اپنے یہ ہر ایک سے
مجھسا زباندان ہے کون پوچھیو ہر نیک سے

شاعر نہین ہند کے مین گیا ایران تک
سیکھی زبان وانکی بھی جاکے خراسان تک

پر جو انھونکا سخن پہونچے ہے گوش فہیم
خندہ زنان بولے ہے وہ کہ خدائے علیم

ایک خراسان کیا گو کہ یہ مکہ کو جائین
جیسے ہی ادھر سے جائین ویسے لگی دم آئین

پوچ زبان انکی ہے شعر تو سرزد ہوا
کاتب بیچارہ مفت لعن کا مورد ہوا

شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے اشتیاق ہے
تسپہ انھین خلق مین شہرہ سے یہ ذوق ہے

شعر مین شاعر جو ہین وہ تو تخلص کو لائین
پر یہ تخلص بغیر نام نہ اپنا جتائین

اسپہ مجھے ایک نقل برمحل آئی ہے یاد
ہو جو سخن فہم دے مغز سخن کی وہ داد

نقل

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا
اسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

بنیے کے پر کہین اسکو نہ تھا دسترس
سود مین اور مول مین اسکے رہا تھا وہ پھنس

الو نصیبون سے ایک ہاتھ اسے لگ گیا
سوچ کے دلمین کہا بنیے کو دیجے دغا

باندھی اسے پاڑی سر کو پنہائی کلاہ
ہاتھ پہ رکھکر چلا کہتا ہوا واہ واہ

اور کیا ہاٹ سے بنیے کے عمدا گذار
دیکھ کے الو لیا بنیے نے اسکو پکار

ہنسکے لگا پوچھنے کہ جی یہ جانور
پرکھا انسے کہو لے چلے اسکو کدھر

خوش ہو تب ان نے کہا اسسے کہتے ہیں باز جسپہ کرم ہووے بخشئے اسے بے نیاز
شاہ امیر و وزیر کھیلیں ہیں اس سے شکار قیمت و قدر اسکی ہے سیکڑوں سے تا ہزار
سنکے کہا بنیے نے مرگ ہے یہ اپنے بھاون سانچ کہو برکھا باج اسیکا ہے ناؤن
اُن نے کہا ساہ جی تمسے مجھے جھوٹ بول فائدہ کیا ہووےگا جھوٹ سے کچھ دیکے تول
پھر وہ لگا پوچھنے کہہ تو وہ جنور ہے کیا ان نے کہا دودھ بھات کچھ نہ اور اسکے سوا
بنیے نے اس سے غرض باتیں تحقیق کر مول لگا پوچھنے باز کا یون گھر بگھر
سانچ بتاؤ مجھے باج کا کے بھاؤ ہے ایک خریدار کو اسکا گھنا چاؤ ہے
مول جو کچھ باز کا ہووے ہے سب نے کہا بنیے نے دلمیں رکھا وہ جو کسی سے سنا
مول سن اسکا غرض بردکھایہ بنی باز کے لینے کی بات بنیے کے دلمیں ٹھنی
کرنے لگا جورو سے رات کو یہ مصلحت سنتی ہے پربھاوتی اسمین ہے کیا تیری مت
بنیے مرے گرج ہیں ایک سپاہی کے پاس اُس سے نکد ملنے کی مجکو نہیں ہے اب آس
باج بڑا ہی سا ایک دیکھا ہیں اسکے سنگنے اسکو خریدون مین اب کال کو جو وہ سنے
بولی بنینی یہ سن اوت تجھے کھیر ہے اسکی رسوئی ہے ماس اس سے ہمیں بیر ہے
سنکے کہا بنیے نے کے کہی یہ تینے بات ناہ ری پربھاوتی رام کی سون دودھ بھات
بولی جو یہ سانچ ہے لاکے اسے تو سویر تھوڑے سے گھٹنے کو تو سوچ جون بنے تو بیچ گیر
جورو سے جب یون کہا بنیے نے پھر صبحدم داب بغل مین بہی کان پہ رکھکر قلم
آکے سپاہی کے گھر بولا کہ مرجا جی آؤ کرکے حساب آج تم لینے کو میرے چکاؤ
سنکے سپاہی یہ بات کہنے لگا چل پرے پیسے کہیں آج یاں تیرے لیے ہیں دھرے
باز بکےگا تو میں تجھسے کرونگا حساب مفلسوں کو مت بکا خیر سے گھر جا شتاب
بنیے نے سنکر کہا گرج میں کچھ بیر ہے کھیر جو بتلاؤ ہو آج تمھیں کھیر ہے
سیلے تھے مرجا جی تم ہمسے گرج لینے میں تنتے ہوئے جاتے ہو کاہیکو اب دینے میں
ہو جو چکوتا مرا باج کے بکنے ہی پر باج ہی کو دو مجھے سانچ سا کچھ بھاؤ کر
سنکے سپاہی یہ بات دلمیں بہت خوش ہوا لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اس سے کہا
منہ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ باز مول یہ بھی ہوا لین تل لے ہے جیسے تول تول
بول اٹھا بنیا یہ سن پرکھا کی کھیر ہے گرج کسو کا نہ دے کوئی عجب اندھیر ہے

بنیے کی یہ بات سن بولا سپاہی ہو نرم
قرض جو کچھ ہو ترا کہ جو ترے آوے دھرم

بنیے نے دکھلائی تب کھولکے اسکو بہی
وہ سو روپے اسکے نام لکھے تھے اوس میں سہی

مول کیا پانچ سو اسپہ ہوئی قیل و قال
چک چکے جب تین سو جھگڑے کا کر انفصال

آلو جو اسنے کیا باتونکی میزان میں تول
قرض سے کے دو سینے سو کی جڑی اور ڈھول

دیکے سپاہی دغا بنیے کو چلتا رہا
بنیے نے لاکر اُسے جو ردئے سن یہ کہا

دیکھو تو پرچھا دی پر لکھا کے باج ہے
رام جی کے پھل سے آج ہمیں پراج ہے

دیکھ کے اُن سنے کہا او ت سمجھے ہو لوم
یہ تو جنا اور ہے وہ ترک کہیں جسکو بوم

نا تو ان نہیں لیوین ہیں پڑھی میں اسکا سو پر
کھو یا کرج ساتھ تین نکد روپئے کا ڈھیر

اوڑ گئے جوں باز یہ سنتے ہی اسکے حواس
جاہا کہ اب پھیر دوں جا کے سپاہی کے پاس

سر کو وہ اور تو ند کو پیٹتا ہو نچا جو وان
نام نہ اسکا سنا اور نہ دیکھا نشان

سر کے اوپر خاک تب گلیو نمیں کرتا ہوا
آیا پھیلنی کے پاس رو رو کے مرتا ہوا

کہنے لگا ہائے وہ کیا یہ دگا دیکیا
سو نکد اور دو کی جنس گھر سے مُہت لیگیا

سوچ چکے پھر یہ کیا بنیے نے دلمیں خیال
یوں ہیں اسے بیچیے بات کو شہر میں ڈال

پاس ترے ہو نیکے بات جو اسکی چلے
اور بھی شاید کوئی مجھسا ہی احمق ملے

کھونٹی پہ الو کو باندھ بیٹھے تھا دکان پر
صبح سے لے تا بہ شام شام سے لے تا سحر

پوچھے تھا جس سو دیکھ جو کوئی ہے یہ ترے یاں
لائے تھا بنیا دہیں تب یہ سخن بر زبان

سانچ تبا میری بات لینے پہ کچھ تو بھی ہے
سب ہے دیا رام کی یہ بھی ہے الو بھی ہے

یاں غرض اس نقل سے ہے یہی اپنا آل
موجب اسی نقل کے سن تو انھونکا بھی حال

چاہا تھا اس عقل پر بازِ معانی کو لیں
ملک ہلاک آنکر اور اوسے شہرہ دین

ملگیا ویسا ہی ایک انکو فروشندہ اور
فہم و فراست کا جب بوجھ لیا انکے طور

سوزن کوری سے لے دیدۂ دل کو سیا
بازِ معانی بتا لا انھیں الو دیا

باز کی جا بوم باندھ چاہتے ہیں شہرہ پائیں
نام جو پوچھو فقط تو یہ تخلص بتائیں

باز کا جوں بنیے کو الو سے بتا دیا
حمق انھیں حق نے یوں شاعری کی جا دیا

دلمیں اب جنکے یہی فکر ہے لیل و نہار
اُسکے تئیں سمجھ لے اپنے سے لیے لون و تار

دار دا سی شہر میں اپنے ہو ایک مہربان
رکھتے ہیں عطاری کی رستہ او پردہ دکان

بیٹھے یہ رہتے ہین وان صبح سے لے شام تک / لگتی ہے اشعار کی چار پہر انکو بک
اور یہ مین سے جو کوئی مالک دوکان کے تئے / پوچھے تو یہ دین جواب وہ بھی یہ فدوی کی ہے
ہو نسکے شاعر اور شہرہ پہ یہ دل دیا / اپنا تخلص تمدان بنیے کا آلو کیا
تھی جو بنیئی مین عقل اتنی بھی انمین نہین / بوم جو ہے اسکو باز سمجھے ہین یہ اپنے تئین
ایسا ہی اور ایک شعر تھا جو ہمارا کہا / جو قلم فہم سے خلق نے دل پر لکھا
سنکے انھون نے پسند اسکا جو مضمون کیا / ہین لے نکال اس بحر مین یون اسے موزون کیا
تمنے جہان وا کیے بند قبا اپنے جان / جا کے صبا نے بباغ کھولدیے گل کے کان
سو یہ میان فدوی نے کان کو نے گل کے توڑ / جلدی سے وان گرم گرم آنکھ دی نرگس کی جوڑ
کہتے ہین اب ہر طرف بزم مین منہ پھیر پھیر / شعر تھا وہ سیر بھر یون مین دیا ڈیڑھ سیر
کھولدیے ناز سے تمنے دو چشم اپنی جان / کھولے صبا نے یہ سن غنچۂ نرگس کے کان
بات تو وہی ہے یہ سمجھو تو اے صاحبو / گوش تا انکے جا لگو کہ اب اس وضع کو
سرقہ سوا اس مین ہے ایک قباحت یہ اور / کونسے معشوق کا زیر فلک ہے یہ طور
باغ مین بیٹھا رہے آنکھین مندین آٹھ پہر / کھولدے ہنگام ناز کر نیکو نرگس پہ قہر
کان کو نسبت سدا گل سے چلی آئی ہے / صورت نرگس مدام آنکھ کی بتلائی ہے
شاعرون کی بات کا دیوے جواب اُنہ خاک / شاعری کی اپنی جو لڑ کو نسے کٹوائے ناک
ناک کا اور کان کا اسنے ہوا توڑ جوڑ / جوڑنے پر ناک کے جان بدن ہو نہین ہوڑ
ناک کھوئی فہم کی اب جو یہ انسان ہون / چاہیے نرگس کی طرح آگے انھین کان ہون
کائین نہ گل پھول یون شاعر ہین بے سند / شاعرون کے حق کے بیچ پھر نکہین نیک و بد
بس چل اب آگے نہ کہہ کچھ انھین سودا خموش / کیجئے اُس سے سخن ہووے جسے عقل و ہوش
کرنے پہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال / سو تو غلط ہے کبھو انکو نہوا انفعال

ہجو فدوی پنجابی

شاعر ہوا ہے فدوی کیا شاعرونکا تلا / مادہ وہ زن تخلص یارون کا مسخرا
معقول شعر اُس سے گاہے سنا نہ ہمنے / جز تین مین ٹان ٹان ٹون ٹون اور ٹیخ ٹیخ ٹوٹلا

کوئی باسم اُسکے گھر کا پتا نہ پا دے،
اُلّو جو کہے کے پوچھو بتاوے سب محلّا
حسرت سے ڈھول ڈھیا لڑتا ہی شاعری پر،
یاں تک کہ فخر اپنا کرتا ہے یہ بلبلا
گر شاعری یہی ہے ڈھولین تو کیا ہین لیکن
بابو شین کھاکسوسے تڑوا دیگا یہ کلّا

ہجو فدوی

فدویا بولے ہے مین ہون اُستاد
مین کیا فن شاعری ایجاد
آکے شیدا جو ہو مرا شاگرد
گوش دل سے سُنے مرا ارشاد
مرتبہ اسکے شعر کا ہو یہ
سخن اُسکا سخن کے ہو اُستاد
رفتہ رفتہ سُنا یہ شیدا نے
کہا اُس نے کہ خانمان برباد
معنی کے گھر کو تو نے ویران کر
پھینکدی اُسکی کھود کر بنیاد
کس طرح سے مین ہون ترا شاگرد
بیت سعدی کی یہ مجھے ہے یاد

کس نیاید بزیر سایۂ بوم،
ور ہما از جہان شود معدوم

مان میرا کہا خدا سے ڈر
اپنا شاگرد تو کسیکو نہ کر
بولی تیری جو کوئی بولے گا
تیری بولی کا ہو گا یمن اثر
آگے کو دیکھیئے خدا جانے
اُجڑے اُسکی صدا سے کسکا گھر
جس جگہ بیٹھکر وہ بولے گا
تیر گولی چلے گی وان اُس پر
مارکر جب کوئی گرادے اُسے
ورنا لو تھ اُسکی کھاٹ پہ دھر
چلین کاندھے پہ رکھ تو بیٹین کے
یہی کہ کہکے اپنا سینہ و سر

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جسکے گھر آشیان ہو تیرا وہان
نہ پھرے آکے صورت انسان
صاحب خانہ آشناؤن مین
ہو کے تنہائی اپنی سے حیران
نبھیجے ہے ایک ایک کو یہ پیام
آدمیان بھرا ایزد سبحان

کہتے ہین وہ جو بیٹھنے کو ہین
جا نہین زیر گنبد گردان
تو بھی گھر آپ کے نہ آوین ہم
نہین لائق نشست کے وہ مکان
آشناؤن کو تم بلاتے ہو
نہیے کا الّو رکھ کے اپنے ہان

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جس جگہ بیٹھکر تو سے قدم
مارے ہے اپنی شاعری کا دم
جو سخنور ہین صاحب اقبال
دیکھین اُن سے جلتی ہین پیہم
موجب اسکا جو اُسنے پوچھون ہون
کہتے ہین مجھسے یون وہ کھاکے قسم
الّو ہے یہ بصورت انسان
ہے صدا اسکی خضر راہ عدم
طفل کے حق مین پڑے پٹ پڑ ہے
فرض معصوم کو ہے اُس سے رم
ہے یہ ایسا کہ جسکی شومی دیکھ
ہند یہ لکھ گئے ہین اہل قلم

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

سُن بے الّو پہونچ کے بنگالے
مادہ سگ آپ کو تو بنوا لے
میرے تئین گو ہے سبکہ ذوق سگ
سگ بہت خوب مینے ہین پالے
اتنے شاگرد ڈھونڈتا ہے عبث
سگ سے اک آگے تو گرہ کھالے
ایسے شاگردون سے کہین بہتر
نکل آوینگے بھونکنے والے
صورتون مین پڑینگے رنگارنگ
لال طوسی سفید اور کالے
چاہے الّو ہی تو رہے بن کر
خلق شاگرد اپنے کر ڈالے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان سود معدوم

تیری جس باغ تک صدا جاوے
پھر کوئی خار و خس نہ وان پاوے
تجکو اس گل زمین سے جلد کوئی
کچھ تصدق دے راہ بتلاوے
اُس محلے کو تو اُجاڑے ہے
آپ کو جس محلے پہونچاوے
الّو یان طوطے کے بچے اس قابل
ہین جو بولی تو اپنی سکھلاوے

اگر نہ شاعر جہان مین ہو کوئی
شومی قسمت اپنی سے تجھ تک
تجکو سودا نہ شعر دکھلا دے
کوئی ناکس ہی آوے تو آوے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

اے بیابان نحسیت کے غول
فرخ آباد کے محلون مین
جلد یان سے نکل وگرنہ ترا
اب بلا کر ڈھنڈورا اسکو
خلق اللہ کی سنے یہ بات
سنکے عالم ڈھنڈورے کی ندا
بستیون کو شکر تو ڈانوا ڈول
حد سے باہر تو کر چکا ہے کلول
بھرم مین اسطرح سے فونگا کھول
یون سکھاوون گا کہ بجا کر ڈھول
ہے اک آتو یہ آدمی کا خول
بولے گا دیکھکر تجھے یہ بول

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

مخمس در ہجو فدوی شاعر

جہان مین کون بناتا ہے الو بنیے کا،
بہت ہی جان کھپاتا ہے الو بنیے کا،
کسی سے بن کوئی آتا ہے الو بنیے کا
بنا مجھی کو یہ آتا ہے الو بنیے کا

کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنیے کا

خدا کے واسطے دیکھو تو میری صنعت کو
رکھا نہ وعدۂ انعام پر تفاوت مو
کھڑا وہ بوم نہین جس مین آدمی کی بو
پڑا وہ چوسطے لین انعام آج تک یارو

نہین اجورہ دلاتا ہے الو بنیے کا

کیا ہے چرخ بنانے مین اسکے مین یہ ہنر
جو اور بوم ہو سو مادہ یہ لگے وہ نر
نہین ہے اصلی و نقلی مین فرق ذرہ بھر
جو راہ باٹ مین آتا ہے صبح و شام نظر

لگے ہے خلق وہ جاتا ہے الو بنیے کا

نظر کرو تو کہ ذرہ بھی بھڑوے مین ہے شعور
جو ملنے سے کسو ناکس کے ہووے ہی مغرور

کسیکو صحبت شعر اُس سے کچھ نہین منظور
ہوئی ہے بسکہ یہ صنعت گری مری مشہور
ہر ایک دیکھنے آتا ہے الو بنتے کا

فہیم ہو مری صنعت پہ چاہیے قربان
رٹی ہے طوطی کی مین جو بچ پیچ اسکی زبان
کہ جو کہے ہے اُسے کچھ نہین ہے اُسپر دھیان
جسے سمجھ ہے وہ ہوتا ہے اُسکو سن حیران
سخن جب اپنے سناتا ہے الو بنتے کا

کیا ہے کام مین وہ ہے جو لائق انعام
قبول خاطر دانا پسند خاص و عام
سو مجکو دیکھ کے آئینہ دے ہے یہ دشنام
نہ پوچھ گر اُسے جو کچھ کیا ہے مین نے کام
مرے ہنر کو مٹاتا ہے الو بنتے کا

مین کاریگر ہون اٹا دے کا سب ہے ظاہر
جو کچھ کہے کوئی کرتا ہون پیٹ کی خاطر
وہ بوم بنیے مین گر نقص سے ہو کچھ ماہر
تو اسکی شکل کرون اور جانور کی بھی پھر
عبث یہ شور مچاتا ہے الو بنتے کا

جو بوم پر نہین راضی تو کیا ہے مجکو ڈھیل
مین کاکا کوا اسے کردون یا بنادون چیل
کہے یہ جس سے کرون اُسکی شکل کو تبدیل
پر الو ہونے پہ اسکے ہے اسکا حمق دلیل
جو اسکو سب مین جتاتا ہے الو بنتے کا

غرض جو چاہون سو کر ڈالون دم مین اُسکے تئین
جو مردے آدمی چاہون کہ ہووے یہ سو نہین
کسیکا یان نہ چلے کچھ ہنر ہے مجکو یقین
ہوا ہے بسکہ یہ مصرع جہان کے ذہن نشین
کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنتے کا

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

شعر ناموزون سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ
کب کہا مین قتل کر مضمون کسی کا ریختہ
بیحیائی ہے یہ کہنا سنکے میرا ریختہ
خون معنی تا رفیع باد بسیار ریختہ
آبروے ریختہ از جوش سودا ریختہ

قاضی اور کوتوال سے لے جاتے ہین تا بصدر
جنگ کا مبدا ہے تیرے گروہ رشک ماہ بدر
پھر نہ مجھے کہنا ہے لے بھڑتے تو بیازراہ غدر
خود بخود در جنگ باشد آن رفیع پست قدر

بر سر سودائے خود از جہل صفرا ریختہ

عرس میں جا میرزا بیدل کے تو با شد و مید — شعر ناموزوں کی پوچ اس رات کو پڑھتا تھا جدید
کہتے تھے سن سن کے تیری حق میں سب یہ نیک و بد — چون کلاغ امشب کہ مغز سامعان را میخورد

این لعین در بزم طرح شور و غوغا ریختہ

سود کھانا مولوی ہو دین داری سے بعید — ہمیوں کی خاطر کرے جس پر تقاضا تو شدید
وہ کہے تجکو کہ اتنا رو سیہ ہے یہ پلید — پیش رویش گے شب یلدا تو اند شد سپید

طرح ظلمت از سیاہی تا بدنیا ریختہ

لوگ کہتے ہیں تجھے کشمیر سے لے تا بہش — جانور ہے ایک جسکو سو نہ پہونچے کو دکش
تسپہ یہ ندرت کہ شکل آدمی و زاغ وش — در مزابل قحط افتاد ست از کہ خورد دلش

خاک در پیراہن بیت الخلا با ریختہ

حمق میں اے مرغنے تو واقع ہوا ہے بے نظیر — کیوں اڑا اتنا کہ میرے دام میں ہوا اب اسیر
اب تجھے کہتے ہیں یوں سب طائران کاشمیر — می پرد لیکن بہ بال پس رود ان مانند تیر

خویش را بر خاک از بالا دو یہار ریختہ

کوئی کہتا ہے تجھے اب لا دیے تو کیا بعید — کوئی بولے ہے لڑانے کو اسے کیجے خرید
کسکے حق میں یہ سخن سمجھا ہے کہ تو اے پلید — در جہان ہمرنگ تو نامد شتر مرغے پدید

رنگ ایجاد جہان تا حق تعالیٰ ریختہ

عالم و فاضل میں رہتا ہے یہ جھگڑا ہمدگر — کوئی کہتا ہے تجھے تجھکو کوئی کہتا ہے خر
میں مدلل یہ سخن کہتا ہوں اپنے بحث کر — ہم شتر دندان و ہم اشتر لبست این جانور

طرح نشخوارش ز جا وید ن بہر جا ریختہ

ناک کشمیری کی ہے خرطوم سی اے ذو فنون — لب سے باہر تیرے دندان طمع کو دیکھوں ہوں
جو کوئی پوچھے نشان تجھ شکل کا میں کیا کہوں — ہمنیش خرطوم و دندانش چو پیل از لب برون

بر سر خود خاک زین رہ پیل بالا ریختہ

ناک تو خرطوم سے ہاتھی کی تیری کم نہیں — پکڑے کہ جو رو کا دامن اس سے کہ تو آستین
دیکھکر تیرا تلون یہ کہے وہ نازنین — ہست سودائے مجسم این سیہ روئے لعین

پیکرش استاد قدرت پیل آسا ریختہ

راہ کو تج کر چلا جب گھر مین اپنے تو کراہا
میری زلفون کی طرح سے اب ہمیشہ یا آگہ
بد دعا یون تجکو تب دینے لگی وہ رشکِ ماہ
ہم زبان و ہم دلش ہم روے او باشد سیاہ
طرحِ ایجادِ نوی این زشت سیما ریختہ

جب تو مسجد مین اذان دیوے باواز شدید
لے چھری بولے وہ ملا کو کرون آجا شہید
یار کا جور دکی تیرے خوان ہووے نا پدید
چون خروس بے محل باید گلو سے او برید
خون خود این خشک نے از شور بیجا ریختہ

عشق کی تپ سے تری جورو کا تن رہتا تھا تفت
اور عارض بھی ہوئی تھی جو کشش سو دلسے رفت
آخرش کیسہ مین اُن نے ڈال میسو شش کہ ہفت
بہر دفع مادہ سودا پے سبطیا ز رفت
نسخہ حقنہ پس ہر مدا را ریختہ

جن نے دیکھا ہے ترے دیوان کو سلے گندہ ہین
ہے مصنف مرد اس ابیات کا یارو کہ زن
پوچھتا پھرتا ہے وہ کشمیر سے لے تا دکن
سیقہ باید کرد از جلدش زبان رابے سخن
زانکہ او شیرازۂ انشا و املا ریختہ

لوگ کہتے ہین تجھے دیوانہ ہے یہ نابکار
ہاتھ مین جسکے یہ بکھرا دیکھتا ہے زلف یار
کچھ قبیلہ مین نہین ہے اسکے کوئی گلعذار
روز و شب از غصہ می پیچید بخود مانند مار
زہر خود بر خویشتن از بس ز سودا ریختہ

آپ کو مت دیکھ رونا اور رونسے لے بھڑوے پوچ
حق مین سودا کے ترے خامہ سے اے خطے کے قوچ
خیریت آہین ہے کہ کشمیر کو جلدی سے کوچ
رنگ مہمل ستگا ہی ریخت یا از بیت پوچ
بود ہر جا ریختہ گوئی دلش را ریختہ

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

مولوی جی سے اب کوئی جا کے میر ایام دو
لکھ لکھ اسے ہر ایک کو صبح سے تا بشام دو
کن نے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
مجھ سے جو پوچھے شعر ہی کہنے کو انصرام دو
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

ایسی غزل کا عرس مین ٹسے جو انصرام ہو
بحر مین جسکی ہر طرح شبہہ خاص و عام ہو

مقطع اُسکی جس کنے صبح سے تا بشام ہو — اُسکی طرف سے آخرش تمکو بھی یہ پیام ہو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

جسنے سنی ہے یہ غزل بولا وہ کرکے یہ خیال — ایسا یہ نہ لا ہوا ظرفہ و کام نے یہ چال
شاعر اب ہے کہان لاکے اسے دو پور نال — مین اسی دن کو مولوی روز کہے تھا یہ سوال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

پڑھتے تھے تم جو یہ غزل آگے جوان و پیر کے — دیکھے تھا وان تمھین ہر ایک انگلی سے آنکھ چیر کے
کیا کرون اسکو مین جو آپ ہون گدھے کاشمیر کے — کہہ رہا مین اشارونسے واسطے اپنے پیر کے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

وضع کو شعر خوانی کی آپ کی گر تباسیئے — لٹی مین ڈال کنکری اُسکے تئین ہلائیے
بزم مین شاعرونکی آپ ہووین تو وان بجائیے — چاہیے بھی تو آپ کے منھ پہ یہ پھینکے آئیے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

فاضلون کی تو بزم مین ہوتے ہو جا کے شعر خوان — شاعرون پاس آپکے کہتے ہو نحو و صرف وان
دونون ہون جمع جسجگہ پھر تمھین وان جگہ کہان — بولیو وان تم آنکر سب کہین تمکو مہربان

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

اتنا بھی جھوٹ بول بول چھاتی کو میری مت پکاؤ — بولیو جسکو تم ملا کہتے ہین اسکو وہ جھٹلاؤ
کاٹھ کو سمجھ کے تم فارسی اپنی مت جتاؤ — مغلون کے آگے تم مسخرا اتنا نہ آپکو بتاؤ

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

پستو کر دنہ بوسے لینگے گاسے وہ فیل و اسپ کو — انکی زبان مین شانہ کو کاہیکو کہتے ہین تنکو
ہنسنے ہنسنے نہ کیون مغل ایسی لچر پہ گفتگو — مغلون کے آگے مولوی اب ہے اسی مین آبرو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مغلونکے گر سئیس کو اپنی زبان مین تم کہو — گھوڑا امرا ہے شوخ و شنگ اسکو لگام لگے دو
اپنی زبان مین وہ سئیے سنکے تمھاری گفتگو — مین کہون تمسے مولوی مانو جو میری بات کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

کس مین کروگے میری ہجو فارسی کا تو ہے یہ حال — آگے رہا جو ریختہ اس مین کسی کی کیا مجال
بولی مین اپنی تم دعا دو جو کسو کو میسال — جوتی کو لیکے ہاتھ مین ٹسے کرے وہ یہ سوال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لڑکے جو تمسے پڑھتے تھے آئے ہیں روٹھ چھٹنے — کرتے ہیں یہ گلا جو ہم کھانیکو اپنے لے چنے
روز میاں جو چھین کھائیں کب تلک اسطرح بنے — جا کے یہ انسے تم کہو ہم اسی شرط سے منے
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لڑکوں نے اب محلہ کے ملکے کیا ہے یہ قرار — آدین جو آج مولوی گھوڑے پہ اپنے ہو سوار
دم تلے ملکے لال مرچ ساغری بیچ رکھیے خار — بولیں وہ کچھ تو آپ بھی شوق سے کہیے یہ پکار
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

شال نہیں یہ مولوی کیجیے جسکو شست و شو — یاں تو پھٹا ہے آسمان ہووے سو کسطرح رفو
کیا کروں اسکو میں بھلا کیا کریں خان آرزو — اب تو یہ بات ہوگئی خانہ بخانہ کو بکو
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

میں کہوں تمسے مولوی کیونکہ مٹے یہ اشتلم — بدلیئے اپنی شکل کو داڑھی کو رنگیے کسم
سنکے عروض والوں سے کیجیے اس غزل کو گم — یہ تو ٹٹے کی اسطرح چاہیے یہ کہ آسکے تم
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مسدس در ہجو دختر مولوی ندرت کشمیری

رکھے ہے مولوی دختر کہ دین و دل نیازاد — فضیلت نور بائی کی کنیز کارسازاد
مطول کو کرے ہے مختصر زلف درازاد — اشارات نگاہ چشم ہے جادو طرازاد
بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاد
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاد

کتابی گلہ پہ یوں اسکے دھنک کاجل کی پھیلی ہے — کہ لونڈی جسکی اب ہر سطر انوار سہیلی ہے
کب اسکی میٹھی تیوری کی گرہ کڑوی کسیلی ہے — غرض اسکی ادا کا بوجھنا مشکل پہیلی ہے
بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاد
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاد

بجا ہے کہیے گر علامۂ وقت اسکو اے یارو — رسالہ علم میں عمر سے کے جن نے ایسا لکھا ہے

اگر اک ورق اسکا ہاتھ مین جا مولوی کے دو — کہین رکھ ناک پر عینک مطالعہ کرے وہ اسکو

بدقت میتوان فہمید معنیہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

جو کوئی شعر مشکل مولوی جی کو سناتا ہے — تو معنی کہکے یون بولے ہین مجکو کیون بکاتا ہے
یہ کیا مشکل ہے اسکا بوجھنا تو سبکو آتا ہے — مرے یان مصرعۂ قد ہے کہ رشک مہ کہاتا ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہائے نا زا و
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

صدا لے نے کہین سے کان مین اسکے جو آتی ہے — تو وہ بھی اس طرح سے اٹھکے زنگولے بجاتی ہے
کہ رقاص فلک بھی دیکھنے کو اسکے آتی ہے — اسے عالم نہ سمجھے وہ جو آنکھون مین پتلی ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہائے نا زا و
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

طبابت کے بھی فن مین اسکو یارو دست اپنا ہے — کہ جو نسخہ مبہی ہے کتب مین اون نے لکھا ہے
کوئی وہ خلقت انسان سے ہے کیا جانیے کیا ہے — جو کوئی اسکو سمجھا ہے بہت مشکل سے سمجھا ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہائے نارا و
کہ شرح حکمت العینست مژگان درانا و

سنا جاتا ہے فن شعر مین بھی اتنی ہے قابل — سبق اس سے پڑھین ماسوقت ہون گر میرزا بیدل
اگر وہ درس دیوے ہمسے نادان کو تو کیا حاصل — سمجھنا مطلع ابرو کا اسکے سخت ہے مشکل

بدقت میتوان فہمید معنیہائے نا زا و
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

غرض مین کیا کہون سودا کہ اس فضل و کمال اوپر — نہین پڑھ سکتی شعر مولوی ہرگز وہ موزون کر
خدا جانے وہ ناموزون ہے یا انکی ہے یہ دختر — ادا کرتی ہے انسے یا انھین وہ جانتی ہے خر

بدقت میتوان فہمید معنیہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

مخمس در ہجو حلت غراب

لشکر کے بیچ آج یہی قیل و قال ہے — کھانے کی چیز کھانا سبکو خیال ہے
یون دخل امر و نہی مین کرنا محال ہے — جو فقہ دان ہین سبکا یہ اُنسے سوال ہے
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حامی اُنھون نے قول کا ہو رہے ہے چاند خان — اور دوسرے مین کیا کہون اک اپنے مہربان
کچھ شک نہین ہے کوّے کی حلت کے درمیان — ہمسے جو کوئی پوچھے تو ہم بھی کہین کہ ہان
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

یارو بسر ہو تم اسی دیر خراب مین — بیٹھا اُٹھا کرو ہو سدا شیخ و شاب مین
حلت رکھے ہے زاغ کسو بھی کتاب مین — جتنی کتب ہین فقہ کی اُنکے جواب مین
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

بگڑا ہے آج مجتہدون بیچ کیا یہ نیل — ملا لطیف بولے کہ کھانا روا ہے چیل
کہتا ہے چاند خان کیا کن نے حرام فیل — حلت یہ مینڈکی کی میانجی کی سو دلیل
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ہوگا اگر حلال تو کوّا پہاڑ کا — لیکن نہ یہ غضب کہ کٹا ہی کے جھاڑ کا
لازم ہے کیا چھوڑنا ہر ایک ہاڑ کا — زور آوری سمجھ کے مزا اپنی ڈھاڑ کا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

اپنے نفر سے آج انھون نے جو یہ کہا — کوّا حلال چیز ہے میرے لیے پکا
بولا نفر کہ خیر ہے حکم ہوا ہے کیا — مشہور یہ سخن ابھی ہوتا ہے جا بجا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ یہ کہے ابلہ وہ نفر اٹھا ذو فنون — اک کوّا چیر پھاڑ کے ہانڈی مین ڈالا یون
پوچھا جو لون چکھنے کو بولا وہ کھا جون — کس مجتہد کے فتوے پہ اوسکا چکھون مین خون
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

طیار جب ہوئی کہ وہ کرتا تھا ماحضر — کوّے کی حلت اس سے جو پوچھے تھا آنکر

جھنجھلا کے یہ جواب اُسے دیوے تھا نفر　　جانے مری بلا مجھے اسکی ہے کیا خبر
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جوٹھے کو پھوک پھوک پر زندہ ہوا ہلاک　　کوّا گلا نہ جل گئے جنگل کے سارے ڈھاک
اُکتا کے تب وہ بولا کہ آئی ہے جان ناک　　پوچھا کسو نے کیوں تو کہا کیا کہوں خاک
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جب پک چکا تو کرتے تھے وہ اُس سے یہ کلام　　گھی پی لیا ہے تو نے تو کوّا رہا ہے خام
کہنے لگا نفر کہ میاں پوچھو اُکا نام　　اپنے تو بھاویں زیادہ ہے یہ حرکت سے حرام
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پھر تو یہ غصہ انکو چڑھ آیا کہ جیسے تب　　ایدھر سے یہ پلٹے نفر اودھر سے دوڑے سب
لوگ انکو تھامتے تھے یہ کہتے تھے ہے غضب　　آقا کو اپنے یوں کہے یہ بھڑوا بے ادب
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ایدھر تو انکو روک رہے تھے کئی جوان　　انفار سب اُدھر سے یہ کہتے تھے یکزبان
یارو ہمارے انکے تم آؤ نہ درمیان　　دیکھیں تو کیا یہ جویں گے ہم تو کہیں کہاں
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جس وقت بڑھ پڑی غرض آپس میں دُوت وات　　ایدھر سے دھول چلنے لگی اور ادھر سے لات
پگڑی انھوں کی ان کنے جیب انکی انکے ہات　　سودا جو اس فساد کا پوچھو تو اتنی بات
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

لوگوں نے مار مار کے انکو دیا ہٹا　　چیرا اٹھا زمیں سے یہ سج کر کے لٹ پٹا
بولے میں پاجیوں سے دبوں تو نہیں گھٹا　　لیکن میں کیا کروں کہ دل اس بات سے کٹا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

انفار پھر سب انکے اس بات پر اڑے　　ہم کو تڑیاں طلب کی تو لینگے کھڑے کھڑے
یہ بولے میں لڑونگا وہ بولے کہ بس لڑے　　وے لڑ چکے جنھیں کہیں نفرے سڑے سڑے
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

تنخواہ دینے کو نہ درم اُن کنے نہ دام　　ناچار ہو انھوں نے کیا صلح کا پیام
سنکر لگے وہ کہنے کہ اپنا نہیں یہ کام　　رہنا انھوں کے گھر نہیں بولیں ہیں خاص و عام

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

گذران ہم تو کرتے تھے کھا کھا کے زاغ چینے — انکی زبان کے چسکون سے لیکن اب یہ
کوّا تو اُنکے دل مین غذا آ کے سر ٹھنے — یون ہمسے وہ کہین یہ ہمین بھیجین جب کے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پکڑ لے کے آج کوّا انھون نے کری یہ دھوم — کل یون کہین سے کہ واسطے میرے پکا دو تم
یہ نوکری تو وہ کرے ایسا ہی ہو جو شوم — تنخواہ اپنی لے یہ کہین گے علی العموم

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

آوین بھی ہم اگر تو اسی شرط سے اب آئین — عالم تمام کھاتا ہو جو گوشت سو یہ کھائین
آیندہ چیل و کوے پہ ہرگز نہ دل جلائین — کوّے کو جو حلال کہے اسکو یہ سنائین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ کتنی دیر رہی جب یہ بات چیت — ہارے میان نفر سے ہوئی یا جو کی بیت
بدلے حرام خوری کے ان خر فشون سے ریت — شادی ہو تب تو گاتے ہین اسکا بنا کے گیت

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حلت کو زاغ کو ہی کے نزدیک دور مین — تحقیق مین کیا تو نہ آیا ظہور مین
کوا نہین حلال جو ہو کوہ طور مین — سودا کرے ہے عرض یہ آ کر حضور مین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

قطعہ در ہجو میر محمد تقی

ایک مشفق کے گھر گیا تھا مین — سنو ٹک نقل یہ عجائب ہے
اُنکے گھر مین ہے ایک مرد بزرگ — خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سر نوشت کا اُسکو — ہے بجا گر کہون کہ نائب ہے
کہنے لاگا وہ آ کے مجلس مین — آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اُٹھاؤن مین — کیا کرون فکر قوت واجب ہے
مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — بات کہنی یہ نا مناسب ہے

لیکن اس واسطے میں کہتا ہوں
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم میں
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح
درد سننے کا تو جو طالب ہے
زیر ایرادِ میر صاحب ہے
لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

مخمس در جواب طعن میر تقی کہ فی الحقیقہ میر شیخ بودہ است

گر شیخ زبان اپنی مری خبث سے کوتاہ
خوبی سے نہ شہرہ نہ بدی سے ہوں بافواہ
نے گل ہوں میں اس باغ میں نے خار سر راہ
مستے برہ میکدہ ہر شام و سحرگاہ
واقف نہ کسی سے میں نہ مجھسے کوئی آگاہ

جو باعثِ مشیخت کے تئیں تجھسے ارادت
ہے کیا سبب اس خبث کا جز یہ کہ حماقت
خدمت میں مجھے پیر خرابات کے بیعت
حوروں کا نہ عاشق ہوں کہ موجب ہو رقابت
دلکش بت ہندی مری حوریں تری دلخواہ

یہ فرض کیا بد ہوں میں سچا ہے ترا قول
صحبت مری تیری کا تو اتنا ہی رہا ڈول
پر مد نظر تجھے کسطرح تو نظروں میں لیا تول
تیں دیکھ مجھے حرز پڑھا میں پڑھا لاحول
سو بھی کسی کوچے میں گلی میں گہ و بیگاہ

اکثر تو مرے خبث میں کہتا ہے یہی بات
خود اسکی نجاست کا نہیں کیتے پہ اثبات
لتو کہیں خلافی کی تب و روز ہے اوقات
لازم ہے مسلمان نہ کرے اس سے ملاقات
یہ چاہیے صحبت رکھے ایسے کی اکراہ

یہ سچ ہے جو کہتا ہے تو مجھ پر بھی یقین ہے
لیکن وہ سگ نفس نجس اس سے کہین ہے
کتے کو سکے پاک سو وہ دشمن دین ہے
مجھ پر جو ہر اک لحظہ و ہر آن لعین ہے
تو اسکا نہ کہنا کرے تب پاک ہی واللہ

دنیا کے بھی جیفے کا سگ نفس ہی طالب
وہ مرد ہے جو اسمیں کرے فوت مطالب
شیروں پہ جو گیدڑ کو یہ کرواتی ہے غالب
نے خر ہے وہ گو اسپہ ہو امرد کا قالب
اس حرف میں نے شک عقلا کو ہے نہ اشباہ

سمجھا ہی سگ نفس کو تو اپنے شکاری
اسواسطے اس ساتھ تجھے دل سے ہے یاری

تو پرورش اُسکی مین ہے باذلت وخواری
مردار سوا صید حلال اُس نے نہ ماری
گیدڑ کبھو کھلواے ہے تجکو کبھو روباہ

جھگڑا کوئی حق اپنے پہ تجھ ساتھ جو ٹھانے
اور حق طرف اُسکے ہے تو سب طرح جانے
پر سنگ ترا ہرگز سخن حق کو نہ مانے
سو طرح سے ظالم سے لگے حق اُسکا مٹانے
سمجھا ہے سیہ روئی تو اپنی کلف ماہ

کتے سے شب و روز جو رکھتا ہو نہین صحبت
دیتا ہے تجھے یاد وفا اور قناعت
دنیا کے وہ جیفے کو سمجھتا ہے نجاست
اک پارچۂ نان پر ہے مرے ساتھ رفاقت
کسطرح تبا اُسکی مرے دل مین نہو چاہ

سودا بزبان جز سخن راست نہ لاوے
احمق ہو جو سمجھا کوئی تو اُسکو نہ بھاوے
کتے کا ملوث تو نہا پاک ہو آوے
علت کی مشائخ کے جو دھوئے سے نجاوے
خالی کرین دھو دھلوائے زمزم کا اگر چاہ

قصیدہ در ہجوِ شخصے کہ متعصب بود

کروں چمن مین اگر جا کے مین غزلخوانی
تو بلبلیں ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد
برنگ سایہ پڑے پانون سروِ بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری
نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی
سوا نہین وہ مرے صیت شعر کو سنکر
زمین مین شرم سے آب گڑ گیا ہے خاقانی
یقین تو جان کہ زانو ادب کے اس فن مین
کرے ہے تہ مرے آگے عبید زاکانی
جو رودکی سے مین کچھ پوچھون فن شعر کی بات
بجا کے تانت کہے دھن تلانک تا ذانی
مری یہ فکر سخن صفحۂ زمانہ پر
کرے ہے مدح و مذمت مین جوہر ارزانی
ضیائے مہر پہ کھینچی ہے نقش تاریکی
کرے ہے ظلمت حیوانکو پل مین نورانی
نہووے کیونکہ مرا رتبہ شعر مین یانتک
مین جیسے ہجو کی کرتا ہون اب ثناخوانی
کہ جسکی دم گئی مشرق سے لیکے مغرب تک
انھونکی اب کوئی دم دار ہیگا نہین ثانی
فرشتے داڑھی کو اپنے لگاتے ہین صندل
کرے ہے طائفہ حور اُنکا آ گل افشانی

جو کوئی وصف کرے اونکی دینداری کا
کریں ہیں لعن اوسے ملکے انسی و جانی

انھونکی ذات مبارک میں یہ تعصب ہے
کریں نہ چشم میں سرمہ ہو گر صفاہانی

کوئی جو اوسکا سبب جاکے پوچھے ہے اونسے
تو کہتے ہیں کہ ہے یہ بھی کوئی سلیمانی

لگانا سرمہ کو وانکے جہاں رہیں شیعہ
بھلی ہیں اس سے تو یہ آنکھیں کور ہو جانی

علیؑ کا نام لے کوئی جو آکے مجلس میں
کہیں ہیں قتل کرو اوسکو ہے یہ ایرانی

معاویہ کو سمجھکر خلیفۂ پنجم
کریں ہیں ہو ہو اپنے کو اوسپہ قربانی

انھونکی اپنے مریدونکو یہ وصیت ہے
جو چھوڑ جاوے مری روح عالم فانی

منڈاکے ریش کو اوس شخص کے بناچاری
کرے معاویہ کی گور پر مگس رانی

اگر جو پوچھے کوئی اصل و نسل کو اونکی
کہوں میں یوں نہ یہودی ہیں یہ نہ نصرانی

جواب شمر کا تھا سو اونکا دادا تھا
جو ماں یزید کی تھی سو اونکی تھی نانی

انھوں کی بہن ہے ابن زیاد سے منسوب
ہنوز جس سے ہے دنیا میں آل مروانی

جگر کے ٹکڑے ہیں خولی کے نور دیدۂ شمر
نہیں ہوں شمس کے دیکھے سے انکے نورانی

غرض کہ ان میں اور انہیں گرہ ہے شیعہ کی
یہ گانٹھ ہمکو تو مشکل ہے سخت سلجھانی

نہ پوچھو تم یہ کہ ذات شریف سے اپنی
ہوئے ہیں آل محمدؐ کے دشمن جانی

انھوں کے دادے کیا لے نام باندھے ہیں تلوار
ہنوز قتل پہ سید کے آل مروانی

جو کود موصلی سنتے ہو سو عصا لیکر
کرے تھا اُنکے بزرگوں کے گھر کی دربانی

کہے ہے اپنی یہ فخر یہ شیخ دین ہوں
یہ رافضی نہ کریں گو مری قدر دانی

کہ جنکے دادے نے جاکر بلا میں روز وغا
کیا فرات کا بند اہل بیت پر پانی

وہ ایسے باپ کا بیٹا ہے جسکہ شکون پر
چلا کے گھوڑوں کو کرتا تھا تیر بارانی

نہوں حسینؑ وگر نہ کرے ابھی یہ قتل
غرض جہاں میں یہ ملعون یزید کا ثانی

اگر تو ایسے کی تعریف جسکے تئیں سودا
کریں ہیں لعن جو ایرانی و جو تورانی

محب وہیں ہر اونکے الٰہی تا بمحشر
مدام نعمت خلد بریں ہو رضوانی

قصیدہ در ہجو مولوی ساجد بیان آنکہ یزید علیہ اللعنۃ اولی الامر گفتہ بود

سنا ہے مین یہ کسی نے بمدعاے فساد — کہا یہ مولوی ساجد سے جا کے شاہ آباد
مین تمسے پوچھنے آیا ہون مولوی صاحب — کسی کتاب مین ہووے تو کیجیے ارشاد
کہ دیکھ ماہ محرم نبی کی امت مین — درست ہے کہ یہ دین یکدگر مبارکباد
پہن لباس مکلف بروز عاشورہ — کرین معانقہ آپس مین ہوکے خرم شاد
دیا جواب کہ ہم سنیون کے مذہب مین — عمل یہ اندنون کرتے نہین ہین کچھ ایجاد
یہ بات ہوتی ہی آئی ہے عہد حضرت سے — ہزار جا ہے کتب بیچ اس کا استشہاد
حنا کو ہاتھون سے ملنا لگانا سرمے کا — لباس پہن کے پڑھنا وظیفۂ و اوراد
بڑا ثواب ہے اسکا کہ ہے یہ روز عید — کرین نہ گو یہ عمل شیعیان زراہ عناد
یہ سنکے کہنے لگا پھر وہ مولوی جیسے — غم حسین کا پاس اسمین ہے مگر الحاد
دیا جواب یہ پھر مولوی نے اسکے تئین — غم حسین سے جاوے نہ یہ خوشی برباد
حسین دے گیا ناحق غم اپنا شیعون کو — ملا کے پنجہ کو اپنے یہ پنجۂ فولاد
مگر نہ سمجھے تھا وہ آیۂ اطیعوا اللہ — بغی پہ اسکے کلام خدا سے ہے اسناد
خلاف امر اولی الامر کا ہے ایسا کچھ — کہ جون چراغ رکھے کوئی بر دریچۂ باد
اگر یزید کی جا تا حسین بیعت کو — نبی کے آل کی برباد ہوتی کیون بنیاد
علی نے صلح بھلا کی تھی کیون معاویہ سے — حسن بھی کر گیا بیعت برائے دفع فساد
خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اسکا — اگر کٹا تو کٹا سر زخنجر فولاد
غرضکہ مولوی سادہ نے اسکو سنی جان — عقیدہ اپنے کی باتین سنائین سے کین ارشاد
سنایا اسکو ہے بدبخت رافضی عالم — جواب دیگا مری بات کا بصد اسناد
یہ سنکے کہنے لگا وہ کہ حرف حق نہین — جو مجتہد ہین ترے دین کے انکا ہے ایجاد
ترے موافق مذہب کے تجھسے پوچھون یہان — جواب دے تو مجھے راست نہ زراہ عناد
نبی کے بعد مقرر ہوئے خلیفہ چار — کہ جنسے اب تئین قائم ہے دین کی بنیاد
علی خلیفہ تھا عثمان کے بعد یا کوئی اور — جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد

علی خلیفۂ چارم درست ہے کہ نہین — محمد اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

تبا کہ خطبے مین بعد از نماز جمعہ کے — کسے خلیفۂ چارم کیا خطیب نے یاد

معاویہ کو خلافت اگر بجاے علیؑ — پہونچتی تو تو اولی الامر اسکی تھی اولاد

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی — ہوئی زبان محمدؐ سے بار ہا ارشاد

مرا سخن نہین باور جو تجکو جا کر دیکھ — صحاح ستہ مین اے مولوی کور سواد

جو اس حدیث کے معنی کہو تو نہین سمجھا — سمجھ لے مجھسے سمجھنے کی ہو جو استعداد

حدیث یہ جو کہ نبی نے فرمائی — سو اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہے مراد

جگر کا لخت مرے فاطمہ ہے دل اسکا — وہی دکھاویگا ہوویگا جسکو مجھسے عناد

عدو مرا جو ہوا دشمن خدا ہے وہ — خدا کی دشمنی کرنا تو عین ہے الحاد

پس اب تو کہہ دل خیر النسا ہو اس سے خوش — حسینؑ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

یزید کو تو مسلمان کہنے ہے اے نسناس — پھر اسکو کہکے اولی الامر تئین کرے ہے یاد

جسے کہ کہیے اولی الامر ہے حسین شہید — امام برحق و معصوم پاک از اجداد

کہ جو نبی کا نواسا علی کا تھا فرزند — امام ہر دو جہان آپ اور امام نژاد

یزید کیونکہ اولی الامر ہے تبا ملعون — کیا یہ فرض ہوئی جاہ اسکو جون شداد

یزید کو تو اولی الامر سمجھے ہے مردود — تف اس عقیدے پہ لے خارجی مادرزاد

خدا رسول کی اے سمجھیا اطاعت سے — نہ فرد و فرد دین مین رہی ہے نہ افراد

یہ وہ اطاعتین ظاہر مین تھین محمدؐ تک — مگر مطیع بدل تھی سو آلہ الامجاد

خبر حدیث سے قرطاس کی بھی رکھتا ہے — کہ ہے وہ بہر اطیعوا الرسول استشہاد

علی کی صلح جو پوچھی نبی نے کیون ڈالی — تبا بجنگ ہے یہ صلح کی بنیاد

حسنؑ کی صلح کا باعث یہ تھا معاویہ سے — کہ اسکے ساتھ ہوئے جمع تجھسے زشت نہاد

حسینؑ سے لکھنے یہ سمجھ جیسے مسلمینون کے — گیا مدینہ سے کربل کو لیکے آل اولاد

حدیث ہے کہ اگر مومنین ہو کر جمع — جہانکہین صاحب حق کیطرف کرین امداد

نہ بانرے صاحب حق گر کرے یہ انکے ہم — ثبوت حجت ایزد ہے اسپہ روز معاد

بھلا حسینؑ بجاتا تو اسپہ کیا کرتا — خدا کے نزد کی حجت ہے قتل سے تھی یاد

نہ دان اہل دغا سے تمام کر حجت — رکھا سر اپنے کو جا زیر خنجر بیداد

غرضکہ رافضی بے ادب نے از رہ جہل
خموش مولوی صاحب کو کر کے حد سے زیاد

یہ کہہ کے اُٹھ گیا ظاہر ہے اس حمایت سے
خسر یزید کا تو ہے وہ ہے ترا داماد

جب اُس مکابرہ نے اشتہار پایا تب
ہوئی یہ مولوی صاحب پہ عشرئین روداد

ہر ایک تعزیہ خانے مین کہتے تھے فضا
پڑھے یہ مطلع تازہ وہ جو ہے سنگ نہاد

مطلع

مکن تو لعن بہ شمر و یزید و ابن زیاد
بگو بمولوی ساجد مدام لعنت باد

قصیدۂ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے
دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہے

مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو
اللہ رے اللہ ہے کیا نظم بیان ہے

اتنا مین کیا عرض کہ فرمایئے حضرت
آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے

کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانہ کی کئی شکل
ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے

گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیئے کے یان ہے

ثابت ہو جو دگلا تو نہین موزہ نہین کچھ چال
تیرون مین ہے پیکری تبرے چلہ کمان ہے

کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جا کر
بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقے سے میان ہے

سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ
شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے

اس رنج سے جب چڑھ گئے کھیتین بھلنے
تنخواہ کا پھر بیٹھنا اس شکل سے یان ہے

لیتے ہین بابن رد سپہی دہ تو دو ماہ
ٹک دھونس دھڑکے کی جھنجھن تاب توان ہے

قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھ کے اوسمیان
بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر پیر و جوان ہے

ملا جو اذان دیوے تو منہ موند کے اوسکا
کہتے ہین کہ خاموش مسلمانی کہان ہے

بولا جو خطیب اوسمین تو مارے اُسے اک ڈھول
ہاتھ آ گیا واعظ تو پھیرا او دہان ہے

رہنگے ہے گدھا آٹھ پہر گھر مین خدا کے لئے ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اذان ہے
اور وہ جو ہین مزدور وہان اُن کے بیٹھین رہتی کے جو آگے کی یہ ہر ایک دکان ہے
اُٹھ اُٹھ کے دکھاتے ہین اُنھین چال وہ اپنا دربار رواس عہد مین جو خرد و کلان ہے
یون بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے اس سج سے رسالہ کا رسالہ ہی روان ہے
کوئی سر پہ کیے خاک گریبان کسیکا چاک کوئی روتے ہے منھ پیٹ کوئی نعرہ زنان ہے
ہندو و مسلمان کو پھر اُس پالکی اوپر ارتھی کا تو ہم ہے جنازہ کا گمان ہے
یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحب ارتھی کرتے ہین جو وان عرض تو نے پھر ہے کہ نہ ہان ہے
کر ہو جیسے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب اُسکی تو اذیت سے بڑی آفت جان ہے
وہ جا کے جو راتکو تو بیٹھے ہین دو زانو کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے
بیوقت خورش اُسکی جو ہو اپنے تئین بھوکھ سو کیا کہون تجھسے کہ مصیبت کا بیان ہے
گھڑیال کی چپ بیٹھے ہوئے گنتے ہین گھڑیان اور سچ خلا رود و نین جون سب دان ہے
حمیان تیح حمیان ہر اور حیرت اوپر حیرت منھ صورت سوفار مگر شکل دہان ہے
صیغے یہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یان ہے
صحبت نے یہ اس سے اگر آقا کے تئین چھینکا آدے تو وہ اسکو بخونت نگران ہے
دیتے ہین نسگا تیر و کمان ہاتھ مین اُسکے ٹھنڈھی ہوا آئینگا گر او سو قت گمان ہے
اور با حضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے کھانا تو یہ کھاتے ہین پر اُسکو خفقان ہے
مطبخ مین ہے کہ خربزہ اور خربزہ پر دودھ ہے دودھ پہ مچھلی بتس اوپر گاؤزبان ہے
یہ بھی تو نہین سنے کہ اسی سے ہو تسلی اس سب پہ تغنن کے لیئے سینی نان ہے
اسمین جو کہین درد اوٹھا پیٹ مین اُسکے پھر بو علی سینا ہے تو وہ ہیچدان ہے
رکھتے ہین غرض مرگ سے لڑنیکو سپاہی گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہان ہے
سوداگری کیجے تو ہے اسمین یہ مشقت دکھن مین سبکے دہ جو خرید صفہان ہے
ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل ہر شام یہ دل وسوسہ سود و زیان ہے
لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار مین دے جنس یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہے
قیمت جو چکاتے ہین سو اسطرح کہ ثالث سمجھے ہے کہ فروشندہ یہ دزدیکا گمان ہے
جب مل مشخص ہوا مرضی کے موافق پھر بیسون کی جاگیر کی عامل یہ نشان ہے

پروانہ لکھا کر گئے عامل کئی جسوقت
کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہان ہے

ادھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجا
دیوان بیوتات یہ کہتے ہین گران ہے

آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس
ہر اک متصدی سے میان اور تیان ہے

ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے
جو پالکی نکلے ہو تو فریاد و فغان ہے

دو بیل کی جا کر جو کہین کیجیے کھیتی
اور مینھ بھی موافق ہے پڑے تو توسمان ہے

ہین خشکی و تری کے تفکر مین شب و روز
ضامن ہے دسلکے تئین نے جیکو امان ہے

گر خان و خوانین کی سے کوئی وکالت
اسکا تو بیان کیا کرون تجھسے کہ عیان ہے

ہر عمدہ کے دروازہ پہ زین پوش پہ بیٹھا
پوچھے ہو اجی مردے ہے نواب کہان ہے

ہر گھر مین وہ چاہے کہ مین فوارہ سا چھوٹون
ہر کوچہ مین جون آب چکا بودہ دوان ہے

دیوان سے نے بخشی کے بیوتات کے حاضر
مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہے

ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام
پیپل کے سے پتے کیطرح منھ مین زبان ہے

لاوے جو گھڑی سے وہ دام تکا سیاہا
للچاوے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے

سو ماہی پہ بیٹھی ہے تولے پانسو ہے خرچ
اور زر کے اجارے کی بھی اردو مین دکان ہے

بتلا دے غرض پیسے اڑا کر ہوا رو پوش
گھر جا کے پکارے جو کوئی لالہ کہان ہے

جسوقت سنا یہ وہین آواز بدل کر
آپ ہی کہا گھر مین سے کشن چند کو یان ہے

پھر ہو جو موکل سے کہین راہ مین بھینٹا
اسناد کا جاگیر کے یہ اُس سے بیان ہے

عرضی پہ ہوا اسم سیاہے یہ ہوا جیسیم
پروانہ مین تمپر ہون تصدق مری جان ہے

کاہے کی غرض عرضی وہ اور کسکا سیاہا
کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہان ہے

انصاف جو کیجیے تو نہین اسکی بھی تقصیر
سب ماحصل ان کا تو تکا اک پارچہ نان ہے

شاعر جو سنے جاتے ہین مستغنی الاحوال
دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یان ہے

مشتاق ملاقات انھون کا کس و ناکس
ملنا انھین اُنسے جو فلان ابن فلان ہے

گر عید کا مسجد مین پڑھے جا کے دوگانہ
نیت قطعۂ تہنیت خان زمان ہے

تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر
گر رحم مین بیگم کے سنے نطفۂ خان ہے

اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا
پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے

ملائی اگر کیجیے تو ملا کی ہے یہ قدر
ہون دو روپے اُسکے جو کوئی مثنوی خوان ہے

اور ماحضر اخوند کا اب کیا مین بتاؤن
دیکھو تو بچارا وہ پڑھایا کرے لڑکے
تس پر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اوسکے
بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر
اب کیجئے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات
جس روز سے کاتب کا لکھا حال مین تب سے
وہ بیت تکے سیکڑے لکھنے کو ہے محتاج
یہ بھی مین تکلف ہی سے کہتا ہون وگرنہ
اچھا ہو جو مولیٰ کا زمانے مین نئے سر
ہر سیہ ہو سوا پانچ ٹکے گذرے یہین آکر
دفتری کو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ
چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت
دیتا ہے دم خر سے کوئی ٹکے کو نسبت
اور اسکو جو دیتے کوئی وہ بہر معیشت
پیچھے ہے مرید ونسے یہ ہر صبح کو اوٹھکر
تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی کو کنگھی
ڈھولک جو لگی بجنے تو وان سبکو ہوا وجد
بےتال ہوئے شیخ جو ٹک وجد مین آکر
گر تال سے پڑتا ہے قدم تو بھی نہین ہنس
اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھا
سب پیشہ یہ سچ کر جو کوئی ہو متوکل
اور بیٹی کے ڈلکو ہے خرافت کا تیقن
پھر شیخ سے جب لڑکے لگے بھوک سے مرنے
جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب
مضمون یہی رقعہ کا کہ کچھ دیجیے اسکو

یک کاسہ دال عدس و جو کی دو نان ہے
شب خرچ کے گھر کا اگر ہندسہ دان ہے
لڑکونکی شرارت سے سدا خار نہان ہے
دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب مین دوان ہے
آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہان ہے
ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے
خوبی مین خطاب جسکا بہ از خط بتان ہے
آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہے
خطاط کی اونتنی ہی رہی قدر کہان ہے
یاقوت پکارے جو بکا قرآن ہے
بیٹھے ہوئے وان میر علی چوک جہان ہے
چھپتے ہی تو شعرا کی وہ مطعون زبان ہے
گنبد سے کوئی پگڑیکو تشبیہ کنان ہے
اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک زمان ہے
ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے
لے خیل مریدان گئے وہ بزم جہان ہے
کوئی کودے کوئی رودے کوئی نعرہ زنان ہے
سر گوشیون مین تذ اصولی کا بیان ہے
کہتے ہین کوئی حال ہے یہ رقص زنان ہے
ڈالا ہوا وان دال نخود قلیہ و نان ہے
جورو تو سمجھتی ہے نکھٹو یہ میان ہے
بیٹے کو جنون ہونیکا باپ کے گمان ہے
ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے
تب انکی سفارش مین اُسے رقعہ خان ہے
مداح اما ہونکا ہے اور مرثیہ خوان ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری　یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے
ملک دیکھنا منصور علیخان جی کا احوال　چھاتی یہ کڑک بجلی ہے اور شیر دہان ہے
آرام سے کٹنے کا سنا تونے کچھ احوال　جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہے
دنیا مین تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام　عقبے مین یہ کہتا ہے کوئی اسکا نشان ہے
سوا دسپہ تیقن کسیکے دلکو نہین ہے　یہ بات بھی گو بندہ ہی کا محض گمان ہے
یان فکر معیشت ہے تو وان دغدغہ حشر　آسودگی حرفیست نہ یان ہے نہ وہان ہے

مخمس شہر آشوب

کہا مین آج یہ سودا سے کیون تو ڈانوان ڈول　پھرے ہے جا کہین نوکر ہو لیکے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اسکے جواب مین دو بول　جو مین کہونگا تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
تبا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیر یون یا تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولتمند　سو آمد انکی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشون نے پسند　جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اسکے تصرف مین فوجداری کول

قوی ہین ملک مین مفسد امیر ہین شو ضعیف　ٹکے کہان جو انہین دیکے ہون انھون سے حریف
نہ کچھ ربیع مین حاصل نہ درمیان خریف　جو عامل اب ہین محالات پر سو یون ہین ضعیف
کہ جسطرح کسی حاکم کے گھر گنہگار کی قل

بس انکا ملک مین کارنسق جو یون ہو تباہ　کہ کوہ زر ہو زراعت مین تو نہ دین پرکاہ
جگہ وہ کونسی نوکر رکھین یہ جسپہ سپاہ　کہان سے آ دین پیادے کرین جو پیش نگاہ
کدھر سوار رہے تیچھے چلین دو باندھکے غول

رہی فقط عربی باجے پر انھونکی شان　جو چاہین اسکو نہ بجوا دین یہ تو کیا امکان
پر انکا فکر ہے تخفیف خرچ پر ہر آن　رہیگا حال اگر ملک کا یہی تو ندان
گلے مین تاشا کہار دینگے پالکی مین ڈھول

انھین ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور　کہ ہون دو د سور جھجل اور ایک کا تھی سمور

نہ رسم صلح کی سمجھیں نہ جنگ کا دستور
جو انہیں قاعدہ واں تھے ہوئے وہ انسے دور
قماش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹھٹھول

امیر اب جو ہین دانا انھونکا ہے یہ خیال
ہوئے ہین خانہ نشین دیکھکر زمانیکا حال
بچھی ہے سوزنی جو جا کہ اچھلے ہے رومال
حضور بیٹھے ہین اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے اک پیکدان و اک تنبول

جو کوئی ملنے کو انکے انھونکے گھر آیا
ملے یہ اُس سے گر اپنا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اسمین وہ درمیان لایا
انھون نے پھیر کے اودھر سے منھ یہ فرمایا
خدا کیواسطے بھائی کچھ اور باتین بول

جو مصلحت کے لیے جمع ہون صغیر و کبیر
تو ملک و مال کا فکر اسطرح کرین ہین مشیر
وطن پہونچنے کی سوجھی ہے بخشی کو تدبیر
کھڑا یہ اٹھکے دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانسونپہ نقرئی ہین خول

خجل ہو یہ نہ سمائے زمین بہت بھائی
لگے وہ مشورے مین کہنے ہون سوا مالی
تمام عمر ہے تدبیر ملک مین کاٹی
نذان کرا سکتے ملکر گھر اینٹ کا ماٹی
پھرا ہے زعم مین سر اک برائے خود بہلول

پڑے جو کام انھین تب نکل کے کھائی سے
رکھین وہ فوج جو موتے بھری لڑائی سے
پیادے ہین سو ڈرین سر منڈلتے نائی سے
سوار گر پڑین سوتے ہین چارپائی سے
کرے جو خواب مین گھوڑا کسیکے تیجے اول

نہ صرف خاص مین آمد نہ خالصہ جاری
سپاہی تا متصدی سبھون کو بیکاری
اب آگے دفتر تن کی مین کیا کہون خواری
سوال مستخطی کو پھاڑ کرکے پساری
کسیکو آنولہ دے باندھکر کسیکو کٹول

یہ جلتے نقدی و جاگیر کے تھے منصبدار
تلاش کرکے ڈھلتے انھون نے ہو ناچار
نذان قرض مین بنیون کے دی سپر تلوار
گھرون سے اب جو نکلتے ہین لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ ڈسوتا ہے ہاتھ مین کچکول

کرون معاش کا حضرت کی کچھ بیان بیان
کہ توشہ خانہ ہے انکا پراچی کی دکان
نکل تنور کے منھ سے گئی ہے گاؤ زبان
بکی ہون تب ہین کہ جب کا تھی خلد مکان

بکے ہے تیسرے فاقہ مین کوڑیون کے مول

کہے جو سودی سے جاکر دواب کے حالات — جواب دے ہے کہ ہے ونٹ تو فرشتے کی ذات
ہوا پہ جیتی ہے بیلون کی اوڑھیں یہ برات — جو تجربین ہین انھون نے پیا ہے آبحیات

تمھارے کھانیکو دانا کہو تو دیجیے تول

جو اصطبل مین کئی گھوڑے ہین سو کیا امکان — کہ ہووے گھاس کے تنکے کا انکے آگے نشان
کسو کی ٹوٹی ہے ٹنگری کسو کا جھڑ گیا کان — طویلہ اسکو کہون یا مین پنج پیر کا تھان

اسی خیال مین رہتی ہے عقل ڈانوان ڈول

اور اب جو زعم مین آقا کے فیلخانا ہے — جو ہتنی اندھی ہے اسمین تو ہاتھی کانا ہے
نہ ٹھور چارے کا راتب کا نے ٹھکانا ہے — ہر ایک بھوک سے سوے عدم روانا ہے

اب اسکو خواہ وہ پاگل کہین خواہ جھول

کرے ہے بھوک سے تا کرد پیشہ اپنے معاش — کہین پلاؤ تو باورچی وان پکاوین آش
کرین قناتون مین دربان بیٹھے پردہ فاش — تلے سے کھینچ لے مسند کو آنکر فراش

اگر کہین کہ مٹا اٹھکے چاندنی کا جھول

یہ خادمان محل کی ہے اندنون صورت — نہ خوان ڈھونے کا کشمیرنی مین باقی ست
نہ اٹھکے ہلنے کی ہرگز رہی ہے ان مین طاقت — بنی ہے بھوک سے دربانون کے یہ منھ کی گت

کہ بوڑھی ہتھنی کے جسطرح بیٹھ جاے کپول

مچا رکھی ہے سلاطینون نے یہ تو یہ دھاڑ — کوئی تو گھر سے نکل آئے ہین گریبان پھاڑ
کوئی در اپنے پہ آوے دے مارتا ہے کواڑ — کوئی کہے جو ہم ایسے ہین چھپاے ہیگی پہاڑ

تو چاہیے کہ ہمین سبکو زہر دیجیے گھول

غرض مآل ہے اس گفتگو سے یہ میرا — کہ جب لے زر ہی سے جب ایسا گھر آنکر گھیرا
تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا — نہیں یہ فائدہ کچھ تا وہ چھوڑ کر ڈیرا

کرے نہ عزم سوے صفہان و استنبول

جو نوکری ہے کہین زیر چرخ نیلی فام — سو جاگیرداد کا اسکے ہے برگ نہ سرسام
دبا کا جب سے ہے دار الخلافہ مین ہنگام — گھرون کی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام

ادھر کسیکا دکھا سر ادھر سے دوڑی قرل

سوکیا وہ نوکری کٹتی ہے جسمین یہ اوقات   ملے ہے پیٹ کو روٹی سو رو رو آدھی رات
جو چاہین تن ڈھپے اُسمین سو آگے پیچھے مات   اور اسپہ یہ کہ وہ تب ٹھہرے روز موجودات
جو پانچون باندھے ہو ہتیار اور چھٹی پستول

وہ نوکر اب جسے آقا ہر آن پہچانے   جو پوچھو اُس سے کہ تم کچھ روپے لگے پلنے
کہے ہے آہ وہ پھر کر سواے آٹھ آنے   روپے کی شکل نہین دیکھی ہے خدا جانے
کہ اس زمانے مین چیٹا بنے ہے وہ یا گول

غرض کہ جب نہین ملتا ہو یاؤ بھر بھی چون   کرے وہ نوکری جسکو کہ ہووے خبط و جنون
نجانو یہ کہ اُنہین جب سپہ گری کا فنون   نہ آیا سیکھ تو یون باندھنے لگے مضمون
زمانہ دیکھ کے ہتیار ہمنے ڈالے کھول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کرون آغاز   تو اسکو سنکے کرین ہوش چند کے پرواز
نہین وہ گھر نہو جسمین شغال کی آواز   کوئی جو شام کو مسجد مین جاے بہر نماز
تو وان چراغ نہین ہے بجز چراغ غول

کسیکے یان نہ رہا آسیا سے تا بہ اجاغ   ہزار گھر مین کہین ایک گھر جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھروں کے غمسے داغ   اور اُن مکانون مین ہر سمت بیٹھتے ہین لاغ
جہان بہار مین سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارت کیا کہون تجھ پاس   کہ جسکے دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوک اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سے اُداس   بجاے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس
کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کسکی نظر نہین معلوم   نجانے کن نے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم
جہان تھے سرو و صنوبر وہان اُگے ہین زقوم   مچے ہے زاغ و زغن سے اب اُس چمن مین دھوم
گلون کے ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

رکھین تھے سبز کو نیگھٹ کے گرد کے دیہات   کہ لب جہانکے تھے پنہاریون کے آبحیات
اور اُن درختون کی وے چھائین وے گھنے سرپات   نہ وے درخت ہین اب وان نہ آدمی کی ذات
کوئین مین مردے پڑے ہین نہ رسیان ہے نہ ڈول

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا   مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا

کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا ... عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن تھی جس جگہ فانوس ... پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کے ناموس
کرو دل پر از امید ہوگئے مایوس ... گھرون سے یون بجا کے نکل گئی ناموس
ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چنڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول ... وہ برقع سر پہ ہے جس کا قدم تلک ہے طول
ہے انکی گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول ... اور انکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول
کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجیے مول

اگر محب ہوا شمع توسن یہ نام ... دیا پھر اسنے بمقدور کر کے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام ... دروغ وراست کا لایا وہ درمیان مین کلام
یہ آگئے اور چلین کہکے زیر لب لاحول

غرض مین کیا کہون یارو کہ دیکھکر یہ قہر ... کرو مرتبہ خاطر مین گذرے ہے یہ لہر
جو ٹک بھی امن دل اپنے کو دیوے گردش دہر ... تو بیٹھکر کہین یہ روئیے کہ مردم شہر
گھرون سے پانی کو باہر کرین جھکول جھکول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہین ... وہ دل نہین کہ اب اس غم سے وہ کباب نہین
کسیکی چشم نہوگی کہ وہ پر آب نہین ... سوا اسکے تری بات کا جواب نہین
کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

قصیدہ در ہجو اسپ المسمی بہ تضحیک روزگار

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار ... رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار
جنکے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے ... ہرگز عراقی و عربی کا نتھا شمار
اب دیکھتا ہون نہین کہ زمانیکے ہاتھ سے ... موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ ادھار
تنہا وے نہ دہر سے عالم حسرات سے ... خست سے اکثرون نے اٹھایا ہے ننگ و عار
ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان ... پادے سے زا جو انکا کوئی نام لے نہار

نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار

نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار نہ سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار

ناطاقتی کا اُسکے کہانتک کرون بیان
فاقون کا اُسکے اب مین کہانتک کرون شمار

مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا
ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہی اُسکا حال
کرتا ہے راکب اُسکا جو بازار مین گذار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد
امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار

جسدن سے اُس قصائی کے کھونٹے بندھا ہی وہ
گذرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اخترونکے تئین دانہ بوجھکر
دیکھے ہے آسمانکی طرف ہو کے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہے گھانس کا
چوکے کو آنکھ موندکے دیتا ہے وہ پسار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستہ گیاہ
ہر دم زمین پہ آپ کو پٹکے ہے بار بار

پیدا ہوئی ہے تب یہ اگن باد اسقدر
ہرگز دروغ اسکو تو مت جان زینہار

گذرے وہ جسطرف سے کبھو اوسطرف نسیم
باد سموم ہووے وہین گر کرے گذار

دیکھے ہے جب وہ توبڑہ دہقان کیطرف
کھودے ہے اپنے سُم سے کنوئین ٹاپین مار

فاقون سے ہنہنانے کی طاقت نہین رہی
گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اُڑ جاوے باد سے
میخین گر اوسکی تھان کی ہووین نہ استوار

نہ استخوان نہ گوشت نہ کچھ اُسکے پیٹ مین
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جون کھال کو لوہار

سمجھا نہ جاوے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

یہ حال اُسکے دیکھ غرض یون کہے ہے خلق
چنگل سے موذیکے تو چھوڑا اوسکو کردگار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان
کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

لیجاوین چور یا مرے یا ہو کہین یہ گم
اس تین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار

تنہا نہ اوس کے غم سے ہے دل تنگ زین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل مین جایئے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
مشہور تھا جنھون کنے وہ اسپ نابکار

خدمت مین اُنکی مینے کیا جا یہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب انھون نے کہ اے مہربان من
ایسے ہزار گھوڑے کرون تجھپر مین نثار

لیکن کسیکے چڑھنیکے لائق نہین لیسپ
یہ واقعی ہے اسکو نجانر سے گئے انکسار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
سیرت سے جسکے نت ہے سگ خشمگین کمہار

بدرنگ جیسے لید و بدبو ہے جون پیشاب
بدبین یہ کہ اصطبل اوجڑ کرے ہزار

مانند مینچو کے لکدزن ہے تھان پر
لاجنب وہ زمین سے ہو جون میخ استوار

حشری ہے اسقدر کہ بحشر اسکی پشت پر
دجال اپنے منھ کو سیہ کرکے ہو سوار

اتنا وہ سرنگون ہو کہ سب اوڑ گئے ہین دانت
جبڑے پہ لیکہ ٹھوکردن کی نت پڑے ہی مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاوے اسکا سن
پہلے وہ سیکے ریگ بیابان کرے شمار

لیکن مجھے ز روے تواریخ یاد ہے
شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہے اسقدر کہ اگر اوسکے نعل کا
لوہا گلا کے تیغ بنا دے کبھو لوہار

ہے دلکو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ
رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار

مانند اسپ خانہ شطرنج اپنے پانون
جز دست غیر کے نہین چلتا ہو زینہار

اکدن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات مین
دولھا جو بیاہنے کو چلا اوسپہ ہو سوار

سبزے سے خط سیاہ و سیہ سے ہوا سفید
تھا سرو سا جو قد سو ہوا شاخ باردار

پہونچا غرض عروس کے گھر تک وہ نوجوان
شیخوخیت کے درجے سے کرسطرفگذار

مٹھا تو اسقدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا
لیکن اب ایکدن کی حقیقت کہون یار

دہلی تک آن پہونچا تھا جسدن کہ مرہٹہ
مجھسے کہا نقیب نے آکر ہے وقت کار

مدت سے کوڑیون کو اُڑایا ہے گھر مین بیٹھ
ہو کر سوار اب کرو میدانین کارزار

ناچار ہو کے تب تو بندھایا مین اوسپہ زین
ہتیار باندھ کر مین ہوا جا کے پھر سوار

جس شکل سے سوار تھا اُسدن مین کیا کہون
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یون ذلیل و خوار

چابک تھے دونون ہاتھ مین پکڑے تھا منھ مین باگ
تک تک سے پاشنہ کے مرے پانون تھی فگار

آگے سے توبڑا اُسے دکھلاے تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار

ہرگز وہ اسطرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمین سے مانند کوہسار

اس مضحکے کو دیکھ ہوے جمع خاص و عام
اکثر ہر برزنین سے کہتے تھے یون پکار

پہیے اسے لگاؤ کرتا ہووے یہ روان
یا بادبان باندھو لون کے دو اختیار

مین کیا کہون غرض کہ ہر اک اسکی شکل دیکھ
تیغ زبان سے کاٹکے کرتا تھا گل نثار

کہتا تھا کوئی ہے بزکوہی نہین یہ اسپ — کہتا تھا کوئی ہیگا ولایت کا یہ حمار

کہتا تھا کوئی مجھسے ہوا تجھسے کیا گناہ — کتوال نے گدھے پہ تجھے کیون کیا سوار

کہنے لگا پھر آکے اس اجماع مین کوئی شخص — مرکب نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گنا ہگار

سمجھون ہون مین تو یہ کہ سپاہی کے بھیس مین — ڈائن چلی ہے سیر کو ہو چرخ پر سوار

اس مخمصہ مین تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز — فتنے کو آسمان نے کیا مجھسے پھر دوچار

دھوبی کمھار کے گدھے اسدن چرے تھے گم — اس ماجرے کو سن کیا دونون نے وان گذار

ہر اک نے اسکو اپنے گدھے کا خیال کر — پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمھار

دریاے کشمکش ہوا اور آن موج زن — تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایکبار

بدشمی اسکی دیکھ کے کر خرس کا خیال — لڑکے بھی وان تھے جمع تماشے کو بیشمار

رکھتا تھا کوئی لا کے سپاریکو منہ کے بیچ — مو اسکے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار

کہتا تھا کوئی مجھسے کہ تو تجکو بھی چڑھا — دونگا ٹکا تجھے مین ہے نوچندا ایتوار

کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اسکے گردپیش — ساتھ اس سمند خرس نما کے ہو چشم چار

اسوقت مینے اپنی مصیبت پہ کر نظر — کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار

جھگڑون مین دھوبیون سے کہ لڑکونکو دون جواب — کتون سے یا لڑون کہ مرون اپنا پیٹ مار

بارے دعا مری ہوئی اسوقت مستجاب — وانسے بہر نمط کیا جنگاہ تک گذار

دست دعا اٹھا کے مین پھر وقت جنگ کے — کہنے لگا جناب الٰہی مین یون پکار

پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑیکے لگے — ایسا لگے یہ تیر کہ ہو وے جگر سے پار

یہ سنکے مین خدا سے ہوا مستعد جنگ — اتنے مین مرہٹہ بھی ہوا مجھسے آ دوچار

گھوڑا تھا بسکہ لاغر و سست ضعیف و خشک — کرتا تھا یون خفیف مجھے وقت کارزار

جاتا تھا جب ڈپٹ کے مین اسکو حریف پر — دوڑون تھا اپنے پانون سے جون طفل نے سوار

جب دیکھا مین کہ جنگ کی یان اب بندھی ہے شکل — لے جوتیہ کو ہاتھ مین گھوڑا بغل مین مار

دھر دھمکا وانسے لڑتا ہوا شہر کیطرف — القصہ گھر مین آن کے مینے کیا قرار

گھوڑے مری کی شکل یہ ہے تمنے جو سنی — اس پہ بھی دلمین آئے تو اسپ ہو جیے سوار

سنکر تب اسنے مینے یہ قصہ دیا جواب — اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار

گفتن ہمین بس ست کہ اسپ من ابلق ست — سمجھونگا دلمین اپنے اگر ہوئین ہوشیار

سودا نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدہ کا تضحیک روزگار

مثنوی در ہجو فیل راجہ پت سنگھ

کیا ساقی نے گو مجکو سیہ مست
تو کر فکر بلند لے ہمت پست

قلم سے کہہ کہ ہو سرگرم تحریر
بنے تا صفحۂ کاغذ یہ زنجیر

قوی ہاتھی سے بھی اپنا سخن ہے
زبان خامہ پہ یان کجلی بن ہے

اگر ہم فیل معنی کا بنا دین
تو بہتر ہاتھیون سے کر دکھا دین

پھر اوسکو جو کوئی سمجھین سو جھومین
قدم آ حضرت سودا کے چومین

یہ دعوے گو کوئی شاعر نہ مانے
پر اسکو جو سخن رس ہو سو جانے

کہ طرز شاعری انسب یہی ہے
سخن کا ہے جو کچھ فن سب یہی ہے

کہون مین فیل معنی کے جو اوقات
تو شیخی ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات

بندھے ہے وہ سدا آکر میریان
جگہ ہے گشت کی فہم سخندان

تو ارد سے اگر وہ چھوٹ جاوے
کوئی شاعر جو اسکو باندھ لاوے

دبے ہے اس سے جو کوئی ہیچ فہم
کہاں اسکی طبع کو آنکس کرے وہم

نباہے پاک طینت اسقدر وہ
قدم ہرگز نہ رکھے خاک پر وہ

سبک چلنا کوئی کیا اسکو بتلائے
یہان تک بھیجو کاغذ پر چلا جائے

کرین ہین آفرین اسپر سو کیا ہے
گویا وہ اسکی آوازِ درا ہے

نہ لگواوے کبھو ستاک اسپہ سیلندور
بہت اسکی بزرگی سے ہے بیدور

ہوا کیا گر نہین کرتا ہے تزئین
اسے کہتے ہین اہل طبع رنگین

نہ ہووے قد و قامت مین وہ محدود
بلندی عرش سے پر اسکی افزود

بھلا اس شان کا ہاتھی کہین ہے
کہ جسپر ہر کوئی ایسا تعین ہے

بھاوت دل ہے نالہ بھالہ بردار
ہے جرخی جیش آہ شرربار

نہ کچھ سووے کبھو نہ کچھ وہ کھاوے
نظر بھی اس بزرگی پر نہ آوے

کوئی ہاتھی کی ہوتی ہے یہ اوقات
نہین دم مارنے کی اسجگہ بات

غرض ہاتھی خدا دیوے تو ایسا | نہ فیل راجہ نرپت سنگھ جی سا
مچائی جسکی گھڑیالی نے یہ دھوم | کہ لرزے ہے پڑا لے شام تا روم
کوئی ہاتھی ہے یا آفت وہ چنڈال | مہاوت پر کرے آقا کے سر کال
کلاوہ کو نہ سمجھو اُسکے گلگون | یہ گردن پر ہے اُسکے خلق کا خون
کہے کون اُسکو بچہ فیل کا ہے | وغا کے روز ٹیکا نیل کا ہے
پکڑ خرطوم مین اُسوقت زنجیر | پلے ہے فوج پر اپنی ہی بے پیر
جو ہتیائی پہ آجاوے وہ خونخوار | ہزارون نیزے مارین بھالہ بردار
چھٹین گرلا کھ اوسپر چرخی و بان | نہ چھوٹے وہ جو اوس کافر کی ہو بان
سرون کو یون قدم نیچے لے ہے | چنون کو جس طرح چکی دلے ہے
مہاوت کیا جو پھر اوسکو سنبھالے | جو آوے شیخ بھینا روندھ ڈالے
جو کوئی دیکھے اوس سوہان جان کو | تو یہ کہتا ہے منھ کر آسمان کو
خداوندا یہ آرا ہے کہ خرطوم | یہ ظالم چیرتا ہے جس سے مظلوم
غرض ہے ہی تھی باتی ماندون کی خیر | لیسا نا تھا خدا کو کعبہ و دیر
ہوئی آقا پر اوسکے تنگدستی | کیا کرتا ہے اب وہ فاقہ مستی
لگے ہے راتب اُسکے اسطرح ہاتھ | جو بھاڑے دین کسی تابوت کیساتھ
بدن پر اب نظر آتی ہے یون کھال | طناب سست سے خیمہ کا جون حال
نمودار اسطرح ہر استخوان ہے | گویا ہر پسلی اوسکی نردبان ہے
نہ بیڑی ہے نہ کٹ بندھن نہ لکڑا | رکھے ہے ناتوانی اُسکو جکڑا
گرفتار اسنے نعلون کا ہے ناپاک | کیا کرتا ہے سر پر روز و شب خاک
ضعیفی سے ہے بنی اُسکی فربہی گم | گیا ہاتھی نکل اور رہ گئی دُم
ہوئی ہے ناتوانی اسکے درپے | کہ وہ ڈیل اب دھوین کیسی گرہ ہے
پر اُس کے دلمین اب بھی یہ غضب ہے | کہ آتشبازی کا ہاتھی وہ اب ہے
تماشا ہو اگر وہ چھوٹ جاوے | کہ گھر کو آگ کس کس کے لگاوے
کہا اُسکے مہاوت سے ہین اک روز | اگر آقا کے لینے ہے تو دل سوز
تو کر لے سے کہ اُسکو بیچ ڈالین | عوض کا شتر اُسکے چڑھنے کو گدھا لین

کچھ ایسے پیل کے رکھنے مین ہے شان
سواری جسکی ہووے آفت جان

دیا اون نے جواب اے میرے مخدوم
خریداری تو اس کا فر کی معلوم

بڑا ہے بد قوارہ زشت و ناپاک
کہ بیٹھا اسکی بلند اور ہیبت کا واک

جو ہاتھی ہو تو لے کوئی خان و نواب
ہے بیٹی... کی مسجد کی محراب

بکانے کی نہین اسکے کوئی بات
نصیبون سے مگر آجاے شرات

سمجھنا فیل اسے دیوانہ پن ہے
کسی مدت کا یہ بام کہن ہے

ستون اسکے تلے یہ پانون ہین چار
لگے ہے دو دانت آگے سو ہین اژدر

جو بیٹھے یہ تو اٹھنا ہے اسے دور
لگین جبتک نہ اسکو راج و مزدور

اٹھے ہے خاک کا یا راکھ کا ڈھیر
کہین ہین اسکو ہاتھی ہے یہ اندھیر

ہلاتا یون ہے یہ کانون کو ہربار
کہ دھونکین پنکھوں سے کویلون کا انبار

ہے اتنا چلنے مین بجز یہ بدذات
نہین ہاتھی صعوبت کی ہے یہ رات

یہ عالم چلنے مین خرطوم کا ہے
کہ دست کور مین گویا عصا ہے

جو کہیے فیل اسے بہتان ہے یہ
عجائب تو وہ طوفان ہے یہ

خورش کے وقت یون نے فیل ہے نہین
بجھے من بھر لیدا روز دے تین

عماری کسکے گر چلیے کہین کو
جتاوے فیلمرغ اپنے تئین کو

یہ ہے اس مرتبہ بد بین منحوس
سنیچر جسکے ہوتا ہے قدمبوس

جسے لا پیٹھ پر اُسکے بٹھایا
گویا ہاروت پر دھر کر اڑایا

گرا جس روز سے یان اسکا بھوناس
کیا حلقے کا سارے ستیاناس

مرے یہ آپ یا کوئی مار جاوے
جہان کے سر سے بوجھ اور بھار جاوے

غرض تھا جسجگہ یہ ذکر و اذکار
سُنے تھا اُسکو وان اک مرد ہشیار

ہوئی اس ذکر سے یون اُسمین تاثیر
کہ اُسکا ہو چلا احوال تغییر

ہوا اُسکے سمجھنے کے وہ درپے
کہا اُسنے کہ حضرت خیر تو ہے

لگے کہنے وہ کہ میری طرف رو
مگر اب تک نہین سمجھا اُسے تو

کہ یہ جس پیل کا کرتا ہے مذکور
اُسے ہین نفع کیا کیا اُس سے منظور

اگر اب حسب ظاہر کیجئے غور
اُسی پر اُسکی روزی ہے بہر طور

ولے از بسکہ اس کے فعل ہین بد
اسے مرنے کی اُسکے کتنی ہے کد

جو کچھ اس بیل ہین اُن نے بنایا
سوائے نقش ظالم ہین ہے پایا

یہ اُسکی مرگ سے جتنا ہے دبلے
مجھے اُتنی ہی اُسکی پرورش ہے

ہین خوب اپنے تئین دیکھا مین اُسدم
عبادت سے بھی ہمت اپنی ہے کم

تغیر حال کا باعث مرے یار
یہ تھا جو کچھ کیا مین تجھ سے اظہار

اگر دریافتے بر وانشت بوس،
وگر غافل شدی افسوس افسوس

مثنوی در ہجو شیدی فولاد خان کوتوال شاہجہان آباد

کیا ہوا یار وہ نسق ہیہات
لیمون کے چور کاٹے تھا ہات

باندھا جاوے تھا چور پگڑی کا
مارا جاوے تھا دزد ککڑی کا

شہر مین کیا رہے تھا امن وامان
کیسی کرتی تھی خلق خوش گذران

تھانہ رشوت سے کوتوال کو کام
شہر مین تھانہ چوٹٹے کا نام

اب جہان دیکھو وان جھمکا ہے
چور ہے ٹھگ ہے اور اُچکا ہے

دیکھی ہمنے جو راہ چاوڑی کی،
پیشتم ہے رہزنی تلاوڑی کی

خاص بازار کا جو سنئیے بیان
اون نے نزدک کے کاٹ ڈالے کان

دمڑی کے سولے کو جو وان جاوے
پگڑی کھو سر کو پیٹتا آوے

کس طرح شہر کا نہو یہ حال
شیدی فولاد اب جسے ہے کتوال

چور کب اُسکا زور مانے ہے
کالا بال اپنا اُسکو جانے ہے

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور
یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

اُنسے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے
اُسکے دل مین یہ چور بیٹھا ہے

بعضون کا مفسدون کے زور ہے یہ
چور کا بھائی گٹھی چور ہے یہ

اپنے دروازے آگے رکھ ٹٹ کھٹ
لٹیے ہین اُن نے ٹھگ کے گھر چوپٹ

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہین اُسکی آنٹ
مل رہی ہے اُچکون سے بھی سانٹ

سر پہ یہ دیکھین جسکے اچھی شال
گویا وہ اُسکے باپ کا ہے مال

گشت جب اسکا پھرتا آتا ہے
یہی نرسنگیا بجاتا ہے

سن لو چور دیہ مختصر قصّا
صبح کر بھیجدیجو حصّا

جو نظر باز اوسکا چترا ہے
خوب دیکھو تو جیب کترا ہے

جتنے نوکر ہین اُس کے خدمتگار
فن دزدی کے سب ہین بانی کار

کسو کا گٹھ کٹی ڈنیرا ہے
کوئی بھبرڑوا اُٹھائی گیرا ہے

جسکے گھر بیچ اوسکا آقا جائے
صاحب خانہ پر یہ آفت آئے

تا خبردار گھر کا ہو صاحب
جو گھڑے باندان تک غائب

سینکے ازبس یہ ہاتھ کے چالاک
ڈالین ہین اُسکی آنکھونمین بھی خاک

ٹک یہ غافل جو اُنسے ہوتا ہے
تن کے کپڑون کو اپنے روتا ہے

ایک دن اُسنے سب سے طنز کی راہ
کہا تم ہو مرے نپٹ دلخواہ

چیز میری جو اب چرا لو تم
چوک مین بیچنے نجاؤ تم

قیمت اُسکی جو پھر مشخص ہو
اوتنے کو تم اُسنے مجھی کو دو

ایک اُنمین سے یہ سخن سنکر
لگا کہنے کہ اس سے کیا بہتر

کیا جب آپ تمنے یہ انصاف
مین بھی کرتا ہون عرض کیجے معاف

آپ کے سر پہ یہ جو پگڑی ہے
دو خریدار اسکے ہین درپے

دس روپے وہ مجھے دلاتے ہین
کہیے اب آپ کیا لگاتے ہین

دوسرے نے کہا کہ مین ہون غلام
نہین ہون جس سے ہووے ایسا کام

پگڑی آقا رکھے نہ سر سے اوتار
اور قیمت کی اُسکی ہو تکرار

پر دو شالے کے تئین لگا گھات
آج جاگا کیا ہون ساری رات

میری محنت پہ ٹک نظر کیجے
آگے جو دلمین آوے سو دیجے

غرض اس گفتگو سے ہی یہ مآل
واہ واہ واہ رے نرے کتوال

شہر کے بیچ کیا کہون مین اب
روز محشر کی دھوم ہے ہر شب

شب ہو نرسنگیون کی قال و قیل
گویا پھنکتی ہے صور اسرافیل

کتنے آہٹ سے انکی پھونکین ہین
مردے خواب عدم سے چونکین ہین

آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہے
چورونکے ڈر سے فتنہ جاگے ہے

آسمان پر بھی منعدم ہے خواب
لاکھ بندوق رات کو چھوٹے
ہین یہ سرگرم دزد بدانجام
بزم مین شب ہر ایک پیر و جوان
تسپہ ہے یہ کہ بہر طرۂ زر
طرۂ شمع اک طرف اے یار
شام سے صبح تک یہی ہے شور
صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہے
مال صندوق مین رہے کس بھانت
اب تو دزدی کا کچھ نہین ہے ڈھنگ
رکھ سکے کون ہم سے ہو کے کرخت
رات جو اپنے گھر مین کھنکا ہے
ہو گی کب تک بچا خبرداری
صاحب خانہ جو کوئی ہے اب
آئینہ تک اگر جو دیکھے یار
بے خطر ڈر سے اب کوئی نہ رہا
نہ عبادت کو جاگتا ہے شیخ
خلق جب دیکھ کرکے یہ بیداد
بولے ہے وہ کہ مین بھی ہون ناچار
کرتے ہین مجھ سے اب بجا کر ڈھول
یارو کچھ چل سکے ہے میرا زور
مٹ سکے مجھ غریب سے یہ خلل
دیکھیے گر تبان کو بھی بخدا
کسکو مارون مین کسکو دون گالی
چڑھ کے جب مفسدون پہ جاتا ہون

کھلا رہتا ہے دیدۂ مہتاب
کوٹھی پر ساہوکار کی چھوٹے
لوٹے ہے تا خزانۂ حمام
بیٹھے ہین کرکے رزم کا سامان
لگے ہے چور شمع سے آگر
گم ہے خورشید کی بھی شب دستار
دوڑ پگڑی لیے چلا ہے چور
بقچہ کو غنچہ سر کے وہ روتی ہے
تن کے کپڑے پہ چور دنکا ہے دانت
کہتے پھرتے ہین چور ہو سرہنگ
جو نہ دے ہمکو کپڑے کیا ہے رخت
چور دروازے پر یہ نبکارے
چور جاتے رہے کہ اندھیاری
ہے خبرداری مین وہ روز و شب
اپنے گھر مین ہے وہ بھی چوکیدار
اہل میخانہ مین بھی ہے ہوہا
ڈر یہی چور آ نہ مارے میخ
کرتے ہین کوتوال سے فریاد
گرم ہے چوٹٹون کا اب بازار
میری پگڑی کا ہے سرپہ مول
دیکھو تو ٹک کہان کہان ہے چور
ہے امیرون کے گھر مین چور محل
ہاتھ مین ہے ادھر کے دزد حنا
چوری کرنے سے کون ہے خالی
وقت پر مین بھی جی چراتا ہون

رچ رہا ہے اب اسطرح کا سانگ
ہے خدا کے بھی گھر مین چوری کی تھانگ

بچ سکے کیونکہ اب کسیکی شے
ملا مسجد کا صبح خیزیا ہے

کرین انصاف اب جوان و پیر
کیا ہے اسمین بھلا مری تقصیر

رتبہ وزدی کا اسقدر ہے بلند
چرخ کے گھر پہ کہکشان کی کمند

یہ جو سودا بکے ہے لایعنی
آپ کرتا ہے وزدی معنی

مثنوی درہجو امیر دولتمند بخیل

ہے خدا کا یہ ایک شہرۂ نور
جس سے روشن ہے آسمان کا تنور

کرتے اُسکو لگے نہ ذرہ دیر
مہر و مہ کو بشکل نان و پنیر

کیا اون نے بعرصۂ یک آن
نقل اختر کے پر سپہر کا خوان

وہ کرورون نعم کو لذت دے
ذائقہ مین زبان انسان کے

کس زبان سے ہو اُسکا شکر ادا
نعمتین کیا کیا اون نے کین پیدا

میوے ہین باغ مین زمانے کے
واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اُسکے کچھ نہین ہے کمی
لیک وہ کیا کرے جو ہم ہون دنی

سُنیو یارو کرون ہون مین اک نقل
جسکو باور کرے نہ ہرگز عقل

اتفاقاً اک آشنا میرے
گئے تھے ایک عمدہ کے ڈیرے

جو ہین وارد ہوئے یہ وان ناگاہ
اُٹھا چارون طرف سے ابر سیاہ

اُسکے ہوتے جو ابر گھر آیا
صاحب خانہ سخت گھبرایا

نہ خبر انکی پوچھی نہ احوال
بیٹھتے ہی کیا یہ اُنسے سوال

کچھ ہوا پر بھی تم رکھو ہو نگاہ
گھونگھری پٹو کچھ بھی ہے ہمراہ

بولے یہ مینہ نہ تھا مجھے معلوم
ورنہ لاتا مین ساتھ اسے مخدوم

جب نہ سمجھے یہ اُسکے رمز کے تئین
سوجھی یہ بات اُسکے تئین دو ہین

جون لگی ہونے قطرہ افشانی
لا رکھی اُسکے آگے بارانی

پھر لگا کہنے یہ بھی اپنے نصیب
آئے مدت کے بعد اپنا حبیب

اور مینہ آسمان یہ برساوے — بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے
یہ تو ساوے غریب کیا جانے — اُس مزور کو کیونکہ پہچانے
بولے یہ سادگی سے کیا ہے ضرور — بھیگتا جاؤنگا میں اتنی دور
رکھے خالق سلامت آپکی ذات — نہ کھلیگا تو میں رہونگا رات
یہ سخن جو نہیں پہونچا اُسکے کان — لگی اوسکی دو ہیں نکلنے جان
سنتے ہی اسکے یوں ہوا مضطر — اپنے بہنگانے کی رہی نہ خبر
جسکے مُنھ کی طرف کرے تھا نگاہ — یہی کہتا تھا اوس سے بھر کر آہ
کیوں میاں ابر اسقدر چھایا — حرف رہنے کا درمیان آیا
مضطرب برق سے نہو یوں حال — بادلوں سے جو اسکا تھا احوال
کبھی کہتا تھا یارو نیل جلاؤ — کبھو کہتا تھا شیخ ڈھونڈو بناؤ
کبھو بولے تھا دیکھیو اوپر — آوے ہے آسمان کہیں سے نظر
گاہ بولے تھا ہو جو مہر پدید — کیسی ہوجاے اپنے گھر میں عید
بولا نوکر ہے ایک یوں فی الفور — کچھ نظر آوے ہے جو کیجیے غور
کہا اُن نے یہ سچ ہے میری جان — اے میں تیری زبان کے قربان
لیک پرنالے جب لگے بہنے — تب تو جھنجھلا کے یوں لگا کہنے
کیا یہ برسے ہے یوں برس کمبخت — کوہ تک جائیں ڈوب لیکے درخت
نہ رہے غرب نہ رہے اب شرق — چاہیے ہو تمام عالم غرق
لیکے ماہی سے اور تا مہتاب — کاش ہو جائے ایک قطرۂ آب
غرض اپنی سی وہ تو کر گذرا — ہو گئی رات لیک مینہ نہ کھلا
آخر الامر کرکے دلکو کرخت — کہنے لاگا کہ سنگ آمد و سخت
کر چکا اپنے جب اصول و فروع — کیا مہمان سے اختلاط شروع
پر نہ تھا یہ کچھ اور ذکر سخن — ہووے غیر از حدیث زرغنا
وقت آیا جب اُسکے کھانے کا — مرتکب ہوکے اس بہانے کا
لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر — بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر
کہا اُسنے کہ پھر کے افتابا — محل کی جا ضرور ہیں رکھوا

غرض اُٹھکر چلا وہ جب وانسے
جا ہو جو کچھ کہ اب تنا دل کو،
اونھون نے اسکے موجب ارشاد
آیا بعد از سماجت بسیار
بولا تیار تو نہین ہے کچھ
تو تو لاؤن ہون آپ کی خاطر
بولے یہ کچھ اگر نہین تیار
اوس سے تم جاکے جنس منگواؤ
لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے
جب کہ اُسکا حساب ہوتا ہے
اور قصاب بھی جو آوے ہے
جب مین کچھ کو نجر لیسے کہتا ہون
نحنے ہے مجھسے یون وہ دو بردو
سفرہ چین دے ہمیشہ یون گالی
مجھکو باورچی یون دھراتے ہین
کیا کہون مین رکاب دار کی بات
نوکری مین نہین کچھ اسکو حصول
لیکن اُسکی بھی حق بجانب ہے
اسے ملتا ہے کرنے کو تو کار
نان باکو جو دیکھون بھر کے نظر
تکے مشرف کے گھر لگا دُن گا
کل کبابی چلا جو گھر کو دوست
پوچھا اُس سے یہ بیٹھ کرکے نگاہ
کیا کہون تجھسے مین غرض اے یار
کبھو حاصل نہین ہوا اک دام

کہہ گیا کان مین یہ مہمان کے
کہد ڈبلوا کے اب بکاول کو
کی بکاول کے تئین وہین فریاد
اونھون نے پوچھا ہے کچھ اب تیار
جاؤن ڈھونڈون اگر کہین ہی کچھ
ورنہ کھاؤ مجھے مین ہون حاضر
دیکھو ہووے گا مودی سرکار
واسطے میرے کچھ تو پکواؤ
آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہے
جان کو وہ بڑون کی روتا ہے
چھُری بُغدا مجھے تباوے ہے
لہو پی پی کے اپنا رہتا ہون
لیجو ترکاری کی جگہ کدو
منھ رکھین چکنا اور شکم خالی
رہ ترے آش کیا پکاتے ہین
اُسکی گذرے ہے جسطرح اوقات
کاٹے ہے میرے حق مین نت گل پھول
گر پکانے کو مانگیے وہ کچھ شے
ورنہ کا وہ مرتبہ د آچار
مجھسے کہتا ہے یون وہ گیدی خر
اور پلیتھن ترا نکا لون گا،
پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست
کیا ہے یہ بولا یون وہ بھر کے آہ
دے کے خدمت کیا ہے مجکو خوار
مفت رسوا ہون نزد خاص و عام

کوئی شاعر جو یان گذرتا ہے / میری ہی ہجو وہ بھی کرتا ہے
کون جانے کہ آپ کیسے ہین / جی مرا جانتا ہے جیسے ہین
پیر اونکا گر آئے وقت طعام / جائے لقمہ کے کھائے وہ دشنام
یون ہین اوٹھ جائین اوسکو دے بتا / مارین نہین جھوٹے ہاتھ سے کتا
نہین ممکن کہ اس سے وہ بھی دین / جز فریب اسکو ایک ٹکڑا دین
کام بھوکے کا اونکے مطبخ سے / نہین ممکن کہ اس سوا نکلے
کھانا یان کھا دے ہاتھ وان دھووے / گر میدن پیچ پیٹ بھر سووے
بسکہ مطبخ مین سردی رہتی ہے / ناک باورچیون بہتی ہے
اوسکے مطبخ سے دود اوٹھے اگر / سقے لے دوڑتے ہین مشکین بھر
لگے ہے دینے کوئی اوٹھکے اذان / کوئی وکھائے ہے کھولکر قرآن
ڈالے ہے کوئی چھپر اپنے کاٹ / کوئی پھرے ہے سر دھرے کھٹولا کھاٹ
یان پکانا ہے خانہ خالا / حلق ہتھ جاوے ہے تہ و بالا
اسکے باورچی خانہ کا احوال / جو سٹے ہر گھر کے جب کرین ہین خیال
ڈالے ہین سر پہ خاک ماتم سے / لکڑی جلتی ہے آتش غم سے
سینے دیگون کے مارتے ہین جوش / روتے ہین ڈھانپ ڈھانپ منھ سرپوش
روز باورچی یون کرین فریاد / کبھی تو کچھ کرو ہمین ارشاد
کیا ترے بعد کرکے کھاوینگے / جب کسب اپنا بھول جاوینگے
دیگ شو کو نہ دیگ سے سروکار / چھری دھونے ہمیشہ جائین کہار
بسکہ مہمان وعدہ سے آیا / کھانا ان مین سے اب نہین کھایا
اس خجالت سے دیگچے یکسر / سرنگون ہی پڑے ہین چولھو نیز
دور سے سے دیگچون کا ہے یہ حال / سینہ کفگیر کا ہوا غربال
کی زمانے نے لاکھ ہی تدبیر / نہ ملا دیگچی سے چھپر کفگیر
شادی پر شادی یان ہوئے ہے سدا / دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا
کرے سو عید گنبد گردان / نہ ٹلے اسکے گھر سے پھر رمضان
الغرض مطبخ اس گھرانے کا / رشک ہے آبدار خانے کا

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور — انکی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور
اور کیا کیا مین کھولون اسکے بھرم — کہتے بھی آتی ہے مجھے تو شرم
ایک فرزند یہ رکھے تھا اولاغ — سارے گھر کا تھا اسکے چشم و چراغ
اُسنے اک روز یہ حماقت کی — آشنا اپنے کی ضیافت کی
نہ ضیافت کہ جسمین ہو رنگ رس — اک رکابی طعام و دیگر بس
تسپہ یون پیش آیا یہ مردود — یاد آیا اُسے چھٹی کا دود
چاہتا تھا کرے یہ اوسکو عاق — اور مان کو بھی اُسکی دیدے طلاق
بارے لوگون نے آکے سمجھایا — تب یہ جورو کے حق مین فرمایا
پتھر اسکے عوض تو کیون نہ جنی — کاش پھنس مرتا وان یہ ناشدنی
یارو مجھ سے تو لاولد بہتر — میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اسکا دادا بھی گرچہ تھا عیاش — اس سلیقے سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اُسکے گھر مین نوکر تھا — رات کو تسپہ یہ مقرر تھا
پھرتا وہ ٹکڑے مانگتا گھر گھر — لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
اچھے چن چن کے آپ کھاتے تھے — بُرے تنخواہ مین لگاتے تھے
پیدا جو کر گئے تھے یون اجداد — سو یہ بدبخت دے ہے یون برباد
مین تو آپ ہی کو جانتا تھا فضول — پر یہ مجھسے بھی نکلا نامعقول
گر ملے پیسے یہ سب اوڑا دے گا — اینٹون تک بیچ بیچ کھاوے گا
اسکے دادے کے باپ کا اکروز — آشنا تھا سو وہ نپٹ دلسوز
لایا کھچڑی پکا شراکت سے — دونون کھانے لگے رفاقت سے
اون نے اک دو لیے نوالے بڑے — جد مرحوم دو ہین ہو کے کھڑے
لگے کہنے نہین شراکت نیک — میرے سو لقمے اور تیرا ایک
تھی بزرگون کی اپنے تو یہ چال — کہتے ہین یان ضیافتین پامال
خوب جو پوچھا اوٹھا خبر نینے سے — لو اتالیق کے مہینے سے
سنا اس گھر کا یار تو نے حال — مجھسے کھانے کا پھر نہ کیجو سوال
ایسی ہی کچھ وکم ہے تو میر سجان — بندہ خانہ بھی دور نہین چندان

ٹک قدم رنجہ ان تلک کیجے کھانے کو چاہیے جو کچھ لیجے
بولے یہ خانۂ شما آباد ہے کرم آپ کا تو اس سے زیاد
ہے غنیمت یہاں تو آپکی ذات کٹ گئی اب تو باتوں ہی مین رات
غرض اس آشنا نے صبح کو آ مجھ سے یہ ماجرا تمام کہا
بھیجو یار داب ایسے عمدہ پر لعنت کردگار شام و سحر

مثنوی در ہجو طفل ضائع روزگار لکڑی باز

نالے پر ایک لڑکا رہتا تھا باپ سے اپنے روز کہتا تھا
موٹے جامے سے مجکو ذوق نہین چھوٹے چیرے کا دل کو شوق نہین
ٹپکا گاڑھے کا کب تلک باندھوں موٹی شلوار تا کجا پہر دن
جوتی چمڑے کی مجکو نہین بھاتی سوکھکر پانوں مین نہین آتی
نیمہ تن زیب کا بنا دو تم کئی محمودیان دلا دو تم
تو مین جامہ بھی اُسکا بنواؤن اونچی چولی کا تنگ سلواؤن
پٹکا بلدار مین تھان کا ہو تب کمر پتلی میری ہو جون مو
چیرا مین تیس گز کا باندھونگا سرخ ہی باندھنون کا پراون گا
ایک توڑا بھی دے تو منگوا کر ہر کنارے مین اوسکو سلوا کر
اور کمخواب ایک ہو پر زر پھولے گلزار جس سے ٹانگو پر
جفت پاپوش ایک ستارہ دار سرخ بانات کا منقش کار
ایک سنہری کٹاری لے دے معل پیچھے سے موٹی آگے سے ہو گول
پیچہ اسکے ساتھ کا حلکار لون حریفون کو جس سے مین للکار
اک طپنچہ کمر مین ہو دمساز رہکلہ کی سی جسکی ہو آواز
گھوڑا بھی ایک ہو چپٹ چالاک پہونچے گردونپہ جسکے سم کی خاک
زین بھی اوسپہ ہو ابائی دار جسکی فتراک سے بندھے دل زار
خوبصورت مین اور لباس بڑا تا بکے مجھ گلے دھرے گا چھرا

جو کہ جاگیر سے اب آتا ہے
تو پیے ہے شراب و بنگ و افیم
لے ہے نقدی کے پیسے آپ تمام
مجھسے بیٹے کے روز چھ پیسے
کبتلک اے باپ تیرے ساتھ پھرون
کب تلک آنسوؤن سے منھ دھوؤن
دال روٹی اگر جو گھر مین پکے
فاقہ بہتر ازین چپاتی چار
تب کہا باپ نے کہ اے مری جان
ہم غریبون کی دال روٹی ہے
موٹا کپڑا اسے تاش سے بہتر
گر مرے چاہتی ہے تیری زبان
جا کھدا اوسکو اور کھا تو پلاؤ
اپنے اوپر کسو کو کر عاشق
نخرے سے اُسکی گود مین جا لیٹ
جب تو جانے وہ ہو چکا محکوم
مانگ تب اُس سے چڑھنے کو گھوڑا
تب تو بیٹا یہ بولا ہو کڑوا
مین تو کہتا ہون تجھ سے اے کٹن
تیرے گھر سے کرون مین منھ کالا
ہائے یارو مین کس غضب مین ہون
کپڑے گردینے کو بھی کہتا نہین
غرض اُن نے یہ گالیان کھا کر
دیکھو یارو عجیب زمانہ ہے
باپ سے بیٹا نا امید ہوا
سب تمے خرچ بچ جاتا ہے
اب خدا کا بھی تجکو ہے کچھ بیم
آمین سے بھی نجھے ندے اکرام
سو بھی دے ہے فقیر کو جیسے
فقر و فاقہ مین دن کو رات کردن
روٹی کو رو دُن چرچے مین سوؤن
چمچہ بھر گھی کبھی نہ اس مین لے
وقنا ربنا عذاب النار
حق نے قسمت کیا ہے سو ہے دان
گاہ پتلی ہے گاہ موٹی ہے
دربدر کی تلاش سے بہتر
حق نے دی ہے تجھے یہ زر کی کان
سوکھی روٹی کو میری پھر نہ چباؤ
یا وہ ہو باکبانہ یا فاسق
کھول چھاتی کو اور دکھا کر بیٹ
چاہ اُسکی ہو تجھ اوپر معلوم
پھر ہے کس چیز کا تجھے توڑا
ہائے یارو یہ باپ ہے بھڑوا
تو ہی سُنتا نہین ہے میرا سخن
گر رہون یان تو ہون ترا سالا،
کیا بڑے رنج اور تعب مین ہون
بھڑوا سکھلائے بن بھی رہتا نہین
وہی چھ پیسے پھر دیے لا کر
بیٹے سے باپ کیا بیگانہ ہے
خون دنیا کا کیا سفید ہوا

الغرض باپ سے وہ ہو کے جدا — ملنے لاگا ہر ایک سے جا جا
تھے محلے کے بیچ کئی عشاق — جنمیں تھے مرزا مفت بر جی طاق
سب سے افزود تھا انھوں کا معاش — لونڈے کے ملنے کا انھیں تھا تلاش
ذوق تھا انکو ڈنڈ پیلنے سے — شوق تھا انکو کشتی کھیلنے سے
گھر میں اپنے اکھاڑا کھدوا کر — کشتی وہ کھیلتے تھے شام و سحر
کئی پٹھون کو زور دلواتے — خوبرویون کو کشتی کھلواتے
نکلا جب اپنے سر ٹھکانے سے — جا ملا انسے اس بہانے سے
مرزا جی میں بھی کشتی کھیلونگا — اس اکھاڑے میں ڈنڈ پیلونگا
تب کہا یہ انھون نے اے محبوب — کشتی کا کھیلنا بہت ہے خوب
چل اکھاڑے میں ہم تو ڈنڈ پیلین — اک پکڑ تیرے ساتھ ہم کھیلین
جا اکھاڑے میں اور کپڑے اتار — لونڈا جب کشتی کو ہوا تیار
اوترے مرزا اکھاڑے میں اوسدم — ہو گیا سامنے وہ ٹھونک کے خم
دیکھ کر دست و بوس ہی میں سبھاؤ — کر گئے مرزا پور پور پہ داؤ
رکھکے گردن پہ ہاتھ ماری اڑی — کیا کہون کسطرح کی کشتی لڑی
کرکے یکدستی اور پیچھے جاے — گرہ دکھنے سے اوسکو پیچھے بلاے
کسے ہفتے چڑھا دیے گھسے — اور کیا کیا کیا کہون کس سے
طور اس کشتی کا اسے بھایا — اگلے دن لونڈا صبح ہی آیا
مرزا بھی ڈنڈ کرکے ملکر تیل — دیا تعلیم پیچ اسکو ڈھکیل
کس چکا کاچھ کے تئیں جس دم — پھر ہوا سامنے بجا کر خم
مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا — لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا
نیچے لینے کا مرزا نے کر ٹھاٹ — کیا لونڈے پہ دو ہی دھوبی پاٹ
جا سے تھا رانون میں اسے جکڑا — لونڈے نے دوڑ مالکھم پکڑا
کر کلا رنگ دے بغل کے بیچ — کیا کیا اوسکو دکھاے اونچ اور نیچ
دے لنگوٹے میں ہاتھ چرتا پھاڑ — کیا کہون کیسی کی اسکو اکھاڑ پچھاڑ
دہس کے ٹھون میں پھر اوٹھالی چپٹ — کہا کہہ اب کی چت کرون یا پٹ

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مزا | کہا ہو جس طرح سے تیری رضا
غرض اس دم مین اسکو بیچ کیا | تنگڑیان کھینچ زد بیچ لیا
الغرض اس طرح سے کشتی لڑے | ڈال ٹپکا گلے مین پانون پڑے
بولے مرزا برا نہ مانو گے | اپنا استاد مجکو جانو گے
اور بھی کشتی کھیلتے ہین سب | یان کی کشتی کا ہے یہی کچھ ڈھب
ہم مین تم مین جو یون ہی زور ہوا | ہو گئے کوئی دن مین بن سوئی سے لا
کھانے پینے کی کچھ نہین ہے کمین | پاس سے میرے تم نہ جاؤ کہین
سنکے لونڈا زبان پہ یہ لایا | تمنے یہ علم کس سے ہے پایا
کہا مرزا نے ایک تھے استاد | علم یہ جن سے مین کیا ہے یاد
کشتی کا کھیلنا تھا اونکا ورد | مجھسے کتنے ہی اونکے تھے شاگرد
کہا لونڈے نے وہ جو تھے استاد | کیا یہ کشتی اونھونکا ہے ایجاد
بولے مرزا کہ یہ تو کاہے کو | سیکھے ہو گئے کسو سے وہ بھی کبھو
سنکے یہ بات ہو رہا حیران | کہا مرزا نے خیر ہے ایجان
کہنے لاگا یہ عرض کرتا ہون | مین اسی سوچ بیچ مرتا ہون
کہکے لونڈے نے مرزا سے یہ بات | کہا میری نہ گذرے یون اوقات
ایسی کشتی کبھو نہ کھیلون مین | اسطرح کے نہ ڈنڈ پیلون مین
کہین گے مجکو کیا بد و کیا نیک | پہلوان ہین یہ پر ہے سیلی ٹیک
کہکے اس آن ہو گئے اسنے جدا | شعر پڑھتا یہ اپنے گھر کو چلا
سنو اے لڑکو ہو نہ راہ سے گم | اس نصیحت کو گوش جانیو تم
باپ کے گھر کی چاٹ کر چٹنی | کرو گذران یارو تم اپنی

مثنوی در ہجو حکیم غوث

صدر کے بازار مین ہے اک ننگ | عار اطبا و طبابت کا ننگ
شکل ہے شیطان کی و رغوث نام | جگ مین ہلاکو کا ہے قائم مقام

ہے متوطن وہ لعین روم کا | بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا
جیسے طبابت مین دھنسا وہ الاغ | روم سے تا شام کیا بے چراغ
مملکت ہند مین اب گھر بہ گھر | ہے ملک الموت سے مشہور تر
اسکے قلم کا مین کرون کیا بیان | تیغ اجل جسکی ہے رطب اللسان
خامہ نہین خنجر بران ہو وہ | قاتل ہندو و مسلمان ہے وہ،
نسخہ نہ لکھتا کبھو وہ بد سرشت | بھرتی نہ انسان سے دوزخ بہشت
جیسے مریضون کو وہ دے ہے دوا | کام مین مرگ معطّل شفا
یونہین ظالم مین کہین درد کی | جان کا دشمن ہے زن و مرد کی
کشتن خلق اوسکا غرض کام ہے | مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے
مرتے ہین اس سے زبس اہم دون | کھاتے ہین قرض اسکے در گور کن
طرفہ تر اس سے بھی کہون ایک بات | ہنستی ہے سن سن کے جسے کائنات
ہو سکے کسلمند جو وہ بے حیا | اپنے تئین آپ کرے ہے دوا
مردہ شو و مولوی تابوت گر | گھیرتے ہین آن کے سب اسکا گھر
دین ہین دہائی وہ بصد قیل و قال | انمین سے ہر ایک کرے ہے سوال
اپنی دوا آپ تو ظالم نہ کر | میرے کس و کو کی طرف کر نظر
خوب جو کرتا ہے تو اپنی دوا | اور کوئی آپ سا ہم کو بتا
روز ہی سے خاطر ہو مری تا کہ جمع، | بھیجون تری گور پہ گل اور شمع
کیا کرون تشخیص کا اوسکی بیان | منھ مین ہوئی جاتی ہی ساکت زبان
نزلے سے اک شخص کو تھا درد سر | لائی قضا اُسکے تئین اسکے گھر
دیکھ کے نبض ان نے بصد فکر و غور | دق کے سوا کچھ نہ کی تشخیص اور
نسخہ دیا لکھ کے بچندین ہنر | صبح سے لے شام تلک غور کر
جا کے جو نسخہ دیا عطار کو | پڑھ کے وہ کہنے لگا بیمار کو
کیا تجھے آزار ہے اے نوجوان | ان نے کہا اس سے بآہ و فغان
مین تو نہین جانتا کچھ اے حبیب | پر مجھے مدقوق کہے ہے طبیب
سنتے ہی یہ دلکو لگی اسکے چوٹ | کہنے لگا اپنی وہ داڑھی کھسوٹ

ہاے یہ کس بھڑوے کا ایجاد ہے
سنکے یہ عطار نے ہو بے قرار
شکل کو اوسکی تو مجھے دے بتا
سنکے وہ عطار سے بولا جوان
شکل سے کسکی اسے تشبیہ دون
رنگ وے ہین اسکا ہے بد بو و قیر
سنتے ہی عطار نے یہ رنگ و بو
یہ وہی سفاک ہے تخم حرام
غوث نہین ظالم بد خو ہے وہ
اک دن اے یار مین دکان پہ
کہنے لگا دیکھ کے اک آشنا
تجکو وہ اور اوسکو تو مطلوب ہے
دیکھا کہ یہ بات رکھے ہے حصول
جب چلے آپسمین وہ دونون بہم
جا کے وہ دیکھی جو مین وحشت سرا
کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر
آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب
چھٹتے ہی اک شخص کی دیکھی جو نبض
کچھ نہین کہنے کا بجز اسکے سود
اور غذا اوسکو یہ بتلائی دوست
صاحب پیچش کو بتایا کٹول
کہدیا مجنون کو شیر شتر
پوچھا جو اون سے کہ غذا کیا کہی
یہ کہا اسکو جسے تھی آتشک
کہنے لگا دیکھ کے اک اور کو
نسخے مین معجون زرانباد ہے
کہنے لگا اُس سے کہ سنتا ہے یار
کون ہے وہ جن نے کی ایسی دوا
کیا مین بتاؤن تجھے اے مہربان
ہے وہ سگ و خوک سے زشت و زبون
جیسے کہ جُلاّب کا دست اخیر
کہنے لگا ہاے میان ہو بہو
صبح جو نت اٹھکے کرے قتل عام
کہہ نہ طبیب اسکو ہلا کہے ہے وہ
آیا جو پھر ایک کو مفلس نظر
چل تجھے ہم غوث کو دیوین ملا
دونون جو آپسمین ملین خوب ہے
مینے کہا چلیے سبحان ہے قبول
مرگ چلی پیچھے سے گنتی قدم
دل پہ کھلے معنی دار الفنا
سوجھی تو وہ گور سے تھا تنگ تر
گرد ہوئے اُسکے یہ بیمار سب
کہنے لگا تجکو بشدت ہے قبض
لکھدیا یہ کھکے سفوف یہود
ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پت
واسطے ہیضے کے لکھا اسپغول
کہدیا مستسقی کو جا فصد کر
ساتھ کلیجی کے کہا کھا دہی
موضع مخصوص پہ چھڑکو نمک
زخم کو دنبل کے کرانا رفو

بیٹھکے پھر پاس وہ اک ڈولی کے / نبض کہا دیکھو نہین لا ہاتھ دے
دیکھ چکا نبض کو جب بے تمیز / خادمہ سے اوسکے کہا اے کنیز
درد کمر اسکو ہے یا درد سر / ہے مجھے نقرس کا ہے ڈر بیشتر
کرکے پھر آخر کو مقرر صرع / کہنے لگا دوا سے ماء القرع
اور جو کھانے کی لگے اسکو لو / کچھ نہ اسے دیجیے بجز آش جو
کہنے لگے سنکے یہ کیا قہر ہے / واسطے اسکے یہ دوا زہر ہے
لقوہ و فالج ہے اسے پیر زال / کرتے ہو کیون قتل کا اسکے خیال
ان نے کہا تونے نہ اے زشت رو / دیکھا سدیدی کو نہ قانون کو
ساتھ حکیمون کے تو اے بے تمیز / بحثتی ہے پانچ روپے کی کنیز
اسمین سے اک شخص نے شوخی کی راہ / سنتی ہے ما ما نہین انکا گناہ
لی لی تری پڑے ہین اور یہ ادھر / لقوہ و فالج سے ہو کیونکر خبر
سمجھو ٹک لوٹنے کی ہے یہ جا / کہتا ہے پھر آپ بھی ہان اور کیا
سنتے ہی اس حرف کو کھا پیچ و تاب / تھوک کے داڑھی پہ کیا یہ خطاب
لا تو سدیدی کو تو اب میرے پوت / کھول تو قانون کو اے بھڑوے دت
بات کا اپنی تو مجھے دے نشان / مین بھی تو دیکھون کہ ہے اسمین کہان
لقوہ و فالج ہو جسے یا صرع / دیجیے اسکے تئین ماء القرع
پھیر تو جسوقت بڑھی آگے بات / اُن نے جڑی دھول اُسے اُن نے لات
اُن نے قلمدان سے کی اسپہ چوٹ / ان نے لیا داڑھی کو اُسکی کھسوٹ
جوتی لی غرض اُسکی ہتلی اسکے ہاتھ / ... پکڑ لوٹ گئی وہ بھی ساتھ
زور جب آپسمین دھما دھم ہوئے / مار کوٹائی سے یہ بیدم ہوئے
دوڑ کے لوگون نے اُٹھایا انہین / منت و زاری سے چھوڑایا انہین
کہنے لگے وہ جو تھے معقول ہین / اسکے تئین لعن اُسے آفرین

تھا غرض اس نقل سے یہ مدعا / تا کہ تو ایسے کی نہ کھاوے دوا

مثنوی در ہجو چینچ میرزا فیضو

آہ واویلا ز دست روزگار
قوش خانون مین یہ غم ہے روبکار

سر سے ہر اک باز نے پٹکی کلاہ
رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ

ہو گئے جرّون کے دل غم سے دو نیم
باشہ و شاہین و شکرے بھی یتیم

کیا ترمتی کیا کہی کیا بیسرا
یک بیک ایسے زمانہ یون پھرا

صید اگر چاہین کرین پڑری کے تئین
پنجون مین اتنی بھی گیرائی نہین

دیکھکر دیتے ہین اب لٹرے نکے خیل
تیترے کے ساتھ اب کاٹے ہین ویل

پشہ کے آگے ترمتی ہے ضعیف
بھنگے کی نظرون مین دھوبی ہے خفیف

آہ کچھ مت پوچھو اب اسکا سبب
کیا کہون یارو مین مٹنے ہے غضب

میرزا فیضو کے چینچ مر گئے
قوشخانے جگ کے ویران کر گئے

کسقدر ہے آسمان بے امتیاز
آہ کیا مارا ہے اون نے شاہباز

وضع دوران سخت نا انصاف ہے
دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے

میرزا غمگین ہون چڑیان شاد ہون
گھونسلے چھیون کے یون آباد ہون

دیکھ تو سارو کو کیا خرسند ہے
ڈھڈھو کو اس سے خوشی دہ چند ہے

ہاے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج
مینا و غوغائی کے گھر آیا ہے راج

کبک کیا کیا مارتی ہے قہقہے
ٹیسے ڈھبر کر رہے ہین ٹھٹھے

حیف طعمہ ڈال کر وہ یون مرے
اور ہر اک جانور خوشیان کرے

کانپتی تھی خوف سے اُسکے بٹیر
جیسے سنبرک پر کیا تھا اسکو سیر

ڈر سے سگلے نیند بھر سوتے نہ تھے
کوئی غافل سوتے ہوتے نہ تھے

کیا کبوتر کیا ٹٹڑی کیا بزے
قمری اور تیتر لوے اور ابلقے

سنگھے اوسکے خوف سے کپتے تھے
سرکو پنکھون کے تلے دھرتے تھے

قاز تک چھپتے تھے جنگل کے کھیت
قرقرے چھپتے کبھو لیکن سو جیت

وغدغے کا کیا کلنگ نکے ہے ذکر
زندگی کا اپنی تھا سارس کو فکر

جا نور آبی کا جب پڑتے خیال
ایک دن مرزا گئے کرنیکو سیر
بھوک سے جھنجھلا کے وہ غصہ مین آ
اب پڑی ہے کوڑی وپر لنڈ منڈ
ہاے وہ مرزا کہ جبکا سُنکے نام
سو کیا اُسکو فلک نے یون ذلیل
کونکی ٹھونگین ہین اور مرزا کا سر
اسکو مرزا گھر سے لیجاتے جدھر
گھر کی بی بی سے یہ کر جاتے قرار
اب دو پیازی قو پشچی کھاتے ہین سب
تھے چڑیمارون پہ مرزا جی گئے کر
ہاے جسدن سے وہ یارو مر گئے
بلکہ وہ کہتے ہین خاص و عام مین
لینگے پیسے سابق اور اب حال کے
جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو
دیکھکر انکے تئین بنیے تمام
اُننے یہ کہتے اگر منظور دھرم
تو چھڑاؤ پھٹکیون کے جانور
بھیجدو جلدی نہو ایسا کہین
اس سخن کو جسگھڑی سنتے تھے وہ
یہ تو بنیے کیا ہین کئی اک روزمین
جیسے مرزا ہو گیا اُسکا یقین
ہاے ایسا غم نہین ابتک ہوا
گھر ہوا مرزا کا سب ماتم سرا
کر گریبان چاک یارونکے حضور

کھینچ ڈالی تھی حواصل کی بھی کھال
ہو گئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر
لے چلے مرزا ہی کو سینے لگا
گرد چگتے پھرتے ہین چڑیون کے جھنڈ
آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام
مرتے ہی چنچ کے بگڑا ہے یہ نیل
سارو اُڑ جاتی ہے مُنھ پر یاد کر
لونڈی سے کہجاتے چولھے ہانڈی دھر
کون بھیڑوا کھا دے کچھ غیر از شکار
میرزا بوٹی کو ترسے ہے غضب
نصف انکے جتنے بھرین جانور
سب چڑیمارون کے سر سے گر گئے
میرزا آئے ہمارے دام مین
ورنہ پھنسوا دینگے جا کتوال کے
تیز کرتے وان چھری کی دھار کو
بند کر آنکھون کو کہتے رام رام
ہے تمھین اور دھرم کی اپنے ہو شرم
جتنے ہون پیسے انھونکے جمع کر
کھولون مین پتوار سے چنچ کے تئین
دو ہین کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو
راجپوتانہ سے آئین رشتو تین
ایک خرمہرہ کوئی دیتا نہین
میرزا جی کا دلی نعمت موا
پرسے کو آئے ہین یارو آشنا
یون بیان کرتے تھے اپنا منھ بسور

ہائے تھے چنچ جو وہ تو آپ سے تھے | اپنے تو یارو وہ مائی باپ سے تھے
کھولے تھا میں اُسکو جب بتوار سے | ہاتھ پر آتے تھے وہ اس ناز سے
برگ گل جسطرح جھڑ کر باؤ سے | پنکھ پر بلبل کے آوے چاؤ سے
پھینکتا جب صید پر میں اُسکو جا | اُس طرح جا لاگتے کافر ادا
جسطرح معشوق بیٹھے کی نگاہ | خون عاشق کا کرے ہے بیگناہ
پودنے نے یا نکے بنگالہ میں جا | ایک مینا سے کہا یہ ماجرا
پودنے سے سنتے ہی اس بات کے | اڑ گئے مینا کے طوطے ہاتھ کے
مجکو بچپن سے رہا شوق شکار | پالا پر میں گد سے لے تا چرے مار
خوب سا مینے کیا ہے انکا دید | ریش پنچا لون میں ان کے کی سفید
پر نہیں دیکھا میں ایسا جانور | ہووے چنچ اور اڑے وہ قاز پر
تھے غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر | گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ تیر
کیا کہوں چنچ تھے یا آتشین سے تھے | باز کے بچے تھے یا شاہین تھے
سنتے ہیں یہ درد جسدم آشنا | اُنسے کہتے ہیں کہ سچ اے میرزا
واقعی یہ غم تو ہے گا ناگوار | پر خداوندی سے ہے کیا اختیار
غم میں اسکے میرزا ہرگز نہ رو | مت کہیں رو رو کے آنکھونکو نہ کھو
گو پھنسا تھا دام میں آکر ہما | اوج پر تیرے نصیبون میں نہ تھا
غم کو اپنے دل سے اب موقوف کر | کر دیا سودا نے قصہ مختصر

مثنوی بطور ساقی نامہ در ہجو میان فوقی

ساقیا بھر اس مے جادو سے جام | جسکا سحر سامری بھی ہو غلام
گر پڑے لب میرے کو اس ساغر سے لا | آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر
باگ بکری سے کرے ایسی ہی چھند | باگ کو بکری کرے سیدا ئین بند
دانت کٹے باگ کے بکری ہی کے | باگ کے آگے میں جا بکری چرے
باگ بکری پانی پیوین ایک جا | سامنے تیرے ہے تب مجرا مرا

چل قلم اب قصد کر تو جنگ کا
اوڑھ چکا پر ن حیا و ننگ کا

ٹک میاں فوقی کے گھر تک اے صبا
کہہ سلام شوق تو جا کر مرا

بعد ازاں کہیو کہ اتنا بھی غرور
شاعری کے فن مین کرنا کیا ضرور

اور دنکو بکری کہو شیر آپکو
بکری بھی گر کچھ کہے پھیر آپکو

بات بکری کی لگے تمکو بری
دوڑ دو تم اسپر قلم کی لے چھری

اور جو اسکا گلا کاٹا نجائے
وہ نصیب دشمنان ٹکر چباے

سینگ اب اوسکے نہایت تیز ہین
آپکے ناخن سے بھی خونریز ہین

پر خدا جانے کہ کیسا رن پڑے
سمجھو ٹک کیا جانیے کیا بن پڑے

کہہ گیا ہے یہ سخن سعدی پیر
بوجھیے ہرگز نہ دشمن کو حقیر

گرچہ مین بکری ہون تم شیر جری
پر قلم کی تیغ کاغذ کی چھری

پاس اس عاجز کے بھی کہہ آن ہے
دیکھ لو یہ گو ہے یہ میدان ہے

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند
جو ردیف و قافیہ کیجے پسند

آپ کہکر مجھکو بھی فرمائیے
جسکو جی چاہے اُسے دکھلائیے

گھر مین نسخی کرنی کچھ رکھتی ہے مول
گٹھیا مین گڑ پھوڑنیسے کیا حصول

خوش نہین آتا تمھارا اعتذار
ورنہ کیا للکارون تم کو بار بار

اک غزل تم سے لڑا کر دیکھ لے
فہم کی میزان چڑھا کر دیکھ لے

فائدہ کیا کشتی ہر بار سے
بس ہے یک مشت نمون خروار سے

ہوگیا ظاہر جو کچھ تھا تم مین زور
مبتذل بندا در ایک عالم کے چور

جو تجھے دیوان آتا ہے نظر
جا بجا اوس مین کی سرخی دیکھکر

پوچھون ہون اسکے مصنف سے مین
اتنی سرخی کیون لکھی ہے اسمین تین

مجھ سے کہتا ہے وہ رو کر زار زار
کیان کرون اسکا بیان اے غمگسار

اک جوان کہنے لگا ہے اب سخن
ہے نئی ناگن وہ اور نینگی پھن

جب سے اوسکے ہاتھ ہے تیغ قلم
قتل معنی کا ہے میرے دمبدم

سرخی مت جان اسکو ہے تجھسے بعید
جا بجا ہے خون مضمون شہید

شاعری کے بیچ یہ نام آوری
میر و میرزا سے ہے بستر ہمسری

ہے جو وہ دیوان در جُز آپ کا
مانگنی کا عندلیب پر دور دور
سوجھی تو اسمین غزل ایسی نہین
سات بیتین جب اکیلے ہو کہو
گرد روغ اسمین کہا ہو مہربان
اب تلک حاضر ہے وہ جنگی غزل
گفتگو میری یہ بے دسواس ہے
معرکے مین یا مجھے بلوائیے
اعترض اسپر جو کچھ ہین مہربان
تو کدھر ہے ساقی پر بے خبر
کب تلک سوویگا اے خانہ خراب
بشنو از نے چون حکایت میکند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
سنتے ہین جسوقت میری آہ سرد
نکلے ہے میرے گلے سے جب صدا
رات کو جس بزم مین ہو نے نواز
جنکا ٹک میری صدا پر گوش ہے
میکدے مین ہے صدا مینا سے مے
کب کیلا اشک ریزان ہے کباب
میرے تن مین دم کی جا گہ آہ سرد
رکھتی ہے میری صدا ایسا تو زہر
اس اثر پر مجھکو فوقی بے اثر
بے اثر ہے میری آواز حزین
کیا کسی عاقل کا یہ مصرع ہے چست
اقربا میرے سے ہے جو یہ صدا
شکل آمد نامہ کے جس کو ن لکھا
تا کہ اسمین ہجم ہون اے شعور
چار بیتین جسمین طالب کی نہین
پانچ ہو وہن مبتذل بمعنی دو
کاٹیے تیغ قلم سے یہ زبان
مبتذل بے معنی بے ڈھنگی غزل
دستخط سے آپ کے مجھ پاس ہے
یا مجھے گھر آن کے سمجھائیے
ہو گئے آخر کی حکایت مین بیان
دیکھ آنکھین کھولکر ٹک تو ادھر
سن تو ٹک کیا کہتے ہین چنگ و رباب
وز جدائیہا شکایت میکند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
پھاڑ ڈالین ہین گریبان اہل درد
سنکے رو دیتے ہین کیا شاہ و گدا
شمع سان ہو استخوان تن گداز
ہے وہ پھر مدہوش یا بیہوش ہے
متصل روتا ہے سن آواز نے
دیدۂ پر آب ہے جام شراب
استخوان مین مغز کے بدلے ہے درد
سنکے جسکو چڑھتی ہے کالے کو لہر
جانتا ہے وائے اسکی فہم پر
کیا کہون مین آفرین صد آفرین
مردم اندر حسرت فہم درست
منھ لگاتے ہین اُسے شاہ و گدا

کچھ تکلف سے نہین یہ گفتگو — بزم مین حاضر ہے نیچہ دیکھ لو
کچھ نہ پایا بات کا مین اسکے بھید، — پڑ گئے غم سے مری چھاتی مین چھید
سنتے ہوئے حاضران بزم یار — ہو دے جو تم مین سے میرا غمگسار
یہ کہے اس شاعر بیدرد کو — پھینک جب سمجھے ہے آہ سرد کو
سن تو ٹک اے عار ڈہنگ شاعری — منھ سے تیرے دور رنگ شاعری
شعر کہنے کا یہی ہوتا ہے ڈھنگ — شعر کو بدنام مت کر اے دبنگ
اب او سے لازم ہے جو شاعر کہاے — ایک باسن مین نہ تیرے ساتھ کھاے
شعر لوچ اپنے باآواز حزین — بیٹھکر مجلس مین پڑھتے ہر کہین
سمجھیے نالے کو نے کے بے اثر — تو وہ ہے ایسی فراست کے اوپر
یا تو اپنی بات اب اثبات کر — یاوہ دونون جز تو میرے آگے دھر
شعر استادون کے سینہ سے نکال — پھر جو کچھ باقی رہے لے میرے لال
اسکے اوپر مشک بھر پانی پلا — نے نوازون کو بتاؤن خوب سا
کر رہی تھی نے غرض جوش وخروش — پر کہا آصبر نے اسکو خموش
ساقیا نے سے سنی تین گفتگو — یہ کسی دشمن کے دشمن پر نہو
کیا کہون تجھسے غرض اے نکتہ رس — بول کی ایسا ہے کچھ ظالم کہ بس
پر جو مجکو دے تو ساغر پے بہ پے — بھول جاوے تیرے ڈر سے حرف نے
تیز جب میری ہو مقراض زبان — تیغ سے گذرے زبان پہ الامان
ایک ہی پیالہ دیا ہے مجکو مین — دیکھ اب گل پھول کیا کاٹون ہو نہین
چل قلم جلدی سے خط مشک بو — یار کو میرے لکھ اس مضمون سے تو
آنکھ جبتک ہے تو خوش آتی ہے بھون — آنکھ ہی پھوٹی تو کب بھاتی ہے بھون
گرچہ الفت تھی ہمین نے سے تمام — ہم سنا کرتے تھے اسکو صبح و شام
سودا اب ایسی ہوئی ہے ناپسند — بس چلے تو کاٹین اسکے بند بند
بے اثر تم نے کہین اسکو لکھا — اسکے غمازون نے جا اس سے کہا
جسپہ وہ بے مغز کل میخانے مین — بوسے ایسا کچھ کہ کیا تم سے کہین
اس پہ نازل ہوے قہر ذو الجلال — یا تمھارے صبر کا پڑیو وبال

وہ جو کچھ کہتی ہے اے غیرت پناہ — سو تو کہہ سکتا نہین یہ روسیاہ
کسلیے مین آپ کا دشمن نہین — ہون بھی گر دشمن تو رو کمین تن نہین
شاید اُسکو سنکے تم کھا جاؤ زہر — یا مجھے مارو کٹارا ز روے قہر
تس سے کیا لازم جو کیجے سب بیان — پر غرض اسکی یہی ہے مہربان
میری تو اتنی موثر ہے صدا — سنکے رو دیوین جسے شاہ و گدا
کسلیے نامے کو میرے جد نہ تد — بے اثر باندھو ہو کچھ اسکی سند
یا تو اب اسکی سند مجھ تک لے آؤ — یا تم آگے شاعرون کے نے بجاؤ
پس قلم اتنا ہی لکھ چل ہو شتاب — دیکھیے اودھر سے کیا آوے جواب
ساقیا وہ مے جو تند و تیز ہو — دیکے مجکو سُن اودھر کی گفتگو
نامہ بر نے مجکو اودھر سے شتاب — لادیا ہے یہ جواب با صواب
پڑھکے خط کہنے لگے ہو کر غضب — بے اثر ہونے کا اُسکے ہے سبب
یہ کہو اوس لولی میخانہ سے — پوچھ جا کر عاقل و دیوانہ سے
بلبل آمل ہے فوقی کی مدد — ہر سخن کی پاس اسکے ہے سند
دیکھ لے آکر قوی ہے یہ دلیل — نے کو باندھا ہو ویگا خرطوم فیل
پیش پا افتادہ یہ تشبیہ ہے — سر سے لیکر تا قدم یک شکل نے
کہہ چکا اور پھر کہون بار دگر — ہاتھی کی آواز مین کیا ہے اثر
اسکی مین ٹٹین پر جو روتے ہین سدا — بھرتے ہے احمق ہو دینگے شاہ و گدا
مین ہمارے شعر پر تاثیر ریز — جوش ہر دل سے جنھون کا مثل خیز
چشم سے انکے ہو ادھر جنکا گوش — آدے قطرہ اشک کا طوفان بجوش
ہے اگر میرا تو سچ مچ آشنا — کہہ زبانی میری اُس قحبہ سے جا
شعر گرم اپنا مین صحرا مین پڑھون — ہے کہ اب سارا نیستان پھونک دون
خوب سا غصہ غرض کر وہ ہزبر — یہ کہا آخر کہ بس ہے میرا صبر
ساقیا اس مے سے اب ساغر تو بھر — کچھ نہو جس مین مروت کا اثر
دے تو اس مے سے مجھے دو چار جام — تا میان فوقی کو بھیجون یہ پیام
مطلع اول جو وہ جنگی غزل — رکھتی ہے سوا سین تو ایسا خلل

نے نے جسپر یہ کیا شور و فساد
جس سے آیا تھا چھٹی کا دودھ یاد
مطلع ثانی سو مالک اوسکا میر
جانتے ہین اسکو سب برنا و پیر
لیکن اسکا تان کرنا خوب تھا
میر کی بھی طبع کے مرغوب تھا
ہے دل پروانہ اوس سے باغ باغ
شمع کو روشن کیا لیکر چراغ
سات مین سے سمجھے تم دو کا حساب
پانچ جو باقی ہین دون اونکا جواب
تیسرا جو شعر ہے اوسکا یہ حال
جسکے معنی خلق سے دور از خیال
شعر یہ چوتھا سنو اے مہربان
جسکے معنی نظم کر لکھیے بیان

مضمون بیت فوقی

ہوے پہلے ہی قدم مسکن صنم
گر چلون تجھ کو سی جون نقش قدم
نقش پا کو چلنے سے تشبیہ کیا
وہ تو بے حس محض رہتا ہے سدا
گو اسے پڑھیے باداز حسن زین
لیکن اسکا سقم سب کے دلنشین
اس سوا معنی گر اس بندش مین ہین
عقل کل بھی وہ نہ سمجھے گا نہین
شعر دو اچھے ہین دیکھے کر کے غور
اس کا دعوی تم کرو یا کوئی اور
وہ جو مقطع ہے سو ایسا ہے لچر
نکتہ رس کہتے ہین جسکو دیکھکر
وہ جو نکتہ سر پہ رکھتی ہے خری
نیچے دیکھے ہو گئے شیر جری
سن چکے احوال سا تون شعر کا
اب کہو تم آپ یا بلغ العلے
کون اس میدان مین بکری کون شیر
بول اٹھیے جلدی سے کیجیے نہ دیر
لیکن اس جا گہ عبث ہے یہ سوال
ہے کرورون کو س یا نسے انفعال

قطعہ تاریخ ہجو شیخ صنعت اللہ کہ کتخدا شدہ بود

عروس شیخ سے پوچھا یہ ایک نے اہر لے
سبب یہ کیا ہو کہ دل تجھسی کا انکھون پہ چڑا
ہزار حیف کہ اے شمع محفل صلحا
کیا نکاح تو اُنسے جو ماٹی کے ہین تھوا

نہ ہنستی بولتی تو ہے نہ ہلتے ڈولتے ہین وہ پلنگ پہ یون رہو جیسے غلام کا ہو دوا
دیا جواب کہ اے بھڑوے خیر ہے تجھکو فرشتے نے مرے دامن کو آجتک نہ چھوا
سوا ایسے خرس سے مین بیاہ کرنے بیٹھونگی کہ جسکی داڑھی کا ہر بال جیسے ہودے سوا
جہان دھوے مری دائی نے ہاتھ بیٹھ کر دان مین کاڈن اسکے تئین صدقہ وہ کیا تھا موا
جو یون بھی گردش دوران سے ہو خدا کرے تو دو ہین ڈوب مرون جاکے دان جہان ہو کوا
مین پیرزادی کہ اسکی جہان مین ہون مشہور جو کہتی ہون اسے بھائی تو وہ کہے ہے لوا
سنی نہین تو مری اسکے وصل کی تاریخ کہی ہے آج کسی نے مرید شیخ ہوا

قطعہ خوش طبعانہ

دیکھ پلنگ اتیت قلندر رہین آپسمین تینون ایک ہجرا اچکا جہان مین بندر ہین آپسمین تینون ایک
منتر جنتر انکے کافر جادو مین سب پٹتے ہین گورکھ گوپی چھند مچھندر ہین آپسمین تینون ایک
ہوتے ہین گو نام جدا پر فرق نہین سر مو ان مین گدڑ ڈھینڈس اور چقندر ہین آپسمین تینون ایک
کس سے کہیے خباثت انکی ظاہر ہے سب عالم پر لوطی اور لوند قلندر ہین آپسمین تینون ایک

قطعہ بطریق طنز شاعری گفتہ

یہ وقت صبح مری بلبل طبیعت سے ہر ایک مرغ چمن آن کر لگا کہنے
تری ہی جنس کا گلشن مین ایک طائر اور ترے ترانہ کو نوع دگر لگا کہنے
کہا یہ سنتے تری دوستی سے اسکے تئین یہ اسکے حق مین تو اے بیخبر لگا کہنے
جو گلستان جہان مین ہو آسمان پرواز تو اسکے حق مین یہ بے بال و پر لگا کہنے
دیا جواب جو مینے بھی بد کہا تو کہا اب اسکا نالہ جہان بے اثر لگا کہنے
مین اسکے نالہ کو بدگاہ گاہ کہتا ہون ہر ایک بد اسے شام و سحر لگا کہنے
کہا یہ سنکے مری بلبل طبیعت نے برا مجھے وہ اگر سر بسر لگا کہنے
برا نہ مانون مین اس سے کہ اپنی موجب عقل بھلا برا وہ مرے حق مین گر لگا کہنے

یہ مجکو خوب ہے وہ میرے ہی ترانہ کو — بچشم فہم اگر کر نظر لگا کہنے
وگر نہین اُسے بہرہ ترانہ سنجی سے — ترانہ سنج اُسے بد بہشتر لگا کہنے
اگر گہر کو کسی کے خزف کسو نے کہا — تو عالم اُسکے تئین بد گہر لگا کہنے
خزف خزف ہی گہر ہے گہر مجھے کیا کام — خزف گوا اپنے جو کوئی گہر لگا کہنے
ہنر سے بے ہنری کو جو کوئی دے نسبت — اُسیکو اہل ہنر بے ہنر لگا کہنے
غرض کہ مین تو وہ طائر ہون یا حسد لسے — مرے ترانہ کو دل شغر تر لگا کہنے
ہزار طرح کا پدا مرے تئین سن سن — جہان کے باغ مین بلبل کا گھر لگا کہنے

قطعہ دربیان پہرہ

کیا یہ پہرہ ہے کہ ہے سارا جہان پہرے مین — بے خطا پیر سے لے تا بجوان پہرے مین
دخل کیا عقل یہان آکے کہان ہوش کو بار — کبھو آدین تو پڑین وہم وگمان پہرے مین
اس زمانے کا جو دیکھا تو ہے اُلٹا انصاف — گرگ آزاد رہین اور رہون شبان پہرے مین
سب جگہ قید گنہگار یہ ہوتی ہے وے — بے گناہون کے تئین دیکھا یہان پہرے مین
ہاتھ خالی پڑے پھرتے ہین سپاہی بیکار — ڈھال تلوار گرد تیر و کمان پہرے مین
کیا کرین بیٹھین نہ بے مارے وے ہاتھ پہ ہاتھ — جا بجا بند ہے بازار دکان پہرے مین
بیم و امید سے ہوا اہل تجارت فارغ — پڑ گئے ایک جگہ سود و زیان پہرے مین
نہین مقدور کوئی کھائی سے باہر نکلے — بسکہ ہے شہر کا ہر خرد و کلان پہرے مین
الغرض جو کوئی اسوقت مین ٹک دوڑ چلا — اسکے حق مین ہے یہی حکم کہ ہان پہرے مین

آگے اب بولنا کچھ خوب نہین ہے سودا
کہ یہان بولتے پڑتی ہے زبان پہرے مین

قطعہ ہجو عامل خیرآباد

حضور مین جو کوئی ہے مقرب الخاقان — کرے ہے لطف و کرم مجھ پہ وہ بہر عنوان

کوئی قلم سے کوئی ہاتھ سے کوئی بزبان — مین چاہتا ہون تری ذات سے یہی احسان
خدا کے واسطے ہاہا جکی جکی اے خان — مرا بخیر تو امید نیست شر مرسان

قطعہ ہجو معہ تاریخ

جس بزرگی سے وہ گئے یان سے — ماجرا اُس کا مجھ سے مت پوچھ
کیا کہون مین غرض خدا نہ کرے — ایسی غیرت کسی بشر کو ہو
جومین اپنے قدم کو اُس گھر سے — رکھا باہر برابر سر ہو
یون ہوئی اہل آسمان سے ندا — جتنے ساکن زمین کے تھے اُنکو
جائے لاحول اب ہے یہ تاریخ — دفع کرنے کو اُسکے پڑھنے کو
ہو کے بے آبرو لعین ابلیس — آج نکلا بہشت سے یارو

قطعہ ہجو مرزا فاخر مکین

مین ایک فارسی دان سے کہا کہ اب مجکو — ہوئی ہے ہند مین اشعار فرس ہر نشین
جو آپ کیجئے صلاح شعر کی میرے — نہ پایئے غلطی تو محاورہ مین کہین
ہے اور زیر فلک ذات میرزا فاخر — سلامت اُنکو رکھے حق سدا بروے زمین
سو کب انھونکو ہے صلاح کا کسو کو دماغ — قبول کب کرے اُنکی متانت و تمکین
کہا یہ بعد تامل کے وون جواب سنکے — جو میری بات کا اے یار تجکو ہووے یقین
جو چاہے یہ کہ کہے ہند کا زبان دان شعر — تو بہتر اُسکے لیے ریختہ کا ہے آئین
وگرنہ کہکے وہ کیون شعر فارسی ناحق — ہمیشہ فارسی دان کا ہو مورد نفرین
کوئی زبان ہو لازم ہے خوبی مضمون — زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہین
اگر فہیم ہے تو چشم دل سے کر تو نظر — زبان کا مرتبہ سعدی سے لیکے تا بحزین
کہان تلک اُنکی زبان تو درست بولیگا — زبان اپنی مین تو باندھ معنی رنگین
دیار ہند مین دو چار ایسے ہو گذرے — جنھون نے باز رکھا مضحکے سے اپنے تئین

چنانچہ خسرو و فیضی و آرزو و قتیل | سخن انھون کا مغل کے ہے قابل تحسین
سوائے اُنکے کوئی اور بھی ہو پر شاعر | سواد ہند مین وہ ہی تھے بامزہ نمکین

قطعہ در شکست نواب ضابطہ خان

کھیت رہنے سے یارو حافظ کے | قوم افغان کا رہگیا تھا بھرم
ضابطہ خان نے لڑا نجف خان سے | نہ رکھا کچھ سپہ گری کا دھرم
تھا تو تتا ولے نہ دیکھا تھا | کچھ زمانے کا اسنے سرد و گرم
طاقت رزم گر نہ تھی اُسکو | توڑ کرتا حریف سے آزرم
آتش تیغ سے جگر اُس کا | ہو گیا مثل موم تفتہ نرم
شیر میدان سے آخرش بھاگا | منڈھ کے روبہ کا اپنے منھ پر چرم
تب بڑے پیر نے کہی تاریخ | غوث گڈھ سے گیا وہ کھو کر شرم

قطعہ ہجو

لے کے جب تجھ سے وزارت جب | عالی گوہر کو شاہ شاہان دے
پھر تاریخ عزل و نصب اُسکے | یہ سمجھ کیون نہ فیض یزدان دے
خان خانان کے بیل سے لیکر | شتر کے نیچے کو قلمدان دے

قطعہ در ہجو مرغ سبزواری

نہین کلنگ مین جس آگے سبزواری کے | جو میرے پاس ہو تو مین بکاؤن پھر ہنڈا
لڑائی مین بھی اسی کو ہوا ہے یہ فوقیت | کہ اسکا بچہ ہے جنگی اور اُسکا ہے انڈا



مخمس در ہجو شیخ جی

سنتی ہے اے دولھن یہ ترا کیا سبھاؤ ہے
یون کہدے اپنے باپ سے اسوقت داؤ ہے
بابل بساطیون کے نگر کا تو راد ہے
نوشہ مرے کو آرسی مصحف کا چاؤ ہے
عینک بھی جوڑے ساتھ منگاتے ہین شیخ جی

دولھن شتاب آکے پہونچ اب نکر تو ڈھیل
سر پہ نہین ہو آنکھو نہین شہ کے ڈھلا ہے پیل
باقی نہین کچھ اُنمین فقط ہاڑ ہے اصیل
چوکی وے اُنکی پیٹھ کے کہتا ہے بان کیل
طمہ ابھی اُسیکا ہو جاتے ہین شیخ جی

پھولون کے بدلے پاتون سی شہ کے سنڈھی کو چھاؤ
شربت نہ دو پیالون مین پھولون سے اب جاؤ
دیکر جریدتین بغل مین اُٹھا بٹھاؤ
ملقین بہ جاے عقد پڑھو متصل ہلاؤ
جاگے مین اونگھنے نیند کے ماتے ہین شیخ جی

نائن کہے کہ شرم سے دولھا ہے سرنگون
اب کیونکہ تیل روے مقدس کو مین ملون
شانہ کرون مین ریش کو یا وسمہ سے رنگون
جی کی امان پاؤن تو اک بات مین کہون
منہ کو کلنک اپنے لگاتے ہین شیخ جی

القصہ شیخ جی کی جو حرمت خدا الگواے
بارہ برس کی چھوکری باجن بجاتے لاے
آئے دولھن کے گھر سے جو مقنع مین منہ چھپاے
جیسا ہمارے شیخ کو خاطر مین وہ نہ لاے
اپنے لیے کو تیسا ہی پاتے ہین شیخ جی

تھے بسکہ شیخ جی بات سے دنیا کے پاک و صاف
مسواک لیکے جورو سے کرنے لگے زفاف
چوٹی سے اپنی کھول کے اُن نے وہین موباف
مشکین جکڑ اُنہون کی کہا کیجیے معاف
مجھکو تو کچھ ولی نظر آتے ہین شیخ جی

لایا غضب مین شیخ کو جورو کا بند دست
مشکین تڑا کے بچ گئے جورو سے کرکے جست
بال اُسکے اُنکے ہاتھ تھے ریش اُنکی اُسکے بست
عہدہ سپید برشہ آئے تھے ازبس ضعیف و پست
پاپوشین تب جورو کی کھاتے ہین شیخ جی

جورو سے شیخ جی کو یہ صحبت ہے اب مدام
جھگڑا و مسخرا و جھنڈر رہے ان کا نام

خلوت میں جب بلاتے ہیں اُسکو بوقت شام
دیتی ہے تب وہ بھیج کے لوگوں سے یہ پیام
بیٹی کو اپنی کیوں یہ بلاتے ہیں شیخ جی

دہشت سے گھر میں جورو کے انکا ہے ایسا ڈول
بے رخصت اُسکے تک یہ ہلیں گر بلائے بول
مکتب میں جیسے طفل کو آخوند سے ہو ہول
ایسی ہی ایک آن کے سر پر چڑھے ہے ڈھول
تحت الثریٰ کو پھر چلے جاتے ہیں شیخ جی

یہ تو ہیں بوڑھے خرس وہ ہے شوخ اچپلی
انکو تو جانتی ہے کہ ہیں شیخوں میں دلی
ماری کبھو تو دھول کبھی داڑھی نوچ لی
کھلتی ہے اُنکے جورو کی تب اسطرح کلی
پھولے نہیں بدن میں سماتے ہیں شیخ جی

جب دیکھتی ہے وہ کہ ہے برسات کی ہوا
آتی ہے اُنکے پاس لیے تیل اور توا
دس بیس دن جھڑی کو ہوئے مینھ نہیں کھلا
کہتی ہے یہ نہ مانیے گا آپ اب برا
ہم تم کو شیخ ڈونڈ بناتے ہیں شیخ جی

جب گھنگروں پہنکے چلے ہے مٹک کے چال
عمامہ سر سے پھینک کے ہو جاتے ہیں نڈھال
آتا ہے شیخ جی کے تئیں اُس صدا پہ حال
تب مہربانگی سے یہ کہتی ہے وہ چھنال
اب ہمکو اپنی چاہ جتاتے ہیں شیخ جی

ایک روز شیخ جی کو جورو سے جا اڑے
اب بس ڈپٹی رکھو کہیں جی کا نہ گر پڑے
کہنے لگی کہ تم ہو بڑوں کے مرے بڑے
ڈرتا نہیں ہے مجھسے تو اے ٹھرڈے نکمٹھڑے
کہدوں ابھی وہ اسے ستاتے ہیں شیخ جی

ایسی ہے بے ادب نہ خدا سے بھی وہ ڈرے
شانہ کو اُنکے داڑھی کے بے بال نہیں کرے
آ کر کے شیخ جی کے مصلے پہ ہگ نہ مرے
یارب کہیں چھنال شتابی سے یہ مرے
ورنہ ہمارے ہاتھ سے جاتے ہیں شیخ جی

جورو کہے ہے شیخ سے اے شیخ تم سنو
میں جانتی ہوں تمکو کہ تم فیلسوف ہو
تھوڑے کو تمنے دی ہے دغا چپکے پورے ہو
سودا زیادہ کیا کہوں ہے بات گو مگو
جیسے ہیں ویسی جوتیاں کھاتے ہیں شیخ جی

مخمس در ہجو

جون گھٹا شادی اُٹھی ہے تری گنگھور بنے
منھدی دولھن کی تو ساچق ہے تری او بنے
رات دن رنگ مین رہتا ہے تو شرابور بنے
عرش تک بیاہ کا پہونچا ہے ترے شور بنے
کہتے ہین حور و ملک شیخ جی تم زور بنے

پیرزادی سے تم اپنی بدعا پیش آئے
ملا اک کرکے جوان دام مین اپنے لائے
نام سے اور کی نسبت کے رقعے بھجوائے
صورت نحس جب اپنی تم اسے دکھلائے
بولی سر پیٹ کے وہ ہاے تری گور بنے

سُہلے یہ ڈومنیان گاتی ہین لیکر جب ڈھول
شیخ جی تم بھی سمجھتے ہو کچھ اُن سہاونکے بول
مسخرا بوجھ مجھین کہتے ہین ازراہ ٹھٹھول
دیکھی بنری نے جو لٹو سی بڑی پگڑی گول
جون چلتی پھرتی ہے اب جھپیہ ہوئی ڈور بنے

بنری کہتی ہے تجکو مین چاہون سو کیا
داڑھی ایسی ہے تری جیسے ردلی کا گالا
اسکو ٹوا کے لتا چرخے مین ڈوری بٹوا
ہاتھ سے سات سہاگن کے ابھی بٹوا لا
واسطے میرے میانے سے کے لو اک تو بنے

ہم تو کہتے تھے اگر تیرے گھر آویگی دُلھن
گئی دن چاہ سے تجھے اپنی جتاویگی دُلھن
لیک جب تیرے تئین ساتھ سلاویگی دُلھن
انگلیون پر تجھے اسطرح نچاوے گی دُلھن
جسطرح ناچے ہے سر منڈلی او پر مور بنے

زن مریدی کا دکھ اس عمر مین ہے یون بھرنا
پیر سے آپ کو جون پیر کا گھوڑا کرنا
بیاہ کے روز یہ عمامہ سر اوپر دھرنا
زین پر جہکی گردن تری جھک کر مرنا
شکل خوگیر ہے داڑھی تری چہ گور بنے

کہتی ہین پاس ترے بیٹھی ہوئی سمدھنیان
داڑھی کہتی ہے تری شانہ کھریرا ہے میان
عیب شرعی ترے پانچون نہین عالم پہ نہان
دی ہو اندھیاری تری آنکھ پہ مقنع ہے کہان
نہین یہ ہار گلے بیچ ہے گل خور بنے

کاٹے ہے زہر کو ایسا ہی تو ہے دندان گیر
کہنہ لنگی سے کیا گو شتر عرات مین سپیر

کمری ہے یہ کہ کبھو اُٹھ نہ سکے چھوڑ حصیر
مارے کم خوری کے کھاتا نہین کچھ غیر از شیر
ریش پہ ہے تجھکو رتو ندا مرے شبکور بنے

سہرا جب منھ پہ ترے دیکھنے بازار لگا
لوگون کی چشم گمان مین تو طرحدار لگا
پان کیون بی بی سے کھانیکو تو ہر بار لگا
کوچی کرنے سے ترے آگے ہے انبار لگا
بوڑھے گھوڑے لی نہین تھان پہ آخور بنے

کام کا دیو تری پیٹھ پہ جب دم لاگا
مارے مستی کے نہ سوجھا تجھے پیچھا آگا
جا پڑا ابنری پہ تو بہن کے سو ہا باگا
چھانٹی جب اُن نے دولتی تو پھر ایسا بھاگا
جتنا تھا بھانہ تھنبا اے مرے منھ زور بنے

تجکو حجلہ مین جو دولھن سے ہو منت داری
خانقہ بیچ نہ تھی وقت دعا یہ زاری
عیش کی رات تری کٹتی ہو جب یون ساری
کہنے لگتی ہے دلھن دیکھے تجھے چمکاری
چل لے اٹھ پڑھ لے نماز اب کہ ہوئی بھور بنے

شیخ تم گھر سے چلے خلعت شادی جو پہن
باندھکر سہرے کو تقیش کے عمامے پر
یون مریدون نے کہا پیٹ کے تب اپنا سر
ہمنے کیا پیر بنایا تھا بڑا خرچ کے زر
آگے تم چھو سے لگے تجھ سے کے جیان جور بنے

معتقد منھ پہ ترے کہتے ہین یون حرف قبیح
لاغری تجکو عبادت سے نہین ہے یہ صریح
فکر تسخیر مین جورو کے ہوا ہے تشریح
ہاتھ پہ تین پہ پڑھے اسم سوائے تسبیح
انگلیون کی بھی تری گھس گئی ہر پور بنے

کوئی کہتا ہے کہ گھس آگے سے نیچے کے ڈالو
کوئی کہتا ہے کہ بوڑھا ہے کھلی کوٹ کے دو
بغلون مین ہاتھ مریدون نے دیے ہین کہ اُٹھو
اب جو یان بیٹھے ہو کچھ اور بنا چاہتے ہو
پیر سے گھوڑے بنے گھوڑے سے اب ڈھور بنے

تین جو کہتا ہے کہ میرے یہ بنی بیاہی ہے
تخت کی رات سلیمان کی تجھے شاہی ہے
سنکے اس حرف کو سودا نے کہا واہی ہے
زور اور ظلم نہین عقل کی کوتاہی ہے
دیکھ دیکھ ہنستے ہین سبھ تجکو ملخ و مور بنے

مخمّس در ہجو

کامل فن سخن کہتے ہین اسکو اکمل
پرورش لفظ کی منظور ہو جسکو اوّل
پر نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کر دے مہمل
اعتقاد انکا ہے یون وہ جو کئی ہین اجہل
سو نہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط پہ ایراد یہ کرتے نہ ڈرین
اپنے دیوان مین اس شعر کو پڑھ پڑھ کے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جسمین بھرین
چشم کو آہو سے بن شاخ پہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش باباجی سنی ہے کوئی قسم انگور
شانہ و وسمہ بن اسکا وہ نہ لاوین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور
لف و نشر انکو مرتب جو ہو کرنا منظور
رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

لفظون سے انکے یعنی نہون مفہوم کہین
آفرین کرتے نہین وقفہ ہو تو ہون چین بجبین
گو رعرفی سے طلب کرتے ہین جا کر تحسین
زلف و عارض کے جو سامان کرین یہ تضمین
شب شود نیم رخ و روز شود مستقبل

ہو عبارت مین کہین انکے جو لفظ در گوش
آستین لا کے نکالین ہین یہ تجنیس سر گوش
معنی پوچھو تو یہ جھنجھلائین کہ محفل ہے خموش
پاوے مطلب نہ کبھی مدرکہ صاحب ہوش
لفظ لفظ انکا اگر ڈھونڈھئے وہ لیکر مشعل

یان تلک پاک نہین ماہ کے گر ساتھ ہو شہر
زلف کے واسطے بندھ جاے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گر ہووے تو ہو گردش دہر
نہ تلاش انکے سخن کا سا کہ جسمین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

عالم ربط مین تھا انکے تو میرا یہ معاش
جاے دشنام کہا شعر سن انکا شاباش
لیکن اب کیونکہ اٹھونگا نہ کردن پردہ فاش
مبتذل کرنے کو جب ریختہ میرا ابتلاش
باندھین اس فارسی مین وہ جو نہو مستعمل

مخمس در ہجو میر علی ہاتف شاعر بموجب استدعای حکیم آفتاب کہ ہجو حکیم مذکور گفتہ بود

آنی کہ طرز فتنہ تو ایجاد کردہ
گویا زبان ہرزہ غن دحنا کردہ
۱۰ چندین خلل بمعنے دلشاد کردہ
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ
وز کین جہاں درین ستم آباد کردہ

جسکی زبان نے ہجو کی سادات کی قبول
اسکو تو فن شعر کے بتلا دیے اصول
اس سے زیادہ کیا کہوں میں تجکو اے جہول
در طعنت این بس است کہ با عترت رسول
بیداد کرد خصم تو امداد کردہ

ہاتف کی لغویات کو اے دل نہ دیکھ رہ
جلدی جلا دے اسکی وہ ابیات کہکے سن
پوچھے اگر وہ کیا مری تقصیر تو یہ کہہ
اے زادہ زیاد نہ کردست ہیچ گہ
مزد و این عمل کہ تو شداد کردہ

ہرگاہ کش کا جب بہ بدی ذکر منع ہو
کیجے انھوں کی ہجو کہ آل نبی ہیں جو
تقصیر کیا کہوں میں تری اے سیاہ رو
با دشمنان دین نہ توان کرد آنچہ تو
با مصطفے و حیدر و اولاد کردہ

کیونکر نہو تو آل نبی کا عدوے جان
اسکا خلف ہے تو جسے کہتے ہیں مردمان
لعنت خدا کی بھڑوے لقا اس منہ پہ قلتبان
حلقے کہ سودہ لعل لب خود نبی بر آن
آزردہ اش ز خنجر بیداد کردہ

اکدم ترے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین
دار الامارۃ آ کے یہ کہتی تھی دن و رین
پھٹکار تجھپہ واجب و لعنت ہے فرض عین
کام یزید دادہ از کشتن حسین
بنگر کرا بہ قتل کہ دل شاد کردہ

نانا ترے نے پا کے جب اہل حرم پہ دست
یوں کربلا کے بن سے پھرا جوں شتر ہو مست
ہر اک نے اس لعین سے کہا اے ستم پرست
بھر خسے کہ خار درخت شقاوت است

در باغ دین چه باگل و شمشاد کرده

ہوگا فرشتگان معذب کا جب ورود   جتنا کہیگا تو کہ میں شیعہ ہوں اے یہود
دینگے وہ یہ جواب بجا کرتے عمود   چندین ز شیعه بودنت اے قلتبان چه سود

آخر عمل به سنت اجداد کرده

لعنت بڑوں کو اپنے جو کرتا ہے اے لعین   ہے مومنوں کی سب یہ خوشامد نہ پاس دین
ایمان ہو ترے تو نہ سادات سے ہو کین   از زادہاے طبع تو معلوم شد چنین

دنیا و دین تو ہر دو بر افتاد کرده

جیسی یہ ہجو تو نے کی باللہ کار زشت   شاعر چھپٹ اسکا شعر نہ دیکھا میں نادرست
پر یہ کہونگا خواہ تو کہ سخت خواہ سست   آن بیت چارپارہ ات البتہ نیست چست

کان را ز بس حوالۂ استاد کرده

موزون خرد سالی میں تین شعر جو کہا   جا کر قشون شاہ میں اصلاح کو دیا
واں جس مغل نے بیت کا مضمون لیا   چشمک زد آن قشونی و گفتا بیا بیا

من ہم بہ تمیش کہ چہ ارشاد کرده

یاں تک ہوئی ہی صرف مغل تری زباں   بولے تو سوم شام کو اور جوں محل جاں
پچہتر ہے والدہ تری والد پہاڑ خاں   آقا بمرگ من تو ازین ہر دو صاحبان

این لہجه را بگو کہ ز استاد کرده

شیرازی تھا نہ باپ ترا اور نہ آملی   وہ خرس گر مغل کوئی ہوگا تو کابلی
کنان کو کو نون کہنے یہ تیری زبان کھلی   ہرگز کسے نگویدت آقا علی قلی

زین گفتگو عبث دل خود شاد کرده

جس پر ہے تجھکو ناز نہ وہ مال ہے نہ زور   جز یہ کہ چند شعر تو شاعر سے اسکا چور
کہیے جو اسکا حال تو کرنے لگے تو شور   مطلع مشابہ ست با بروے چشم کور

بر حسن مطلعش تو اگر صاد کرده

وہ دن گئے جو ہر کوئی کہتا تھا آپ کو   دیتے نہیں ہو بوسہ تو گالی ہی ایک دو
غصہ سے اب کہو جسے پھر یوں کہیگا وہ   آئینہ را ببین و بریش خودت بگو

حرفی کہ از غضب بمن ارشاد کرده

پوچھے اگر تو ہوکے تنجم سے ہمنشین — طالع مین ہے مرے کہ بساؤن نگر کہین
دیکھ ہاتھ وہ ترا تو کہے کچھ عجب نہین — بادردمند دل شدہ چندان تو بیش ازین
گنج خرابۂ کہن آباد کردہ

جب معلمون کو باپ ترا منع کر تھکا — سمجھا کہ اس شکر سے نہو یہ مگس جدا
جھنجھلا کے اُس غریب نے تب تجھسے یون کہا — آخر بگو نہ اے پسر این وضع تا کجا
کون را گرد کا نچۂ قباد کردہ

میدان مین ہگ بھرے تھا تو بھڑوے ندیدہ تیغ — قالب تہی کرے تھا بہ تن نارسیدہ تیغ
کرتا تھا غش تو دیکھے تھا جب خون چکیدہ تیغ — تا لضعف کیرپشہ ز دستت بریدہ تیغ
فی الفور قصد رستم و بہلاد کردہ

کم ظرف کس قدر ہے تو اے بھڑوے حیلہ جو — مارے اگر پسیش تو لگے کہنے آپ کو
ہین وہ سپاہی ہون اڑدن رستم سے دوبدو — در بیشہ ات گزید دراشناے گفتگو
شاعر شدی و مرثیہ ایجاد کردہ

مرکب نہین ہے اسپ ترا بلکہ ہے وہ مشک — بے آب یون رہے ہے وہ جون سوکھتی ہو مشک
کھینچو تو ڈول ہے وہ جو چاہو چڑھو تو مشک — در گرم گردنش چہ نفس سوختی چو مشک
خر کرۂ را تو کورۂ حداد کردہ

اے زنجلب جو پوچھے ہے سودا سے حرف راست — کتون سے اب چٹائے تجھ منہ کو ملکے ماست
پھر گُہ جو کھایا تو نے نہوا اسکی باز خواست — مانند شمع سوختن و کشتنت رواست
ممدوح خلق را تو بذم یاد کردہ

مسدس در ہجو مرزا علی

اک قصہ مین سنا تھا مردم سے یہ قضا را — بیت الخلا گیا تھا مرزا علی بچارا
ناگاہ کھڈی اوپر گیدڑ نے جا پچھاڑا — تب رو کے اُس جگہ پر لونڈی کے تئین پکارا
دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

وہ دوڑ کر بچاری بیت الخلا تک آگر
اک مار گوز تو بھی شاید یہ بھاگے گیدڑ
پھر کہتی ہوئی بھاگی اس بات کو بنا کر
جب آ سمجھ یہ اُسنے یاد کی کہ آہ بھر کر

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

یہ بات سنکے اسکی جورو وہان سے بولی
نامرد جیز ہے تو رکھ اپنے گھر مین لولی
رہنے کی ہون نہین مین ہونی تھی سو ہولی
تب نوچ داڑھی اُن نے یہ بات لب سے کھولی

در کوے نیکنامی مارا گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

مخمس در ہجو کشمیری

عجب ہے بیحیا آفاق مین یہ قوم کشمیری
کرین ہین یہ غصب منصب سادات کی میری
کہ لائق ہجو یہ ہین اہل خطہ قابل اسیری
محمد مصطفےٰ کو اس لیے ہے اُنسے دلگیری
اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

کرین ظاہر من حیدر مصطفےٰ کی یہ ثنا خوانی
قیامت ہے کہ ہو وین سیدونکے دشمن جانی
خدا کی ہر گھڑی طاعت مین رکھین اپنی پیشانی
زہے ایمان انکا اور زہے انکی مسلمانی
اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

اب ان کشمیریون مین جو کہ اب علماے دین ہینگے
اشد بیرحم ظالم نزد رب العالمین ہینگے
سمجھتے ہین وہ اپنے تئین جو کچھ سینکے ہمین ہینگے
خدا عالم ہے سب موذی ہین مار آستین ہینگے
اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

کمائی واسطے کیا سخرون نے جال ہے ڈالا
سبھی مکار ہین انکے لگا ادنی سے تا اعلا
بھلا نادان انکے پیشانی کو سارا کر دیا کالا
ندان اپنا خلائق مین انھون نے نام یہ ڈالا
اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

سمائی ہے یہ انکے دل مین یارو اب ریاکاری
بجاوے گی وہان محشر مین انکی بیش مکاری
خدع سے مکر سے کرتے رہینگے گریہ و زاری
نہین دیکھے نڈر ایسے کرین جو حق سے عیاری

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

جو انہیں اب بڑا عالم بہت اچھا حصل ہیگا
یہ ڈالا سید و نکے حق میں سب اسکا خلل ہیگا
وہ اسکا علم گر دیکھو تو سارا بے عمل ہیگا
زیادہ سب سے ناصب اور ظالم بے بدل ہیگا

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

خدا کیواسطے دیکھو تو کیا انکی تفاوت ہے
نہیں سمجھے ہیں مطلق حشر میں انکی قیامت ہے
نبی کی آل سے بغض و حسد ہے یہ عداوت ہے
بھلا کیونکر نہیں ایمان میں انکے تفاوت ہے

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

نعوذ باللہ یہ کہ حق سادات کا یوں پر بلا کھاویں
مگر اسواسطے تا یہ ہمارے ہاتھ میں آویں
جو دیویں نذر سید کو کوئی تو اسکو پھیر وا دیں
جنھوں نے انکو پہچانا زبان پر اپنی یہ لاویں

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

نہیں ہرگز سمجھتے حق کو یہ مرغوب ناحق ہیں
انھیں مطلب نہیں ایمان سے یہ رہتے شائق ہیں
ہر اک پیشے کسب میں خوب ماہر اور فائق ہیں
جو لائق ہیں یہ موذی تو اسی کے اب یہ لائق ہیں

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

جو انکو کام بھی کچھ ہے تو اپنے پیٹ بھرنے سے
پڑے پھینکے اٹل ہو پھرے پھانسے گھر میں اپنے ذکر سے
نہیں مطلق غرض ہے سید و نکے بھوکے مرنے سے
وہ غیرت رکھتے ہو وین تو مریں اس نام دھرنے سے

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

نہ اپنے بد عمل کی یہ ذرا تقصیر کو جانے
نہ پیغمبر کو جانے اور نہ سید میر کو جانے
نہ یہ روز جزا کی مسخرے تعزیر کو جانے
یہ وہ بے پیر ہیں کچھ نہ اپنے پیر کو جانے

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

نہ یہ قائل قیامت سے نہ میزان عدالت سے
نہ تو شیر خدا حیدر رشہ دین کی امامت سے
نہ اس اللہ واحد سے نہ احمد کی رسالت سے
ہوئے مشہور یوں عالم میں اپنی حماقت سے

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

نہ یہ ہرگز اصول دین فروع دین سے واقف
نہ سمجھیں یہ آل طٰہٰ اور یٰسین سے واقف
نہ تو اثنا عشر کے مطلقاً آئین سے واقف
جو واقف ہیں تو یہ اس خلق کی نفرین سے واقف

اگر قحط الرجال افتد ازینها انس کم گیری

خصوصاً اسنے یانہین جو وہ مرزا علی ہیگا
زبس کی غاصبیِ حق آلِ احمد کیا شقی ہیگا
جہان کے اہلِ خطہ کو جو پوچھو تو وہ جی ہیگا
کہون کیا مین غرض اُسکو بڑا وہ آدمی ہیگا

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

دوم مرزا سعادت پادشہ سب کا کھاتا ہے
جو جانے خمس کو سید تو پھر اُسکو دھرا تا ہے
وہ غاصب حق جدا سادات کا سب آپ کھاتا ہے
وہ یہ کہتا ہوا دلگیر اپنے گھر پھر آتا ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

جہان ایسے ہی یارو دشمنِ آلِ عبا ہو وین
اور اپنا پیٹ بھر نعمت سے گھر مین چین سے سو وین
محبت مین وہ اُس دنیا کے دین کی عاقبت کھو وین
تو یہ کر بین سید کیون نہ آنکی جان کو رو وین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

انھین ابلیس نے اے مومنو گھوڑا بنایا ہے
کہ اپنی راہ مین سب اہلِ خطہ کو لگایا ہے
اور ان پر اپنا آسن جیسا ورقائم جمایا ہے
یہان ہر ایک کو لاکر کے یہ مصرع بتایا ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

یہ انسے کیا کہون بدنام ہین کیسے زمین اوپر
یہودی اور نصاریٰ سے لگا سب مشرکین اوپر
بدی ثابت ہے انکی اب جہانکے اہلِ دین اوپر
کہین ہین طائران قدسیان عرش برین اوپر

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

بہت سید بچارے یہ انھین تلقین کرتے ہین
غرض وہ حیدرِ کرار کو غمگین کرتے ہین
جو تم یہ کام کرتے ہو نہین بے دین کہتا ہین
تو یون چھوٹے بڑے اُنکے تئین نفرین کرتا ہین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

در ہجو بخیل

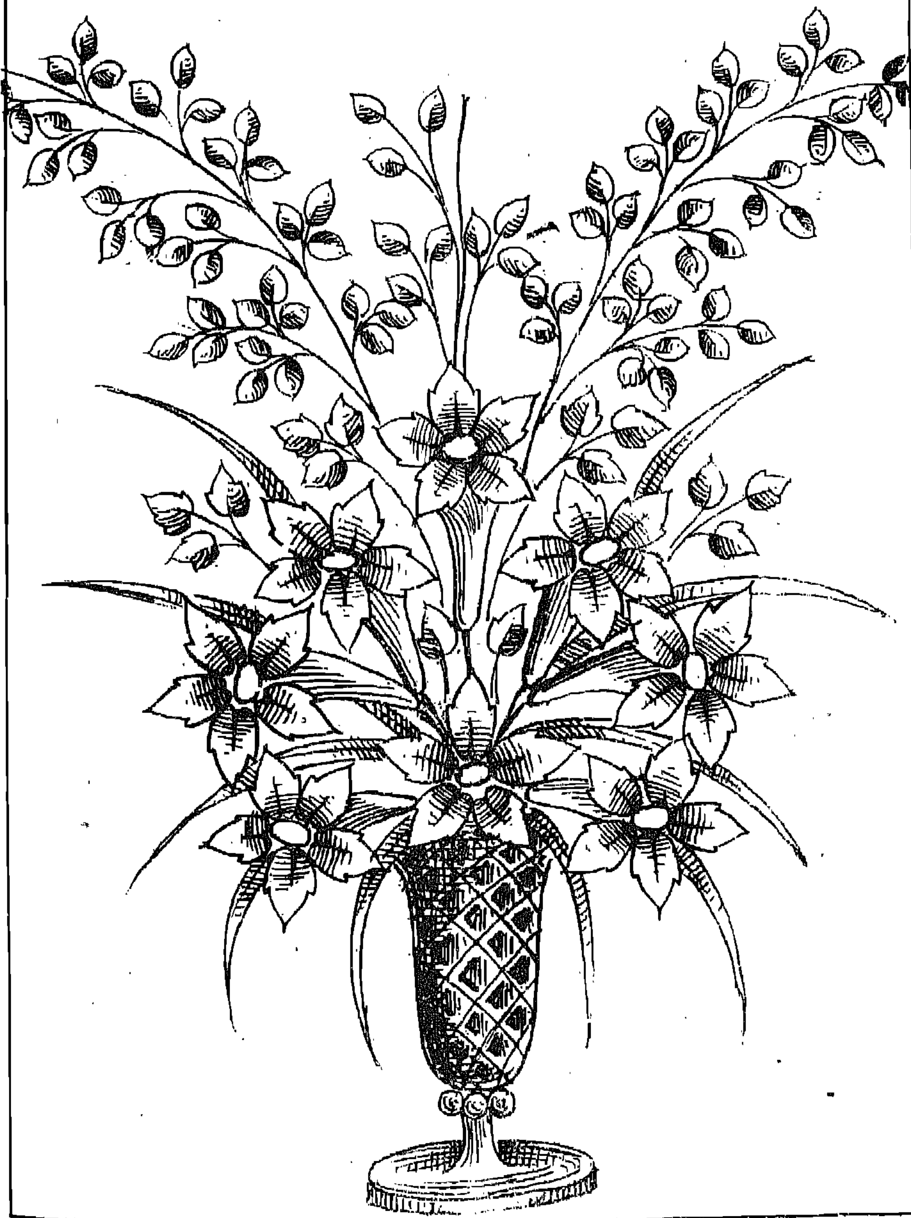
وہ ہے سب بخیلون کا جو افتخار
یہ لازم ہے تجکو مری بیٹ مار
کہا مین یہ اُس سے سُن لے تو چمار
نہو وے یہ مشہور یون شہر دیار

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار

نہ کھلوا مرا بے حیا تو دہن
تجھے چھوڑنا پھر پڑے گا وطن

ترے حق مین بہتر یہی ہی سخن
جو بولین گے اسوقت یہ مرد و زن

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار



تضمین و گرہ بند

مخمس اوّل

چکارہ گران امورون کا تھا مین بیچارا | کہ بھٹکون دشت مین یا کوہ پر پھرون مارا
نہ عشق لیلی و شیرین سے ہون مین آوارا | صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

اثر یہ نالے کے اپنے ہے اعتقاد اے گل | جو تو سنے تو برآوے مری مراد اے گل
ولے نصیب جو تو نے کیا نہ یاد اے گل | غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل
کہ پرسشی نہ کنی عندلیب شیدا را

مجھے تو زور رہی ساقی کی یہ ادا بھائی | کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
مین پوچھا کیون تو کہا سن لے مجھ سے سودائی | جو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیما را

فریب مجکو نہ دے اپنے خط و خال اوپر | کہ دیکھکر مین زمانے کو منھ کیا ہی ادھر
جو چاہے تو کہ گرفتار ہون مین تیرے پر | بلطف و خلق توان کرد صید اہل نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

ترا سا حسن نہین جگ مین یہ تو ہو لاریب | ولے نہین ہمین معلوم سر عالم غیب
جو فکر صبح مین اب سر کو لائے سوئے حبیب | جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب
کہ خال مہر و وفا نیست روئے زیبا را

لبون کے گرد جب اس نوجوان نے خط رکھا | چمن چمن مین پڑا شور ہر طرف غوغا
ہر ایک مرغ نے دی باغ باغ ہو یہ دعا | شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدے نکند طوطی شکر خا را

نصیب کر کے سعادت کا تیرے بر مین رخت | جو دیوین جام جم اور کیقباد کا بھی تخت
گذشتگان کی طرف سے نہ رکھ تو دل کو سخت | بہ شکر صحبت احباب و روشنائی بخت
بیاد آر غریبان دشت پیما را

الٰہی ربط محبت کرے خدائی نیست | بتان کی تا نہ کرے خلق کو جدائی نیست

کرگئی ہستی کو انکی تو بیوفائی نیست ، ندانم ازچہ سبب رنگ آشنائی نیست
سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا

کھلے ہی سودا یہ راز نہفتہ احافظ ، کہ سنکے لوٹے ہے شعر شگفتہ حافظ
غرض عجب ہیں یہ دُر ہائے سفتۂ حافظ ، برآسمان چہ عجب گر زگفتۂ حافظ
سماع زہرہ برقص آورد مسیحارا

مخمس دوم تضمین غزل کلیم

جائے دنیا سے یہ دل ور گرفتاری دل ، ایک دل ہووے تو ہو سکتی ہے غمخواری دل
غمزۂ چشم ہی تھا باعث بیماری دل ، تخم زلفے ست دگر دام گرفتاری دل
کہ درو موئے نگنجید زبسیاری دل

واہ واہ ایسی ہی ہوتی ہے وفاداری دوست ، جور دشمن ہے یہ مجھ پر بددگاری دوست
کیا کروں کہہ تو جو یوں ہو روش یاری دوست ، خندہ برنجت زنم یا بہ جفاکاری دوست
گریہ بر خویش کنم یا بگرفتاری دل

نہ تجھے بیم وفا کا نہ محبت کا دھرم ، نے دم سرد مرے حال پہ نے اشک گرم
اپنی اس سنگدلی سے تجھے کچھ بھی ہے شرم ، دید چوں بیکسی ما دل آہن شدہ نرم
ماند پیکان تو در سینہ بغمخواری دل

کون اب وقت ہے ملنے کا ترے اے کافر ، اب کوئی دم ہی میں ہوتا ہے مرا کام آخر
کیونکر احوال دل اب ہووے زباں سے ظاہر ، یک نفس فرصت وصد حرف گرہ در خاطر
وائے گر گریہ نیاید بمددگاری دل

چوٹ کی دل کے تملق سے ترے لب سے دوا ، ہے معالج مرے آزار کا اب حکم قضا
عیسی وقت اگر تو ہے تو لے فائدہ کیا ، آنکہ بگذاشت چنیں نرگس بیمار ترا
گفت من ہم نہ کنم چارۂ بیماری دل

شیخ ہے دل یہ ترے بسکہ تعین کی شکست ، اس سبب سے ہی تری ریش دراز عقل ہے پست
دل کو دھو ڈال مرے بغض سے لے جام بدست ، مذہب بندۂ آزاد ہمیں یک حرف است

چلیست آسایش کونین سبکباری دل

چشم غماز سحر آرام ہے ایسی ہی کہ بس
دل کو بیجا ترے کوچے میں ہے نالے کی ہوس
صبر کی جنس سے چھوڑیں نہ یہ مژگاں لک خس
راہزن را بشود بانگ زفریاد جرس
ترک یغما نکند غمزہ ات از زاری دل

سمجھے سودا وہی یہ بات جو اسکا ہے علیم
کون اس حال میں امداد کرے یار و ندیم
دل کو اس بن نہیں چارہ کہ یہ ہو جاوے دونیم
عشق چون تیغ کشد بر دل بیچارہ کلیم
چیست جز داغ کہ آید بسپرداری دل

مخمّس سوم

نہ بلبل ہوں کہ اس گلشن میں سیر گل مجھے بھائے
میں ہوں طاؤس آتشبازی کیسی ہی بہار آئے
نہ طوطی ہوں کہ دل میرا فضا سے باغ لیجائے
نہ باصحرا سرے دارم نہ باگلزار سودائے
بہر جا میروم از خویش می جوشد تماشائے

تسلی اب صبوحی سے مجھے ہوتی نہیں کیوں میں
چل اُٹھ اب پانسے اے ساقی ہوس کو ہی جس رنگین
گرانی اسقدر پائوں پہ سر ہے اسقدر سنگین
چہ گل چیند دماغ آرزو از تشنہ تسکین
من و صد بزم مخموری و لے یک غنچہ مینائے

ہوا لاکھوں طرح کی لہروں کا دل پر سلسلہ جاری
ہمیں نے ہم میں جو دیکھا یہ ہے ضبطے کی خواری
کٹی ہے دلو لے ہی پر کٹے عمر اس جگہ ساری
عنان گیر غبار کس مبادا فسون خودداری
وگرنہ ساحل ما نیز دارد جوش دریائے

جہاں کوئی ترے کوچے کے جانیکا ہوا مائل
غرض آسوں کب چھوٹے کسیکو نسبت کامل
اقامت جوں غبار راہ پھر ہمکو ہوئی مشکل
رم ہر ذرہ ہمنیز نیست بہر وحشت اے غافل
مرا بیدار سازد ہر کہ بر راہست زند پائے

جگر ہے شمع کا ہے داغ پروانے کا جان و تن
جو تیرا بھی کوئی دن عزم ہے یاں کیجیے مسکن
گریباں چاک نت گل ہے سدا بلبل کرے شیون
بہ بیدردی درین محفل چہ لازم متہم بودن
گداز گریہ جوش جنونے نالہ وائے

قضا کے سنگ نے اس میکدہ میں نقش یہ مارا
بجز خون کیونکہ ہو شیشہ میں یاں محرم نے کا یارا
کہ پیمانے سے لے ہے تا سبو کی خاک آوارا
نبود امید از جام سلامت غنچۂ ما را
هم از جوش شکست رنگ پر کردیم مینائے

نہ تھا سود و جز ادبار الٹی اپنی جانتے تھے ہم
گناہ بندہ دیکھے ہے خداوندی بخشش کم
سوا اس امید باطل کے بھی معنی کھل گئے ہمدم
ندامت مایہ ام اے یاس آتش زن بعقبا ہم
کہ امروز زیان کاران نمی ارزد بفردائے

فلک نے یہ سخن مجھسے کہا جس دم بشد و بد
کہاں میں یاں ہے پشت پا سے ان دونوں پہ بست و قد
میں فقر و سلطنت تخشون کے تو بھی جو زرہ کد
رسا مان دو عالم آرزو مستغنیم دارد
شبستان خط جام و حضور شمع مینائے

ہجوم آرائے ہستی جب تلک ہے جوش ما و من
جو آنکھیں ہوں تو ہر قطرۂ شبنم کے ہے یہ روشن
مخالف وضع یکرنگی سے دیکھیگا تو یہ گلشن
درین گلشن میسر نیست ترک احولی کردن
کہ در ہر برگ گل آئینہ دارد حسن عنائے

کیا میں فرض عین تبہ میں ہم تو مثل و کم زاہد
نہووے پیروی سودا سے تیری ایکدم زاہد
نگاہِ دیدۂ تحقیق تو اور اشک ہم زاہد
من بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد
تو و قطع منازل ہا من و یک لغزش پائے

مخمس چہارم

وہ کون سی گھڑی تھی جب میں لگن لگائی
اور وصل مانگتا ہے جی مجھ سے منھ دکھائی
تن چھوڑتی نہیں ہے اکدم تب جدائی
من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی
سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

دوری سے تیری مجکو اے آفتابِ عالم
جس دم تو منھ دکھاوے تو ہوں فنا میں اُس دم
روتے ہی رہتے گذریں ایّام مثال شبنم
نزدیک اینچنین نم دور آنچنان کہ گفتم
نہ تاب وصل دارم نہ طاقت جدائی

مخمس پنجم تضمین غزل امیر خسرو رح

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست
بتکدہ ویران ہو یا برہمن یکبار نیست
کام کیا ہے مجکو گر ہون راہب و دیندار نیست
کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہ ہی مرض الموت تھا قسمت مین میری یا نصیب
حاصل اس تدبیر سے کیا کریے تبلائے طبیب
ایکدم کو جی نکلجاوے گا گھبرا کر قریب
از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

عاشقون کے رونیکی کچھ اور سی ہو لی ہی دھن
دیکھ ہم روتے ہین لخت دل اگر چنتا ہے چن
مین تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ میری بات سن
ابر را با دیدۂ خونبار من نسبت مکن
نسبت بارندگی دارد ولے خونبار نیست

اسقدر گھبرا کے جلنے سے نکر انکار عشق
کوئی بھی جیتا سنا ہے تین کہین بیمار عشق
آج چھوڑے یہ اگر تیرے تئین آزار عشق
شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہون جو کچھ سودا سو اپنے واسطے ہون نیک و بد
کیا غرض ہے مجکو ہر اک سے رکھون سر وقت کد
اسمین کچھ کہتا نہین مین گرچہ از رہ حسد
خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکند با خلق و عالم کار نیست

مخمس ششم تضمین غزل عصمت بخاری

جب تلک بندگی شیخ مین تھا حلقہ بگوش
آپ سے شاہد مقصد کو مین پایا دو پوش
آخر کار کسی جرعۂ مے کر کے نوش
سر خوش از کوی خرابات گذر کردم دوش
بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

پھر تو یہ ولولے تھے دل مین جنون کے مارے
پھاڑ کر پھینک دون مین کپڑے بدن کے سارے

خیر گذری کہ لے آئی کشش دل بارے — پیشم آمد بسر کوچہ پری رخسارے

کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

بسکہ اس دل کو تھی اُس آفت دین کی درخواست — اپنے احوال پہ مین رہ نہ سکا بے کم و کاست
ہو کے بے صبر مین جا سامنے اسکے اک رات — گفتم این کوے چہ کوئیست ترا خانہ کجاست

اے مہ نو خم ابروے ترا حلقہ بگوش

کھینچ لایا ہے ادھر عشق تجھے مار کمند — شیخ و زاہدی مین کافر ہون اگر مانون پند
سنکے یہ عرض مری ہو متامل یک چند — گفت تسبیح بخاک افگن و زنار ببند

سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

الفت دین کو دل اپنے سے تو اب کر کے پرے — دے مرے امر کو جا کر تو یہ درجہ ہے ویسے
شوق جبدم ترا تجھ مین سے تجھے دور کرے — بعد ازین پیش من آ تا بتو گویم خبرے

راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

دے ٹپک سر سے یہ عمامہ پڑے اسپہ غضب — پہونچا اس بوجھ سے تو منزل مقصود کو کب
ساغر و حور سے رکھ دور ہوس اپنے کی لب — بگذر از صومعہ در راہ بمیخانہ طلب

خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

جب سُنے اس سے یہ مینے سخنان دلکش — جلوۂ تاثیر معانی سے لگا آنے غش
پھر سنبھالا آپ کو جسوقت چلا وہ مہوش — دل ز کف دادم و مدہوش دویدم پیشش

تا رسیدم بمقامے کہ نہ دل ماند و نہ ہوش

کفر و اسلام کا دیکھا وہ مکان مین مسجود — پایا مغز اسکا جو ہی عالم ہستی مین نمود
اپنی نظرون مین حباب اس جا نرہا مین موجود — محو گشت از ورق کون و مکان نقش وجود

نہ ملک ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

پردے وان چشم کی حائل نہ بلند اور نہ پست — ایک میدان ہی فقط وان نظر آیا لف دست
کی جو میری نگہ چشم نے آہو کی جست — ویدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

بے دف و بادہ و نے آمدہ در جوش و خروش

ایک سے ایک فزون نشۂ وحدت سے چور — ایک سے ایک مین افزون خرد و ہوش و شعور
اور اسباب طرب سے جو کہون کیا مذکور — بے نے و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور

بے مے و جام و صراحی ہمہ رندانہ نوش

جب مجھے واں نظر اس طرح کا آیا عالم
کچھ نہ سمجھا یہ ملک ہیں کہ ز نوع آدم
صورت آئینہ حیرت سے ہوا میں اُسدم
چونکہ سررشتہ دریافت برفت از دستم
خواستم تا خبرے پرسم ازو گفت خموش

پھر لگا کہنے کہ بہتر ہے تو رکھ مجکو معاف
یہ نہیں صومعہ تو مارے جہاں لاف و گزاف
پیر جو ہے در پے تحقیق تو سن صاف صاف
نیست این کعبہ کہ بے پا و سر آئی بطواف
نیست مسجد کہ درو بے ادب آئی بخروش

گر یہ مسکن تجھے آیا ہے مرے یار پسند
دل کو شیخی و مشیخت کا نہ رکھ یاں پابند
دین و دنیا سے چھوڑا خواہش دل کا پیوند
این خرابات مغانست درو مستانند
از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

نہ تو یاں دیر و حرم کی سی مکاں میں تنگی
دل میں سودا تو خیالات نکر جوں بنگی
خانقاہ مدرسہ کی طرح نہ صحبت جنگی
گر ترا ہست درین خانہ سر یکرنگی
دین و دنیا بیکے جرعہ چو عصمت بفروش

مخمس ہفتم تضمین غزل شاہ ناصر علی

پسر بعد از پدر گر نیک نام آور شود پیدا
بوصفش از زبانہا این سخن اکثر شود پیدا
بدان مانند ز تخم نخل شیرین بر شود پیدا
نکوئے گر رود زین بحر نیکوتر شود پیدا
چو گیرد قطرہ راہ عدم گوہر شود پیدا

ہوا ہے کس بضاعت پر تو ملک عشق کا راہی
خرد اور کبر نے رکھا ہے تجھکو دور از آگاہی
نہ خونی اشک نے لخت جگر نہ رنگ ہے کاہی
بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز میخواہی
متاع جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

شباب اپنے کی ہستی سے جو کھویا اختیار از دست
ندے اتنا بھی اب تو دامن ہمت کو یار از دست
تو وقت شیب کو ناداں نہ کھو تو زینہار از دست
بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست
زر گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

نہ بھولونگا کبھو اے بیخبر در راہ طلب ہرگز
نہ چوکے گی اران کی نظر راہ طلب ہرگز
فنا میں بن ہوئے رہتا ہوں بہ راہ طلب ہرگز
زرفتن وا نخواہم ماند در راہ طلب ہرگز
بجو شمع از خار ہاے پاے من از سر شود پیدا

پرو یا رشتۂ جاں سے جو تونے دیدۂ سوزن
گریباں موج دریا کا سیا آیا تجھے یہ فن
جو دم ماریگا اس میں نزد عاقل ہے تو پھر کودن
غبار خاطر دانا ست اظہار ہنر کردن
صفا بر خیزد از آئینہ چوں جوہر شود پیدا

بھگوتا کیوں ہے ناصح آستیں اپنی تو اور دامن
نکلتے آنسواں آنکھوں سے غلط ہے یہ توہم و ظن
سراپا اپنی ہستی سے مکدر گرچہ ہے یہ تن
برنگ ابر پنہاں است دریا در غبار من
اگر خاک مرا بیزند چشم تر شود پیدا

سخن کے فن میں سودا فخر یہ کا بھی ہے اک عالم
کیا ہے اختیار اگلے بھی استادوں نے بیش و کم
تعرض کرتے ہیں ناداں ہے سن اس مقطع کو ہر دم
علی شعرم بایران می برد شہرت ازاں ترسم
کہ صائب خون بگرید آبروے دفتر شود پیدا

مخمس ہشتم تضمین غزل طالب کلیم

یاد آیا می کہ توقیر جنون من داشتم
کے بشہر از سنگ طفلاں زخم بر تن داشتم
مدتے در دشت ہیچوں کوہ مسکن داشتم
از ثبات عشق دائم پا بدامن داشتم
گرچہ داغ لالہ در آتش نشیمن داشتم

دور سے ڈنڈوت کرتے تھے مجھے آتش پرست
بھاگے تھا مجھ سے سپند آسا سمندر کرکے جست
نے کسو نے پاؤں ہی دیکھا مرا ہاتے نہ دست
شعلہ پر پیچاست از بیطاقتی و نی شست
من نہ جنبیدم زجا تا جا بہ گلخن داشتم

پاس ناموس محبت ہی میں ہے عاشق کو سود
گو جراحت ہوئے تیغ عشق کی ہر دم فزود
اپنے بالیں پر نہ میں جراح کا چاہوں ورود
کے بہ ناخن چاک جگر خواہم نمود
من کہ زخمش را نہاں از چشم سوزن داشتم

کل خمار آلودہ میں گھر سے جو نکلا صبحدم
قتل پر یہ بھی اتھا در دے جو مستی منع بیش و کم

یک بیک پہونچانے مجھے جام لب میگون ہم — بر زلال خضر اکنون صد تغافل میزنم
مسئلہ حیثیم از تشنگی بر آب آہن داشتیم

کون میری طرح عشرت سے ہوا ہے کامیاب — کسنے اس خوبی سے بیٹھ احباب مین پی ہی شراب
ساقی گلفام کے چہرے سے اوٹھتی ہی نقاب — روشنی از بزم من دریوزہ میکرد آفتاب
در چراغ عیش تا از بادہ روغن داشتیم

عشق رنگ رو پہ میرے جب لگا کرنے نمود — جو ہوئے تلخ مجھی تجھا انھین نے ہی یہ سود
دوستی سے لالہ رویان کی ہوا آخر یہ سود — ہمچو ماہی غیر داغم پوشش دیگر نبود
تا کفن آمد ہمین یکجامہ بر تن داشتیم

صاحب دیوان تھا پر جب تمام سے تا وقت چاشت — گل زمین شعر مین کی تخم معنی کی جو کاشت
پرورش کی ہر سخندان سے سکھے تھا چشمداشت — ہیچگہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت
خوشہ چین بودم من اکنون زیکہ خرمن داشتیم

مین نہون باغ و کا فصل گل مین جمن سودا نسیم — سینہ ہی میرا چمن ہر آہ سرد اوس مین نسیم
سیر سے اسکی تو ہے محروم اے میرے ندیم — داغ راجز بر کنار از خسنم نہادم کلیم
بہر گلگشت تو من در خانہ گلشن داشتیم

مخمس بتضمین غزل مرزا فاخر مکین

تا خانۂ کس بہر مدارات نہ رفتیم — جائے پے گزراندن اوقات نہ رفتیم
این ننگ بخود کردن اثبات نہ رفتیم — در دیر و حرم بہر مناجات نہ رفتیم
جز کوی تو اے قبلہ حاجات نہ رفتیم

بستیم اگر رفتہ بطوف حرم احرام — ما ثو بہ نکردیم و لے از مے گلفام
رندان بجبہ روساختہ در میکدہ بدنام — صد بار گرفتیم رہ کعبہ و یک گام
بے مصلحت پیر خرابات نہ رفتیم

آن شوخ ازان روز کہ با ما شدہ باغی — داریم دل غمزدہ چون بلبل باغی
کو خرمی عیش درین سینۂ داغی — سد تکید شد و رفت در آشفتہ دماغی

ہرگز بکسے بہر ملاقات نہ رفتیم

جستیم بآفاق ہمہ روئے زمین را — دیدیم بزیر خاک استاد حزین را
برخاک درش رفتہ بسائیم جبین را — اشعار شنیدیم و ندیدیم مکین را

مشغول صفائیم وپے ذات نہ رفتیم

مخمس دہم تضمین غزل مرزا فاخر مکین

ازخویش و ز بیگانہ تو در دپوش نشستی — دامن بسر انداختہ تا دوش نشستی
آن نازو ادا کردہ فراموش نشستی — خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستی

از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستی

پیمان ترا اے یار نہ دیکھا کبھی محکم — ہو عہد ترا ہم سے و فا غیر سے اسدم
اس وعدہ خلافی سے جگر خون کیے ہے غم — برخاست ز دل نالہ و بیہوش فتادم

با غیر چرا اے وعدہ فراموش نشستی

دیدار کا شوق اپنے مرے چشم سے کھویا — دیدانیے کا گوہر مرے کانون مین پرویا
پیغام بردن کا ہون ترے انذون جو یا — شادیم ز دیدار بہ پیغام تو گویا

برخاستی از دیدہ و در گوش نشستی

صائب کے ہے اشعار کا ہر ایک ثنا خوان — کہتے ہین فصیحی کہ نہین ہر دہ زبان دان
فیضی و ابوالفضل کو طوطی کہین نادان — از ہوش ربودند مکین ہرزہ درایان

خیرست چرا این ہمہ بیہوش نشستی

شوکت جو کبوتر ہے بخارا کا سو وہ باغ — بیدل زغن ہندی و ناصر علی ہے زاغ
تمکین نے کیا تیرے تو جون لالہ مجھے داغ — شور زغن و زاغ بابند ست درین باغ

اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستی

مخمّس یازدہم

کہا اُس شوخ سے جو طور کے شعلہ کا ہے بھائی
تجلی حسن کی تیرے سو وہ خورنے نہ دکھلائی
کہے یہ چشم عاشق پشیگان سے یار بینائی
ترے ہوتے جو مجلس میں قضا پروانیکو لائی
دیا جی شمع پر اُن نے یہ چربی آنکھوں پر چھائی

ترنگ نشہ سے باغ میں جس دم تجھے لائی
چمن میں یوں گذر تیرا ہوا جیسے بہار آئی
یہ عالم آگیا حیرت میں تیری دیکھ رعنائی
کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہر اک گل ہے تماشائی

پر اتنی بات میری فہم نے مجکو ہے سمجھائی
کہ بلبل عہد میں تجھ سے کے ہووے گل کی شیدائی
کہا سنکر ہوئی معلوم مجکو تیری دانائی
تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جس سے بن آئی

جو پایا شمع کا پروانہ مائل گل کا بلبل کو
تو سوچ اس بات کو دیکر جگہ دل میں تامل کو
کہا کب حق نے سب یوں ہیں مجھے پر عشق کی گل کو
کرے وہ جزو پر عاشق کہو کسو اسطے کل کو
کسیکو گل ہے خوش آیا کسیکو شمع ہی بھائی

نہ تجھے سمجھے تھا میں اب تک کہ ہے ہشیار دانا تو
گل معنی کی پہونچی ہے مشام جاں کو تیرے بو
مرے آگے نہیں کیا یار حسن شمع و گل کو رو
عطا کی ہے حسینوں میں خدا نے دلبری سبکو
ترا جلوہ مراد لکش آنکھوں کا اُنکی زیبائی

نہ تنہا بلبل و پروانے کے حصہ میں عشق آیا
سحاب اے یار کیا کیا وجد میں طاوس کو لایا
بجو نرداں گرد بھی ہو نسترن کا جسکے سایا
محبت کے سوا کانٹا نہ وہ اس باغ میں پایا
جسے کہیے کہ اسکی آنکھ اُس سے اُسنے الگائی

بچشم عشق بہتر لعل سے خونناب کا قطرہ
ہے ازیاقوت ہے خون دل بیتاب کا قطرہ
ہر اک دل واسطے ہر ایک کے سیماب کا قطرہ
گہر سے چشم ماہی میں فزوں ہے آب کا قطرہ
سمندر کو فزوں آتش گل و گلزار سے بھائی

محبت جب دکان عشق میں آئی ہے ہمت پہ
گہر کے مول لیتی ہے خزف کو نقد دل دیکر

اگر تو عاشق صادق ہے کیجیو یہ سخن باور
محبت ہے وہ مشاطہ کہ جن نے شکل زشت اکثر
ہر از یوسف بنا کر چشم میں خوباں کے دکھلائی

محبت میں نہیں خوب و نکو آگے زشت ناکارے
محبت ہو تو ہوں زنگی پسر کے لب شکر پارے
نگہ میں عشق کے لگتے ہیں دونوں ایک سے پیارے
جواہر سرمہ چشم مرغ کو ہیں صبح کے تارے
ہے ظلمت شام کی شپرک کی آنکھوں میں بینائی

تمیز اُس میں کہاں پاوے شراب عشق جن نے پی
وہ ہے خوب اُس کی آنکھوں میں جسے چاہے کسی کا جی
سمجھنا غیر حرف راستی اپنا نہیں راہی
کشش دل کی ہر ایسی شے کہ ہے جس رنگ سے قمری
نظر میں حسن طوبیٰ سے بھی حسن سرو بالائی

دل فرہاد و مجنوں لیلیٰ و شیریں پہ شیدا تھا
حسین ان دونوں میں تھی کون کس پہ کچھ ہویدا تھا
ولے یکساں تھا حال اُن کا انکھوں پر یہ تو پیدا تھا
جمال اِن رو دونوں کے دلوں میں جوں سویدا تھا
محبت میں نہ خوب و زشت میں کی کچھ جدائی

تمیز نیک و بد واں کب تھی الفت کی جہاں مئے تھی
خرد بیہوش تھی جس دم مقام عشق میں دی تھی
نہ تھی وہ چیز جو تفریق کی دونوں میں در پے تھی
سنا ہے ربط محمود و ایاز آخر وہ کیا شے تھی
کہ جن نے گردن آگے عبد کے مولا کی جھکوائی

غرض سودا تجھے سمجھاؤں میں کب تک بایں داں
نہ کہیو پھر تو ایسی بات میرے حق میں اے ناداں
بساں مہر نور اللہ کا ہے سب جگہ تاباں
کہا تو نے جو کچھ مجکو ہوں گا اُسپہ میں نازاں
خوشامد کی ہے اس سے بات جیسے بادپیمائی

مخمس دوازدہم

فصل ہے گل کی ہیں جلوے میں بہ بستاں گل و صبح
وقت نظارہ ہر گبر و مسلماں گل و صبح
آہ مجکو نظر آویں بہ چہ عنواں گل و صبح
خوں زخود رفتہ نکالاتے ہیں بہ ہیجاں گل و صبح
دیکھنے کے مجھے مانع ہیں طبیباں گل و صبح

باغباں عیش و طرب کا ہے گلستاں میں رواج
آوے یاں جو کوئی وہ کرنیکو تفریح مزاج
مگر اک مرغ ہیں نالاں سو اثر کے محتاج
کس کی تاثیر دم سرد چمن میں ہے کہ آج

غیر خاکستر و اخگر کے نہین وان گل و صبح

در پے سیر چمن تھے جو کوئی اے ظالم / پیتے ہین خون جگر وہ عوض مے ظالم
ہیئت اپنی یہ رہی تجھسے کوئی شے ظالم / جلوۂ باغ ترے عہد مین یون ہے ظالم

یک کفن مین ہے گویا گنج شہیدان گل و صبح

باغبان ایسے کے مانند رودین دھاڑین مار / آہ و نالے مین ہین مرغان چمن بلبل و ہزار
پوچھتے پھرتے ہین باغون مین یہ ہر روز سیار / فتح خط کس کنے مارا ہے شب خون بہ بہار

زخمی مرہم کافور ہین باران گل و صبح

چاک صد بار مرے جیب قبا تک پہونچا / تن مرا گلیون مین ہر سنگ جفا تک پہونچا
قید زنجیر سے آخر مین رہا تک پہونچا / کام اپنا نہ جنون سے جو قبا تک پہونچا

یار رہتے ہین مرا دیکھ گریبان گل و صبح

حسن دیکھا ہے اک ایسا کہ نہ دید و نہ شنید / ہے گل و صبح کا جلوہ شب تار پدید
گرچہ یہ بات ہے فہمید خلائق سے بعید / دیکھے مابین دو زلف اسکے رخ سرخ و سفید

جن نے دیکھے ہون یار و شبستان گل و صبح

کچھ بہار آگے خزان سے بھی ہوئی رسوا تر / دیکھتا کوئی نہین سو سے چمن بھر کے نظر
موجب اسکا بھی کچھ ہوویگا اسے باور کر / جب سے دستار سفید اسکے سجی چہرے پر

جلوہ نظرون مین نہین دیتے ہین چندان گل و صبح

آج شادی ہے اگر دہر مین کل ماتم ہے / خوشی راحت سے عبث رنج سے بیجا غم ہے
پر وہ سمجھے ہے جو تحقیق سے کچھ محرم ہے / باغ دنیا مین سدا شادی و غم توام ہے

روئے شبنم چمن ہو دین جو خندان گل و صبح

ہرزہ گردی ہی فقط ہو نہ اگر شیشہ و جام / گر نہ گلگشت چمن بے مے و ساقی کس کام
ہو میسر جو یہ سامان تو ہے پھر عیش تمام / پینے سودا سے کہا ہو نیکو ناحق بدنام

دیکھنے باغ مین کیون جائے ہے نادان گل و صبح

مین کہون تجھسے سنے گوش سے دل کے تو اگر / عیش دنیا نہین موقوف دیوانے اس پر
کہ چمن ہو دین پر از گل تر دامان سحر / ہو جہان بادۂ گلنار و بلورین ساغر

اپنے نزدیک تو ہے جلوہ کنان گل و صبح

یہ سخن راہ نصیحت سے مین لایا بر رد — آہ بھر کر یہ کہا سچ ہے جو کہتا ہے تو
پر نہ عشرت سے مین عادی ہون نہ کچھ عیش سے تو — ہے یہ مرکوز مجھے پیر و جوان سب مجکو
عرصۂ سیر تماشے ہین بہ بستان گل و صبح

مخمس سیزدہم

نشو و نما سے باغ جہان سے رمیدہ ہون — شید و غم زمانہ سے مین دور آفریدہ ہون
فکر غم خزان سے بہت آرمیدہ ہون — نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

یا رب مری کٹے ہے عجب طرح صبح و شام — حسرت ہی مین گذرتی ہے ہر وقت مین مدام
مطلب نہ مجکو غم سے نہ کچھ خرمی سے کام — گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہون

کیون مجھسے بید باغ عبث اے میان ہین — کو سو طرح کی حسرتین اس دل کے بیچ ہین
اظہار ان کا مجھسے ہو کیا معنے اسکے ہین — تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ مین
اک حرف آرزو سو لب نارسیدہ ہون

سنتا نہین ہے درد رعیت کا بادشاہ — قاضی تو حسن دوست بتا خواہی اسکے راہ
اور کوتوال شہر کی رشوت پہ ہے نگاہ — کوئی جو پوچھتا ہو یہ کس پر ہے دادخواہ
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

ہو سکتے ہین جفا کے تنک رو کہین حریف — مت پوچھ اپنے جور کا میرے تئین حریف
کب ہو سکے ہے اُسکا بجز آستین حریف — تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرۂ مژہ خون چکیدہ ہون

جتنے ہین اس زمانے کے محبوب دلربا — اُنسے تو مین کسی سے نہین ہو رہا آشنا
اب ہون غرض مین طرفہ مصیبت مین مبتلا — کس سے کرون مین دعوی دل ہائے اے خدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہون

آیا نہ رحم تجکو مرے حال پر کبھو — لیکن بچھا نہ تو نے آکے مری چشم سے لہو

دیویگا کیا جواب خدا کے تو رو برو — کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن مین تو
خون جگر سے مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

بسمل صفت نہین مجھے آرام ایک پل — ہے مرگ میرے دم سے نہایت ہی متصل
ملنا اگر ہے مجھسے تو ظالم شتاب مل — غافل ہے کیون ترا مری فرقت سے گوش دل
اے بے خبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

پوچھا نہ یون کبھو کہ ترا رنگ کیون ہے زرد — کہتا نہ تو کبھو یہ مجھے بھر کے آہ سرد
تو کون ہے کہ ملتا ہے چہرے سے اپنے گرد — مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

مخمس چہاردہم

کوئی اگر کسیکو اذیت دیا کرے — فکر اسکی ہر طرح وہ مکافات کیا کرے
تیرا ستم رسیدہ یہ رو رو کہا کرے — بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

عالم مین دوستی کے ہوا ہو جو کچھ قصور — شمشیر تجھ کمر مین ہی اور رسم ترے حضور
جرم وفا پہ کرتے ہو گر سر کو تن سے دور — قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

عاشق سے دور ہی جو رہے یہ خدا سے ڈر — کرنے سے خون بیگنہان کے تو در گذر
تجھپر یہ قتل ہے جو مرا نقش کالحجر — اتنا لکھائیو مرے لوح مزار پر
یان تک نہ جی حیات کو کوئی خفا کرے

کج بحث سے تو ہو نہین سکتا مین دوبدو — انصاف کی علیحدہ ہو جلی ہے گفتگو
پوچھے یہ تجھ مین ایک بات جو حق سے نہ گذرے تو — گر ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

لگتا نہین ہے صحن چمن لالہ گون مجھے — آیا نظر پٹکتے نہ گلشن مین خون مجھے
اے باغبان سنے ہی ترے سر کی سون مجھے — بلبل کو خون گل مین لٹایا کرون مجھے

نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

ہر چند کرتے آئے ہین معشوق خود سری — کرتے چلے گئے ہین وہ عشاق سے بری
پر تو نے اپنے عہد مین ہم ساتھ ایسی کی — عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
اگر ہم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

آ دیکھ میرے گریۂ بے اختیار کو — لخت جگر نے داغ کیا لالہ زار کو
اتنا اثر ہے اب بھی مری چشم زار کو — تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بنا کرے

گلشن مین کیا بہار ہے کہتا ہے باغبان — صد برگ جیسے پھولے ہے ویسے ہی ارغوان
فرصت چمن کی سیر کی لیکن ہمین کہان — فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

ہو جسکو اس جہان مین راحت کبھی بیش و کم — سمجھا کرے وہ یار کو ہر آن مغتنم
اُسکی جدائی کا ہے ہر اک شخص پر الم — تنہا نہ روز ہجر سے سودا پہ ہے ستم
پروانہ سان وصال مین ہر شب جلا کرے

مخمس پانزدہم

نہ کہہ عاشقون مین محبت کہان ہے — سدا ایک سی اُنکی الفت کہان ہے
تجھے ویسے لوگون سے صحبت کہان ہے — ترے پاس عاشق کی عزت کہان ہے
تجھے بے مروت مروت کہان ہے

مجھے آرزو ہے زمانے مین اپنی — کہون تیرے آگے کہانی مین اپنی
سناؤن تجھے جانفشانی مین اپنی — ولے کیا کہون ناتوانی مین اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہان ہے

لگے ہے مجھے کھینچکر تیغ ہر دن — نہین رہتے میرا گلا تم کیے بن
سمجھنا نہین اسقدر نیک باطن — مین شکوہ کرون جور ظالم سے لیکن
مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہان ہے

گرے شمع کے میری تربت پہ آنسو	کیا طوف آکر پتنگون نے ہر سو
مجھے حشر مین منھ دکھائے گا پھر تو	مری گور پر لوگ رکھتے ہین گل کو

تری دلربائی کی غیرت کہان ہے

کی اُس شوخ نے جب سیر گلستان	تعجب بلبلون سے نہ فریاد و افغان
بجا ہے یہ سودا نہو کیون وہ نادان	جو اُسکی کمر مینے دیکھی ہے تا بان

رگ گل مین ویسی نزاکت کہان ہے

مخمس شانزدہم

اُس شوخ سے اس دل کے لگجانے کو کیا کہیے	تا حق کی اذیت سے دکھ پانے کو کیا کہیے
احوال مرا یان تک پہونچانے کو کیا کہیے	یون مفت مین اس جی کے پھنسوانے کو کیا کہیے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

اس دل سے مین کہتا تھا وہ تجکو لبھاتا ہے	کیون اُس لب شیرین کی باتون پہ تو جاتا ہے
گو زہر ہوا میٹھا لیکن کوئی کھاتا ہے	یون دیدۂ دانستہ کوئی جیو گنواتا ہے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

نے زر جو اسے دیجے نہ زور رکھی ہو طاقت	نہ عجز سے کچھ حاصل کام آوے نہ کچھ منت
کس طرح سے کاٹون مین کٹتی نہیں یہ تہمت	کیا فکر کرون اُسکا لاحول و لا قوت

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

آنکھ اسکی طرف اپنی جب تک نہ کرتی تھی	ٹکڑون سے مرے دل کے دامن کو نہ بھرتی تھی
قینچی کیطرح ہرگز یہ زبان نہ کترتی تھی	جب لگ نہ تھین یہ باتین کیا خوب گذرتی تھی

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

مت پوچھ مرے دل کا سر پر سے مرے ٹلنا	منھ کرکے سیہ گھر سے ہر صبح نکل چلنا
جب رات کہ ہوتی ہی پھر شمع نمط گلنا	ہر روز کا وہ مرنا ہر رات کا یہ جلنا

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھونا	تقصیر نہیں دل کی قسمت کا برا ہونا

ہر چند مسلّم ہے اب جی کے تئین کھونا
لیکن مجھے آتا ہے پھر پھر کے یہی رونا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس جینے سے بہتر ہے اب مت پہ دل دھریے
جل بجھیے کہین جا کر یا ڈوب کہین مریے
کس طور کٹین راتین کس طرح سے دن بھریے
کچھ بن نہین آتی ہے حیران ہون کیا کریے
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

گلشن مین زمانے کے یون عمر کٹی ساری
ہر ایک طرف پھرنا کرتے ہوئے میخواری
آزادگی میری تو تھی سرو اوپہ بھاری
انصاف کرو یارو مین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

جو مجھپہ گذرتی ہے مقدور نہین سہنا
خون جگر آنکھوں سے داماں تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھے منھ دیکھ کے تک رہنا
دینا نہ جواب اسکو کہنا تو یہی کہنا
کیا کام دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مصرع کو یقین تیرے سودا لے سنا قاتل
روتا ہے وہ یون جیسے برسے ہے گویا بادل
ہے رعد نمط نالان بجلی کی طرح بیکل
پڑھتا ہے یہی پھر پھر ہاتھون کے تئین مل مل
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مخمس ہفتدہم

ساقی پہونچ کہ وقت تغافل رہا نہین
اُڑے ہے یہ بہار جسے انتہا نہین
اک قطرہ ابر تر سے زمین پہ گرا نہین
کیفیت ہوا سے کہ وہ مے ہوا نہین
گویا چمن مین جز دم عیسیٰ صبا نہین

کہتا ہے نیک و بد سے بصد شور یون سحاب
عاصی ہے وہ کہ اب نہ پیے جو کوئی شراب
اسوقت مین کہان ہے تو اے خانمان خراب
ٹک مُند گئی ہے چشم فلک ہوکے نیمخواب
کیا جانیے کہ پل مین یہ موسم ہے یا نہین

فرصت کو دم کی بوجھ غنیمت اے بیخبر
کیا جانیے کہ فصل کہان اور ہم کدھر
ساقی شتاب آتش تر سے کے جام بھر
ٹک دیکھ تو چمن کی ہوا ہے سرد اسقدر

پوشاک بوئے گل کی کم از صد قبا نہین

مخمّس ہژدہم

ہوا ہے اب کی سودا زور کیفیت سے دیوانا
لبون پہ مہر خاموشی زبان او پہ صد افسانا
مزا رکھتا ہے اس عالم مین اکدم اُس سے ملجانا
جو کوئی بات پوچھے ہے تو اشک آنکھون مین بھر لانا
کبھو گھبرا کے رو دینا کبھو ہنس دیکے رہجانا

مخمّس نوزدہم

تجھ بن ہوا ستم ہے چمن مین بہار کی
آواز سالتی ہے جگر مین ہزار کی
لگتی ہے آنکھ مین رگ گل نوک خار کی
ساقی خبر شتاب لے میرے خمار کی
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

مژگان برنگ دیدۂ تصویر روز و شب
حیران ہون زندگانی کا میری ہے کیا سبب
آپس مین آشنا نہین کیسا ہے یہ عجب
ظالم پہنچ شتاب کہ اس سے زیادہ اب
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گر عاشقون کے گھر تجھے آتا ہے ننگ و عار
ابرو ہلال عید کے مانند مجھکو یار
اپنی ہی پشت بام پہ آ کر کے ایکبار
ٹک دور سے دکھا دے کہ جون طفل روزہ دار
طاقت نہین رہی ہی مجھے انتظار کی

ظالم شتاب چل کہ تغافل ہی مجھ پہ جبر
کافر ہون مین جو تجکو بتا نون یہود و گبر
اُمڈا ہے کس بہار سے مژگان مرے کا ابر
ایوب تو نہین ہون کہانتک کرون مین صبر
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گذری ہی بات وعدے سے اب وقت ہے نہ دان
اُکتا کے تن سے پہنچی ہے میری لبون پہ جان
کوئی گھڑی ہی اور ہون دنیا مین میہمان
جاے تشہد اسکو ہے یہ ذکر آن آن
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

حیران ہوں کیا کریگا ترا وعدہ و پیام
گر زندگی عزیز ہے میری تو صبح و شام
اس مخمصے کے بیچ مرا کام ہے تمام
سو توف گر یہی ہے مرا حاصل کلام
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ممکن نہیں کہ دور ہو مجھسے ترا حجاب
یہ بھی مجھے قبول ہے لیکن کہاں ہے خواب
جلوے سے تیرے خواب میں گر ہوئیں کامیاب
کھویا ہے تیری شرم نے مجھ دل سے صبر و تاب
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ہر دن مرے پیام کا دیتے ہو یہ جواب
واللہ میں نہ مانوں یہ باتیں ہیں سب حجاب
ہرگز نہیں ہے تاب مجھے غیر اضطراب
کچھ بھی تجھے شعور ہے عاشق کو اور تاب
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

حاصل نہیں کچھ اور مجھے تجھسے اس بغیر
بس کر چکا بہت میں اب اس مرحلہ کی سیر
دن سے کے تئیں سلام ہے یا رات شب بخیر
ملنا اگر ہے مجھسے تو مل لو وگرنہ خیر
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

تمکو تو دست ناز سے اپنے کہاں فراغ
میں عندلیب بیدل و رسوائے باغ باغ
کب ہو سکے ہے مجھسے ملاقات کا سراغ
یہ زمزمہ ہو کب تلک اب مجھسے کو دماغ
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

سنتے ہو کچھ نہ کیجو تم ان باتوں پر خیال
گر حس نہ ہووے مجھ میں تو میں با زبان حال
ہنستا ہوں میں وگرنہ کہاں یاں تلک مجال
یہ ہی سدا کہوں کہ میسر ہو کب وصال
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ہو خاک جس زمیں پہ سودا کی سال و ماہ
تو آ کے اس طرف نہ کرے تا کہ یک نگاہ
پیدا ہو اُس زمیں سے زبان جلے برگ کاہ
تا حشر اس زبان سے نکلے یہی کہ آہ
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

مخمس مستم

نہ مہر نہ وفا نہ عنایات ہو گئی
نہ مہربانی اور نہ مدارات ہو گئی

صحبت وہ رفتہ رفتہ یہ بیہات ہوگئی — جھڑکی تو ہد تو ن سے مساوات ہوگئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہوگئی

کہنا یہ آن آن مرے گھر سے تو نکل — دشنام دینی شرط محل خواہ بے محل
حرمت میں سب طرح سے غرض آچکا خلل — باقی رہے ہے مار کھانی اب آگے سو آجکل
سن لو گے تم اسے بھی کہ اوقات ہوگئی

رسوائے خلق خوار جہان اب میں ہو چکا — بے شرم و بے حیا مجھے آفاق نے کہا
ہرگز نہیں رہے پند و نصیحت سے فائدا — اب تو میں چھوڑنے کا نہیں اسکو ناصحا
ہر لی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہوگئی

رکھنا بچشم خلق مجھے خوار تا بکجا — رہنا ہمیشہ در پئے آزار تا بکجا
نت اٹھ کے جور و ظلم جفا کار تا بکجا — بس اب ستم سے درگذر اے یار تا بکجا
اعمال دل مرے کی مکافات ہوگئی

وعدہ بھی تھا یہی کہ میں آؤنگا دن ڈھلے — لیکن نہ بعد شام کے پیش از دیے جلے
اے آفتاب رہ کے ٹک آنا زمیں تلے — پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے ولے
دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ کہے رات ہوگئی

مسجد میں واعظوں کے تئیں لگ گئے ہیں پر — زاہد نے ٹھونکا شیخ کو پگڑی اتار کر
قاضی نے محکمہ میں مچایا ہے شور و شر — مستی سے اس نگاہ کے لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہوگئی

شکوہ جو ہرزگی کا ترے اے میاں کروں — پیدا بجا ہے ہر بن مو صد زبان کروں
فریاد وضع سے ترے جا کر کہاں کروں — ملنا ترا ہر ایک سے میں کیا بیان کروں
عالم سے مجکو ترک ملاقات ہوگئی

ملنے کی تو ہر ایک سے مجھکو قسم نہ کھا — نکلا ہی جو میرے ساتھ وہ بازار تک گیا
ہر ایک نے سنا کے مجھے شعر یہ پڑھا — یارو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہوگئی

فریاد کرکے جس سے کروں داد میں طلب — اس پردے میں طلب وہ کرے تجکو ہی غضب
حاضر ہو دو سر ابھی تو معلوم ہووے تب — سودا کسو کو وہ تو ستاوے نہ بے سبب

کیا جانیے کہ تجھ سے ہی کیا بات ہو گئی،

مخمس بست و یکم

ہم کو دکھا جب اپنے تم اطوار رہ گئے
عشاق کر کے عشق سے انکار رہ گئے
ملنے سے خوبرو کے سب اکبار رہ گئے
ہونے سے دوستوں میں ہم پیار رہ گئے
یاروں کی پوچھنے سے خبر یار رہ گئے

یاں تک نچا ہے میاں محبوب شوخ و شنگ
خوبوں کے خاندان کو ڈبو دیویں جس کا ڈھنگ
تنہا نہ منہ جہان میں کتا نکا ہوا ہے تنگ
شب دیکھ کر معاملہ تجھ سے مرا پتنگ
پھرنے سے گرد شمع شب تار رہ گئے

فرہاد و قیس کے ہے نہ مجھے عہد سے خبر
کیا کیا سنے جور و جفا محبت کے یکدگر
مجھ خوش نصیب کا ہے قدم سنبز اسقدر
تیری گلی میں کر کے مرے حال پر نظر
جانے سے مرغ بھی سوئے گلزار رہ گئے

عاشق کے سر پہ جور تو ہوتا ہے بیش و کم
لیکن ادھر تو دیکھ جفا کار یہ ستم
تو نے تو عشق ہی کو اٹھا کر دیا عدم
معشوق کو بھی جب سے سنا کہتے ہیں صنم
بت پوجنے سے بت کے پرستار رہ گئے

شہرت سے تیری مرغ چمن چھوڑ کر چلے
پروانہ بولے شمع سے کیوں اب کوئی جلے
رہنے کا اسکے سایۂ دیوار کے تلے
آنے کا قصد انکے مصمم ہی تھا لے
ان خوبیوں سے ہو کے خبردار رہ گئے

اک خلق کو غرور نے تیرے کیا ہلاک
کتنے ہی تجھ سے کر کے گریباں کو اپنے چاک
کہتے ہیں تجھ گلی میں با آواز دردناک
آئینہ ساں نہ کیونکہ ملیں اپنے منہ پہ خاک
رو دینے سے ہمیں یہ طرحدار رہ گئے

کرنے لگا ہے سبزۂ خط پری سے ساز
ہے سرو قد بھی نسبت سابق سے کچھ دراز
بڑھ بڑھ کے ہر ایک روئے ہے یہ بیت جانگداز
اس گل میں اب تلک تو وہی ہے غرور و ناز
ہر چند دن بہار کے دو چار رہ گئے

غیروں کے تم نتے سے محبت کے چھک گئے
نزدیک ہے کہ چھوڑ تمھیں وہ سرک گئے
ہم سے انھوں کی لاف زنی پر بہک گئے
سب دیکھ فوج خط کے سپاہی سٹک گئے
الفت سے جو کوئی تھے گرفتار رہ گئے

مجھ سا بھلا کوئی ہے ترا اور غمگسار
پوچھوں ہوں تجسے میں ہی رو رو کے بار بار
عارض کے گرد دیکھ کے یہ خط مشکبار
کہ باغبان قسم ہے تجھے کیا چلی بہار
دامان گل پکڑ کے جو یہ خار رہ گئے

دورے کو آسمان کے جو ہم کرتے ہیں نگاہ
وہ ہی چلیں زمانہ کے وہی سبھو کی راہ
گردش وہی ستاروں کی وہی ہیں مہر و ماہ
کیا کل بگڑ گئی نہیں معلوم ہم کو آہ
ملنے سے تم ہمارے جو کیار رہ گئے

دل دے کے تجکو یار میں حاضر ہوں جان تلک
پہونچی ہے کارد آکے مرے استخوان تلک
خواہش ہو سیم و زر کی جواب سو کہاں تلک
غارت کیا جنون نے مرے مجکو یاں تلک
لی جیب کی خبر تو کئی تار رہ گئے

جانب میں اپنی کرتے ہیں جتنا کہ ہم خیال
ہاں اسکی تو نہ کہیے کہ ہم بعد ماہ و سال
پاتے کسو ہی طرح نہیں موجب ملال
تیرے جو منھ لگے تو کیا عرض دل کا حال
دیکھا نہ پیش رفت تو من مار رہ گئے

چاہا جو ایک وقت تمھیں دست لگنے کو جی
چپکے سنی جو غیر سے تم بات چیت کی
آئے تمھاری بزم میں اپنے لبوں کو سی
رہنے کو گھر میں شب کو جگہ تمنے دی تو دی
رخصت ہو ورنہ جا پس دیوار رہ گئے

ملنے کی اپنی شکل تو ہے یہ جو کچھ کہی
سو آرزو تھی دل میں تو یہ بھی رہی رہی
اس پر بھی خوش نہیں ہو اگر خوب یوں ہی
پر غم ہے یہ تمھیں نہ ہوئی ہم سے آگہی
ہر چند کر کے تم سے ہم اظہار رہ گئے

خوبی ہے کیا رقیب میں جو تجکو بھا گیا
تو کوڑیوں کے مول اسے ہاتھ آ گیا
دلال کون سا تجھے اس سے ملا گیا
قیمت پہ ایک دل کے تو ظالم بکا گیا
یوسف کے ہاتھ ملتے خریدار رہ گئے

شب جنکی تھی بادہ خوری تم نے بیٹھکر
کہتے پھریں ہیں ہمکو وہ کیا کیا جدھر تدھر

پیارے غضب خدا کا پڑے اُنکے جھوٹھ پر / اتنا تو سچ ہے کر کے لٹھیں مست و بیخبر
عیّاری سے اپنے وہ ہوشیار رہ گئے

کہتے تھے ہم زمانے کو کیا جانتے ہو تم / دنیا کا نیک و بد کہاں پہچانتے ہو تم
صندل کو اپنے ماتھے سے کیوں سانتے ہو تم / لیکن ہماری بات کوئی مانتے ہو تم
اپنا سا ہم تو کلتا ہی سر مار رہ گئے

ملنے کو تیرے غیر سے ہم سن کے رہ گئے / دیکھا جو اپنی آنکھوں تو سر دھنکے رہ گئے
آتش کے بیچ رشک سے کیا بھُنکے رہ گئے / دیوانے ہو کے تنکوں تلک چنکے رہ گئے
کیا کیا ستم نہ سہکے ہم اے یار رہ گئے

ہے راستی تو یہ کہ وہ ہیں لائق جفا / بے غیرتی کو اپنی سمجھتے ہیں جو وفا
تیری گلی سے جب سے چلے ہم تجھسے ہو خفا / تھا کون سا قدم کہ نہ تھا روسوے قفا
اس میں چھپا کہیں جو تنک خار رہ گئے

ہر چند دورۂ فلکی بھی ہے خونفشان / پر چشم سا جو دیکھئے تری اسکو سو کہاں
گردش سے تجھ نگہ کے ہیں خونفشانیاں / دیکھ انکو رکھ کر زنخ کے تلے دست کہکشان
حیران ہو آسمان جفا کار رہ گئے

خاطر سے جنکے تجھ پہ شب و روز ہے ستم / پھر اُن کی مہ رخان کو ہے افزود دمبدم
تم خوش رہو اب اور کوئی دیکھ لیں گے ہم / آفت نہ تم سے پہونچیگی کیا ہمکو کچھ بہم
گردش سے کب یہ چرخ ستمگار رہ گئے

یاں موجب عمل نہ مکافات چاہیئے / یاں قتل ذی حیات کو اک بات چاہیئے
یاں اک غریب بیچ کو دن رات چاہیئے / یاں ان حرامیوں کی مدارات چاہیئے
یاروں سے دور جنکی سبب یار رہ گئے

نت اُٹھ کے دکھ یہ کس سے لئے کسطرح سے یار / سمجھا کے دل کو جائینگے جس کس طرح سے یار
وون جاوینگے سجاتے تھے ہم جسطرح سے یار / جا دینگے اب کی یانسے سو ہم اسطرح سے یار
سن لو گے تم کہ ہو کہیں مردار رہ گئے

لے خوش رہ اپنے یاروں سے اب ہم تو ہم چلے / دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
رکھ دل پہ دست صبر بانددہ و غم سے چلے / پیارے ہزار حیف ترے گھر سے ہم چلے

جا نسکے جو کوئی تھے سزاوار رہ گئے

سودا کی تم نہ ہو یہ لن ترانیاں
جو کچھ کوئی کہے وہ سنا کیجے مہربان
اس گفتگو کے کرنے سے گھستی نہیں زبان
مجھ کو کے عاکفوں کی چھٹ سکی جگہ کہاں
ورسے اٹھا دیا پس دیوار رہ گئے

مخمس بست دوم

ایک تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ
وہ تو وہ زیر فلک ہو نہ چکا کیا کیا کچھ
کیا کہوں میں کہ مورخ نے لکھا کیا کیا کچھ
ہم سے اب آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آگے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہوں تجھ سے میں نقصان کی اپنے باتیں
راہ بیچاروں نے پائی نہ کہ واں سے نکلیں
پائی پہونچا نہ سکے جا کے انھوں تک آنکھیں
دل جگر جان یہ سمٹ ہوئے سینہ میں
گھر کو آتش دی محبت نے جلا کیا کیا کچھ

کیا کہوں میں کہ ترے عشق میں کیا مجھ پہ ہوا
زندگی کے غرض اسباب سے اب کچھ نہ رہا
جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفا صفا
دل گیا صبر گیا ہوش گیا جی بھی گیا
شغل میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ

ناصحا تو نے تو چاہا بہت اے بدگفتار
شکر صد شکر بدرگاہ خدا بلکہ ہزار
نہ رہی عشق کی کچھ پاس متاع بازار
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ یار
مر گیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

عشق بازو نہیں مرا کیونکہ ہو جانا شاق
چھوڑا میں قافلہ سالار ہے یہ کہنہ رواق
کوئی جگ میں نہ رہا تجھ سے رفیق عشاق
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ گیا کیا کیا کچھ

اس ارادے سے دلا سیر نہ کر گلشن جہاں
حال میں مست رہ اپنے تو سدا اے ناداں
کس سبب یاں سے بگڑتا ہے بنے ہے کیوں واں
تجھ کو کیا بننے بگڑنے سے زمانے کے کہ یاں
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

عشق آیا نہ ترا جگ میں بھی کچھ کام مرے
خاص کچھ مجکو کہیں نام لیں کچھ عام مرے
پھرتے ہیں کہتے لقب صبح سے تا شام مرے
نام ہیں خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجکو کہا کیا کیا کچھ

واہ وا تجھسے میاں مجکو توقع تھی یہی
کہ تو اس مرتبہ مجھ ساتھ کرے سنگدلی
کونسی بات ہے جو تیرے لیے میں نے سنی
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تو ایک مری
واسطے تیرے سنا میں نے سنا کیا کیا کچھ

کل میں بیٹھا تھا بہت کلبۂ احزاں میں قلق
جی میں آیا کہ لکھوں خط کہ ہے رسم سابق
آخر الامر میں کاغذ لے بطور عاشق
قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
مضطرب ہو کے اسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ

میرے نامے کی سنی تم نے عزیز و تحریر
کرو انصاف تم اب جتنے ہو برنا و پیر
ایک لفظ اس میں ہے بیجا تو ہے میری تقصیر
پر کہوں کیا رقم شوق کی اپنے تاثیر
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

جو بت ہوش ربا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
مظہر نور خدا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
دیکھا جو کچھ سو بلا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

جیسے ہم آئے تھے ویسے ہی چلے دنیا سے
لائق اس جا میں کسی جی کے نہ گویا کہ تھے
دور افلاک نے یاں نشو و نما دی نہ کسے
ایک محروم چلے میر ہمیں دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ

مخمس بست و سوم

مے کشو بحث ہو کیوں مجھ دل افگار کے ساتھ
کچھ مجھے کام نہیں بادۂ گلنار کے ساتھ
جو رکھوں ذوق ملاقات میں خمار کے ساتھ
جی میں چہلیں تھیں مرے سو گئیں یار کے ساتھ
سر پٹکنا ہی پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

کیا کیا وعدے کیے تھے تم نے کہو ہم سے واں
کہ شگفتہ ہے چمن جلوہ گر ابر ہے واں

سو توان چیزون مین اک چیز نہ دیکھی مین یہان
یار و کہتے تھے جو تم لالہ و گل ہین سو کہان
سیر کرنے تو نہ آیا تھا مین کہسار کے ساتھ

ہمکو تو قید قفس کی نہ تھی کچھ تم سے امید
کہ ہمین دام مین لا کر دیوین ظلم شدید
فصل گل حیف ہے جاتی ہے ہمین بے چمن دید
ہائے صیاد یہ انصاف سے تیرے تھا بعید
اسقدر ظلم و ستم اپنے گرفتار کے ساتھ

عندلیبون کے لگین زمزمہ عالم کو بھلے
قمری کو سرو و چمن لیتے ہین سایہ کے تلے
اور شبنم کے تئین گل بھی لگاتے ہین گلے
اک ہمین خار تھے آنکھون مین سبھون کے سو چلے
بلبلو خوش رہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ

یار چاہو تو مجھے قید ئی جا وید کرو
رو برو میرے مرا اسکے وہ خورشید کرو
دام تزویر مین مت میرے تئین صید کرو
مین دیوانا ہون سدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکلتا دیگا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

شوخ نے پردے سے جبو قت کہ مکھڑا کھولا
پہلے میزان محبت مین سبھون کو تولا
آخر عاشق کو لے اس رنگ مین اپنے گھولا
جب ملا یار سے تب آپ انا الحق بولا
ورنہ منصور کو کیا کام تھا اس دار کے ساتھ

سن لے آخر کہ یہ ہے عشق نپٹ دام بلا
اسکے پھندے مین جو کوئی دل کی محبت سے پھنسا
یا تو سودائی ہوا یا تو ہوا وہ رسوا
عشق کے درد کا اب بوجھ اٹھائے سودا
کیا ہے نسبت خر عیسیٰ کو ترے بار کے ساتھ

مخمّس بست و چہارم

عیب گو کی جو ہوئی ان دنون مجھسے در خورد
دل من ہیچ از ان حال غم و غصہ نخورد
سُن لے اک بات مری گو کہ مین تیرا ہون خرد
سر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

کیا ہوا مجھ سا اگر ایک ہے جگ مین معیوب
نہ مین طالب ہون کسی کا نہ کسی کا مطلوب
یا مجھے بد کوئی سمجھا کرے یا جانے خوب
کر رہونگا وہی جو کچھ طبع کو ہوگا مرغوب

پشتم از خانۂ رندان کم اگر کس بر برد

معصیت ہی میں گذرتی ہے جو میری اوقات | لیکن اس سے نہیں تقوے پہ کسی کی اوقات
یار و انصاف کرو کچھ بھی ہے معقول یہ بات | ورد اپنے کے عوض شیخ نے کل ساری رات

سبحہ در دست گرفت و گنہ من بشمرد

اس عداوت کا میں یارو نہیں پاتا ہوں بھید | کرکے دیوار میں اپنی وہ سر شام سے چھید
صبح تک جھانکے تھا بیٹھا خرف ریش سفید | کرکے کینے سے فراغت مجھے دے آکے نوید

چشم ما را بتماشائے تو شب خواب نبرد

جی میں آتا ہے کہوں جاکے میں اس احمق سے | تیرے دیوار کی محراب ہی کیا کم شق ہے
کون جانے پر اب ایسے خر مطلق سے | لیکن اتنا تو کہوں گا کہ گذر مت حق سے

جرم ما روز قیامت بتو خواہند سپرد

واقعہ میں ہوا زاہد کو جو مکشوف یہ حال | گیا عابد کنے وہ پیٹ کو پکڑے فی الحال
کہا اک شخص نے شب ایسے کیے ہیں اعمال | جو ہیں اینٹر گئی میری نگہ چشم خیال

دل پر خون مرا پنجۂ مژگان افشرد

کیا کہوں انکی غرض کشف و کرامات کی بات | پہچی انسے نہ خصوصاً مری اوقات کی بات
پہونچنا عرش تلک انکو ہے اک بات کی بات | ملکی وہم میں ہے انکی یہ بس رات کی بات

کہ از این سر و ملکے را بسوئے عرش ببرد

جلوہ گر رات جو آن دونوں نے دیکھا مہتاب | کرکے یہ قصد کہ پی ہوگی فلانے نے شراب
مانگا قاضی سے جو اعلام دیا اس نے جواب | زاہد خشک ہوا غم سے انگاروں پہ کباب

عابد پاک بجز خون جگر ہیچ نخورد

شیخ جا گاہی کرے جرم مری گننے کو | زاہد خشک کے ٹپکا کرے آنکھوں سے لہو
عابد پاک بجز غم کے نہ کچھ کھائے کبھو | بہتر آنست از این کار بگردانم رو

ور نہ زین غصۂ بیہودہ بسے خواہم مرد

سودا اس غم سے کہ بھاگیں اب اس پیشہ سے | گر میں فرہاد صفت سر یہ مرے تیشے سے
دل کو اپنے نہ رکھیں دور اس اندیشہ سے | میں بھی ہر ایک کے واقف ہوں رگ و ریشہ سے

خاطر ہیچو من یار بسا یہ آزرد

مخمّس بست و پنجم

کرے جو ظلم و ستم کرنے دو ہوا سو ہوا — جفا و ظلم ستی مت ڈرو ہوا سو ہوا
یہ میرے غم کی نہ شہرت کرو ہوا سو ہوا — جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت یہ جو ہوا سو ہوا

اگرچہ روز ازل سے تھی میری یہ تقدیر — کہ دام عشق مین اپنے کرے مجھے تو اسیر
کرے جو ذبح تو مجھکو پچھاڑ جون نخچیر — مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

وہ کون دن تھا کہ ہم بھی ہوے تھے یار ترے — کسیطرح سے ترا دل بھی اس جفا سے پھرے
اگر کہے تو یہ آکر ترے قدم پہ گرے — خدا کے واسطے آ در گذر گنہ سے مرے
نہو گا پھر کبھو اے تند خو ہوا سو ہوا

کیے ہین جن نے دیوانے کئی ملک یارو — دکھاکے چہرے کی اپنے ٹک اک جھلک یارو
ہوا ہے میر بھی قاتل وہ یک بیک یارو — پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

دیا ہے آپ سے تمنے جو دل کو اپنے کبھو — تو چاہیے کہ رہو ہاتھ اُس سیتی تم دھو
عبث ہے یہ کہ جو باتین کرو ہو تم رو رو — یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

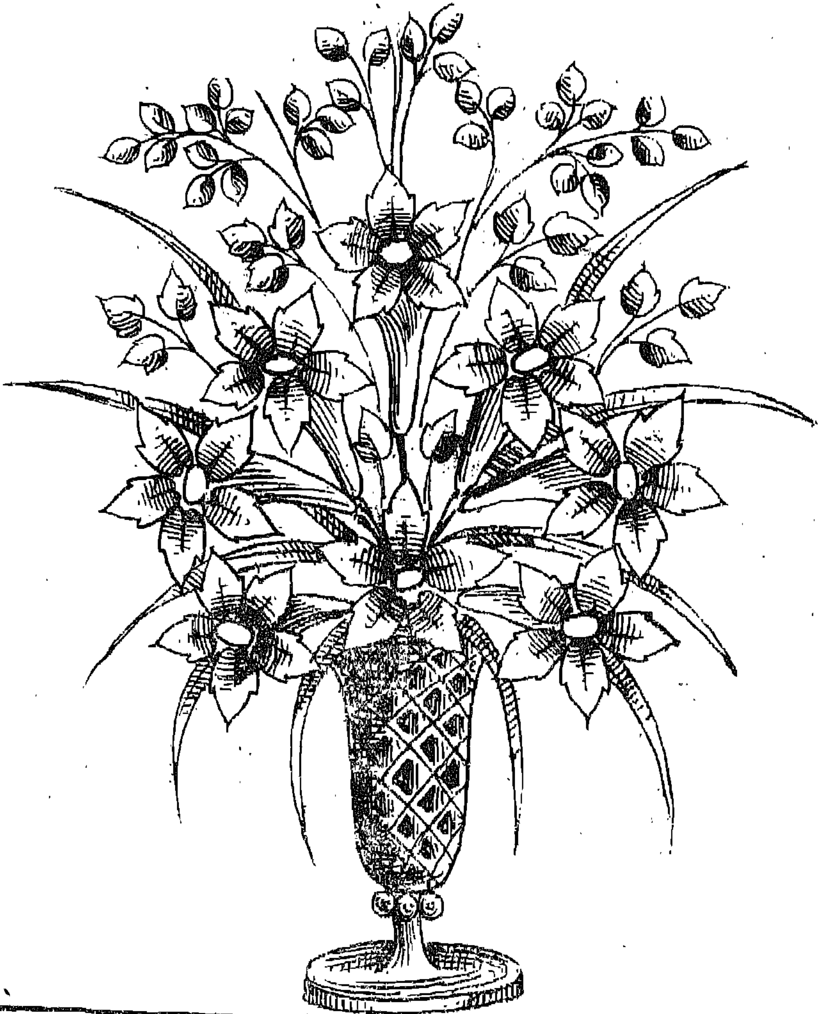
دلون کے قتل کے تئین الامان ہے سودا — جنون کی فوج کا یارو نشان ہے سودا
کیا جب اُن نے قلندر رندان ہے سودا — دیا اُسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو کچھ کہ ہو ہوا سو ہوا

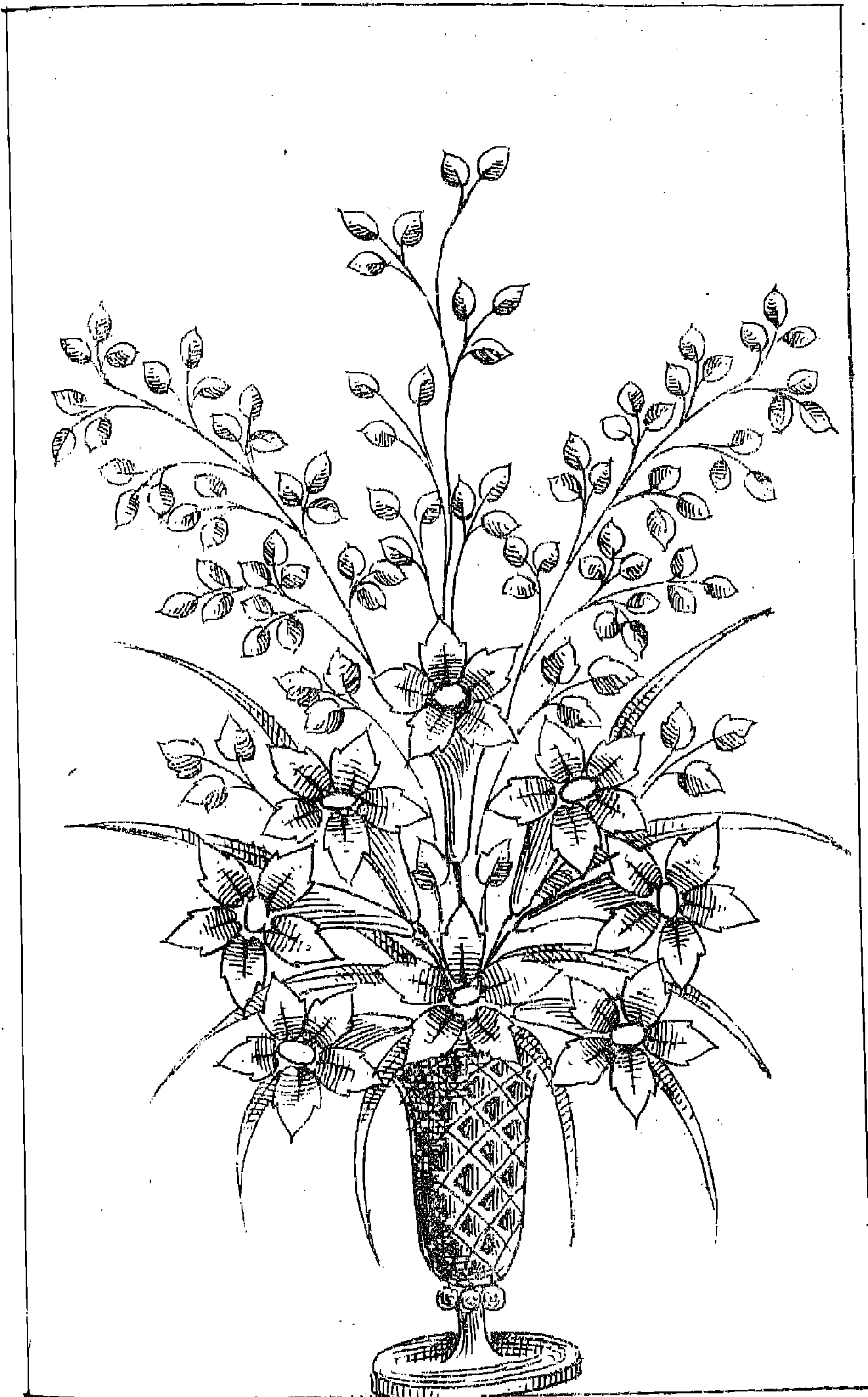
تضمین

باغ دلی مین جو اک روز ہوا میر اگذار — نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار

نخل بے بار پڑے سوکھی پڑی ہیں روشیں	خاک اُڑتی ہے ہر اک طرف پڑے ہیں خس و خار
مسکراتا تھا جہاں غنچہ و گل ہنستا تھا	اشک شبنم کے بھی قطرہ کا نہیں واں آثار
جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد	مشت پر قمری کے اُس جا نظر آئے اک بار
دیکھتا کیا ہوں مگر سوکھی سی اک شاخ اوپر	عندلیب ایک ہے بے بال و پر و دل افگار
بدم سرد و بصد حسرت و صد سوز جگر	دیکھکر سوے چمن کہتی ہے با نالۂ زار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد





رباعیات

ایوان عدالت مین تمھارے اے شاہ
شیشے کا جو وان طاق سے پڑتے ہے پانون
کیا ظلم کو ہے دخل عیاذاً باللہ
پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ

مومن نہین زنار سے میرے آگاہ
اس بت کا برہمن ہون کہ ہم صوفی و شیخ
اس رشتے کو ہے سبحہ اسلام مین راہ
کہتے ہین جسے دیکھ کے اللہ اللہ

مجکو ہرچند نہین شیعہ دشمنی سے کام
ان سوا ہو جو کوئی ہے وہ امام تسبیح
پر یہ سمجھا ہون کہ اس دور مین تھے بارہ امام
اس تلک جاے سے موقوف ہوا اللہ کا نام

تا دیدنی از بسکہ ہے روے عالم
کرتا ہون کہین جانیکا جسوقت کہ عزم
ہے کفر ملاقات جو کیجے باہم
درد آن کے سودا مرے پکڑے ہے قدم

ہر سو تری تحقیق مین تھے ہم سرگرم
پایا غرض آپ ہی مین تجھے پر اونکو
تھا گاہ یقین کعبے پہ گہ دیر پہ بھرم
سجدہ جو کیجے تو نہین رہتی شرم

تجھ پاس گدا کب آکے ایسا بولا
یان تک تو ترے ہاتھ نے بخشے یاقوت
جسکو نہ جواہر مین تو لیسکر تولا
جب طشت نے وقت فصد دامن کھولا

گر یار کے سامنے مین رو دیا تو کیا
یہ دانۂ اشک سبز ہونا معلوم
مژگان مین جو لخت دل پرو دیا تو کیا
اس شور زمین مین تخم بو یا تو کیا

اے شیخ حرم تک تجھے جانا آنا
پہچانیگا وان کیا اسے حیران ہون مین
یہ طوف جلاہے کا ہے تانا بانا
جسکو حرم دل مین نہ تین پہچانا

جب سے چمن حسن مین تو در آیا
عصمت نے تری خلق مین شہرہ پایا

مخفی مین رکھا داغ کو اور لالہ نے	چھاتی کو کہو مہ کے تئیں دکھلایا
اُس چشم و مژہ سے دل دیا تھا اٹکا	اب لا سر زلف سے رکھا ہے لٹکا
یہ خانہ خراب عشق جس نے یارو	پہونچا کے فلک پہ پھر زمین سے پٹکا
تیشہ سے جو کوہکن نے سر کو پٹکا	شیرین کا یہ سنکے جان تن سے بھٹکا
دے درد کی داد کیا ہمارے کوئی	ناخن کا جگر یہ کب تمنے ہے کھٹکا
اُس آتشی خو سے دل یہ کیونکر اٹکا	جس مین کہ رہا نہ زندگی کا کھٹکا
طاقت نہین نالہ کی اب اُسکو تیرا	کچھ ذکر ہوا تو کوئلا سا چٹکا
میں دیر و حرم ڈھونڈھ کے یارو ہارا	دونون مین نہ پایا اُسے جز اندھیارا
دل داغ سے روشن ہوا جسدم جون شمع	اپنا تن و جان اپنے قدم پر وارا
ہے زیر فلک جتنی کہ یہ موجودات	ہر ایک کی اک طرح کٹے ہے اوقات
اے شیخ کیا خوب یہ ہمنے تحقیق،	شیخی و کرامت ہے بن آنے کی بات
باریک و طویل اتنا ہوا کسکے پوت	جز باپ کے تیرے کہ وہ ہے ٹرکا بھوت
یون قابلہ نے تجکو نکالا ذان سے	جون بھان متی ناک سے نکلے ہے سوت
ہرچند بچانے کی کرو چوٹ سے اوٹ	لگ جاتی ہے چوٹ پر مقرر ہی چوٹ
عاشق تو کبھی آپ ہوا ہے مائل	جاوے کیونکر بھلا الضیبون کی کھوٹ
سودا کو مین پایا ہے وحدت مین مست	اُس سے نہ کسی شیشۂ دل کو ہے شکست
ناقوس و اذان سنکے یہ بولے آزاد	اے برہمن و شیخ صدا را عشق است

رباعیات

کیا زلف مین اُس شوخ کے تھی رات کی صبح
جب زلف کو مین ہاتھ لگایا اودھر
جون شام سے ہوتی ہو کسی شب کی صبح
ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

گر مہ سے بلندی مین ہوا تو دہ چند
جتنے کہ بلندون کی ہین نظرون مین پست
پستون کی طرف دیکھ کے مت ہو خرسند
پستون کی بھی نظرون مین ہین اتنے ہی بلند

یارب ہو مدام تجکو حق کی تائید
ہر روز رہے تجکو سرور نو روز
اور ہوئے سدا دولت و اقبال مزید
آیا کرے تا گھر مین شرفا کے خورشید

جس ذات کو آفاق مین کہتے ہین احد
گر ہندسہ دان ہے تو سمجھ لے تعداد
تو وہ اور امام ایک ہین نزد خرد
کہتے ہین احد کے بحساب ابجد

ہے فوج سے غمزہ کے نہایت بیداد
یہ حال رہے ہے دل کا جیسے دہقان
نت اُٹھ ہے مرا خرمن طاقت برباد
لٹتے ہوئے کھیت کی کرے ہے فریاد

اے دوست تجھے دل مین تو پاتا ہون سرور
تجھ کنہ کو لیکن نہ کبھو پہنچا فہم
آنکھون مین تری ذات کو دیکھون ہون نور
اے این ہمہ نزدیک تو کتنا ہے دور

افسوس کریمون مین نہین یہ دستور
جھکتا ہے اگر شاخ ثمردار کا ہاتھ
مفلس پہ کرم کرکے نہو دین مغرور
پھل دے کے وہین آپ کو کھینچے ہے دور

کتنون کا جہان مین زر و مال ہے شکر
یون شکر تو سب کرتے ہین لیکن سودا
کتنون کا ہی با دولت و اقبال ہے شکر
شاکر ہے وہی جسکو بہر حال ہے شکر

کیا جانے بسا ہے آج کسکے جا کر
آتی نہین نیند مجکو تنہا پا کر

جی میں ہے نہ اٹھیے تا بہ صبح محشر
اس رات کو سویئے کچھ ایسا کھا کر

کل آ کے جنھوں نے بے وفا سے پا کر
سن آج کی بات کیا کہیں گے مجکو
میں ترک کیا تھا عشق قسمیں کھا کر
کس منہ سے دکھاؤنگا منہ انکو جا کر

اے صورت انسان وحقیقت میں خر
زر سے ہے کہ وہ سمے کے خریطے کی قدر
رے سفلہ تو کیے طلب پوچ ولچر
ہے پوچ خریطہ جو نکل جاوے زر

اے داب قوانین جہان کے دستور
الطاف وکرم کا ہے جہان میں جو کام
ہم چشم کی حرمت تجھے سب کی منظور
ایزد نے کیا اسپہ تجھی کو مامور

دنیا ہمیں کہتی ہے کہ دل مجھسے موڑ
داڑھی کی سیاہی پہ سفیدی دوڑی
تجھ فاحشہ پر تو نہ یہ جی جامہ توڑ
اب رات نہیں صبح ہوئی ہے بس چھوڑ

اے نفس دنی حرف کو میرے کر گوش
اُس جیفہ پہ غرا اسے دیکھ کے سگ
دنیا کی طلب میں جو ترا ہو ہمدوش
تیرا ہی تو ہمجنس ہے وہ بھی خاموش

سودا دہن یار کے ہوتے رکھ ہوش
وہ بد دہن اتنا ہے دیوانے جسکا
تعریف نہ کر غنچۂ گل کی خاموش
ہنسنے میں دہن پھیل کے ہو جاسے گوش

ہر چند کیا ہمنے جہان میں تحقیق
اے دل نہ شناوری میں ہو اسکے غرق
ہوتی نہیں ہم سے ایک رو کی تفریق
بحر توحید ہے نہایت ہی عمیق

سودا سے کیے دنیا تو پھر سو کب تک
حاصل بھی اس سے ناکرتا دنیا ہو
آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
بالفرض ہوا یوں بھی تو پھر تو کب تک

اے خلق کے قبلۂ امید و آمال
تا پہنین خلعت بہاری اشجار
شاد آج ترے دوست ہین دشمن پامال
ہو خلعت نو تجکو مبارک ہر سال

ہے حرص و ہوا تن کی ترے سر مومن
واتا تو زبردست ہے منگتا کم زور
عالم نے قناعت کی مچائین دھومین
قانع جو نہوئین تو بھلا کیا چھومین

دیکھین نہ تو روتی ہین یہ آنکھین دن رین
ناحق کا انھون نے یہ بسایا کیا پاپ
اور چلتی ہین ساتھ اور و نکے دیکھ اسکے سین
دیکھے نہ انکھین چین نہ بن دیکھے چین

سودا کی ہے یہ عرض یقین اسکو جان
جان بخشی کو افغان کی ز راہ منت
کیا تاب جو مقدم پہ ترے آوے یان
آتش یہ ہوئی تیرے غضب کے قربان

اے بے تو مدام آب در دیدۂ من
ہر لحظہ مرا لطف ترمی گوید بخت
وز بے خون دل خراب در دیدۂ من
بیدار توئی و خواب در دیدۂ من

اے منبع فیض و ملجاے خاص و عوام
تو دائم رہے دل سے تیرے شادی و سرور
جاری رہے ہند مین ترا ہی احکام
تجھ کو بجہان ہو جشن نوروز مدام

شاہا تری طرف ہے نگاہ عالم
قائم رہے تا حشر ترا جاہ و جلال
از بس تری ذات ہے پناہ عالم
روشن جون آفتاب شاہِ عالم

مولا کہا اگر عبد ہو کیسا ہی ندیم
تنبیہ گنہ گرچہ ہے لازم لیکن
یون چاہیے افزون رکھے امید سے بیم
ہے عفو بہ از قصاص از بہر کریم

منہ پھیرے ہے کو دیکھ کے ہمکو عالم
قدر اس سے کچھ اپنی نہیں ہوتی ہے کم

اتنا ہے بڑا ہمکو کیا خالق نے	خلقت کی نظر مین نہین آسکتے ہم
مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم تاریخ وفات اُسکی کہی از روے درد	اور اُسکی ہوئی خبر شہادت کی عموم سودا نے کہا ہاے جان جانان مظلوم
کیونکر کہون تجھسے یہ کہ مجھسے مل تو جانے گا تب ہی تو اس محبت کی قدر	مین شیشہ ہوا جہان مین ظالم سل تو تیرا دل مین ہون اور میرا دل تو
دُکھ تفرقہ کا یارون کے کچھ مت پوچھو دیکھین ہین لب زخم کہین سیتے وقت	جب شکل ملاقات کی باہم یون ہو آپس مین جو ملتے ہین تو لوہو رو رو
آتو کہے آخون بلاؤ مجھکو موقوف کرو نازکو سب کے بدلے	ہر عشوہ پہ اپنے نہ ریجھاؤ مجھکو بھر پیٹ ملیدا ہی کھلاؤ مجھکو
سودا شعرا مین ہے بڑائی تجھکو عالم نے تجھے اس فن مین پیمبر سمجھا	تشریف سخن عرش سے آئی تجھکو پر جا جہلا نے بخدائی تجھکو
خلعت یہ ہوئے تجھکو جہان کے دلخواہ قائم یہ نیابت رہے تجھکو اسطرح	کیا قد پہ سجا ہے تیرے اللہ اللہ جون نائب خورشید فلک پر ہو ماہ
سایا ترا اے نخل امید کہ دمہ بڑھتا ہے نے نیزہ گرہ سے جسطرح	اس ملک کے دائم رہے ہر قریہ ودہ دے طول تری عمر کو یون سالگرہ
ہر چند کہ مخلوق ہین حق مین کہ دمہ از بسکہ عزیز نقد جان ہے تیرا	پر تجکو کیا ہے حق نے ان سب سے بہ دیتا ہے خدا اس لیے ہر سال گرہ

ناطق تو نہ تھا جب تو سنے تھا سب کچھ
خاموشی میں سنے تھا ہی کچھ اور نئے ہوگا
با نطق کی دولت سے تجھے ہے سب کچھ
گفتار کے عالم میں ہے سودا سب کچھ

جہان کے بحر میں اے دل لباس اتنا چاہ
تو کس تلاش میں سر مارتا پھرے ہے کہ عمر
کہ جوں حباب وہی پیرہن وہی ہو کلاہ
ہر تار رشتہ سوزن ہے ہر قدم کوتاہ

دکھ دل کا کوئی جو تجھسے کہہ رو دے
بیدرد ہے وہ درد میں ہو تجھسے جو فرق
اوقات وہ صبر کے بھی ناحق کھو دے
باہم جو معاوضہ وکون کاہو دے

چاہی تھی بتوں کی آشنائی ہمنے
اس دل کے کنار سے ہمارے یارو
پر عقل کی مانی رہنمائی ہمنے
کچھ آگ لگی تھی سو بجھائی ہمنے

سودا بجہان اپنی زبانی تو ہے
گو نطق کا ہرچند نہیں تو خالق
آفاق میں خاقانی ثانی تو ہے
پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

خاوند وہ ایسا ہے کہ عالم کو دے
پہونچا کے بہم دیکھ تو کیا کیا نعمت
دارا کو نہ تنہا نہ فقط جم کو دے
کھاوے نہ اسے آپ وہ اوروں کو دے

جلنا ہے ترا وہم کا اک ریشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانیے تو کیا کرتا
اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
اے خانہ خراب اسپہ یہ اندیشہ ہے

آنکھوں سے پڑا اشک مرے ڈھلتا ہے
اے غنچہ دہن پیار سے ٹک ہنس کے بول
سرکب سے ترے پانوں تلے رلتا ہے
کیا دل ہے مرا تو کہ نہیں کھلتا ہے

کوتاہ نہ عمر سے پرستی کیجے
ساقی جو نہو شراب سے آج وہ اب
زلفوں سے تری دراز دستی کیجے
پانی پی پی کے فاقہ مستی کیجے

آنکھیں کہیں بھوون سے کہ حصہ کیجے آتی ہے مجھے شرم میان یہ دل ہے	ہر ایک پلک چاہے کہ آپ ہی لیجے جو اُنکی ہو قسمت سوائے گردن دیجے
آیا ہون بتنگ دور رہتے رہتے روتا ہون کہ سیل اشک جاری ہو وے	لوگون سے تھکا پیام کہتے کہتے پہونچون مین گلی مین اُسکی بہتے بہتے
افسوس کہون مین کس سے اپنے گھٹکی اس آنکھ نے چین جی سے کھویا سودا	قالب سے پھرے ہے روح بھٹکی بھٹکی یہ خانہ خراب جس سے اٹکی اٹکی
سرمایۂ عیش کامرانی تو ہے گر تو ہی نہ آوے تو یہ جینا کس کام	آرام دل و مونس جان تو ہے میری تو مراد زندگانی تو ہے
ہر نون کو اے آہوئے شکاری میرے دیکھے تو جیسے موت سے جنگل کے بیچ	ہر دشت مین پھرتے ہین قرار دل گھیرے گرد اسکے کرین آن کے سو سو پھیرے
مرے خون ناحق کی دے گر گواہی کہا مین کہ لازم ہے کیا قتل میرا	شہادت کو میری ہے بس بیگناہی لگا کہنے ہنسکر کہ خواہی نخواہی
افسوس ہماری عمر روتے گذری دیکھا نہ کبھی خواب مین اپنا یوسف	نت دل سے غبار غم ہی دھوتے گذری ہر چند تمام عمر سوتے گذری
اس ریختے کو فارسی مین گو کیجے مضمون کثافت سے برودت کے ساتھ	یا فارسی سے ریختہ اُسکو کیجے خرقہ تو نہین ہے جسے سنگ شو کیجے
گر ہجو یہ سودا کے اُسے رغبت ہے	ہوئے دو کہ گیدی کے تئین رجعت ہے

موزون نہ کرے شعر کو اپنے احمق	کرتا پھرے ہجو لوگون کی ندرت ہی
گر ہجو مری کہنے سے اس پر ہو نگاہ سو دہم تمھارا ہے مین اور آپ کی ہجو	تا یہ بھی کہے جانے نہ مجھے خلق اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
پیٹ اپنا ہر اکطرح سے ساجد پالے مینڈک چھوڑے نہ چھپکلی نے سا ہا	کوا وہ چیل وہ گلہری کھالے اُسکے پھرے ہین ڈھونڈتے لڑکے بالے

رباعیات مستزاد

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے	ہو کر گم راہ اے عقل تباہ بے شبہہ و شک سبحان اللہ
طاقت نہین رونے کی بہت ہجر سے تیرے کوئی دم کی رمق ہے اب تن مین جو میرے بھولے ہی نہین یان کبھو پھرتا ہے اے یار کیا تجھسے ترا جرم ہوا سانجھ سویرے	گو دل مین یہ غم ہے سو چشم مین نم ہے او رجائے ہے سب کیا جو اتنا ستم ہے
ہر چند جہان مین کم ہین وافر ہم ہین منزل بھی ہمین ہین اور مسافر ہم ہین کعبے مین شیخ بتکدہ مین ہندو کس بو قلمون صنم کے کافر ہم ہین	کر دیکھو نگاہ ہر شام و پگاہ بیرنگ و بنرنگ اللہ اللہ

لونی سے مین دنیا کی کہا یون جا کر
اب ایک کی ہو رہ نہ پھرا کر گھر گھر
بولی کہ جو کوئی مرد ہے سو تو مجھ کو
باندھی ہے جغون نے مرے رکھنے پہ کمر

سُن اے بے پرد
تین صورت نزد
رکھتا ہی نہین
سو ہین نامرد

خاتمة الطبع - الحمد للہ والمنة کہ اس زمانہ میمنت اقتران مین کلیّات سودا جلد اول باہتمام کیسریداس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر ۱۹۳۲ع بار پنجم
مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپا

